مِنحۃُ الباری

شرح

صحیح البُخاری

از افادات

شیخ الاسلام محدث زماں

حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب، اضافہ و تخریج

تلمیذ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

مکتبہ قدوسیہ

مِنحة الباري

شرح

صحیح بخاری

از افادات

شیخ الاسلام محدث زمان

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب و اضافہ و تخریج

تلمیذ الشیخ محمد رمضان السلفی حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

جلد ششم

مکتبہ قدوسیہ

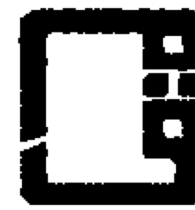
خوبصورت اور معیاری مطبوعات

مسلکِ کتاب و سنّت کے فروغ کے لئے کوشاں

اهتمام طباعت

ابو بکر قدوسی

اشاعت ـــــ ۲۰۱۹ء

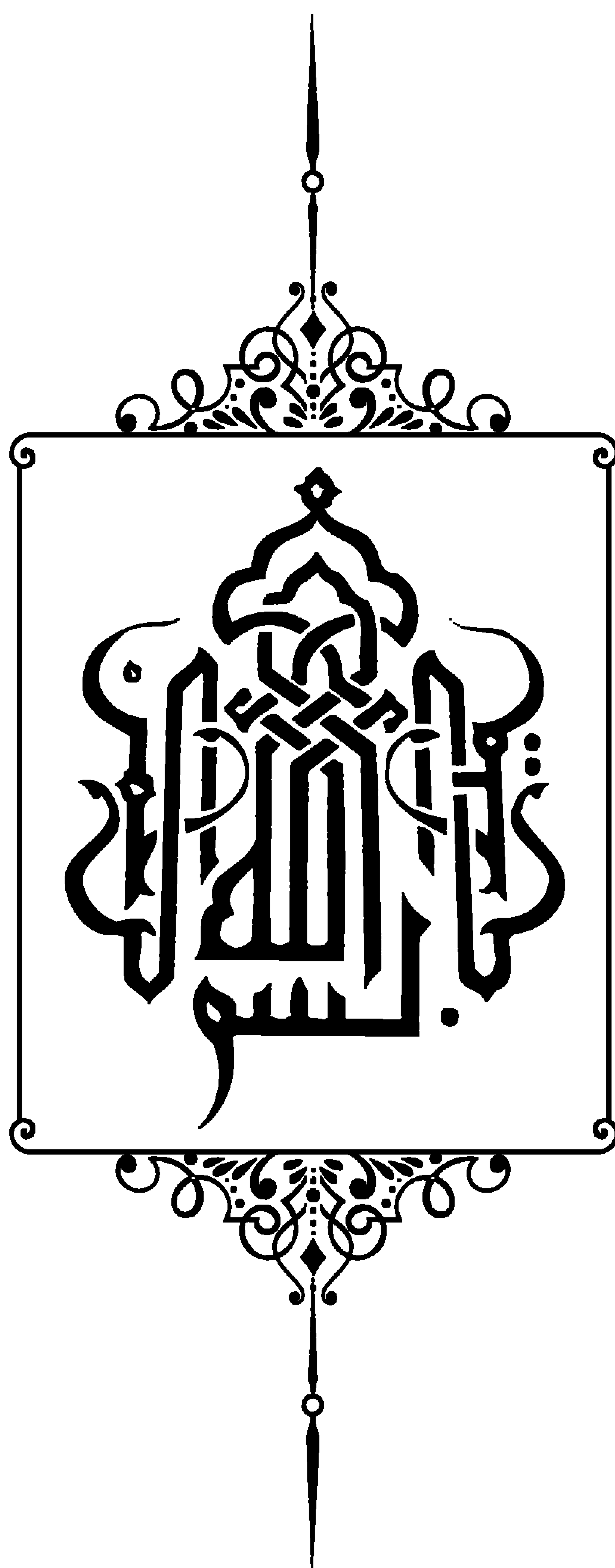


مکتبہ قدوسیہ

رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان

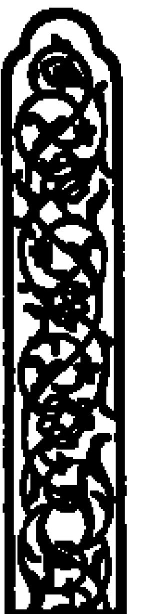
Tel: +92-42-37230585 Cell: +92-321-4460487

Email: maktaba_quddusia@yahoo.com



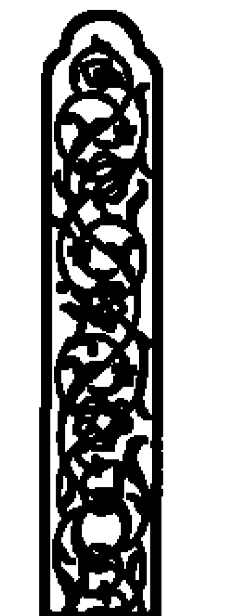
فہرست






شرح بخاری





کتاب البیوع

کتاب خرید و فروخت کے مسائل کا بیان

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا سورة البقرة آية ٢٧٥ وَقَوْلُهُ: إِلا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ سورة البقرة آية ٢٨٢.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اللہ نے تمہارے لیے خرید و فروخت حلال کی اور سود کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مگر جب نقد سودا ہو تو اس ہاتھ سے دو اس ہاتھ لو

وقول اللہ تعالیٰ "وأحل الله البيع وحرم الربا" و قوله "إلا أن تكون تجارةً حاضرةً تديرونها بينكم"۔

شرح بخاری

عبادات کو ذکر کرنے کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ معاملات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

بیوع جمع ہے بیع کی، مبادلۃ المال بالمال کو بیع کہتے ہیں یعنی مال کا مال سے تبادلہ کرنا[1]۔ اس سے اجارہ خارج ہو جائے گا، کیونکہ اس میں ایک طرف محنت ہوتی ہے، اور بیع کی مختلف قسمیں ہیں جیسے بیع العین، بیع الدین، بیع المنفعۃ، بیع صحیح اور بیع فاسد اس لیے بیوع کو جمع لایا گیا ہے، بیع میں کسی چیز کا ملک قیمت کے بدلے غیر کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اور شراء میں اس ملک کو قبول کیا جاتا ہے، اور بیع و شراء یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں،

[1] صحتِ بیع کی شرطیں حسب ذیل ہیں: ا۔ بیچنے والا بائع اور خریدار دونوں اس سودے پر رضامند ہوں، ان میں سے کسی کو بیچنے یا خریدنے پر مجبور نہ کیا جائے، ہاں اکراہ برحق ہو سکتا ہے۔

۲۔ بیع و شراء کا معاملہ کرنے والوں کا تصرف کرنا جائز ہو بایں طور کہ دونوں آزاد مکلف اور سمجھدار ہوں۔

۳۔ مبیع یعنی جو چیز فروخت کی جا رہی ہو اس سے شرعاً فائدہ اٹھانا جائز ہو، لہٰذا ایسی چیزوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے جو حرام ہوں۔ اس لیے کتے، خنزیر، شراب اور مردار کی بیع جائز نہیں ہے۔

۴۔ فروخت ہونے والی چیز بیچنے والے کی ملکیت میں ہو، یا اس کی طرف سے اس کے بیچنے کی اجازت ہو۔

۵۔ فروخت ہونے والی چیز کا بائع اور مشتری کو علم ہو۔

۶۔ فروخت ہونے والی چیز کی قیمت بھی معلوم ہو اور معین ہونی چاہیے۔

۷۔ مبیع یعنی بکنے والی چیز قابل تسلیم ہو، یعنی وہ مشتری کے حوالے کی جا سکتی ہو، لہٰذا سمندر میں مچھلیوں اور فضاء میں اڑتے پرندوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسی بیع میں دھوکے اور فریب کا احتمال پایا جاتا ہے، اور مذکورہ شرطیں بائع اور مشتری سے ظلم و جدال، فریب اور سودی احتمال سے بچنے کے لئے لگائی جاتی ہیں۔

جیسے ارشاد ہے: "وشروه بثمن بخس" أي باعوه۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآنِ کریم سے دو آیات ذکر کی ہیں، ان میں سے پہلی آیت: "وأحل الله البيع وحرم الرباء" بیع کے جواز پر دلالت کرتی ہے اس میں لفظ "بیع" اگرچہ ہر قسم کی بیع کی اباحت پر دلالت کرتا ہے لیکن شریعت اسلامیہ میں بیع کی بعض قسموں کو حرام کیا گیا ہے، اس لیے آیت مذکورہ میں لفظ "بیع" عام مخصوص ہے اور دوسری آیت نقد خرید و فروخت کی تجارت کی اباحت پر دلالت کرتی ہے: "إلا أن تكون تجارة حاضرة" یعنی ہاتھوں ہاتھ سودا ہو، ادھار نہ ہو، لہٰذا نقد قیمت دے کر چیز یا سامان لینا ہو تو اسے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اس پر گواہ بنالیے جائیں تو بہتر ہے، تاکہ بعد میں انکار کا احتمال نہ رہے، لیکن اگر معمولی چیز کی خرید و فروخت ہو تو گواہ بنانے کی بھی ضرورت نہیں ہے، بڑی اہم چیز پر گواہ بنالینا چاہیے۔

احناف کے نزدیک آیت: "أحل الله البيع وحرم الربا" مجمل ہے، کیونکہ ہر بیع میں کمی، بیشی ہوتی ہے اور قیمت لاگت میں کوئی شخص بھی چیز کو نہیں بیچتا، بلکہ امام مالک کے نزدیک اسے بیع نہیں کہا جاتا کہ جتنے میں چیز خریدی ہو اسی قیمت میں آگے دے دی جائے، بیع وہ ہوتی ہے جس میں کچھ نفع لیا جائے، لہٰذا یہ آیت مجمل ہے، حدیث میں ذکر ہے کہ چھ چیزوں کی بیع کمی، بیشی کے ساتھ منع ہے جبکہ جنس ایک ہو، اسے ربا کہا گیا ہے اور رباوالی بیوع منع ہیں، باقی جائز ہیں، اس طرح مجمل آیت کا حدیث میں بیان آگیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ آیت: "أحل الله البيع وحرم الربا" کے نزول سے پہلے لوگوں کو بیع اور ربا میں قدرے فرق معلوم ہوگیا تھا، اور وہ اس بات کے قائل تھے کہ ربا دین میں ہوتا ہے، اور دین عام ہے قرض کو بھی دین کہتے ہیں اور جو چیز کسی انسان کے ذمہ واجب الاداء ہو اسے بھی دین کہہ دیتے ہیں، جیسا کہ کوئی شخص دس روپے میں کوئی چیز خریدے اور ابھی وہ دس روپے ادا نہ کیے ہوں تو یہ دین ہے، اور اگر دس روپے کسی کو ادھار دیدے تو یہ قرض ہے، اور قرض کو دین بھی کہہ دیتے ہیں، کیونکہ دین کا لفظ عام ہے، جاہلیت کے زمانہ میں دین میں ربا ہوتا تھا، اور ربا کی ایک صورت یہ تھی کہ ایک شخص کوئی چیز خریدتا اور رقم کی ادائیگی کے لیے کچھ مہلت طلب کرتا، جب یہ مہلت ختم ہو جاتی تو وہ کہتا: "إما أن تقضي وإما أن تربي" یعنی رقم ادا کریں ورنہ پھر اس پر اتنا اضافہ دیں، لہٰذا اس دس روپے کے بارہ یا اس سے زائد رقم بنا کر مہلت بڑھا دیتا تھا، اس کے بعد پھر مہلت پوری ہونے پر کہتا: "اما أن تقضي وإما أن تربي" لہٰذا ادائیگی نہ کرنے پر اب وہ مثال کے طور پر بارہ روپے کے سولہ روپے کر دیتا اس طرح سود "أضعافًا مضاعفة" ہو جاتا، ایسے رِبا کا تعلق دین سے ہوتا تھا، اور بیع دراصل رِبا نہیں ہے بلکہ بیع مبادلہ مال بمال ہے، خواہ یہ تبادلہ نقد ہو یا ادھار، یعنی نقد قیمت دے کر چیز خریدلے، یا رقم پیشگی دیدے اور چیز بعد میں لے لے، یا چیز پہلے لے کر رقم بعد میں دیدے، اس طرح بیع کی تمام صورتیں جائز ہیں، اگرچہ ان کے نام مختلف ہیں، گویا پہلے بیع کی حقیقت متعین ہو چکی تھی اور ربا کا تعلق دین سے تھا اور ربا کی حقیقت بھی متعین ہوگئی تھی، اس کے بعد آیت "أحل الله البيع وحرم الربا" نازل ہوئی، اس وقت کے کفار نے اعتراض کیا تھا کہ بیع اور ربا میں کوئی فرق نہیں ہے، ان کا خیال یہ تھا کہ ربا دین میں ہوتا ہے کہ ایک چیز دس روپے

ادھار کے بدلے بیچے، مدت پوری ہونے پر دو روپے اضافہ کر کے بارہ روپے کر دے، اور بیع میں بھی دس روپے کی چیز خرید کر بارہ روپے میں بیچی جاتی ہے، لہٰذا بیع اور ربا میں کوئی فرق نہیں ہے، قرآن کریم نے فرق کر دیا کہ بیع کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ اور ربا کو حرام قرار دیا ہے، بیع مبادلۃ المال بالمال ہے، اس میں کمی، بیشی پیش نظر نہیں ہوتی، بلکہ اپنا فائدہ پیش نظر ہوتا ہے، اور ہر شخص اپنے فائدہ کی چیز حاصل کرتا ہے، کسی چیز کے خریدار کے نزدیک وہ چیز، پیسوں سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ اسے چیز کی ضرورت ہوتی ہے اسی لیے وہ اسے خریدتا ہے، مثال کے طور پر جو شخص بھوک کے وقت کھانا خریدتا ہے، وہ بھوک کے وقت کھانے کو پیسوں سے بہتر سمجھتا ہے، کیونکہ بھوک کھانا کھانے سے ختم ہوتی ہے، اور جو شخص کھانا یا روٹی دے کر اس کے بدلے میں پیسے لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میری ضروریات روٹی سے نہیں بلکہ پیسوں سے پوری ہوں گی مثال کے طور پر وہ پیسے دے کر اوڑھنے کے کپڑے خریدے گا، روٹی اوڑھنے کا کام نہیں دیتی۔ لہٰذا بیع میں ہر شخص ایک چیز دے کر اس کے بدلے میں وہ چیز لیتا ہے جسے وہ اپنے لیے بہتر سمجھتا ہے، جبکہ ربا میں زیادتی خالی عن العوض ہوتی ہے، جو کہ دوسرے کا خون چوسنے کے مترادف ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ اس لیے ربا کو حرام کیا گیا ہے، قرض میں کمی بیشی کرنا منع ہے، وہ بھی دین کا ایک حصہ ہوتا ہے، ہاں ادائیگی کے وقت اپنی مرضی سے زیادہ دیدیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بیع میں کمی بیشی کو بھی ربا کہا گیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: "البر بالبر ربا إلا هاء وهاء"[1] ایک طرف چیز نقد دی جائے اور دوسری طرف ادھار ہو تو اس کا نام ربا رکھا گیا ہے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے میں اسے تشبیہ کی صورت میں ربا کہا گیا ہے، جیسے زید اسد کہا جائے تو زید درحقیقت شیر تو نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد زید کالاسد ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں "البر بالبر ربا" کہنے سے مراد "کالربا" ہوتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ گندم کی گندم کے ساتھ کمی بیشی سے بیع کرنا حرام ہے، جیسے کوئی آدمی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتے وقت یہ کہے کہ یہ چیز مجھ پر خنزیر ہے تو وہ چیز خنزیر تو نہیں بن جاتی بلکہ اس سے حرام ہونا مراد ہوتا ہے۔ اس حدیث میں ربا سے مراد بھی یہی ہے، ورنہ حقیقتاً ربا وہی ہے جس کا تعلق دین سے ہوتا ہے۔

١- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَاذْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ}:

باب: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متعلق احادیث کہ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ (یعنی رزق حلال کی تلاش میں اپنے کاروبار کو سنبھال لو) اور اللہ تعالیٰ کا

[1] صحیح بخاری: ۲۱۷۰

فضل تلاش کرو، اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور جب انہوں نے سودا بکتے دیکھا یا کوئی تماشا دیکھا تو اس کی طرف متفرق ہو گئے اور تجھ کو کھڑا چھوڑ دیا۔ تو کہہ دے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تماشے اور سوداگری سے بہتر ہے اور اللہ ہی ہے بہتر رزق دینے والا

وَقَوْلِهِ: لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ تم لوگ ایک دوسرے کا مال غلط طریقوں سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہارے درمیان کوئی تجارت کا معاملہ ہو تو آپس کی رضامندی کے ساتھ (معاملہ ٹھیک ہے)۔

٢٠٤٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقُولُونَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ، وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ، أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: "إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ، جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ".



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، ان سے شعیب نے بیان کیا، ان سے زہری نے، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین و انصار ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازار کی خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا، اس لیے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر) یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقعہ نہیں ملتا تھا یا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے بھائی



انصار اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے، لیکن میں صفہ میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات انصار بھولتے تو میں اسے یاد رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک اپنی یہ گفتگو نہ پوری کر لوں، پھر (جب میری گفتگو پوری ہو جائے تو) اس کپڑے کو سمیٹ لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل و دماغ میں ہمیشہ) یاد رکھے گا، چنانچہ میں نے اپنا کمبل اپنے سامنے پھیلا دیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا، تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

اس ترجمہ باب میں حلال تجارت کا ذکر ہے جو باہمی رضامندی سے ہو، اور حرام تجارت کا ذکر ہے جو بغیر رضا کے ہو، اور حدیث میں "صفق بالأسواق" سے مراد بھی تجارت ہے، لہٰذا حدیث ترجمہ باب کے موافق ہے، آیتِ مذکورہ میں جمعہ کی اذان ہونے پر تجارت سے روکا گیا ہے، اور نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد "فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ"[1] کے صیغہ امر سے تجارت کی اجازت دی گئی ہے، اور یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے جیسا کہ اہل ظاہر کا خیال ہے ان کے نزدیک یہ امر وجوب کے لیے ہے اور جمعہ کے بعد ضرور کچھ نہ کچھ تجارت ہونی چاہیے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں جمعہ کے بعد تجارت کرنا مباح ہے، ضروری نہیں ہے یہ صیغہ امر اباحت کے لیے ہے، جیسا کہ: "وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا"[2] میں صیغہ امر اباحت کے لیے ہے، کیونکہ احرام کھولنے کے بعد شکار کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا حرام تھا۔ اب حلال ہو گیا ہے، اس لیے کہ ایک چیز کی تحریم کے بعد جو امر کا صیغہ آتا ہے اس کا وجوب کے لیے ہونا ضروری نہیں ہے، ایسے ہی اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت اور تجارت حرام ہو گئی تھی اب نمازِ جمعہ کے بعد اس کی اجازت دے دی گئی۔

قولہٗ وابتغوا من فضل اللہ فضل اللہ سے مراد رزق کی تلاش ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد کھانا کھانا ہے، کیونکہ صحابہ کرام جمعہ ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے۔

قولہٗ واذا رأوا تجارۃ اس سے مراد یہ ہے کہ تجارت کو نماز پر ترجیح نہیں دینی چاہیے، ورنہ تجارت فی نفسہٖ جائز ہے صرف ترجیح دینے سے روکا گیا ہے۔

قولہ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اس سے مقصود حرام تجارت سے روکنا ہے اور باطل سے مراد حرام ہے، یعنی جوئے، سود اور ظلم سے لوگوں کے مال نہ کھاؤ، بعض کہتے ہیں، باطل سے مراد وہ چیز ہے جس کے مقابلہ میں کچھ نہ ہو، جیسے دعوتیں کھانا ہے، صحابہ کرام نے دعوتیں اڑانے کو اس میں داخل سمجھ کر دعوتیں کھانا چھوڑ دیا تھا، اور جب سورۃ نور کی آیت نازل ہوئی: "ولا علی أنفسکم أن تأکلوا من بیوتکم أو بیوت اٰباءکم أو بیوت

---

[1] سورۃ الجمعۃ:۱۰

[2] المائدۃ:۲

أمهاتكم أو بيوت أخوانكم أو بيوت أخواتكم أو بيوت أعمامكم أو بيوت عماتكم أو بيوت أخوالكم أو بيوت خالاتكم "[1] تب انہوں نے رجوع کرلیا، اور ان گھروں سے کھانے لگے، شریعت اسلامیہ میں مواساۃ اور مکافاۃ کو پسند کیا گیا ہے۔ مکافاۃ و مواساۃ ہو تو باطل نہیں ہے۔

قولہ إلا أن تکون تجارۃ اس سے قبل آنے والے لفظ باطل سے مراد اگر وہ معاملات ہوں جن سے شریعت نے منع کیا ہے تو "إلا أن تکون تجارۃ" کی استثناء منقطع ہوگی، اور اگر باطل کا معنی یہ ہو کہ جس کے عوض میں کوئی چیز نہ ہو بس رضامندی ہونی چاہیے تو پھر تجارت کی صورت میں منافع لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا دس روپے کی چیز بارہ میں بیچی جا سکتی ہے، اس صورت میں باطل کی یہ شکل ہوگی کہ جس کے عوض میں کوئی چیز نہ ہو۔

قولہ کان یشغلهم الصفق اس کا ترجمہ باب سے تعلق ہے، کیونکہ اس سے مراد تجارت ہے، سودا کرنے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کو صفق کہتے ہیں، عربوں کی عادت تھی کہ وہ سودا کرتے وقت ہاتھ سے ہاتھ ملاتے تھے تاکہ سودا پکا ہو جائے، اب اس سودے کا نام ہی "صفق" ہو گیا ہے۔

٢٠٤٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي، وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ، نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا، فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا، قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ، هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوقُ قَيْنُقَاعٍ، قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ، قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ؟ قَالَ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ؟ قَالَ: كَمْ سُقْتَ؟ قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، أَوْ نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ".



ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا (ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں انصار کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ اس لیے اپنا آدھا مال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود دیکھ لیں کہ میری دو بیویوں میں سے آپ کو کون زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لیے انہیں اپنے سے الگ کر



[1] النور: ٦١

دوں گا (یعنی طلاق دے دوں گا) جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو آپ ان سے نکاح کر لیں۔ بیان کیا کہ اس پر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو؟ سعد رضی اللہ عنہ نے سوق قینقاع کا نام لیا۔ بیان کیا کہ جب صبح ہوئی تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پنیر اور گھی لائے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ تجارت کے لیے بازار آنے جانے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زرد رنگ کا نشان (کپڑے یا جسم پر) تھا۔ رسول اللہ نے دریافت فرمایا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس سے؟ بولے کہ ایک انصاری خاتون سے۔ دریافت فرمایا اور مہر کتنا دیا ہے؟ عرض کیا کہ ایک گٹھلی برابر سونا دیا ہے یا (یہ کہا کہ) سونے کی ایک گٹھلی دی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تو ولیمہ کر خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔

قولہ وانظر أيَّ زوجتيَّ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو دیکھ کر اس سے طلاق کے بعد نکاح کرنے کی ترغیب دی، کیونکہ اس وقت ابھی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اور اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوتی تھیں اور کسی دوسرے کے مطالبے پر وہ ایک کو طلاق دے کر چھوڑ دیتا تو دوسرے کے لیے اس سے نکاح کرنا جائز تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے طلاق دے کر چھوڑنا مراد نہیں ہے بلکہ یہ مواخاۃ کی شکل تھی اور ہمدردی کا اظہار تھا، جیسے ایک شخص دوسرے سے کہے تو جو کہے میں تجھے دینے کو تیار ہوں، اگر جان کہے تو جان دینے کو بھی تیار ہوں، اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ تیرے کہنے پر جان نکال دیتا ہوں، یہ ایک محاورہ ہوتا ہے اسی طرح حدیث مذکورہ میں یہ مراد نہیں ہے کہ میں ایک بیوی کو چھوڑ دیتا ہوں تو اس سے نکاح کر لے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تیرے ساتھ ہر طرح کی مواساۃ کے لیے تیار ہوں، لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔

٢٠٤٩: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ، فَآخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَأُزَوِّجُكَ، قَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمْنًا، فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ فَمَكَثْنَا يَسِيرًا، أَوْ مَا شَاءَ اللهُ، فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْيَمْ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: مَا سُقْتَ إِلَيْهَا، قَالَ: نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ، أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ".

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ مالدار آدمی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا میں اور آپ میرے مال سے آدھا آدھا لے لیں۔ اور میں (اپنی ایک بیوی سے) آپ کی شادی کرا دوں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور آپ کے مال میں برکت عطا فرمائے، مجھے تو آپ بازار کا راستہ بتا دیجئے، پھر وہ بازار سے اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک نفع میں کافی پنیر اور گھی نہ بچا لیا۔ اب وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئے کچھ دن گزرے ہوں گے یا اللہ نے جتنا چاہا۔ اس کے بعد وہ آئے کہ ان پر زردی کا نشان تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ زردی کیسی ہے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ انہیں مہر میں کیا دیا ہے؟ عرض کیا سونے کی ایک گٹھلی یا (یہ کہا کہ) ایک گٹھلی برابر سونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اب ولیمہ کر، اگرچہ ایک بکری ہی کا ہو۔

٢٠٥٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَتْ عُكَاظٌ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ، فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ، فَنَزَلَتْ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ سورة البقرة آية ١٩٨ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ"، قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ.



ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ مجنہ، اور ذوالمجاز عہد جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو ایسا ہوا کہ مسلمان لوگ (خرید و فروخت کے لیے ان بازاروں میں جانا) گناہ سمجھنے لگے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی تمہارے لیے اس میں کوئی حرج نہیں اگر تم اپنے رب کے فضل (یعنی رزق حلال) کی تلاش کرو حج کے موسم میں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرآت ہے۔

٢- بَابُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ:

باب: حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ شک و شبہ والی چیزیں بھی ہیں

٢٠٥١: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ، عَنِالشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، سَمِعْتُ النُّعْمَانَ



بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ، كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الإِثْمِ، أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے، ان سے شعبی نے، انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا) اور ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوفروہ نے، ان سے شعبی نے، کہا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا، اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (تیسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوفروہ نے، انہوں نے شعبی سے سنا، انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (چوتھی سند) اور ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں ابوفروہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی ظاہر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جو شخص ان چیزوں کو چھوڑے جن کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں شبہ ہے وہ ان چیزوں کو تو ضروری ہی چھوڑ دے گا جن کا گناہ ہونا ظاہر ہے لیکن جو شخص شبہ کی چیزوں کے کرنے کی جرات کرے گا تو قریب ہے کہ وہ ان گناہوں میں مبتلا ہو جائے جو بالکل واضح طور پر گناہ ہیں (لوگو یاد رکھو) گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہے جو (جانور بھی) چراگاہ کے اردگرد چرے گا اس کا چراگاہ کے اندر چلا جانا غیر ممکن نہیں۔

شرح بخاری

بعض چیزوں کا طیب ہونا ظاہر ہوتا ہے جیسے حلویات وغیرہ، اور بعض چیزوں کا خبث ظاہر ہوتا ہے، جیسے بول و براز وغیرہ، اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی نام لے کر تعیین نہیں ہوتی، بلکہ ان کے بارہ میں کلیات ذکر کر دیئے گئے ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "یحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث"[1] اور بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی حلت و حرمت انسان پر مشتبہ ہو جاتی ہے، جیسے حقہ نوشی اور سگریٹ نوشی وغیرہ، ایسی چیزوں میں طیب اور خبیث دو کلیوں کا اشتباہ ہو جاتا ہے، ان میں سے بعض کو شریعت نے طیب میں داخل کر دیا ہے، بعض کو خبائث میں داخل کر دیا ہے جیسا کہ درندے حرام ہیں اور وہ خبائث میں داخل ہیں، اور ضب کو طیب میں داخل کیا

[1] الاعراف:١٥٧

ہے[1]، اور اسے شریعت نے حلال قرار دیا ہے، لیکن حقہ نوشی اور نسوار کو ذکر نہیں کیا، اس لیے ان میں اختلاف ہوگیا ہے، بعض علماء نے انہیں مسکرات میں داخل کر کے حرام کہا ہے، ہمارے استاد بھی کہا کرتے تھے کہ تمباکو نوشی سُکر کا باعث ہے اور ان کے نزدیک سکر سے مراد یہ تھی کہ جس چیز سے دماغ پر پردہ پڑ جائے وہ مسکر ہے، اسی لیے جو شخص کبھی کبھار حقہ نوشی کرے اسے چکر آنے لگ جاتے ہیں، اور جس کی روزمرہ کی حقہ پینے کی عادت ہو اسے ایسا نہیں ہوتا، مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا تھا کہ حقہ نوشی حرام ہے، کیونکہ یہ مسکر ہے، دراصل سکر کے معنیٰ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سکر کا معنیٰ "تغطيةُ العقل" ہے، یعنی عقل پر پردہ پڑ جانا سکر ہے، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ مسکرات میں داخل ہے، مگر انہوں نے بڑی وسعت کر کے زعفران کو بھی اس میں داخل کیا اور اسے حرام کہا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک جس چیز میں زعفران ملا ہوا ہو اس کا کھانا بھی حرام ہے، مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے عون المعبود میں اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ سکر کی تعریف میں صرف تغطیہ العقل کافی نہیں ہے، بلکہ تغطیہ العقل مع العربدۃ کو سکر کہتے ہیں، یعنی جس چیز سے انسان مست ہو جائے اور لوگوں کے گلے پڑتا پھرے، جیسا کہ شرابی کا حال ہوتا ہے، لہٰذا تمباکو نوشی اس میں داخل نہیں ہے، کیونکہ اس میں عربدہ کی حالت نہیں ہوتی، اور تمباکو نوشی کرنے والا دوسروں کے گلے نہیں پڑتا، بہر صورت اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، ایسی چیزوں میں جب انسان خود کوئی فیصلہ نہ کر سکتا ہو تو یہ چیزیں مشتبہات میں داخل ہوں گی، کہ ایک اعتبار سے حلال اور ایک لحاظ سے حرام ہے، اور مشتبہات کے بارہ میں شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے: "من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه" جو مشتبہات سے بچے گا وہ اپنے دین کو محفوظ کر لے گا۔

٣- بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشَبَّهَاتِ:

باب: ملتی جلتی چیزیں یعنی شبہ والے امور کیا ہیں؟

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا کہ «ورع» (پرہیزگاری) سے زیادہ آسان کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی، بس شبہ کی چیزوں کو چھوڑ اور وہ راستہ اختیار کر جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

٢٠٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ؟، جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَيْفَ ؟ وَقَدْ قِيلَ: وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ".

[1] صحیح بخاری، باب الاحکام التی تعرف بالدلائل، صحیح مسلم (٤٠) ١٩٤٣۔

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا، ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ ایک سیاہ فام خاتون آئیں اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے ان دونوں (عقبہ اور ان کی بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اس امر کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا اور مسکرا کر فرمایا۔ اب جب کہ ایک بات کہہ دی گئی تو تم دونوں ایک ساتھ کس طرح رہ سکتے ہو۔ ان کے نکاح میں ابواہاب تمیمی کی صاحب زادی تھیں۔

مشتبہات کی تفسیر یہ کی ہے کہ مشکوک چیزوں سے بچنا چاہیے، مثال کے طور پر بعض ملازمتیں ایسی ہوتی ہیں، جن میں رشوت چلتی ہے، جس سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے، فی نفسہٖ وہ ملازمت حلال ہوتی ہے لیکن حرام کا ذریعہ بنتی ہے تو اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ شریعت نے مشتبہات سے بچنے کی ترغیب دی ہے۔

قولہ وقال حسان بن ابی سنان ان کے قول میں "ورع" سے مراد محرمات کو ترک کر دینا ہے، اور یہ ترکی چیز ہے، اور اسے ترک کرنے میں تکلیف نہیں ہوتی۔ فعلی چیز میں تکلیف ہوتی ہے جیسے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن حسان صوفی قسم کے آدمی تھے اس لیے ان کے لیے مشتبہات سے بچنا آسان تھا جیسا کہ وہ کہہ رہے ہیں۔

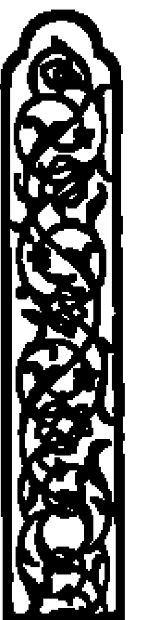
قولہ فزعمت أنها أرضعتها اس مرضعہ نے عقبہ اور اس کی بیوی غنیہ بنت اہاب کو ان کے بچپنے میں دودھ پلایا تھا، بذاتہٖ یہ عورت عقبہ بن حارث کے لیے حلال تھی، اس سے عقبہ کا نکاح کرنا فی نفسہٖ جائز تھا، لیکن اس عورت کے کہنے سے کہ میں نے تمہیں بچپن میں دودھ پلایا ہے، اس سے شبہ پیدا ہو گیا کہ ایک عورت کا دودھ پینے سے ان دونوں میں رضاعی حرمت ثابت ہو گئی ہے لہٰذا وہ اپنا نکاح برقرار نہیں رکھ سکتے اور رضاعت کا علم ہونے پر عقبہ کا اس عورت سے جدا ہونا ضروری تھا اس لیے آپ نے اسے "کیف وقد قیل" سے جدا ہونے کا حکم دیا۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک رضاعت جیسے مسائل میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہے، لہٰذا اس کی گواہی سے وہ عورت عقبہ پر حرام ہو گئی تھی، احناف کے نزدیک آپ نے بطورِ احتیاط اس سے جدا ہونے کا حکم دیا ہے ورنہ ایک عورت کی گواہی سے وہ حرام نہیں ہوئی، کیونکہ اس عورت نے ان کے نکاح کرنے سے پہلے کبھی نہیں کہا کہ میں نے تمہیں دودھ پلایا ہے، نکاح کے بعد رضاعت کی خبر دے رہی ہے، اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا کہ اس نے دودھ پلایا ہو، اصل حلت ہے لہٰذا اس کے مشتبہ قول سے حرمت نہیں آسکتی، دیگر علماء کہتے ہیں کہ اصل حلت تب ہے جبکہ رضاعت نہ ہو، اور رضاعت کی خبر ملنے پر وہ عورت حرام ہوتی ہے، اگرچہ ایک عورت کی گواہی سے ظن غالب حاصل ہوتا ہے کیونکہ گواہی دینے والی عورت مسلمان اور صادق و معتبر ہوتی ہے، جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سچ کہہ رہی ہے، اور اس صورت میں بنا ظن غالب پر رکھی جاتی ہے، یقین پر نہیں اور شریعت میں ظن غالب حجت ہے۔ لیکن فتویٰ یقینی ہوتا ہے، جیسا کہ قتل وغیرہ کے معاملہ میں دو آدمیوں کی شہادت سے بھی ظن غالب حاصل ہوتا ہے یقین پیدا نہیں ہوتا،

کیونکہ تواتر نہیں پایا جاتا، مگر دو شہادتوں پر قاضی قاتل کو قتل کرنے کا فتویٰ دیدے گا۔ اسی طرح رضاعت کے مسئلہ میں اگرچہ مرضعہ کی شہادت سے ظن غالب حاصل ہوتا ہے لیکن فتویٰ ظنی نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کی بناء احتیاط پر رکھی گئی ہے، بلکہ اس کی حقیقت ہی یہ ہے کہ مرضعہ کی شہادت سے وہ عورت حرام ہوگی۔

۲۰۵۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي، فَاقْبِضْهُ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ، أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَقَالَ ابْنُ أَخِي: قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، فَقَالَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي، وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ"، ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ.



ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص (مسلمان) کو (مرتے وقت) وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنے قبضہ میں لے لینا۔ انہوں نے کہا کہ فتح مکہ کے سال سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے اسے لے لیا، اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور وہ اس کے متعلق مجھے وصیت کر گئے ہیں، لیکن عبد بن زمعہ نے اٹھ کر کہا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے، میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ آخر دونوں یہ مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے اس کی انہوں نے وصیت کی تھی۔ اور عبد بن زمعہ نے عرض کیا، یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا، بچہ اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو۔ اور حرام کار کے حصہ میں پتھروں کی سزا ہے۔ پھر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کر، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کی شباہت اس لڑکے میں محسوس کر لی تھی۔ اس کے بعد اس لڑکے نے سودہ رضی اللہ عنہ کو کبھی نہ دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جاملا۔



عتبہ بن ابی وقاص کافر تھا، اس کا بھائی سعد بن ابی وقاص مسلمان صحابی تھا جسے عتبہ مرتے وقت وصیت کر گیا تھا جو حدیث مذکور میں ذکر ہے۔

قولہ الولد للفراش بیوی اپنے خاوند کا فراش ہوتی ہے ایسے ہی لونڈی اپنے مالک کا فراش ہوتی ہے، زانی کا نہیں۔

قولہ ثم قال لسودة جبکہ یہ بچہ جس کا نام عبدالرحمن بن زمعہ تھا، عبد بن زمعہ کا بھائی بن گیا تو چاہیے تھا کہ ام المومنین سودة بنت زمعہ کا بھی بھائی بن جاتا، اور پردے کا حکم نہ دیا جاتا لیکن چونکہ اس بچے کی مشابہت عتبہ سے تھی جو زانی تھا، اس لیے آپ نے احتیاطاً پردے کا حکم دیا، اس لیے کہ احتمال تھا کہ اس نے جاہلیت میں اس سے زنا کیا ہو، جیسا کہ جاہلیت میں زناکاری کی عادت پائی جاتی تھی، یہ مذہب شوافع کا ہے، احناف کے نزدیک فراش کی چند اقسام ہیں ایک لونڈی ہے جس سے پہلے اس کا کوئی بچہ پیدا نہ ہوا ہو، اور نہ اس نے اس سے بچے کا اقرار کیا ہو، کیونکہ جب تک وہ اس سے ہونے والے بچے کا اقرار نہ کرے، اس کا بچہ نہیں بن سکتا، ایک یہ کہ لونڈی سے بچہ پیدا ہو، اور اس نے اس کا اقرار کیا کہ میرا بچہ ہے۔ تو اس سے پیدا ہونے والا دوسرا بچہ بھی اسی سے ملایا جائے گا، جب تک کہ وہ اس کا انکار نہ کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کا نہیں ہوگا، ایک آزاد عورت ہے وہ نکاح کرنے سے خاوند کا فراش بن جاتی ہے، عقد نکاح کے ساتھ اس سے وطی اور حمل ممکن ہو تو اس سے ہونے والا بچہ صاحب فراش کا ہوگا وہ اس کی نفی نہیں کر سکتا، ہاں لعان کی صورت ہو سکتی ہے، اگر اس کا خاوند عقد نکاح کے وقت اسے طلاق دیدے اور وہ عورت چھ ماہ بعد بچہ پیدا کردے تو یہ بچہ جو عقد نکاح سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے اسی صاحب فراش کا ہوگا، کیونکہ وہ عورت عقد نکاح سے اس کا فراش بن گئی ہے۔ اسی لیے اگر ان میں سے ایک مشرق میں رہتا ہے دوسرا مغرب میں اور چھ ماہ بعد بچہ ہو گیا ہے تو احناف کے نزدیک وہ اسی کا ہوگا جو فراش والا ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اس سے نکاح کی وجہ سے فراش بہت محکم ہے، اگرچہ آپس میں ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو لیکن وہ اس کا فراش بن گئی ہے۔

قولہ هولك يا عبد بن زمعة بعض کہتے ہیں کہ بھائی ہونے سے وہ اس کے ساتھ میراث میں شریک ہو جائے گا لیکن نسب ثابت نہیں ہوگا، یعنی وہ بچہ حضرت سودہ کا بھائی نہیں بنے گا، عبد کا بھائی بن جائے گا، اور اس کے ساتھ میراث میں شرکت ہو جائے گی، بعض احادیث میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "ليس لك بأخ"[1] ذھبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، جبکہ بخاری شریف میں عبد کا بھائی بنایا گیا ہے، اور نفی تو حضرت سودة کا بھائی ہونے کی ہے، اور یہ نفی بھی احتیاطاً زانی سے مشابہت کی وجہ سے کی ہے، ایک جواب یہ بھی دیتے ہیں کہ یہ لونڈی بغایا میں سے تھی، اور زانیہ کے متعلق شوافع کا قول بھی یہ ہے کہ اس کے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا، جب تک کہ اقرار نہ پایا جائے، لیکن حافظ نے کہا ہے کہ اس کے بغایا سے ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

٢٠٥٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

---

(1) مسند احمد ١٦١٢٧، مصنف عبدالرزاق ١٣٨٢٠، المعجم الکبیر للطبرانی ١٤٨٤٧، الکبری للبیہقی ١١٤٦٦۔

وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ؟ فَقَالَ: إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ، فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ". قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي، فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ، لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ وَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ. قَالَ: لَا تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ، وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ.

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابی سفر نے خبر دی، انہیں شعبی نے، ان سے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے «معراض» (تیر کے شکار) کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کے دھار کی طرف سے لگے تو کھا۔ اگر چوڑائی سے لگے تو مت کھا۔ کیونکہ وہ مردار ہے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اپنا کتا (شکار کے لیے) چھوڑتا ہوں اور بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں، پھر اس کے ساتھ مجھے ایک ایسا کتا اور ملتا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ دونوں میں کون سے کتے نے شکار پکڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے شکار کا گوشت نہ کھا۔ کیونکہ تو نے بسم اللہ تو اپنے کتے کے لیے پڑھی ہے۔ دوسرے کے لیے تو نہیں پڑھی۔



۴- بَابُ مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ:

باب: مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا

۲۰۵۵: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنْ صَدَقَةٍ لَأَكَلْتُهَا". وَقَالَ هَمَّامٌ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي.

ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے طلحہ بن مصرف نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گری ہوئی کھجور پر گزرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کے صدقہ ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو میں اسے کھالیتا۔ اور ہمام بن منبہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے بستر پر پڑی ہوئی ایک کھجور پاتا ہوں۔

شرح بخاری

حافظ نے غزالی سے ورع کی چند قسمیں بیان کی ہیں، ایک ورع صدیقین ہے، یعنی جو چیز بھی کھائے تو اسے اس نیت سے کھائے کہ مجھے اس سے عبادت کرنے میں فائدہ حاصل ہوگا، اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن کا عبادت سے تعلق نہ ہو، دوسری ورع متقین کی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دینا جن کی حلت میں کوئی شبہ نہ ہو تاکہ انہیں زیر عمل لانے سے حرام تک نوبت نہ پہنچ جائے جیسا کہ بعض ملازمتیں ایسی ہوتی ہیں جو فی نفسہٖ حلال



اور جائز ہوتی ہیں لیکن وہ رشوت کا ذریعہ بنتی ہیں۔
اور ورع صالحین یہ ہے کہ ایسی چیزوں سے دور رہنا جن میں حرام ہونے کا احتمال پایا جاتا ہو۔
اور اگر ان میں سے کوئی وجہ نہ پائی جاتی ہو بلکہ صرف وہم کی بنا پر اس چیز کو چھوڑے تو یہ ورع وسواسیوں کی ہے۔ اس کا کوئی اعتبار یا اہمیت نہیں ہے، جیسے کوئی شخص اسے کوئی چیز دے یا یہ کوئی چیز خریدے اور کہے کہ یہ چیز کہیں چوری کی نہ ہو، یہ موسوسین کی ورع ہے۔
ایک صوفیوں کی ورع ہے جسے ورع الشہود کہتے ہیں، یعنی ایسی چیز یا ایسے کام کو چھوڑ دینا جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے شہود سے غافل ہو جائے۔
قولہ بتمرۃ مسقوطۃ عرب لوگ کبھی فاعل کو مفعول کے لفظ سے ذکر کردیتے ہیں، قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "کان وعدہ ماتیا أی اتیا" ایسے ہی "حجاباً مستورًا، أی ساترا" ایسے ہی یہاں "مسقوطة" بمعنی ساقطة ہے۔

٥۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمُشَبَّهَاتِ:

باب: دل میں وسوسہ آنے سے شبہ نہ کرنا چاہئیے

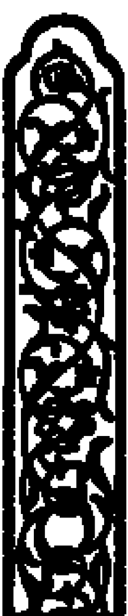


٢٠٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: "شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا، أَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: لَا، حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا". وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وُضُوءَ إِلَّا فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ، أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.

شرح بخاری

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر آیا جسے نماز میں کچھ شبہ ہوا نکلنے کا ہو جاتا ہے۔ آیا اسے نماز توڑ دینی چاہئے؟ فرمایا کہ نہیں۔ جب تک وہ آواز نہ سن لے یا بدبو نہ محسوس کرلے (اس وقت تک نماز نہ توڑے) ابن ابی حفصہ نے زہری سے بیان کیا (ایسے شخص پر) وضو واجب نہیں جب تک حدث کی بدبو نہ محسوس کرے یا آواز نہ سن لے۔

یعنی ورع موسوسین کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ بلا دلیل ہر چیز میں شک وشبہ کا اظہار کرے، جیسا کہ کوئی شخص شکار کا گوشت اس لیے نہ کھائے کہ کہیں یہ شکار کسی اور کا بھاگا ہوا نہ ہو، یا کسی سے خرید و فروخت کرنا اس لیے چھوڑ دے کہ اس کے بارہ میں معلوم نہ ہو کہ اس کا مال حرام ہے یا حلال اور اس کے پاس اس مال کے حرام ہونے کی کوئی دلیل بھی نہ ہو، ایسے وسوسے شیطان دلوں میں ڈالتا ہے، لہٰذا ان کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔



قولہ لا حتی یسمع یعنی انسان جب یقینی طہارت کے ساتھ نماز میں داخل ہو تو بعد میں اسے حدث کا وسوسہ لاحق

ہو تو اس وسوسہ سے طہارت کا حکم زائل نہیں ہوگا، کیونکہ طہارت متوجہ شک سے زائل نہیں ہوتی، بلکہ حدث کے یقین سے زائل ہوتی ہے۔

۲۰۵۷: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ قَوْمًا قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ، لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا اللهَ عَلَيْهِ وَكُلُوهُ".

ہم سے احمد بن مقدام عجلی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد (عروہ بن زبیر) نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بہت سے لوگ ہمارے یہاں گوشت لاتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ کا نام انہوں نے ذبح کے وقت لیا تھا یا نہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بسم اللہ پڑھ کے اسے کھا لیا کرو۔

قولہ سموا اللہ علیہ یعنی مسلمانوں کے بارہ میں نیک گمان رکھنا چاہیے کہ انہوں نے اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کیا ہوگا ہاں اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے بسم اللہ نہیں پڑھی یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہے تو ایسے جانور کے گوشت سے بچنا چاہیے۔

٦۔بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾:

باب: اللہ تعالیٰ کا (سورۃ الجمعہ میں) یہ فرمانا کہ جب وہ مال تجارت آتا ہوا یا کوئی اور تماشہ دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں

۲۰۵۸: حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّأْمِ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا سورة الجمعة آية ١١.

ہم سے طلق بن غنام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، ان سے حصین نے، ان سے سالم بن ابی الجعد نے کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ (یعنی خطبہ سن رہے تھے) کہ ملک شام سے کچھ اونٹ کھانے کا سامان تجارت لے کر آئے۔ (سب نمازی) لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی «وإذا رأوا تجارة أو لهوا

انفضوا إليها » جب وہ مال تجارت یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔
مدینہ منورہ میں ان دنوں میں غلہ کا قحط تھا، شام سے غلہ آیا تو لوگ بے اختیار اس کی طرف چل دیئے، صرف بارہ صحابہ (عشرہ مبشرہ، حضرت بلال اور حضرت عبداللہ بن مسعود) نبی اکرم ﷺ کے پاس رہ گئے جبکہ آپ کھڑے خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے، ان کی اس خطا پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا، ہوسکتا ہے کہ انہیں اس وقت معلوم نہ ہو کہ خطبہ میں اٹھ کر جانا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ بیع و شراء اور تجارت اگرچہ مباح ہیں لیکن اگر ان سے عبادتِ الٰہی میں خلل آتا ہو تو انہیں چھوڑ دینا چاہیے، اور اسلام کے فرائض و شرائع کی ادائیگی سے بیع و شراء اور تجارت کو مقدم نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ انسانی زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، باقی دنیاوی ضروریات بقائے حیات کے لیے ہیں، لہٰذا ضروریاتِ زندگی کی خاطر اصل مقصد کو چھوڑنا حرام ہے۔

٧۔ بَابُ مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ:

باب: جو روپیہ کمانے میں حلال یا حرام کی پرواہ نہ کرے

٢٠٥٩: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ؟".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔

یعنی مال کمانے میں حلال و حرام کی تمیز نہ کرنا اچھی خصلت نہیں اور جہاں سے اور جیسے مال آئے اکٹھا کرتے جانا اچھا کام نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ کمائی کرتے ہوئے حلال، حرام کی تمیز نہیں کریں گے [1] اور یہ آپ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے کہ آپ نے ایسی چیزوں کی خبر دی ہے جو آپ کے زمانہ میں نہیں پائی جاتی تھیں اور بعد کے زمانوں میں ظاہر ہونے والی ہیں۔

٨۔ بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَرِّ:

باب: خشکی میں تجارت کرنے کا بیان

وَقَوْلِهِ: رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ سورة النور آية ٣٧، وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُونَ وَيَتَّجِرُونَ، وَلَكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ اللهِ، لَمْ

[1] صحیح بخاری: ٢٠٨٣

تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللهِ.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان «رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله» (سورۃ النور میں) کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ قتادہ نے کہا کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو خرید و فروخت اور تجارت کرتے تھے لیکن اگر اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آجاتا تو ان کی تجارت اور خرید و فروخت انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں رکھ سکتی تھی، جب تک وہ اللہ کے حق کو ادا نہ کر لیں۔ (ان کو چین نہیں آتا تھا)۔

٢٠٦٠-٢٠٦١: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، قَالَ: كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ، فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ، أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ، يَقُولُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَا: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ؟ فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ".



ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی اور ان سے ابوالمنہال نے بیان کیا کہ میں سونے چاندی کی تجارت کیا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حجاج بن محمد نے بیان کیا کہ ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی، ان دونوں حضرات نے ابوالمنہال سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے سونے چاندی کی تجارت کے متعلق پوچھا، تو ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تاجر تھے، اس لیے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے چاندی کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب یہ دیا تھا کہ (لین دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

بز کپڑے کی تجارت کو کہتے ہیں لیکن اس باب کی حدیث میں کپڑے کی تجارت کا ذکر نہیں ہے، بعض نے با کے ضمہ اور را کے ساتھ بُر پڑھا ہے اور اس سے مراد گندم کی تجارت ہے لیکن حدیث میں گندم کی تجارت کا ذکر بھی نہیں ہے، اور بر با کی فتحہ اور را، کے ساتھ، خشکی کی تجارت مراد ہے اور یہی راجح ہے، کیونکہ اس کے بعد بخاری رحمہ اللہ "باب التجارة في البحر" لا رہے ہیں اس کے مقابلہ میں یہ "البر" زیادہ صحیح ہے، مراد یہ ہے کہ تجارت خشکی، تری ہر جگہ



جائز ہے۔

قولہ عن الصرف احناف کے ہاں صرف سے مراد سونے، چاندی کی بیع ہے، بعض کے نزدیک سونے کے چاندی سے تبادلے کو صرف کہتے ہیں۔

٩-بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ:

باب: تجارت کے لیے گھر سے باہر نکلنا

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: فَانْتَشِرُوا فِي الأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ سورة الجمعة آية ١٠.

اور (سورۃ الجمعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان «فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل الله» کہ جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو

٢٠٦٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ: "أَنَّ أَبَا مُوسَى الأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولًا، فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى فَفَرَغَ عُمَرُ، فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوا لَهُ؟ قِيلَ: قَدْ رَجَعَ فَدَعَاهُ فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَلِكَ، فَقَالَ: تَأْتِينِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ، فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسِ الأَنْصَارِ، فَسَأَلَهُمْ، فَقَالُوا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ: أَخَفِيَ هَذَا عَلَيَّ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ يَعْنِي الْخُرُوجَ إِلَى تِجَارَةٍ".

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطا بن ابی رباح نے خبر دی، انہیں عبید بن عمیر نے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہیں ملی۔ غالباً آپ اس وقت کام میں مشغول تھے۔ اس لیے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں نے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) کی آواز نہیں سنی تھی۔ انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ کہا گیا وہ لوٹ کر چلے گئے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا لیا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اسی کا حکم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) تھا (کہ تین مرتبہ اجازت چاہنے پر اگر اندر جانے کی اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہئے) اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس حدیث پر کوئی گواہ لاؤ۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا (کہ کیا کسی نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے) ان لوگوں نے کہا کہ اس کی گواہی تو تمہارے ساتھ وہ دے گا جو ہم سب میں بہت ہی کم عمر ہے۔ وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر

فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا۔ افسوس کہ مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔ آپ کی مراد تجارت سے تھی۔

۱۰۔بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ:

باب: سمندر میں تجارت کرنے کا بیان

وَقَالَ مَطَرٌ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَمَا ذَكَرَهُ اللهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقٍّ، ثُمَّ تَلَا: وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ، وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ، وَالْفُلْكُ: السُّفُنُ الْوَاحِدُ، وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: تَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيحَ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيحَ مِنَ السُّفُنِ، إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

اور مطرو راق نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے وہ بہر حال حق ہے۔ اس کے بعد انہوں نے (سورۃ النحل کی یہ) آیت پڑھی «وترى الفلك مواخر فيه ولتبتغوا من فضله» اور تم دیکھتے ہو کشتیوں کو کہ اس میں چلتی ہیں پانی کو چیرتی ہوئی تاکہ تم تلاش کرو اس کے فضل سے۔ اس آیت میں لفظ «فلک» کشتی کے معنی میں ہے، واحد اور جمع دونوں کے لیے یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے (اس آیت کی تفسیر میں) کہا کہ کشتیاں ہوا کو چیرتی چلتی ہیں اور ہوا کو وہی کشتیاں (دیکھنے میں صاف طور پر) چیرتی چلتی ہیں جو بڑی ہوتی ہیں۔

قولہ وقال مطرٌ مطرو راق نے کہا، تجارت کے لیے سمندر کا سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، سمندری سفر کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے وہ برحق ہے اس پر اس نے یہ آیت تلاوت کی "وترى الفلك مواخر فيه ولتبتغوا من فضله"[1] آپ کشتیوں کو دیکھتے ہیں وہ پانی کو چیرتی ہیں اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تلاش کرو، اور وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بطورِ احسان کے ذکر کیا ہے جو اس کی اباحت پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ الواحد والجمع سواء اور اس پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں ارشاد ہے: "في الفلك المشحون"[2] نیز فرمان الٰہی ہے: "حتى إذا كنتم في الفلك وجرين بهم"[3] ان آیات میں "فلك" واحد اور جمع میں ایک ہی لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

قولہ تمخرا السفن الريح یعنی کشتیاں ہواؤں کو چیرتی ہیں، تمخر تشق کے معنی میں ہے۔

۲۰۶۳: وَقَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ ذَكَرَ "رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ خَرَجَ إِلَى الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ"، وَسَاقَ الْحَدِيثَ. حَدَّثَنِيعَبْدُ اللهِ

شرح بخاری

---

[1] النحل: ۱۴

[2] الشعراء: ۱۱۹

[3] یونس: ۲۲

بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، بِهٰذَا.

لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا۔ جس نے سمندر کا سفر کیا تھا اور اپنی ضرورت پوری کی تھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔

١١- بَابٌ: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾:

باب: اللہ تعالیٰ کا (سورۃ الجمعہ میں) فرمان جب سوداگری یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں

وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُونَ، وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِ اللّٰهِ، لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، حَتَّى يُؤَدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ.

اور سورۃ النور میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمانا «رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله» وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی قتادہ نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن جوں ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی فرض سامنے آتا تو ان کی تجارت اور سوداگری اللہ کے ذکر سے انہیں غافل نہیں کر سکتی تھی تا آنکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرض کو ادا نہ کر لیں۔

یہ باب اس سے پہلے بھی ان لفظوں کے ساتھ آچکا ہے، ان میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب سے مقصود یہ تھا کہ نماز اور خطبہ جمعہ کی ساعت کے وقت تجارت نہیں کرنی چاہیے، اور اس باب سے مقصود اس کام کی مذمت کرنا ہے۔

٢٠٦٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَقْبَلَتْ عِيرٌ، وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا سورة الجمعة آية ١١".

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن فضیل نے بیان کیا، ان سے حصین نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی الجعد نے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (تجارتی) اونٹوں (کا قافلہ) آیا۔ ہم اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ (کے خطبہ) میں شریک تھے۔ بارہ صحابہ کے سوا باقی تمام حضرات ادھر چلے گئے اس پر یہ آیت اتری «وإذا رأوا تجارة أو لهوا انفضوا إليها وتركوك قائما» جب سوداگری یا تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔

١٢-بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ}:

باب: اللہ تعالیٰ کا (سورۃ البقرہ میں) فرمان کہ اپنی پاک کمائی میں سے خرچ کرو

٢٠٦٥: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا".

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابووائل نے، ان سے مسروق نے، اور ان سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب عورت اپنے گھر کا کھانا (غلہ وغیرہ) بشرطیکہ گھر بگاڑنے کی نیت نہ ہو خرچ کرے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خزانچی کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کرتا۔

ای هٰذا باب فی تفسیر قوله تعالیٰ یعنی یہ باب اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کے بارہ میں ہے، اور مقصود یہ ہے کہ انسان کو کوئی کسب اختیار کرنا چاہیے، تاکہ فی سبیل اللہ خرچ کر سکے۔



٢٠٦٦: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ".

مجھ سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے ہمام نے بیان کیا، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر عورت اپنے شوہر کی کمائی اس کی اجازت کے بغیر بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتی ہے تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے۔

قولہ عن غیر أمرہ یعنی خاوند کے امر صریح کے بغیر عورت خرچ کرے، لیکن اس کی رضا ہونی چاہیے، اور زیادہ مال بھی خرچ نہ کرے۔

١٣-بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ:

باب: جو روزی میں کشادگی چاہتا ہو وہ کیا کرے؟

٢٠٦٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ



رَحِمَهُ".

ہم سے محمد بن یعقوب کرمانی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسان بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے یونس نے بیان کیا، ان سے محمد بن مسلم نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو یا عمر کی دارازی چاہتا ہو تو اسے چاہئیے کہ صلہ رحمی کرے۔

یعنی دنیا میں کسی شخص کا یہ خواہش کرنا کہ اللہ تعالیٰ میرا رزق کشادہ کردے یہ جائز ہے مذموم نہیں ہے، تاکہ اس کی گزران اچھی ہو۔

قولہ فلیصل رحمہٗ انسان پر عام طور پر جو غم اور پریشانیاں آتی ہے وہ اکثر رشتہ داروں کی طرف سے ہوتی ہیں جب وہ صلہ رحمی کرے گا تو یہ غم ان کی طرف سے کم ہوجائیں گے۔

١٤-بَابُ شِرَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِيئَةِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھار خریدنا

٢٠٦٨: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ. قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ".

ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی کی مجلس میں ہم نے ادھار لین دین میں (سامان) گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کرکے ادھا خریدا اور اپنی لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

٢٠٦٩: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ. ح حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ، وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهِ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ، وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن عبداللہ بن حوشب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے

اسباط ابوالیسع بصری نے، کہا کہ ہم سے ہشام دستوائی نے، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جَو کی روٹی اور بدبودار چربی (سالن کے طور پر) لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنی زرہ مدینہ میں ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی تھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لیے قرض لیا تھا۔ میں نے خود آپ کو یہ فرماتے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے میں کوئی شام ایسی نہیں آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کوئی غلہ موجود رہا ہو، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیوں کی تعداد نو تھی۔

۱۵۔بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ:

باب: انسان کا کمانا اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنا

۲۰۷۰: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، قَالَ: "لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَئُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ".



ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو فرمایا، میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گذران کے لیے کافی رہا ہے، لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے آل ابوبکر اب بیت المال میں سے کھائے گی، اور ابوبکر مسلمانوں کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

شرح بخاری

انسان کے کمانے اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنے کا بیان، علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ کونسا کسب اختیار کرنا بہتر ہے، بعض کہتے ہیں کہ تجارت بہتر ہے، بعض کے نزدیک زراعت بہتر ہے بعض کہتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کمانا بہتر ہے، ترجمہ باب سے اس کی تائید ہوتی ہے زراعت میں بھی ہاتھوں سے کام کر کے کمایا جاتا ہے[1]۔

قولہ ان حرفتی لم تکن تعجز... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے پہلے دن تجارت کی غرض سے گٹھڑی



(1) حضرت آدم علیہ السلام کا پیشہ بھی زراعت تھا، وہ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے، جبکہ نوح علیہ السلام بڑھئی تھے اور وہ لکڑی کا کام کیا کرتے تھے، اور ادریس علیہ السلام درزی تھے وہ کپڑے سیا کرتے تھے، اور داود علیہ السلام حداد تھے وہ لوہے کا کام کیا کرتے تھے، اور موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے، حافظ نے اسے مستدرک کے حوالے سے عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے لیکن اس کی سند کو کمزور قرار دیا ہے۔ (فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ، ج۴، ص۳۰۶)

اُٹھائی تھی، صحابہ کرام نے کہا یہ کیا ہے کہا کوئی کسب تو کرنا ہی ہے، انہوں نے کہا نصف بکری کی بقدر آپ کی تنخواہ مقرر کر دیتے ہیں اس وقت بکری کی قیمت دس درہم ہوتی تھی، لہٰذا آپ کی تنخواہ پانچ درہم ہوگئی اس وقت پانچ درہم ضروریات کے لیے کافی ہوتے تھے، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت جس قدر لیا تھا وہ واپس کر دیا تھا، اپنے بیٹے کو وصیت کی یہ میرا مکان بیچ کر مدت خلافت میں میں نے بیت المال سے جو خرچہ لیا ہے وہ واپس کر دینا، اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے کچھ لیا ہی نہیں تھا، کیونکہ وہ مالدار تھے۔

۲۰۷۱: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ". رَوَاهُ هَمَّامٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ.

مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے عروہ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے اور (زیادہ محنت و مشقت کی وجہ سے) ان کے جسم سے (پسینے کی) بو آجاتی تھی۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیا کرو تو بہتر ہوگا۔ اس کی روایت ہمام نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔

۲۰۷۲: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ثور نے خبر دی، انہیں خالد بن معدان نے اور انہیں مقدام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔

قولہ إن نبی الله داود پہلے داود علیہ السلام یہ کام نہیں کرتے تھے، اور بھیس بدل کر رات کے وقت لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ داود کیسا آدمی ہے، تو لوگ جواب میں ان کی تعریف کرتے تھے، ایک مرتبہ فرشتہ انسانی شکل میں ان سے ملا، تو آپ نے اس سے پوچھا، داؤد کیسا آدمی ہے، تو اس نے کہا داؤد اچھا آدمی ہے، لیکن بیت المال پر بوجھ ہے۔

اپنے ہاتھ سے کما کر نہیں کھاتا، تب داود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں لوہے سے زرہیں بنانے کا کسب عطا کر دیا۔

٢٠٧٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ".

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ داؤد علیہ السلام صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔

٢٠٧٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابی عبید نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو لکڑی کا گھٹا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے چاہئے وہ اسے کچھ دیدے یا نہ دے۔



٢٠٧٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ".

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنی رسیوں کو سنبھال لے اور ان میں لکڑی باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں سے مانگتا ہے پھرتا ہے۔

١٦-بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ، وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ:

باب: خرید و فروخت کے وقت نرمی، وسعت اور فیاضی کرنا اور کسی سے اپنا حق پاکیزگی سے مانگنا



٢٠٧٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا، إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى".

ہم سے علی بن عیاش نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوغسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن منکدر نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔

حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ لف ونشر مرتب ہو کہ شراء کا تعلق سہولت سے ہو اور بیع کا تعلق سماحت سے ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ لف ونشر غیر مرتب ہو کہ شراء کا تعلق سماحت سے ہو اور بیع کا تعلق سہولت سے ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں کا تعلق دونوں سے ہو، کیونکہ سہولت اور سماحت دونوں قریب المعنی ہیں، سماحت سے مراد یہ ہے کہ بیع وشراء کے وقت زیادہ جھگڑا نہ کرے، لیکن یہ بھی نہیں کہ بات ہی نہ کرے اور جتنی قیمت مانگی گئی ہے اتنی ہی ادا کردے، بلکہ مناسب قیمت پر سودا طے کرنے کی کوشش کرے۔

١٧۔ بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا:

باب: جو شخص مالدار کو مہلت دے

٢٠٧٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالُوا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ، قَالَ: قَالَ: فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ، قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ: وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ: عَنْ رِبْعِيٍّ: كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ أُنْظِرُ الْمُوسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ، وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ: عَنْ رِبْعِيٍّ، فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے منصور نے، ان سے ربعی بن حراش نے بیان کیا اور ان سے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سے پہلے گذشتہ امتوں کے کسی شخص کی روح کے پاس (موت کے وقت) فرشتے آئے اور پوچھا کہ تونے کچھ اچھے کام بھی کئے ہیں؟ روح نے جواب دیا کہ میں اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ وہ مالدار لوگوں کو (جو ان کے مقروض ہوں) مہت دے دیا کریں اور ان پر سختی نہ کریں۔ اور محتاجوں کو

معاف کر دیا کریں۔ راوی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر فرشتوں نے بھی اس سے درگزر کیا اور سختی نہیں کی اور ابو مالک نے ربعی سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے ہیں کھاتے کماتے کے ساتھ (اپنا حق لیتے وقت) نرم معاملہ کرتا تھا اور تنگ حال مقروض کو مہلت دیتا تھا۔ اس کی متابعت شعبہ نے کی ہے۔ ان سے عبد الملک نے اور ان سے ربعی نے بیان کیا، ابوعوانہ نے کہا کہ ان سے عبد الملک نے ربعی سے بیان کیا کہ (اس روح نے یہ الفاظ کہے تھے) میں کھاتے کماتے کو مہلت دے دیتا تھا اور تنگ حال والے مقروض سے درگزر کرتا تھا اور نعیم بن ابی ہند نے بیان کیا، ان سے ربعی نے (کہ روح نے یہ الفاظ کہے تھے) میں کھاتے کماتے لوگوں کے (جن پر میرا کوئی حق واجب ہوتا) عذر قبول کر لیا کرتا تھا اور تنگ حال والے سے درگزر کر دیتا تھا۔

بعض اوقات مالدار اور غنی آدمی کے پاس بھی ادائیگی کے لیے بروقت رقم نہیں ہوتی، لہٰذا اسے ایسے وقت میں مہلت دے دینی چاہیے، آئندہ حدیث میں دونوں لفظ آتے ہیں، موسرًا اور کہیں معسرًا آتا ہے اس لیے بخاری نے دونوں باب قائم کر دیئے ہیں، علماء نے موسر اور مالدار میں اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں موسر وہ شخص ہے جس کے پاس اپنی اور اپنے گھر والوں کی گزران کی بقدر خرچہ ہو، بعض کہتے ہیں موسر وہ ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں، احناف کے ہاں موسر وہ شخص ہوتا ہے جو صاحب نصاب ہو۔

۱۸۔ بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا:

باب: جس نے تنگ دست کو مہلت دی اس کا ثواب

۲۰۷۸: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا، قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُ".

ہم سے ہشام بن عمار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن ولید زبیدی نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ اس سے درگزر کر جاؤ۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے (آخرت میں) درگزر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے مرنے کے بعد) اس کو بخش دیا۔

۱۹۔ بَابُ إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا:

باب: جب خریدنے والے اور بیچنے والے دونوں صاف صاف بیان کر دیں اور ایک دوسرے کی بہتری چاہیں

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: كَتَبَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ، لَا دَاءَ، وَلَا خِبْثَةَ، وَلَا غَائِلَةَ، وَقَالَ قَتَادَةُ: الْغَائِلَةُ الزِّنَا، وَالسَّرِقَةُ، وَالْإِبَاقُ، وَقِيلَ لِإِبْرَاهِيمَ: إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِينَ يُسَمِّي آرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ، فَيَقُولُ: جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ، جَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ فَكَرِهَهُ كَرَاهِيَةً شَدِيدَةً، وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَبِيعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ.

اور عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع نامہ لکھ دیا تھا کہ یہ وہ کاغذ ہے جس میں محمد اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عداء بن خالد سے خریدنے کا بیان ہے۔ یہ بیع مسلمان کی ہے مسلمان کے ہاتھ، نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ کوئی فریب نہ فسق و فجور، نہ کوئی بدباطنی ہے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ غائلہ، زنا، چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ بعض دلال (اپنے اصطبل کے) نام آری خراسان اور سجستان (خراسانی اصطبل اور سجستانی اصطبل) رکھتے ہیں اور (دھوکہ دینے کے لیے) کہتے ہیں کہ فلاں جانور کل ہی خراسان سے آیا تھا۔ اور فلاں آج ہی سجستان سے آیا ہے۔ تو ابراہیم نخعی نے اس بات کو بہت زیادہ ناگواری کے ساتھ سنا۔ عقبہ بن عامر نے کہا کہ کسی شخص کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ کوئی سودا بیچے اور یہ جاننے کے باوجود کہ اس میں عیب ہے خریدنے والے کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔

بائع کو بیع کہا گیا ہے، اور مشتری کو تغلیباً بیع کہا گیا ہے، یعنی بائع کو چاہیے کہ وہ مبیع کے حسن و قبح کے متعلق اور مشتری ثمن کے متعلق وضاحت کر دیں، اور "نصحا" سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں، مثال کے طور پر اگر دودھ کے جانور کی خرید و فروخت کر رہے ہیں تو بائع خریدار کو بتادے کہ یہ جانور کونسا چارہ ڈالنے سے زیادہ دودھ دیتا ہے۔

قولہ هٰذا ما اشتریٰ... یہ جامع ترمذی کی روایت ہے۔ عبدالمجید بن وہب کہتے ہیں: "قال لي العداء بن خالد بن هوذة ألا أقرئك كتاباً كتبه لي رسول الله ﷺ قال قلت بلي فأخرج لي كتاباً: هٰذا ما اشترىٰ العداء بن خالد بن هوذة من محمد رسول الله ﷺ اشترىٰ منه عبدًا أو أمةً. لا داء ولا غائلة، ولا خبثة بيع المسلم المسلم" هٰذا حديث حسن غريبٌ لا نعرفهُ إلا من حديث عباد بن ليث، وقد رویٰ عنه هٰذا الحديث غيرُ واحدٍ من أهل الحديث"[1]

[1] جامع ترمذی: ۱۲۱۶

اس روایت کے مطابق عداء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لونڈی یا غلام خریدا تھا، اور آپ نے اسے بیع نامہ لکھ دیا تھا تاکہ لوگوں کے لیے سند رہے، ورنہ اسے آپ پر کوئی شک وشبہ نہیں تھا، امام بخاری نے اس کا یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ آپ نے عداء سے غلام خریدا تھا، اور اس نے آپ سے بطورِ تبرک بیع نامہ لکھوالیا، ورنہ بیع نامہ لکھ کر دینا بائع کا کام ہے، آپ مشتری تھے اور بیع نامہ لکھنا مشتری کے ذمہ نہیں ہوتا، بعض کہتے ہیں کہ یہاں قلب ہوگیا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ روایت بالمعنیٰ ہے، کیونکہ اشتریٰ اور باع ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے رہتے ہیں اور یہاں اشتری محمد باع کے معنی میں ہے اور اس طرح نبی کریم علیہ السلام کا نام عداء کے نام سے مقدم ہو جاتا ہے۔

قوله لا داءَ، أي لَا عَيْبَ. قوله وَلَا خبثة یعنی اس میں کوئی فریب نہیں ہے، خاء کے کسرہ یا ضمہ کے ساتھ، ابن عربی نے کہا ہے کہ داء کا تعلق خلق بالفتح الخاء سے ہوتا ہے اور "الخبثة" کا تعلق "خلق" بضم الخاء سے ہے، یعنی نہ اس میں کوئی بیماری ہے اور نہ ہی بد خلقی ہے، اور غائلہ سے مراد ہے، بائع کا جاننے کے باوجود مبیع کے کسی عیب کو چھپا لینا، اور قتادہ نے کہا ہے، غائلہ سے مراد زنا کرنا، چوری کرنا اور غلام کا بھاگ جانا ہے۔

قوله قيل لإبراهيم. نخاسین بمعنی دلالین یعنی دلال مراد ہیں، اور "أری همزه" اور را مکسورہ اور یا کی تشدید کے ساتھ، جانوروں کے اصطبل کو کہتے ہیں، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ بعض دلال اپنے اصطبل کا نام دوسرے شہروں کے ناموں پر رکھ لیتے ہیں، اور جب منڈی میں اپنے جانور فروخت کرنے کے لیے لے جاتے ہیں تو مشتری سے کہتے ہیں، یہ جانور کل ہی خراسان سے آیا ہے اور فلاں جانور آج ہی سجستان سے آیا ہے۔ مشتری سمجھتا ہے کہ جانور خراسان یا سجستان کے علاقہ سے آیا ہے حالانکہ بائع کی مراد اپنا اصطبل ہوتا ہے جس کا نام اس نے خراسان یا سجستان رکھ لیا ہوتا ہے، اس طرح وہ مشتری کو فریب دیتا ہے تو ابراہیم نخعی نے اسے سخت ناپسند کیا، اور اس پر کراہت کا اظہار کیا۔

٢٠٧٩: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا، بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا، مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے ان سے صالح ابو خلیل نے، ان سے عبید اللہ بن حارث نے، انہوں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت تک اختیار (بیع ختم کر دینے کا) ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے («مالم يتفرقا» کے بجائے) «حتی يتفرقا» فرمایا۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا) پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بات چھپا رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

٢٠۔بَابُ بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ:

باب: مختلف قسم کی کھجور ملا کر بیچنا کیسا ہے؟

٢٠٨٠: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، وَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے، ان سے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) مختلف قسم کی کھجوریں ایک ساتھ ملا کرتی تھیں اور ہم دو صاع کھجور ایک صاع کے بدلے میں بیچ دیا کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو صاع ایک صاع کے بدلہ میں نہ بیچی جائے اور نہ دو درہم ایک درہم کے بدلے بیچے جائیں۔

یعنی مخلوط کھجوریں جو اچھی اور نکمی ملی ہوئی ہوں، انہیں بیچنا جائز ہے، کیونکہ ان کا عیب یا عمدگی لوگوں کے لیے ظاہر ہوتا ہے، اور اس بارہ میں نبی اکرم ﷺ نے جو ہدایت فرمائی ہے وہ اس حدیث سے واضح ہے۔

٢١۔بَابُ مَا قِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ:

باب: گوشت بیچنے والے اور قصاب کا بیان

٢٠٨١: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ، فَقَالَ لِغُلَامٍ لَهُ قَصَّابٍ: اجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً؟ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ، فَدَعَاهُمْ فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ، فَقَالَ: لَا، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے شقیق نے بیان کیا، اور ان سے ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہ انصار میں سے ایک صحابی جن کی کنیت ابوشعیب رضی اللہ عنہ تھی، تشریف لائے اور اپنے غلام سے جو قصاب تھا۔ فرمایا کہ میرے لیے اتنا کھانا تیار کر جو پانچ آدمی کے لیے کافی ہو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے ساتھ اور چار آدمیوں کی دعوت کا ارادہ کیا، کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بھوک کا اثر نمایاں دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ ایک اور صاحب بھی آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ ایک اور صاحب زائد آ گئے ہیں۔ مگر آپ چاہیں تو انہیں بھی اجازت دے سکتے ہیں، اور اگر چاہیں تو واپس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ میں انہیں بھی اجازت دیتا ہوں۔

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ گوشت بیچنے اور چمڑا اتارنے کا کام کرنا درست ہے، اور ایسے پیشے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۲۔بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ:

باب: بیچنے میں جھوٹ بولنے اور عیب کو چھپانے سے برکت ختم ہو جاتی ہے

۲۰۸۲: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيلِ يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا، بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا، مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا".

ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قتادہ نے، کہا کہ میں نے ابو خلیل سے سنا، وہ عبداللہ بن حارث سے نقل کرتے تھے اور وہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں (کہ بیع فسخ کر دیں یا رکھیں) یا آپ نے («مالم یتفرقا» کے بجائے) «حتی یتفرقا» فرمایا۔ پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات کھول کھول کر بیان کی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہو گی اور اگر انہوں نے کچھ چھپائے رکھا یا جھوٹ بولا تو ان کے خرید و فروخت کی برکت ختم کر دی جائے گی۔

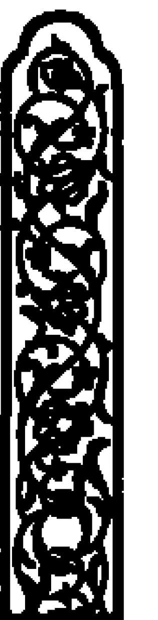


۲۳۔بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ}:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ اے ایمان والو! سود در سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاس کو

۲۰۸۳: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک زمانہ ایسا آئے



گا کہ انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ مال اس نے کہاں سے لیا، حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔

اس آیت کریمہ میں "أضعافًا مضاعفةً" کی قید اتفاقی ہے، اور یہ ان کی عادت تھی کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرضہ ہوتا جس کی مدت متعین ہوتی تھی، جب یہ مدت ختم ہو جاتی تو قرض خواہ مقروض سے کہتا کہ قرضہ ادا کر ورنہ تجھ پر سود لگا دیا جائے گا، اگر وہ قرضہ نہ دے سکتا تو مدت بڑھا دیتا اور اس پر سود لگا دیتا، آئندہ ایسے ادائیگی نہ کرنے پر سود بڑھاتا جاتا تھا، اس لیے اس آیت میں اضعافًا مضاعفۃً کی قید ذکر ہوئی ہے، ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تھوڑا سود لینا جائز ہے۔

۲۴-بَابُ آكِلِ الرِّبَا وَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ:

باب: سود کھانے والا اور اس پر گواہ ہونے والا اور سودی معاملات کا لکھنے والا، ان سب کی سزا کا بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت میں بالکل اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ حالت ان کی اس وجہ سے ہو گی کہ انہوں نے کہا تھا کہ خرید و فروخت بھی سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام۔ پس جس کو اس کے رب کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو وہ جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن اگر وہ پھر بھی سود لیتا رہا تو یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲۰۸٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ، قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب (سورۃ) بقرہ کی آخری آیتیں «الذين يأكلون الربا ۔۔ الخ» نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد میں پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ان پر شراب کی تجارت حرام کر دیا۔

مسلم میں حدیث ہے: "لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء"[1]
سود سے متعلق ان چار افراد پر لعنت کا ذکر آتا ہے، لیکن فیض الباری میں انور شاہ نے کہا ہے کہ ربا سے متعلق دس افراد پر لعنت کی گئی ہے، حالانکہ خمر (شراب) کے بارہ میں دس افراد پر لعنت کا ذکر آتا ہے، شاید انور شاہ کا ذہن ان دس افراد کی طرف منتقل ہوگیا ہے اور سود کے بارہ میں دس افراد کا ذکر کردیا ہے۔

قولہ یتخبطه الشیطن من المس یہ اس وقت ہوگا جبکہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، قرآن کریم میں ہے: "یوم یخرجون من الأجداث سِرَاعًا"[2] جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے، لیکن سود خور جب اس دن تیز چلنا چاہے گا تو گر پڑے گا، پھر اُٹھے گا پھر گر پڑے گا، اس طرح اس کا حال دیوانوں کی طرح ہوگا، جسے جن چمٹے ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جن چمٹ جاتے ہیں اور مریض کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ زمخشری اس کا قائل نہیں ہے، وہ کہتا ہے چونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جن چمٹ جاتے ہیں، اس لیے اس آیت میں سود خور کو خبطی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ورنہ وہ کسی کو نہیں چمٹتے، یہ زمخشری کا خیال ہے۔

قولہ نزلت أخر البقرة سورۂ بقرہ کے آخر میں وہی آیات مذکور ہیں جو ترجمہ باب میں آئی ہیں، اور ان میں اکل ربا یعنی سود خوروں کے احکام اور ان کی مذمت ذکر ہوئی ہے، اور ترجمہ باب بھی سود خور کا حکم بیان کرنے کے بارہ میں ہے، اگرچہ ترجمہ باب کے تحت ذکر ہونے والی احادیث میں کاتب اور شاہد کا ذکر نہیں ہے لیکن چونکہ وہ آکل ربا کا سود کھانے میں تعاون کرتے ہیں۔ اس لیے ان کا سود خور سے الحاق کیا گیا ہے۔

۲۰۸۵: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ، رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ، آكِلُ الرِّبَا".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن حازم نے، کہا کہ ہم سے ابو رجاء بصریٰ نے بیان کیا، ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رات (خواب میں) میں نے دو آدمی دیکھے، وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس میں لے گئے، پھر ہم سب وہاں سے چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر آئے، وہاں (نہر کے کنارے) ایک شخص کھڑا ہوا تھا،

---

[1] صحیح مسلم (۱۰۶) ۱۵۹۸

[2] المعارج ۴۳

اور نہر کے بیچ میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نہر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ بیچ نہر والا آدمی آتا اور جونہی وہ چاہتا کہ باہر نکل جائے فوراً ہی باہر والا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا جہاں وہ پہلے تھا۔ اسی طرح جب بھی وہ نکلنا چاہتا کنارے پر کھڑا ہوا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ جاتا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا کہ یہ کیا ہے، تو انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ نہر میں تم نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھانے والا انسان ہے۔

قوله علی نهر من دم چونکہ سود خور دنیا میں لوگوں کے خون چوسا کرتا تھا اس لیے اسے خونی نہر میں عذاب کیا جارہا تھا، اس کے منہ میں پتھر ٹھونسے جاتے تھے، کیونکہ وہ دنیا میں مال کا بڑا حریص تھا۔

قوله الذی رأیته فی النهر اکل الربا۔ اسی جملہ کا ترجمہ باب سے تعلق ہے۔

۲۵۔بَابُ مُوكِلِ الرِّبَا:

باب: سود کھلانے والے کا گناہ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے، اور چھوڑ دو وصولی ان رقموں کی جو باقی رہ گئی ہیں لوگوں پر سود سے، اگر تم ایمان والے ہو، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر تم کو اعلان جنگ ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم سود لینے سے توبہ کرتے ہو تو صرف اپنی اصل رقم لے لو، نہ تم کسی پر زیادتی کرو اور نہ تم پر کوئی زیادتی ہو، اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے مہلت دے دو ادائیگی کی طاقت ہونے تک اور اگر تم اس سے اصل رقم بھی چھوڑ دو تو یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور ان پر کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آخری آیت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

۲۰۸۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَثَمَنِ الدَّمِ، وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُومَةِ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ".

ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عون بن ابی جحیفہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو ایک پچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ میں نے یہ دیکھ کر ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے، آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی کو (گودنا لگوانے سے) سود لینے والے

اور سود دینے والے کو (سود لینے یا دینے سے) منع فرمایا اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی۔

قولہ هٰذه أخر آية نزلت... اس سے مراد آیت "واتقوا يومًا ترجعون فيه إلى الله" ہے۔ دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے مروی ہے: "أخر اية نزلت اية الربا" اور یہ تعارض نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں آیات یکے بعد دیگرے قرآن کریم میں واقع ہیں اور دونوں یکبار نازل ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے ہر ایک کو آخر میں نازل ہونے والی آیت کہا جاسکتا ہے، اور یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نحر کے دن منیٰ میں نازل ہوئی ہے۔

٢٦۔بَابٌ: ﴿يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾:

باب: اللہ تعالیٰ کا (سورۃ البقرہ میں) یہ فرمانا کہ وہ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو دوچند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا ہر منکر گنہگار کو

٢٠٨٧: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (سامان بیچتے وقت دکاندار کے) قسم کھانے سے سامان تو جلدی بک جاتا ہے لیکن وہ قسم برکت کو مٹا دینے والی ہوتی ہے۔

یعنی سودی کمائی میں برکت نہیں ہوتی، آخر کار یہ مال مٹ جاتا ہے، جبکہ حلال مال سے صدقہ کرنے میں برکت ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو احکام نازل فرماتے ہیں ان میں سود کے حرام ہونے کا ذکر ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ سود کو مٹانا چاہتے ہیں۔

قولہ منفقة میم اور فا کی فتحہ اور نون کے سکون کے ساتھ، یعنی رائج ہونا، قسمیں اٹھا کر مال بیچنے سے مال چالو تو ہو جاتا ہے لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی، مثلاً قسم اٹھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس چیز کے پچاس روپے ملتے تھے، تاکہ مشتری پچاس دینے پر آمادہ ہو جائے۔

قولہٗ ممحقة میم اور حا کی فتحہ کے ساتھ منفقه اور ممحقة دونوں مصدر میمی ہیں جو مبالغہ کا معنی دیتے ہیں، بعض نے دونوں کو اسم فاعل بنایا ہے، پہلی صورت میں ان کی تا مبالغہ کے لیے ہے۔

٢٧۔بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ:

باب: خرید و فروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

٢٠٨٨: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَلَفَ بِاللهِ، لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَنَزَلَتْ: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا سورة آل عمران آية ٧٧ الْآيَةَ".

ہم سے عمرو بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عوام بن حوشب نے خبر دی، انہیں ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہ بازار میں ایک شخص نے ایک سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری «إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا» جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدلہ میں بیچتے ہیں۔

قسمیں اٹھا کر سامان کی خرید و فروخت مکروہ ہے، کیونکہ جھوٹی قسم اٹھانا حرام ہے اور اگر سچی قسم اٹھا کر سامان بیچتا ہے تو تب بھی قسم اٹھانا مکروہ ہے۔

قولہ لقد أعطیٰ بها مالم یُعطِ ان دونوں صیغوں کو معروف بھی پڑھتے ہیں، یعنی وہ کہتا ہے کہ میں اس سامان کی اس قدر قیمت دے کر آیا ہوں، جبکہ اس نے اتنی قیمت دی نہیں ہے، اور دونوں کو مجہول بھی پڑھا گیا ہے یعنی اسے اس سامان کی اتنی قیمت دی جاتی تھی حالانکہ اس قدر اسے دی نہیں گئی، پہلے صیغہ کو معروف اور دوسرے کو مجہول بھی پڑھ سکتے ہیں یعنی اس نے سامان کی خریدتے وقت اس قدر قیمت دی ہے جو اب مشتری کی طرف سے دی نہیں جا رہی، اور پہلے لفظ کو مجہول اور دوسرے کو معروف بھی پڑھ سکتے ہیں، یعنی اسے اس سامان کے بدلہ میں اس قدر قیمت دی جا رہی تھی جو اب خریدار دے نہیں رہا۔

٢٨۔بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ:

باب: سناروں کا بیان

وَقَالَ طَاوُسٌ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوتِهِمْ، فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور طاؤس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر حرم کی حرمت بیان کرتے ہوئے) فرمایا تھا کہ حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے، اس پر عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ اذخر

(ایک خاص قسم کی گھاس) کی اجازت دے دیجئے۔ کیونکہ یہ یہاں کے سناروں اور لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا اذخر کاٹ لیا کرو۔

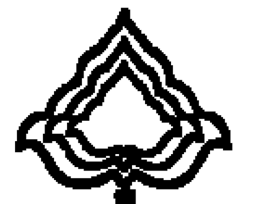
اس باب سے اور آئندہ آنے والے ابواب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ سناروں اور لوہاروں وغیرہ کے پیشے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے، لیکن آپ نے ان کا علم ہونے کے باوجود ان پر انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہیں برقرار رکھا ہے اور یہ ان پیشوں کے جائز ہونے کی دلیل ہے، اگرچہ سنار سونے کا زیور بناتے ہوئے ٹانکا چاندی کا لگاتے ہیں اسے چاہیے کہ چاندی کی قیمت نکال کر باقی سونے کی قیمت لگائے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کسب میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ پیشہ فی نفسہ جائز ہے، منع نہیں ہے۔

صواغ، صاد کی فتحہ کے ساتھ واحد کے لیے ہے اور صاد کے ضمہ کے ساتھ ہو تو یہ جمع کے لیے ہے۔

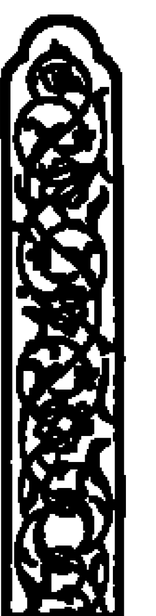
قولہ فانہ لقینھم "قَیْن" کا لفظ لوہار اور سنار دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۰۸۹: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام، قَالَ: "كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ، أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ، أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ، وَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرُسِي".

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یونس نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غنیمت کے مال میں سے میرے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اونٹ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے دیا تھا۔ پھر جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اذخر گھاس (جمع کر کے) لائیں کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت کو لگاؤں۔



۲۰۹۰: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ".



وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوتِنَا، فَقَالَ: إِلَّا الإِذْخِرَ، فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا ؟ هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ: عَنْ خَالِدٍ: لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا.

ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا ہے۔ یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ میرے لیے بھی ایک دن چند لمحات کے لیے حلال ہوا تھا۔ سو اب اس کی نہ گھاس کاٹی جائے، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں، نہ اس کے شکار بھگائے جائیں، اور نہ اس میں کوئی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔ صرف «معرف» (یعنی گمشدہ چیز کو اصل مالک تک اعلان کے ذریعہ پہنچانے والے) کو اس کی اجازت ہے۔ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اذخر کے لیے اجازت دے دیجئے، کہ یہ ہمارے سناروں اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے کام میں آتی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کی اجازت دے دی۔ عکرمہ نے کہا، یہ بھی معلوم ہے کہ حرم کے شکار کو بھگانے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ (کسی درخت کے سائے تلے اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تو) تم سائے سے اسے ہٹا کر خود وہاں بیٹھ جاؤ۔ عبدالوہاب نے خالد سے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے کہ (اذخر) ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے کام میں آتی ہے۔

قولہ الا الإذخر لصاغتنا... اذخر ہمارے سناروں کے کام آتی ہے، اس وقت آگ چقماق پتھر کو رگڑ کر لگاتے تھے زیور بناتے ہوئے سنار چقماق سے آگ جلاتے تھے اور آگ لگانے کے لیے نرم چیز کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے انہیں اذخر گھاس کی ضرورت پڑتی تھی، اذخر خوشبودار گھاس ہے، جسے ہمارے ہاں کھوی کہا جاتا ہے۔

شرح بخاری

۲۹- بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ:

باب: کاریگروں اور لوہاروں کا بیان

۲۰۹۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: "كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ، أَتَقَاضَاهُ؟ قَالَ: لَا، أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ، ثُمَّ تُبْعَثَ، قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ. فَنَزَلَتْ: أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ٧٧ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ٧٨ سورة مريم آية ٧٧-٧٨".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سلیمان نے، ان سے ابوالضحیٰ نے، ان سے مسروق نے اور ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہ جاہلیت کے زمانہ میں میں لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ عاص بن وائل (کافر) پر میرا کچھ قرض تھا میں ایک دن اس پر تقاضا کرنے گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض نہیں دوں گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں آپ کا انکار اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تیری جان نہ لے لے، پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے، اس نے کہا کہ پھر مجھے بھی مہلت دے کہ میں مر جاؤں، پھر دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد ملے اس وقت میں بھی تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی «أفرأيت الذي كفر بآياتنا وقال لأوتين مالا وولدا ٭ أطلع الغيب أم اتخذ عند الرحمن عهدا» کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کو نہ مانا اور کہا (آخرت میں) مجھے مال اور دولت دی جائے گی، کیا اسے غیب کی خبر ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔

قین اصل میں حداد یعنی لوہار کو کہا جاتا ہے، پھر یہ لفظ عربوں کے ہاں ہر کاریگر پر بولا جانے لگا، زجاج نے کہا ہے کہ لوہے کے پھل بنانے والے کو قین کہتے ہیں، حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس قول پر اعتماد کیا ہے جو قین اور حداد میں فرق پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ باب کے تحت ذکر ہونے والی حدیث میں صرف قین کا ہی ذکر ہے۔ گویا بخاری نے ترجمہ باب میں حداد کا الحاق قین سے کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں لفظ حکم میں شریک ہیں، خلیل نے کہا ہے کہ تقیین، تزیین کے معنی میں ہے، اسی سے گلوکارہ کو "قَيْنَه" کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی زینت لگاتی ہے۔



۳۰۔ بَابُ ذِكْرِ الْخَيَّاطِ:

باب: درزی کا بیان

۲۰۹۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ایک درزی نے



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی اس دعوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس درزی نے روٹی اور شوربا جس میں کدو اور بھنا ہوا گوشت تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے قتلے پیالے میں تلاش کر رہے تھے۔ اسی دن سے میں بھی برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔

درزی ایک قسم کا مزدور ہوتا ہے، اس کا کام محنت کرنا ہے، لیکن درزی کپڑا سیتے ہوئے دھاگہ اپنے پاس سے لگاتا ہے اس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید یہ کسب جائز نہ ہو، مگر اسلامی شریعت نے ضرورت کے لیے اسے جائز قرار دیا ہے، نبی اکرم ﷺ کو ایسا کسب کرنے والوں کا علم تھا، لیکن آپ نے ان پر کوئی انکار نہیں کیا، بلکہ آپ نے درزی کی دعوت قبول کی ہے جو اس کسب کے جواز کی دلیل ہے۔

قولہ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ[1] کیونکہ یہ پلیٹ نبی اکرم ﷺ کے لئے خاص تھی کوئی دوسرا شخص آپ کے ساتھ اس میں شامل نہیں تھا، اس لیے آپ اس سالن سے کدو کی ٹکڑیاں تلاش کرتے اور تناول فرماتے تھے، ورنہ جو برتن دو یا زیادہ افراد کے لیے ہو اس میں سے اپنے آگے سے کھانے کا حکم ہے۔

۳۱۔ بَابُ ذِكْرِ النَّسَّاجِ:

باب: کپڑا بننے والے کا بیان

۲۰۹۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: "أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْسُنِيهَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ

---

[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے کدو کو پسند کرنے کی وجہ سے مجھے بھی اس سبزی سے محبت ہوگئی "فلم أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ" اس دن سے میں بھی کدو کو پسند کرنے لگا، اس پر علامہ عینی اپنے بعض حنفی بھائیوں سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وذكر أصحابنا أن من قال: كان النبي ﷺ يحب القرع، فقال آخر لا أحب القرع يخشى عليه من الكفر" یعنی اگر کسی شخص سے کہا جائے کہ نبی کریم علیہ السلام کو کدو پسند تھا اور وہ کہے کہ مجھے تو کدو پسند نہیں ہے تو اس پر کفر کا ڈر ہے، حالانکہ یہ چیز عادیات سے ہے کسی کو کوئی چیز پسند ہوتی ہے اور بعض کو اس کا کھانا یا پینا پسند نہیں ہوتا، اب اگر کوئی شخص کسی چیز کو فطری طور پر پسند نہیں کرتا اور وہ اس پر اپنی ناپسندی کا اظہار کر دے تو اس پر کفر کا فتویٰ تو نہیں لگ سکتا۔

الرَّجُلُ: وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے کہا کہ میں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ ایک عورت بردہ لے کر آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تمہیں معلوم بھی ہے کہ بردہ کسے کہتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! بردہ، حاشیہ دار چادر کو کہتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا، یارسول اللہ! میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لیے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی چادر کو بطور ازار کے پہنے ہوئے تھے، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے، یارسول اللہ! یہ تو مجھے دے دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لے لینا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے پھر واپس تشریف لے گئے پھر ازار کو تہ کر کے ان صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ لوگوں نے کہا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا کرتے ہیں۔ اس پر ان صحابی نے کہا کہ واللہ! میں نے تو صرف اس لیے یہ چادر مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔



نساج کپڑا بننے والے کو کہتے ہیں، اور کپڑا بننے کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں بھی اس فن میں مہارت رکھتی تھیں۔ لہٰذا یہ پیشہ معیوب نہیں ہے۔

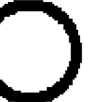
قولہ منسوج فی حاشیتها یعنی اس چادر کا کنارہ اسی میں بنا ہوا تھا۔ چادر سے الگ بنا کر نہیں لگایا گیا تھا، اصل عبارت یوں تھی: "منسوجة فيها حاشيتها" گویا عبارت میں قلب ہوگیا ہے۔

قولہ محتاجٌ إليها یہ خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے: "أي وهو محتاج إليها" اور جملہ حال ہونے کی وجہ سے محلًا منصوب ہے۔

قولہ فقال رجلٌ من القوم اس آدمی سے مراد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

٣٢- بَابُ النَّجَّارِ:

باب: بڑھئی کا بیان



٢٠٩٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُونَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ. فَقَالَ: "بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةَ امْرَأَةٍ، قَدْ سَمَّاهَا: سَهْلٌ، أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ، إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا، فَوُضِعَتْ فَجَلَسَ



عَلَيْهِ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا ان سے ابوحازم نے بیان کیا کہ کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے یہاں منبر نبوی کے متعلق پوچھنے آئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے یہاں جن کا نام بھی سہل رضی اللہ عنہ نے لیا تھا، اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے، تاکہ لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے میں اس پر بیٹھ جایا کروں۔ چنانچہ اس عورت نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنانے کے لیے کہا۔ پھر (جب منبر تیار ہو گیا تو) انہوں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ وہ منبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے (مسجد میں) رکھا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے۔

نجار، بڑھئی کو کہتے ہیں، یہ پیشہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا ان ابواب سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان ان میں سے جو پیشہ چاہے اسے اختیار کر کے رزقِ حلال کما سکتا ہے۔

قولہ من طرفاء الغابة یعنی غابہ کی جھاؤ کی لکڑی سے منبر بنانے کا حکم دیا، غابہ، مدینہ سے شام کی طرف ایک جگہ کا نام ہے، جہاں جھاؤ کے درخت عام پائے جاتے تھے، اس خاتون کا نام معلوم نہیں ہوا، اس کے غلام کا نام باقوم تھا جسے منبر بنانے کا حکم دیا گیا تھا۔

قولہ أجلس علیهن اس سے مراد وہ جلوس ہے جو خطیب، خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر بیٹھتا ہے، یا اس سے مراد خطبہ جمعہ کے علاوہ دیگر خطابات ہیں جو بیٹھ کر دیئے جاتے ہیں۔

شرح بخاری

٢٠٩٥: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا؟ قَالَ: إِنْ شِئْتِ، قَالَ: فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتَّى كَادَتْ تَنْشَقَّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ".

ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز کیوں نہ بنوادوں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ

کے وقت بیٹھا کریں۔ کیونکہ میرے پاس ایک غلام بڑھئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تمہاری مرضی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر جب منبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس نے تیار کیا۔ تو جمعہ کے دن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر بیٹھے تو اس کھجور کی لکڑی سے رونے کی آواز آنے لگی۔ جس پر ٹیک دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پھٹ جائے گی۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اور اسے پکڑ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ اس وقت بھی وہ لکڑی اس چھوٹے بچے کی طرح سسکیاں بھر رہی تھی جسے چپ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ چپ ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اس کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ لکڑی خطبہ سنا کرتی تھی اس لیے روئی۔

۳۳۔بَابُ شِرَاءِ الْحَوَائِجِ بِنَفْسِهِ:

باب: اپنی ضرورت کی چیزیں ہر آدمی خود بھی خرید سکتا ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا مِنْ عُمَرَ، وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ، فَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَاةً، وَاشْتَرَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيرًا.



اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں (بیچنے) لایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اونٹ خریدا تھا۔

یعنی امام کے اپنی ضرورت کی چیزیں خود خریدنے میں کوئی عار نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس میں خست پائی جاتی ہے، کسی مزدور کو حکم دینا چاہیے کہ وہ ضرورت کی چیزیں خرید کر لائے، حالانکہ اس میں کوئی خست نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر اس سے ادھار غلہ لیا تھا۔

۲۰۹۶: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ".

ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو معاویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود بن یزید نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ادھار خریدا۔ اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھوائی۔



۳۴۔ بَابُ شِرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ:

باب: چوپایہ جانوروں اور گھوڑوں، گدھوں کی خریداری کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا.

اگر کوئی سواری کا جانور یا گدھا خریدے اور بیچنے والا اس پر سوار ہو تو اس کے اترنے سے پہلے خریدار کا قبضہ پورا ہو گا یا نہیں؟ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اسے مجھے بیچ دے۔ آپ کی مراد ایک سرکش اونٹ سے تھی۔

الدواب عام ہے، مایدب علی الارض زمین پر چلنے والے جانور اس میں آجاتے ہیں اور الحمیر خاص ہے۔

قولہ ھل یکون ذٰلك قبضًا جب کوئی شخص سواری کی حالت میں کسی سے کوئی جانور یا اُونٹ خریدے، تو کیا بیچنے والے کے جانور سے اُترنے سے پہلے خریدار کا اس پر قبضہ ہو جائے گا یا نہیں، کیا اسے خالی کرنے کے بعد اس کا قبضہ ہو گا۔ یا اُترنے سے پہلے ایجاب وقبول ہی قبضہ سمجھا جائے گا، شوافع کے نزدیک جب اسے اپنے ملک سے مشتری کی طرف منتقل کرے گا تب اس کا قبضہ ہو گا، منتقل کیے بغیر قبضہ نہیں ہوتا، اور یہ حکم منقولات میں ہے، احناف کے نزدیک تخلیہ سے قبضہ ہو جاتا ہے، امام بخاری کا خیال یہ ہے کہ سواری کی حالت میں ایجاب و قبول سے قبضہ ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسے قبضہ کرنے کا اختیار ہو اور کوئی مانع نہ ہو، کیونکہ آپ نے یہ اونٹ خریدنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ہی ھبہ کر دیا تھا اور مبیع میں تصرف اس پر قبضہ کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے، نبی کریم علیہ السلام نے حضرت جابر سے یہ اونٹ خرید لیا تھا، اور جابر اس پر سوار ہو کر مدینہ تک آئے تھے اور آپ نے فرمایا تھا: "خُذْ جَمَلك ولك ثمنُهٗ" تو اس پر سوار ہو کر آنے کی حقیقت کیا تھی؟ کیا یہ عاریہ کی صورت تھی کہ آپ نے بیع کے بعد اسے سوار ہونے کی اجازت دیدی تھی، یا جابر نے مدینہ تک سواری کی شرط کر لی تھی، بخاری شریف میں شرط کا ذکر بھی آتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے: "والاشتراط أکثرُ" شرط کے متعلق بھی اختلاف آتا ہے، احناف کے ہاں جو شرط ملائم للعقد ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جو شرط عقد کے منافی ہو اور اس میں نفع أحد المتعاقدین کو یا مبیع کو ہو، ایسی شرط مفسد للعقد ہے، مبیع کو فائدہ کی مثال یہ ہے کہ غلام کی بیع کرتے ہوئے اسے آزاد کرنے کی شرط لگالے، یہ مفسد للعقد ہے یا اپنے لیے یہ شرط لگالے کہ میں فلاں جگہ تک اس جانور پر سوار ہو کر جاؤں گا، یہ بھی مفسد للعقد ہے، یہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ کا مذہب ہے، بلکہ اہل ظاہر کا بھی یہی مذہب ہے، امام بخاری اور امام احمد جواز کے قائل ہیں، پہلا فریق اس حدیث کا یہ جواب دیتا ہے کہ آپ نے بیع تو کی تھی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جابر پر احسان کرنا چاہتے تھے، ورنہ آپ اس سے اونٹ لینا نہیں چاہتے تھے اسی لیے آپ نے فرما دیا: "خُذ جَمَلَكَ ولك ثمنُهٗ" آپ نے اسے پیسے بھی دے دیئے اور اونٹ بھی واپس کر دیا، لیکن صورت بیع کی تھی، امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں معمولی شرط ہو سکتی ہے مثلاً ایندھن کا گٹھا خریدتا ہے اور اسے کہہ دے کہ اس گٹھے کو ہمارے گھر پہنچا دو، اسے حنفی

بھی جائز کہتے ہیں، لیکن سواری کی شرط کو مفسد قرار دیتے ہیں، اور اس حدیث کے بارہ میں کہتے ہیں کہ بعض جگہ عاریہ کا لفظ آیا ہے، اور راوی نے اسے شرط سے تعبیر کر دیا ہے، کیونکہ آپ کا وعدہ واجب الوفاء تھا گویا وہ بمنزلہ شرط کے تھا، بعض روایات میں "اشترطت" کا لفظ آیا ہے، بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شرط کا لفظ زیادہ ہے، لہٰذا اسی کو ترجیح ہے، ایک حدیث میں "نهي عن بيع وشرطين" آتا ہے، اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ شرط ممنوع ایک بھی منع ہے جیسا کہ بیع کے ساتھ قرض دینے کی شرط کرنا، یا ایک معاملہ میں دوسرے معاملہ کی شرط کرنا، یہ ممنوع ہے، اور جو معاملات ممنوع نہیں ہیں ان میں دو شرطیں کرنا منع ہے جیسا کہ کپڑے کی بیع میں شرط کرے کہ مجھے یہ کپڑا سلا کر اور ڈھلا کر بھی دینا، یہ منع ہے، ان میں ایک شرط کر سکتا ہے۔

قولہ وقال ابن عمر... یہ معلق روایت ہے اور بخاری رحمہ اللہ اسے کتاب الھبۃ میں لائیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار تھے جو کہ اکھڑ قسم کا تھا، اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھتا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹتے تھے تاکہ آپ سے آگے نہ بڑھے، اور اسے وہ آپ کے ادب کے منافی سمجھتے تھے، آپ نے دیکھا کہ وہ اس اونٹ کو ڈانٹتے ہیں تو آپ نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خرید لیا، اور عبداللہ بن کے لیے ہبہ کر دیا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے اُسے کیوں خریدا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہہ دیتے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیدیں۔ لیکن ایسا اس لیے نہیں کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دیگر لڑکے بھی تھے، وہ اکیلے حضرت عبداللہ کو نہیں دے سکتے تھے، کیونکہ اولاد میں عدل کرنے کا حکم ہے، اس لیے آپ نے اس اونٹ کو خرید لیا اور پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

قولہ فصل رکعتين اس سے معلوم ہوا کہ سفر سے واپس آنے پر دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔

قولہ فی غزاۃ یہ غزوہ جس میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے غزوہ ذات الرقاع تھا۔

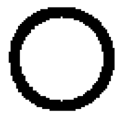
٢٠٩٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ، فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا، فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: جَابِرٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ: أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا، فَتَخَلَّفْتُ، فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ قَالَ: ارْكَبْ، فَرَكِبْتُ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا، قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا، قَالَ: أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ، قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ، قَالَ: أَمَّا إِنَّكَ قَادِمٌ، فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ، ثُمَّ قَالَ: أَتَبِيعُ جَمَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوقِيَّةٍ، ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي، وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ، فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ،

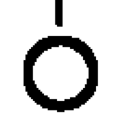
فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، قَالَ: آلْآنَ قَدِمْتَ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَعْ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ، فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ، فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لَهُ أُوقِيَّةً، فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ، فَأَرْجَحَ لِي فِي الْمِيزَانِ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ، فَقَالَ: ادْعُ لِي جَابِرًا، قُلْتُ: الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ، قَالَ: خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے وہب بن کیسان نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ (ذات الرقاع یا تبوک) میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جابر! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ فرمایا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا ہے، چلتا ہی نہیں اس لیے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اسی اونٹ کو ایک ٹیڑھے منہ کی لکڑی سے کھینچنے لگے (یعنی ہانکنے لگے) اور فرمایا کہ اب سوار ہو جا۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا۔ اب تو یہ حال ہوا کہ مجھے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑ جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، جابر تو نے شادی بھی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں! دریافت فرمایا کسی کنواری لڑکی سے کی ہے یا بیوہ سے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایک بیوہ سے کر لی ہے۔ فرمایا، کسی کنواری لڑکی سے کیوں نہ کی کہ تم اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔ (جابر بھی کنوارے تھے) میں نے عرض کیا کہ میری کئی بہنیں ہیں۔ (اور میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے) اس لیے میں نے یہی پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں، جو انہیں جمع رکھے۔ ان کے کنگھا کرے اور ان کی نگرانی کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اب تم گھر پہنچ کر خیر و عافیت کے ساتھ خوب مزے اڑانا۔ اس کے بعد فرمایا، کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی ہاں! چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اوقیہ چاندی میں خرید لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا۔ پھر ہم مسجد آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازہ پر ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا ابھی آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا، پھر اپنا اونٹ چھوڑ دے اور مسجد میں جا کے دو رکعت نماز پڑھ۔ میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول دے۔ انہوں نے ایک اوقیہ چاندی جھکتی ہوئی تول دی۔ میں پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جابر کو ذرا بلاؤ۔ میں نے سوچا کہ شاید اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کریں گے۔ حالانکہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ یہ اپنا اونٹ لے جا اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔



شرح بخاری







۳۵۔بَابُ الأَسْوَاقِ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الإِسْلَامِ:

باب: جاہلیت کے بازاروں کا بیان جن میں اسلام کے زمانہ میں بھی لوگوں نے خرید و فروخت کی

۲۰۹۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: " كَانَتْ عُكَاظٌ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ، تَأَثَّمُوا مِنَ التِّجَارَةِ فِيهَا، فَأَنْزَلَ اللهُ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ سورة البقرة آية ۱۹۸ "، فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ، كَذَا.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز یہ سب زمانہ جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے ان میں تجارت کو گناہ سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی «لیس علیکم جناح۔۔۔ فی مواسم الحج »، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح قرآت کی ہے۔



شرح بخاری

یعنی جاہلیت کے بازاروں کا بیان جن میں اسلام کے زمانہ میں بھی لوگوں نے خرید و فروخت کی ہے، اگرچہ بازاروں کے بارہ میں شر البقاع کا لفظ آتا ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص وہاں جانا ممنوع سمجھ لے۔ لہٰذا امام بخاری رحمہ اللہ کا اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ نافرمانی کے مقامات جہاں جاہلیت کے کام ہوتے ہیں وہاں طاعت کے کام کیے جاسکتے ہیں۔ اور کسی جائز ضرورت کے لیے وہاں جایا جاسکتا ہے، جیسا کہ قبرستان عبرت کا مقام اور افسردگی کی جگہیں ہیں لیکن اگر قبروں میں میلے لگا لیے جائیں اور تفریح کے کام کیے جائیں تو ان عرسوں اور میلوں میں شمولیت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہاں سے کوئی چیز خرید لائے جو باہر سے نہیں ملتی تو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس چیز کی خرید و فروخت شرعی اعتبار سے جائز اور حلال ہو۔ کیونکہ وہ چیز اس کی قیمت دے کر خریدی جاتی ہے۔

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں چند بازار لگا کرتے تھے، ایک ذوالمجاز تھا جو عرفات سے ایک میل کے فاصلہ پر لگایا جاتا تھا، دوسرا مجنہ تھا جو مکہ مکرمہ کے پاس مر الظہران کے پاس سجایا جاتا تھا، تیسرا عکاظ تھا جو نخلہ اور طائف کے درمیان فتق مقام پر جمایا جاتا تھا۔ یہ بازار عام طور پر حج کے دنوں میں لگائے جاتے تھے اور اسلام آنے کے بعد لوگ ان بازاروں میں خرید و فروخت کرنا ناپسند کرتے تھے کیونکہ حج کے دن ذکر الٰہی کے لیے ہیں، اس لیے وہ تجارت کے لیے ان بازاروں میں جانا جائز نہیں سمجھتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل کر کے ان بازاروں میں مباح خرید و فروخت کو جائز اور حلال قرار دیا۔

قولہ فی مواسم الحج یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی شاذ قراءت ہے جو بطورِ تفسیر پڑھی گئی ہے۔



٣٦-بَابُ شِرَاءِ الإِبِلِ الْهِيمِ أَوِ الأَجْرَبِ:

باب: (« هیم ») بیمار یا خارشی اونٹ خریدنا

الْهَائِمُ الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ.

« ھیم » ، « ھائم » کی جمع ہے۔ « ھیم » اعتدال (میانہ روی) سے گزرنے والا۔

٢٠٩٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: "كَانَ هَاهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ: نَوَّاسٌ، وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَاشْتَرَى تِلْكَ الإِبِلَ مِنْ شَرِيكٍ لَهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهُ، فَقَالَ: بِعْنَا تِلْكَ الإِبِلَ، فَقَالَ: مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ: مِنْ شَيْخٍ، كَذَا، وَكَذَا، فَقَالَ: وَيْحَكَ ذَاكَ، وَاللهِ ابْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهُ، فَقَالَ: إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ، قَالَ: فَاسْتَقْهَا، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا، فَقَالَ: دَعْهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوَى"، سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے کہا یہاں (مکہ میں) ایک شخص نواس نام کا تھا۔ اس کے پاس ایک بیمار اونٹ تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور اس کے شریک سے وہی اونٹ خرید لائے۔ وہ شخص آیا تو اس کے ساجھی نے کہا کہ ہم نے تو وہ اونٹ بیچ دیا۔ اس نے پوچھا کہ کسے بیچا؟ شریک نے کہا کہ ایک شیخ کے ہاتھوں جو اس طرح کے تھے۔ اس نے کہا افسوس! وہ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے ساتھی نے آپ کو مریض اونٹ بیچ دیا ہے اور آپ سے اس نے اس کے مرض کی وضاحت بھی نہیں کی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پھر اسے واپس لے جاؤ۔ بیان کیا کہ جب وہ اس کو لے جانے لگا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اچھا رہنے دو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں (آپ نے فرمایا تھا کہ) « لا عدوی » (یعنی امراض چھوت والے نہیں ہوتے) علی بن عبداللہ مدینی نے کہا کہ سفیان نے اس روایت کو عمرو سے سنا۔

بیمار یا خارشی اونٹ خریدنے کا بیان، ھیام ایک بیماری ہے جو اونٹ کو ہو جاتی ہے، وہ پانی پیتا چلا جاتا ہے لیکن سیراب نہیں ہوتا، اور اسی طرح اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ قرآنِ کریم میں دوزخیوں کے بارہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فشاربون شرب الهيم"[1] دوزخی پیاسے اونٹ کی طرح کھولتا ہوا پانی پیتے جائیں گے۔ لیکن سیراب نہیں ہوں گے۔

بعض نے کہا ہے کہ ھیم، ھائم کی جمع نہیں ہے، بلکہ یہ أَهْيَمُ اور هَيْمَاءُ کی جمع ہے، لیکن صاحب مصابیح نے کہا

[1] الواقعہ:٥٥

ہے کہ یہ ھائم کی جمع بھی آسکتی ہے[1]۔

قولہ الهائم المخالف للقصد فی کل شئ۔ یعنی ھائم اسے کہتے ہیں جو اعتدال کی حد سے تجاوز کر جائے، ایسے ہی پیاس کی بیماری والا اونٹ بھی اپنے بیٹھنے اور اٹھنے میں حد اعتدال سے اور میانہ روی سے گزر جاتا ہے۔

قولہ لَا عَدْوٰی لوگوں کا خیال تھا کہ جس اونٹ کو ھیام کی بیماری ہو جو اس کے جسم سے پانی کو چوس لیتی ہے، اور وہ پیاسا ہو جاتا ہے اور پانی بہت پیتا ہے، یہ بیماری متعدی ہے گویا خارش کی بیماری کی طرح متعدی ہوتی ہے، ایسا اونٹ دوسرے اونٹوں میں داخل ہو جائے تو انہیں بھی یہ بیماری لگا دیتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی نفی کی ہے، اور کہا "لاعدوی" بیماری بذاتِ خود متعدی نہیں ہوتی، لیکن ایک حدیث میں ہے: "لا یورد ممرض علی مصح"[2] یعنی بیمار جانوروں کو صحیح جانوروں میں نہ لے جائیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری متعدی ہے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست میں نہ لے جائیں۔ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے: "فِرَّ مِنَ المجزوم فرارك من الأسد"[3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جزام بیماری متعدی ہے۔ اس لیے بعض علماء حدیث "لا عدویٰ" کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض دوسری حدیث راجح قرار دیتے ہیں، اور بعض تطبیق کے قائل ہیں کہ "لا عدویٰ" سے مراد یہ ہے کہ بیماری بذاتِ خود متعدی نہیں ہے ہاں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ایک سے دوسرے کو بیماری لگ سکتی ہے اور اس کی تائید آپ کے فرمان "فَمَنْ أَعْدَی الاول"[4] سے ہوتی ہے کہ جس رب العزت نے پہلے کو بیمار کر دیا ہے وہی دوسرے کو کرتا ہے۔



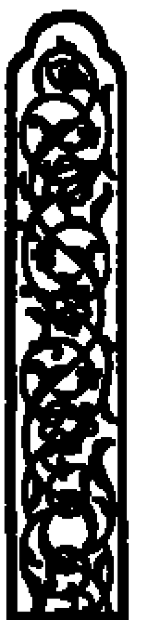
حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بیماری متعدی نہیں ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا: "لا عدویٰ" بیماری ایک کو دوسرے سے نہیں لگتی، مگر دوسری حدیث میں بیمار جانور کو تندرست جانوروں میں لے جانے سے جو روکا گیا ہے وہ انسانوں کے عقیدے کی حفاظت کے لیے ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً جانور کے بیمار ہونے پر یہ نہ سمجھ لے کہ فلاں بیمار جانور سے صحیح جانور کو بیماری لگ گئی ہے، حالانکہ صحیح کو بیمار کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں

[1] صاحب فصول نے لکھا ہے: "وکثیر کہ دلالت کند بریازدہ وبیش، وزنش بسیارست، فعل جمع احمر، حمراء صفۃ ودر فعل وفاعل وجز آں نیز آید" یعنی جمع کثرت وہ ہے جو گیارہ اور اس سے زائد افراد پر دلالت کرے اور اس کے بہت سے اوزان ہیں، ان میں سے ایک وزن "فُعْلٌ" بضم الفاء وسکون العین ہے اور جمع کا یہ وزن اس صیغہ صفت کے لیے ہے جو أَفْعَلُ اور فَعْلَاءُ کے وزن پر ہو جیسے أَحْمَرُ، حمراءُ کی جمع "حُمْرٌ" آتی ہے، ایسے ہی جو واحد کا صیغہ فعل کے وزن پر ہو جیسے لَدْنٌ نرم ہونا اور جو مفرد کا صیغہ "فاعِلٌ" کے وزن پر ہو جیسے بَازِلٌ جوان اونٹ اور دیگر الفاظ کی جمع بھی "فُعْلٌ" کے وزن پر آتی ہے۔ (ص ۸۱) لہٰذا "هائِمٌ" کی جمع جو فاعل کا وزن ہے "هِيْمٌ" آسکتی ہے جو اصل میں "هُيْمٌ" تھا، یا کی مناسبت کے لیے ھا کے ضمہ کو کسرہ کر دیا، تو ھیم بکسر الهاء ہو گیا ہے۔

[2] مسلم (۱۰۴) ۲۲۲۱، مسند احمد: ۹۶۱۲، السنن الکبری للبیهقی: ۱۴۲۳۴

[3] مسند احمد: ۹۸۰۴

[4] صحیح بخاری: ۵۷۱۷



بیماری کے متعلق لوگوں کا خیال یہ تھا کہ بیماری مجسم چیز ہے، یہ ایک بیمار کو چھوڑ کر دوسرے کو جالگتی ہے: "لا عدویٰ" سے اس نظریہ کی تردید کی ہے، ورنہ ایک بیمار اونٹ کے صحیح اونٹوں میں ملنے سے ان کے بیمار ہونے کی نفی نہیں کی گئی، کیونکہ جب آپ نے "لا عدویٰ" کہا تھا تو ایک آدمی نے سوال کرتے ہوئے کہا تھا: "فَمَا بَالُ ابلي تكون في الرمل كأنها الظباء"[1] اے اللہ کے رسول، پھر کیا وجہ ہے کہ سب اونٹ ہرنوں جیسے صحت مند ہوتے ہیں جب ان میں کوئی بیمار اونٹ ملتا ہے تو دوسرے بھی بیمار ہو جاتے ہیں، آپ نے اسے غلط نہیں کہا بلکہ یہ فرمایا: "فَمَنْ أَعْدَى الاول" پہلے کو کس نے بیمار کیا ہے؟ مقصد آپ کا یہ تھا کہ اس کا نام عدویٰ نہیں ہے جیسے تو نے سمجھ لیا ہے۔

٣٧۔ بَابُ بَيْعِ السِّلاَحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا:

باب: جب مسلمانوں میں آپس میں فساد نہ ہو یا ہو رہا تو ہتھیار بیچنا کیسا ہے؟

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ.

اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا مکروہ رکھا۔

٢١٠٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ، فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا، فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے کہا، ان سے یحییٰ بن سعید نے کہا، ان سے ابن افلح نے، ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ ہم غزوہ حنین کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکے ساتھ نکلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک زرہ تحفہ دی اور میں نے اسے بیچ دیا۔ پھر میں نے اس کی قیمت سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ پہلی جائیداد تھی جسے میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا۔

شرح بخاری

فتنہ سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جو مسلمانوں میں واقع ہوتی ہیں، ایسے حالات میں ان کے ہاتھ ہتھیار بیچنا خریداروں کی لڑائی میں مدد کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی باغی خرید کر وہ ہتھیار عادل کے خلاف استعمال کرے، عادل حکمران کے ساتھ جو گروہ ہوتا ہے وہ عادل گروہ ہوتا ہے، اور جو گروہ عادل بادشاہ کے خلاف ہوتا ہے وہ باغی گروہ ہوتا ہے، فتنہ کے زمانہ میں باغیوں کے ہاتھ ہتھیار بیچنا جائز نہیں ہے جیسا کہ ترجمہ باب کے تحت عمران بن حصین کا اثر ذکر ہوا ہے، اور جو جماعت حق پر ہو اس کے پاس ہتھیار بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور فتنہ کا زمانہ نہ ہو تو ہتھیار کی بیع ممنوع نہیں ہے جیسا کہ ترجمہ باب کے تحت ذکر ہونے والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ترجمہ

[1] صحیح بخاری: ۵۷۱۷

باب میں "وغیرها" سے مراد ایام فتنہ کا غیر ہے، اور حضرت ابو قتادہ کی حدیث کا اسی سے تعلق ہے۔
قوله تاثلته ای جمعته، أثلة سے مشتق ہے جس کا معنی اصل ہے، یعنی اس باغ کو مال کے لیے اصل بنایا۔

۳۸۔ بَابٌ فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ:

باب: عطر بیچنے والے اور مشک بیچنے کا بیان

۲۱۰۱: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ، وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سنا اور ان سے ان کے والد موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پا لو گے۔ یا تو مشک ہی خرید لو گے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پا سکو گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسا دے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پا لو گے۔

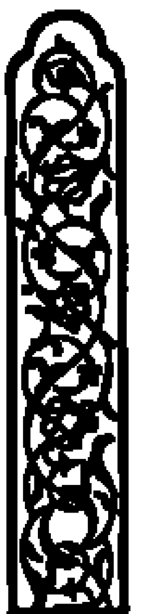


عطر فروش اور کستوری کی خرید و فروخت کا بیان، کستوری اگرچہ زندہ ہرن کا ایک جزء ہوتا ہے، لیکن یہ پاک ہے اور اس کی خرید و فروخت جائز ہے اور یہ "ما قطع من الحی فھو میت"[1] قاعدے سے مستثنیٰ ہے، اسی طرح یہ بھی مستثنیٰ ہے کہ مرغی مر جائے اور اس میں سے انڈا نکل آئے تو اس انڈے کو کھانا جائز ہے، احناف کے ہاں دودھ بھی مستثنیٰ ہے یعنی دودھ والا جانور مر جائے اور اس سے دودھ حاصل ہو جائے تو وہ بھی جائز ہے۔

ایسے ہی ہرن کا نافہ جب لمبا ہو جاتا ہے یا پک جاتا ہے تو ہرن اسے کسی پتھر سے کھجلاتا ہے، اور کھجلانے سے وہ نافہ ہرن سے الگ ہو جاتا ہے، اور لوگ اس کے حصول کے لیے نکلتے ہیں، بعض دفعہ ہرن کا شکار کر کے بھی اسے حاصل کرتے ہیں، یہ نافہ اگرچہ حیوان کا جزء ہے لیکن یہ ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

حدیث مذکور میں صرف کستوری کا ذکر ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے عطر فروش کو اس پر قیاس کیا ہے کیونکہ دونوں عمدہ خوشبو پھیلانے میں مشترک ہیں۔

قوله لَا يَعْدَمُكَ حافظ نے کہا ہے کہ یہ يَعْدُوكَ کے معنی میں ہے اور اس کا فاعل "إِحْدَى الْخَصْلَتَيْنِ" ہے۔ اور اگر یہ "إِعْدَام" سے ہو، تو اس کا فاعل "صَاحِبُ الْمِسْك" ہوگا۔



[1] سنن ترمذی: ۱۴۸۰

٣٩۔بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ:

باب: پچھنا لگانے والے کا بیان

٢١٠٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا مِنْ خَرَاجِهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں حمید نے، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنا لگایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انہیں دینے کے لیے حکم فرمایا۔ اور ان کے مالک کو فرمایا کہ ان کے خراج میں کمی کردیں۔

بعض احادیث میں آتا ہے "کسب الحجام خبیث"[1] یہاں خبیث سے مراد حرام نہیں ہے۔ اس لفظ سے اس کسب کے اچھا نہ ہونے کی طرف اشارہ ہے، ورنہ اگر یہ کسب حرام ہوتا تو آپ حجام کو اس کی اجرت نہ دیتے، آپ کے اُجرت دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسب جائز ہے اور اس پر اجرت لی جاسکتی ہے، زانیہ کی اجرت کو بھی خبیث کہا گیا ہے یہاں بالاتفاق خبیث سے مراد حرام ہے۔ کیونکہ زناکاری کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔

قولہ حجم ابو طیبة اس کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ابوطیبہ کا نام نافع تھا، بعض کہتے ہیں دینار نام تھا، بعض میسرہ کہتے ہیں، یہ محیصہ بن مسعود انصاری کا غلام تھا۔

قولہ من خراجه مالک اپنے غلام پر جو ہر روز ادا کرنے کے لیے روزینہ مقرر کرتا ہے اُسے خراج کہتے ہیں۔

٢١٠٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ. حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد نے جو عبداللہ کے بیٹے ہیں بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور جس نے پچھنا لگایا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجرت بھی دی، اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہرگز نہ دیتے۔

عکرمہ سے روایت کرنے والا خالد، یہ خالد بن مہران بصری ہے۔

قولہ اعطی الذی حجمه اگرچہ یہاں اُجرت مقرر نہیں تھی، تو ایسی صورت میں عرف کے مطابق اجرت دی جائے گی۔

---

[1] سنن ترمذی: ١٢٧٥، سنن ابی داود: ٣٤٢١ (صحیح)

٤٠۔ بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ:

باب: ان چیزوں کی سوداگری جن کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے

٢١٠٤: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ أَوْ سِيَرَاءَ، فَرَآهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا، إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَعْنِي تَبِيعَهَا".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابوبکر بن حفص نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کے باپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک ریشمی جبہ بھیجا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسے (ایک دن) پہنے ہوئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اسے تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہن لو، اسے تو وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے تو اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس سے (بیچ کر) فائدہ اٹھاؤ۔

شرح بخاری

یعنی ایسی چیز کی خرید و فروخت کا حکم جس کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے، یہاں "لُبس" سے مراد اس کا استعمال ہے، اور یہ لفظ استعمال کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: "فقمتُ إلي حصير لنا قدا سود من طول مَا لُبِسَ"[1] أي من طُولِ ما استُعمل" اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو احادیث درج کی ہیں پہلی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جوڑا دیا، پھر آپ نے انہیں وہ پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں نے تمہیں اس لیے نہیں دیا کہ آپ اسے پہنیں، میں نے آپ کو اس لیے دیا تھا تا کہ آپ اسے بیچ کر فائدہ اٹھالیں۔

اس ترجمہ باب کے دو جزء ہیں پہلا جزء "للرجال" ہے اور اس حدیث کا ترجمہ باب کے اسی جزء سے تعلق ہے، کیونکہ ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے، عورتوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز ہے۔

اور اس باب کی دوسری حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جس میں جانداروں کی تصاویر پر مشتمل تکیہ خریدنے کا ذکر ہے، اور جانداروں کی تصاویر پر مشتمل کپڑے کا استعمال مردوں اور عورتوں سب کے لیے جائز نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو چیز مردوں، عورتوں سب پر حرام ہے اس کی تجارت اور خرید و فروخت بھی حرام ہے، لیکن ریشم کی تجارت حلال ہے، کیونکہ یہ عورتوں کے لیے حلال ہے، اگرچہ مردوں پر حرام ہے، اور جس چیز کی حرمت عام ہے جیسا کہ جانداروں کی تصاویر ہیں، تو ایسی چیزوں کی صنعت اور تجارت حرام ہے۔

---

(1) صحیح بخاری، ٣٨٠، صحیح مسلم (٢٦٦) ٦٥٨۔

تصویروں والا کپڑا مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے جائز نہیں ہے، جبکہ تصویریں جانداروں کی ہوں، لیکن ایسے کپڑے سے پہننے کے علاوہ دیگر فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں کیونکہ انہیں کاٹ کر گدے اور تکیے بنائے جاسکتے ہیں، لہٰذا ایسے فوائد حاصل کرنے کے لیے ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ ایسے ہی سونے کی تجارت جائز ہے کیونکہ سونا عورتوں کے لیے حلال ہے اگرچہ مردوں پر حرام ہے۔

قولہ بحُلَّةٍ جب دونوں کپڑے ایک ہی جنس سے ہوں تو اسے "حُلّہ" کہتے ہیں جس کی جمع "حلل" ہے۔

قولہ سِیَراء سین کے کسرہ اور یا کی فتحہ کے ساتھ، ریشمی دھاریوں والی چادر، یا ریشمی نقش و نگار والی چادر کو کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں خالص ریشمی چادر کو سیراء کہا جاتا ہے۔

قولہ من لّا خلاق لہٗ ای من الرجالِ کیونکہ ریشم مردوں پر حرام ہے۔

قولہ نُمْرُقة نون اور راء ضمہ کے ساتھ، بعض نے نون اور راء کے کسرہ سے بھی پڑھا ہے، اس کی جمع "نمارق" ہے۔ اس سے مراد تکیہ ہے، بعض کہتے ہیں سواری پر نیچے رکھا جانے والا گدا مراد ہے۔

قولہ أحیُوا ما خلقتم یہ امر تعجیز کے لیے ہوگا، اور تصویر بنوانے والا بھی گناہ میں شریک ہے کیونکہ وہ گناہ کے کام پر تعاون کرتا ہے اور اس سے "لا تعاونوا علی الاثم والعدوان" کہہ کر روکا گیا ہے۔

قولہ لا تدخلہ الملائکة لیکن ملائکہ حفظہ اس سے مستثنیٰ ہیں وہ انسان سے جماع اور بیت الخلاء کے علاوہ جدا نہیں ہوتے، امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو بندوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، یہ فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں جاندار کی تصویر یا کتا ہو، لیکن شکاری اور کھیتی اور ریوڑ کے کتے کا یہ حکم نہیں ہے، کیونکہ ان کا رکھنا ضرورت کے لیے جائز ہے۔

۲۱۰۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ، وَقَالَ: "إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں قاسم بن محمد نے اور انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر مورتیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جوں ہی اس پر پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر ہی کھڑے ہو

گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔(عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا، یارسول اللہ! میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگتی ہوں، فرمایئے مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے یہ آپ ہی کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لیکن اس طرح کی مورتیں بنانے والے لوگ قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے جس چیز کو بنایا اسے زندہ کر دکھاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جن گھروں میں تصویریں ہوتی ہیں (رحمت کے) فرشتے ان میں داخل نہیں ہوتے۔

٤١- بَابُ صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ:

باب: سامان کے مالک کو قیمت کہنے کا زیادہ حق ہے

٢١٠٦: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ وَفِيهِ خِرَبٌ وَنَخْلٌ".



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے، ان سے ابوالتیاح نے، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بنو نجار! اپنے باغ کی قیمت مقرر کر دو۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو مسجد کے لیے خریدنا چاہتے تھے) اس باغ میں کچھ حصہ تو ویرانہ اور کچھ حصے میں کھجور کے درخت تھے۔

شرح بخاری

یہ موسی بن اسماعیل منقری ہے میم کے کسرہ اور قاف کی فتحہ کے ساتھ اور عبدالوارث بن سعید ہے اور ابوالتیاح کا نام یزید بن حمید ہے۔

قولہ یا بنی النجار اور یہ آپ نے اس وقت کہا تھا جبکہ آپ نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور بنو نجار انصار کا قبیلہ تھا۔ اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ سامان کا مالک یا اس کا وکیل چیز کی قیمت بتانے کا زیادہ حق دار ہے، لیکن یہ واجب نہیں ہے بلکہ مشتری بھی قیمت لگائے تو جائز ہے جیسا کہ جابر کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس سے اونٹ خریدتے ہوئے قیمت لگائی تھی حالانکہ آپ مشتری تھے اور جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: "بِعنيه بأوقية"[1]۔



قولہ ثامنونی آپ نے انہیں باغ کی قیمت بتانے کا حکم دیا تاکہ وہ معین مقدار کے ساتھ باغ کی قیمت بتائیں، پھر آپ کو جو قیمت پسند ہے اسے ذکر کریں، اور طرفین کی ایک معین ریٹ پر رضا مندی واقع ہو جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ثامنونی" کہہ کر انہیں یہ بتایا کہ میں یہ باغ قیمت دے کر خریدوں گا، بطور ہبہ نہیں لوں گا، یہ حدیث اس سے

---

(1) صحیح ابن حبان: ٦٥١٩

قبل ابواب المساجد میں گزر چکی ہے آئندہ ہجرت کے ابواب میں بھی مفصل طور پر آئے گی۔
قولہ وفیہ خرب: خا کے کسرہ اور راء کی فتحہ کے ساتھ یہ خربۃ کی جمع ہے جیسے نعمۃ کی جمع نعم۔ ویرانے کو کہتے ہیں۔

۴۲۔بَابُ كَمْ يَجُوزُ الْخِيَارُ (1)

باب: کب تک بیع توڑنے کا اختیار رہتا ہے؟

(1) شارح بخاری علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے خیار کی متعدد اقسام ذکر کی ہیں: ۱۔ خیار المجلس یہ اختیار بیع وشراء وغیرہ کا معاملہ کرنے سے لے کر تفرق بالا بدان یعنی معاملہ کرنے والوں کے جسموں کے جدا ہونے تک باقی رہتا ہے، جب تک مجلس برقرار ہو تو بائع کو چیز واپس لینے اور مشتری کو واپس کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے جب وہ مجلس سے جدا ہو جائیں گے تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا اور بیع لازم ہو جائے گی، اگر وہ اس اختیار کو گرانا چاہیں تو مجلس بدلنے سے پہلے بھی گرا سکتے ہیں، اور اگر ان میں سے ایک اختیار کو گرا دے تو دوسرے کے لیے اختیار باقی رہے گا۔ ۲۔ خیار الشرط: اور وہ یہ ہے کہ دو معاملہ کرنے والے یا ان میں سے کوئی ایک مدتِ معینہ تک چیز کی واپسی کی شرط لگالیں، تو ایسی صورت میں مجلس بدلنے سے بیع بات نہیں ہوگی، بلکہ معاملہ کرنے سے لے کر مدتِ مشروطہ کے ختم ہونے تک چیز واپس لینے یا دینے کا اختیار باقی رہے گا، اگر مقررہ مدت گزر جائے اور چیز واپس نہ ہوئی ہو تو بیع لازم ہو جائے گی۔ ۳۔ خیار الرؤیۃ: خیار الرویۃ یہ ہے کہ بن دیکھے کوئی چیز خرید لے، اور دیکھنے پر اختیار حاصل کرلے کہ اگر پسند آگئی تو رکھوں گا، ورنہ واپس کر دوں گا۔ ۴۔ خیار العیب: مشتری جب کوئی چیز خریدے اور خریدنے کے بعد اس میں عیب ظاہر ہو جو پہلے معلوم نہیں ہو سکا اور اس عیب سے چیز کی قیمت میں نقص آتا ہو، تو اب مشتری کو اختیار ہے یا تو وہ چیز واپس کر دے اور اپنی قیمت واپس لے لے، یا پھر معیوب چیز رکھ لے اور بائع سے عیب کا تاوان وصول کرلے، لہٰذا اس چیز کی بلا عیب قیمت لگائیں گے، پھر اسی چیز کی عیب کے ساتھ قیمت لگائیں گے۔ جتنا فرق ہوگا اس قدر بائع سے وصول کرلے گا، اور اگر بائع اور مشتری کا اختلاف ہو جائے کہ یہ عیب کس کے پاس پیدا ہوا ہے تو بائع کی بات اس سے حلف لیکر مان لیں گے، یا پھر سامان اور قیمت کی واپسی کرلیں۔ ۵۔ خیار الغبن: اور وہ یہ ہے کہ بائع یا مشتری کو بیع میں دھوکا دیا جائے تو دھوکا دیئے ہوئے انسان کو اختیار ہے وہ چیز رکھ لے یا بیع فسخ کر دے، جیسا کہ تجارتی قافلوں کا ملنے والے سے دھوکا کھانا، یا ناجش کے ریٹ بڑھانے سے دھوکا کھانا جس کا خریدنے کا ارادہ نہیں ہوتا۔ ۶۔ خیار التدلیس: یعنی بائع کا سامان کے عیب کو مشتری سے چھپالینا اور اسے مرغوب صورت میں پیش کرنا، جیسا کہ جٹ لگے جانور کو بیچنا، تاکہ دودھ زیادہ معلوم ہو، اگر ایسا ہو جائے تو ایسے جانور کو رکھ لے اور اگر اس کا دودھ دھو کر جانور واپس کرے تو اس دودھ کے بدلے ایک صاع کھجوریں بھی دے، جیسا کہ حدیث مصراۃ میں اس کا ذکر ہے۔ ۷۔ خیار الخیانۃ: جب بائع واقعہ کے خلاف چیز کی قیمت بتائے یا اس کی بتائی ہوئی قیمت سے کم ظاہر ہو جائے تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع کینسل کر دے یا وہ چیز رکھ لے اور زائد قیمت بھی اس سے وصول کرلے، مثال کے طور پر ایک شخص نے کتاب سو روپے کی لی ہے۔ اور دوسرا آدمی کہے مجھے یہ کتاب لگی قیمت میں دیدے، تو وہ آدمی کہے لگی قیمت تو ایک سو پچاس یعنی ڈیڑھ سو روپے ہیں۔ اور مشتری اس سے ڈیڑھ سو روپے میں خرید لے۔ اس کے بعد بائع کا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو مشتری کو خیار حاصل ہے۔ ۸۔ خیار الاعسار: اگر بائع کو معلوم ہو کہ مشتری تنگدست ہے یا ٹال مٹول کرنے والا ہے، تو بائع کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اور اپنا مال محفوظ کرلے۔

شرح بخاری

۲۱۰۷: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا". قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ، فَارَقَ صَاحِبَهُ.

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالوہاب نے خبر دی، کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرید و فروخت کرنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں اختیار ہوتا ہے، یا خود بیع میں اختیار کی شرط ہو۔ (تو شرط کے مطابق اختیار ہوتا ہے) نافع نے کہا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کوئی ایسی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو (خریدنے کے بعد) اپنے معاملہ دار سے جدا ہو جاتے۔

یعنی کب تک بیع فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے، کم کی تمیز محذوف ہے، أي کم یومًا یجوزُ الخیارُ یا کَمْ مَرَّۃً یجوزُ الخیارُ کتنے دن یا کتنی دفعہ اختیار ہے، بعض کہتے ہیں کہ تین دن تک خیار ہونا چاہیے۔ بعض ایک مہینے کے قائل ہیں، بعض کہتے ہیں، جب تک چاہیں خیار ہو سکتا ہے۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ "کم مرۃً یجوز الخیارُ" مثلاً کسی کو "اِخْتَرْ" کہا جائے تو ایک مرتبہ کہے یا تین مرتبہ، بخاری نے خیار کی کیفیات کو ذکر کرنا شروع کر دیا ہے، کیونکہ بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خیار اصل ہے اور ہر بیع میں خیار لازمی ہے، اس لیے "مَرَّۃً" کیفیت کو اصل قرار دیا ہے۔

قولہ إن المتبایعین بالخیار "بائع اور مشتری کو متبایعین کہا گیا ہے، اور مشتری کو تغلیبًا متبایع کہا گیا ہے، دونوں کو اختیار حاصل ہے، مشتری کو چیز واپس کرنے کا اختیار ہے اور بائع کو چیز واپس لینے کا اختیار ہے۔

قولہ مالم یتفرقا بائع اور مشتری جب تک اسی مجلس میں موجود رہیں، الگ الگ نہ ہوئے ہوں تو اس وقت تک انہیں اختیار حاصل ہے۔

قولہ أو یکون البیع خیارًا اس عبارت کے دو مفہوم ہیں ایک یہ کہ بیع میں بائع نے مشتری کو "اِخْتَرْ" کہہ کر اختیار دے دیا ہو، اور مشتری نے "اِخْتَرْتُ" کہہ دیا ہو تو جدا ہونے سے پہلے ہی بیع بات ہو جاتی ہے، اب چیز کی واپسی کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ دوسرا اس عبارت کا یہ معنی ہے کہ بیع ایسی ہو جس میں خیارِ شرط کیا گیا ہو اور دو یا تین دن کا اختیار دیا گیا ہو تو ایسی صورت میں تفرق اور جدا ہونے کے باوجود چیز کی واپسی کا اختیار باقی رہتا ہے، مطلب یہ ہے کہ بیع کے وقت نفس بیع کا خیار جو مجلس میں ہوتا ہے وہ قائم رہتا ہے۔ لیکن جو اختیار تفرق بالابدان کے بعد ہوتا ہے وہ شرط کرنے سے حاصل ہوتا ہے، ورنہ مجلس بدل جانے سے بیع پکی ہو جاتی ہے، اس عبارت کا پہلا معنی زیادہ معروف ہے کہ بائع اختر کہہ دے اور مشتری "اِخْتَرْتُ" کہہ دے تو اب واپسی کا اختیار باطل ہو جاتا ہے۔

قولہ فارقَ صاحبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی چیز خریدتے اور وہ چیز ان کو پسند ہوتی، تو وہ بائع کو چھوڑ کر

جدا ہو جاتے تاکہ یہ بیع بات ہو جائے، اور بائع چیز واپس نہ لے سکے، حالانکہ ایک حدیث میں ایسا کرنے سے روکا گیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "وَلَا یحل له یفارقه، خشیة أن یستقیله" [1] یعنی مشتری کا بائع سے اس لیے جدا ہونا تاکہ وہ چیز واپس نہ لے، جائز نہیں ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو، اس لیے وہ جدا ہو جاتے تھے یا اس حدیث میں "لَا یَحِلُّ" سے مراد یہ ہے کہ مروت کا تقاضا یہ ہے کہ جدا نہ ہو، ورنہ جدا ہونا حرام نہیں ہے، یا اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر بائع سے جلدی سے یا سہو سے یا سبقت لسانی سے کوئی لفظ نکل جائے اور مشتری اسے غنیمت جان کر باہر نکل جائے اور مجلس بدل لے تو یہ جائز نہیں ہے، اگر وہ سمجھے کہ ان تین صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں پائی جاتی تو الگ ہو سکتا ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی "خشیة أن یستقیله" سے یہی مراد لیتے ہوں گے، اس لیے وہ اپنے ساتھی کو چھوڑ کر اس سے جدا ہو جاتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابو برزہ اسلمی اس حدیث کو تفرق بالابدان پر محمول کرتے تھے۔ اس پر حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے: "ولم یعرف لهما مخالفٌ من الصحابة فکان کالإجماع" اس کے بعد ابراہیم نخعی نے اس کی مخالفت کی ہے، جو کہ صغار تابعین سے ہے، ان کی صحابی سے رؤیت ہے لیکن روایت نہیں ہے، ابراہیم نخعی نے سب سے پہلے یہ فتویٰ دیا کہ جب بائع اور مشتری میں ایجاب و قبول ہو جائے تو خیار نہیں رہتا، ان کے شاگردوں نے بھی ان کی موافقت کی اور کوفے میں یہ رائے عام رائج ہو گئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس کسی نے یہ حدیث بیان کی "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" [2] وہ کہنے لگے "هٰذا رجزٌ" یہ تو شعر ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ بعض حنفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے، قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا أن تکون تجارةً عن تراضٍ منکم" [3] لہٰذا جب بائع اور مشتری میں ایجاب و قبول ہو جاتا ہے تو باہمی رضامندی پائی جاتی ہے، اور بیع بات ہو جاتی ہے تو اختیار دینے کی کیا ضرورت ہے، حالانکہ غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیث خیار قرآن کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم میں دو لفظ آئے ہیں، ایک تجارت کا لفظ ہے جو ایجاب و قبول پر دلالت کرتا ہے، اور دوسرا لفظ "عن تراض" ہے، جسے الگ ذکر کیا ہے، کیونکہ ایجاب و قبول کبھی سبقت لسانی یا استعجال یا سہو سے بھی ہو جاتا ہے۔ بائع بعد میں سوچتا ہے کہ میں نے جو کہا ہے درست نہیں ہے، اس لیے شریعت اسلامیہ نے اسے مجلس میں سوچنے کے لیے اختیار دیا ہے، لہٰذا حدیث، قرآن کے منافی نہیں ہے، کیونکہ تراضی کبھی نہیں پائی جاتی، کبھی انسان کوئی چیز خرید لیتا ہے پھر اسے یاد آجاتا ہے کہ یہ چیز گھر میں موجود ہے، مجھے خریدنے کی ضرورت نہیں ہے یا سوچتا ہے کہ میں نے قیمت زیادہ لگادی ہے۔ فلاں مقام سے مجھے یہ چیز سستی مل سکتی ہے تو ایسی صورت میں ایجاب و قبول سے تجارت ہو

---

[1] سنن ترمذی: ۱۲۴۷، سنن ابی داود: ۳۴۵۶

[2] بخاری: ۲۰۸۲

[3] النساء: ۲۹

جاتی ہے لیکن تراضی نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے اسے مجلس برقرار ہونے کی صورت میں واپسی کا اختیار دیا ہے، لیکن حدیث خیار کو رجز کہنا یا یہ کہنا کہ اگر خرید و فروخت کشتی پر سواری کی حالت میں ہو، جس میں دو، یا تین دن تک سوار رہتے ہیں اور مجلس نہیں بدلتی، تو پھر بھی اسے فسخ کا اختیار حاصل رہے گا؟ ایسی باتیں کرنا تو حدیث نبوی پر اعتراض شمار ہوگا، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اختیار دیا ہے تو جب تک مجلس میں موجود رہیں گے، تب تک خیار حاصل رہے گا، اور اگر وہ چاہیں تو بائع اور مشتری "اِخْتَرْتُ" کہہ کر اختیار کو ختم بھی کر سکتے ہیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں "وأشهدوا إذا تبايعتم"[1] آیا ہے کہ جب بیع کرو تو گواہ بنالو، تمہارے ہاں جبکہ بیع نہیں ہوئی تو گواہ کس چیز پر بنائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ بیع سے مراد ایجاب و قبول ہے، ایجاب و قبول ہونے پر گواہ بنائیں گے، ویسے انہیں بیع توڑنے کا اختیار ہوتا ہے، جب وہ مجلس سے الگ ہو جائیں گے تو وہ گواہ قائم رہیں گے۔

اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب متبایعین کا اختلاف ہو جائے تو ان سے حلف لیا جائے گا، اگر اسی مجلس میں ان کا اختلاف ہو جائے اور انہیں مجلس میں ہوتے ہوئے بیع کو توڑنے کا حق حاصل ہے تو حلف لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ متبایعین کے اختلاف کو مجلس سے قبل پر محمول کیا جائے، یہ اختلاف مجلس کے ختم ہونے کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ اس وقت حلف کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔



احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ امام مالک کا موقف بھی وہی ہے جو امام ابوحنیفہ کا ہے، حالانکہ دونوں میں فرق ہے، امام ابوحنیفہ خیار کی حدیث کو رجز کہتے ہیں، امام مالک نے رجز نہیں کہا، انہوں نے تو یہ کہا ہے کہ اس پر ہمارے ہاں عمل نہیں ہے، کیونکہ مجلس کا علم نہیں ہوتا کہ کتنی لمبی ہو جائے، اس پر ابن ابی ذئب نے کہا تھا کہ مالک نے حدیث نبوی کے مقابلہ میں ایسی بات کی ہے کہ وہ گردن زدنی ہو گئے ہیں۔

صحابہ اور تابعین میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے جو حنفی کہتے ہیں، سب سے پہلے ابراہیم نخعی نے یہ رائے اختیار کی ہے۔

اگرچہ قرآنِ کریم میں متبایعین کی تراضی کا ذکر ہے، لیکن حدیث میں اس کی تفسیر آگئی ہے کہ جب تک مجلس برقرار ہے انہیں رد کرنے کا اختیار ہے، اور جب مجلس ختم ہو جائے گی تو سمجھا جائے گا کہ تراضی پائی گئی ہے، بعض احناف کا قول ہے کہ خیار سے مراد خیارِ قبول ہے، بائع جب کہے کہ میں نے یہ چیز تجھے دس روپے میں دی، تو مشتری کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے، اور جب مشتری کو اختیار ہے تو بائع کو بھی اختیار ہے کہ اپنے الفاظ سے رجوع کر لے اور کہے کہ میں یہ چیز تجھے نہیں دیتا، گویا خیارِ قبول پر اس حدیث کو محمول کرتے ہیں، حالانکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ بائع کے کہنے سے ہی چیز لازم ہو جائے، لہٰذا یہ لغو بات ہے، احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے

[1] البقرة: ٢٨٢

مراد تفرق بالاقوال ہے۔ بائع نے بعت کہا اور مشتری نے ابھی اشتریت نہیں کہا، لہٰذا اب اسے اختیار ہے۔ لیکن جب اس نے "اشتریت" کہہ دیا تو اختیار ختم ہو جائے گا، بعض تفرق بالاقوال کا یہ معنی کرتے ہیں کہ بائع نے کہا کہ میں دس روپے میں یہ چیز دیتا ہوں، مشتری کہے کہ میں پانچ روپے میں لیتا ہوں تو اس میں بائع کو اختیار ہے اس کی مرضی ہے کہ پانچ روپے میں دے یا نہ دے، جبکہ یہ تمام تاویلات ہیں جو حدیث کو رد کرنے کے لیے گھڑی جاتی ہیں۔

متاخرین حنفیہ نے یہ بات کی ہے کہ اس حدیث کا معنی تو وہی ہے جو شافعیوں کے ہاں ہے۔ اور اس سے مراد تفرق بالابدان ہے، کیونکہ لغت میں تفرق کا اطلاق تفرق بالابدان پر ہی ہوتا ہے، اس کے علاوہ دیگر معنی مجازی ہے جس کے لیے قرینہ کی ضرورت ہے، لیکن شوافع والا معنی مراد لینا واجب نہیں ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ شوافع کا معنی استحباب پر محمول ہے۔

ان کا آخری فیصلہ یہ ہے کہ اگر مجلس برقرار ہے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے تو بہتر یہ ہے کہ وہ چیز واپس کرلے[1]۔

۲۱۰۸: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا"، وَزَادَ أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ، قَالَ: قَالَ هَمَّامٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ، فَقَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابوالخلیل

شرح بخاری

[1] شیخ الہند محمود حسن صاحب بیع خیار کے بارہ میں ایسا فیصلہ سناتے ہیں جو رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے، وہ حدیث نبوی کے مطابق خیارِ مجلس سے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کو حق و صواب بھی کہتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کی تقلید کی وجہ سے اس حق کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، وہ لکھتے ہیں: "قوله البيعان بالخيار، اعلم أن الأصل في هذا المسئلة أن الشافعي يثبت للبائع والمشترى بعد انعقاد البيع خيار المجلس، وأبوحنيفة لا يسلمهٔ وأكثر الروايات موافق للشافعي" اس بحث کے آخر میں جاکر اپنے ایک شیخ سے شافعی کے مذہب کو راجح قرار دیتے ہوئے نقل کرتے ہیں: "الحق والانصاف أن الترجيح للشافعي في هذا المسئلة، ونحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة" (التقریر للترمذی محمود حسن، ص۳۶) یعنی خیارِ مجلس سے متعلق اکثر احادیث امام شافعی کے موقف کو ثابت کرتی ہیں جو بائع اور مشتری کے لیے خیارِ مجلس کے قائل ہیں، اور ابوحنیفہ اسے تسلیم نہیں کرتے، جبکہ حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دلیل کے اعتبار سے امام شافعی کا مذہب راجح ہے، لیکن ہم تو امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں ہم پر اپنے امام کی تقلید کرنا واجب ہے۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ حدیث نبوی کے موافق موقف کو حق بھی مانا جائے اور پھر تقلید امام کی وجہ سے دھڑلے کے ساتھ اسے رد کرنے کا اعلان بھی کیا جائے۔ "واهرب عن التقليد فهو ضلالة، إن المقلد في سبيل الهالك"

نے، ان سے عبداللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیچنے اور خریدنے والوں کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (معاملہ کو باقی رکھنے یا توڑ دینے کا) اختیار ہوتا ہے۔ احمد نے یہ زیادتی کی کہ ہم سے بہز نے بیان کیا کہ ہمام نے بیان کیا کہ میں نے اس کا ذکر ابوالتیاح کے سامنے کیا تو انہوں نے بتلایا کہ جب عبداللہ بن حارث نے یہ حدیث بیان کی تھی، تو میں بھی اس وقت ابوالخلیل کے ساتھ موجود تھا۔

۴۳۔ بَابُ إِذَا لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْخِيَارِ، هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ:

باب: اگر بائع یا مشتری اختیار کی مدت معین نہ کرے تو بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

۲۱۰۹: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اخْتَرْ". وَرُبَّمَا قَالَ: أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خریدنے والے اور بیچنے والے کو (بیع توڑ دینے کا) اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ یا دونوں میں سے کوئی ایک اپنے دوسرے فریق سے یہ نہ کہہ دے کہ پسند کر لو۔ کبھی یہ بھی کہا کہ یا اختیار کی شرط کے ساتھ بیع ہو۔



شرح بخاری

خیارِ موقت نہ کرنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس سے خیارِ شرط مراد لیا جائے کہ وہ مطلق شرط کرتا ہے کہ مجھے اختیار ہے، دو یا تین دن کی تعیین نہیں کرتا، خیارِ شرط میں دنوں کی تعیین میں بھی اختلاف ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک خیارِ شرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی، اگر اس سے زائد مدت ٹھہرائی جائے یا کوئی مدت معین نہ کی جائے تو بیع باطل ہوگی، اور امام احمد کے نزدیک جتنی مدت ٹھہرائی جائے اتنی مدت تک اختیار رہے گا، اور اگر کوئی مدت معین نہ کی جائے تو ہمیشہ اختیار رہے گا۔

اور توقیت نہ کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ "اختر" نہ کہے تو اختر نہ کہنے سے بیع ہو جائے گی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

۴۴۔ بَابُ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا:

باب: جب تک خریدنے اور بیچنے والے جدا نہ ہوں انہیں اختیار باقی رہتا ہے

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَشُرَيْحٌ، وَالشَّعْبِيُّ، وَطَاوُسٌ، وَعَطَاءٌ، وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

(کہ بیع قائم رکھیں یا توڑ دیں) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، شریح، شعبی، طاؤس، عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ سب نے یہی کہا ہے۔



٢١١٠: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ قَتَادَةُ: أَخْبَرَنِي عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا".

مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو حبان بن ہلال نے خبر دی، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہ ان کو قتادہ نے خبر دی کہ مجھے صالح ابوالخلیل نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن حارث نے، کہا کہ میں نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خریدنے اور بیچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں انہیں اختیار باقی رہتا ہے۔ اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات صاف صاف بیان اور واضح کر دی، تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت مٹادی جاتی ہے۔

٢١١١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمُتَبَايِعَانِ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خریدنے اور بیچنے والے دونوں کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے، جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ مگر بیع خیار میں۔

قولہ الا بیع الخیار اس عبارت کے دونوں معانی ہو سکتے ہیں، اختر کہنے کا معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اگر بائع مشتری سے کہے "اختر" اور مشتری "اخترتُ" کہہ دے تو مجلس سے جدا ہونے سے پہلے ہی اختیار ختم ہو جائے گا اور اخترت کہنے سے بیع بات ہو جائے گی۔ یا اس عبارت سے خیار شرط مراد ہے کہ اگر دو یا تین دن کا اختیار لیا ہے تو مجلس بدلنے کے بعد بھی چیز کی واپسی کا اختیار رہے گا۔

٤٥۔ بَابُ إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ:

باب: اگر بیع کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لینے کے لیے مختار بنایا تو بیع لازم ہو گئی



٢١١٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، وَكَانَا جَمِيعًا، أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ، فَقَدْ

وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَايَعَا، وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب دو شخصوں نے خرید و فروخت کی تو جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں، انہیں (بیع کو توڑ دینے کا) اختیار باقی رہتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ دونوں ایک ہی جگہ رہیں، لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کے لیے کہا اور اس شرط پر بیع ہوئی، اور دونوں نے بیع کا قطعی فیصلہ کر لیا، تو بیع اسی وقت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا، تو بھی بیع لازم ہو جاتی ہے۔

جب بیع کے بعد بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک دوسرے کو اختیار دیدے تو بیع لازم ہوتی ہے۔

اختیار دینے سے مراد اختر کہنا ہے اس طرح جدا ہونے سے پہلے ہی بیع پختہ ہو جائے گی، یا اس سے خیارِ شرط مراد ہے، اگر خیارِ شرط کیا جائے تو بیع ہو جائے گی لیکن جدا ہونے کے بعد بھی اختیار حاصل رہے گا۔

قولہ وکانا جمیعًا یہ جملہ اس سے قبل "مالم یتفرقا" کی تاکید ہے، خطابی نے کہا ہے کہ یہ لفظ خیارِ مجلس کے ثبوت کی بڑی واضح دلیل ہے، جس سے اس حدیث کے خلاف کی جانے والی ہر تاویل رد ہو جاتی ہے، اور اس حدیث کے آخر میں آنے والے الفاظ "وان تفرقا بعد أن یتبایعا ولم یترك واحد منهما البیع فقد وجب البیع" اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے، اس سے تفرق بالاقوال مراد لینا بے فائدہ ہے۔

۴۶۔ بَابُ إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ، هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ:

باب: اگر بائع اپنے لیے اختیار کی شرط کر لے تو بھی بیع جائز ہے

۲۱۱۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ".

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی بھی خریدنے اور بیچنے والے میں اس وقت تک بیع پختہ نہیں ہوتی جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔ البتہ وہ بیع جس میں مشترکہ اختیار کی شرط لگا دی گئی ہو اس سے الگ ہے۔

یہ باب لاکر امام بخاری ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ خیارِ شرط مشتری کو ہی کرنا جائز ہے بائع کے لیے درست نہیں ہے حالانکہ خیار شرط بائع بھی کر سکتا ہے لہٰذا جب بائع کو اختیار حاصل ہو تو بیع ہو جائے گی، کیونکہ بیع

ایجاب و قبول کا نام ہے، جب ایجاب و قبول ہو جائے گا تو بیع ہو جائے گی، بعض کہتے ہیں جب بائع کو اختیار ہو تو بائع کے ملک سے چیز نہیں نکلتی، ہاں اگر مشتری کو اختیار حاصل ہو تو بائع کے ملک سے نکل جاتی ہے، اب مشتری کے بارہ میں احناف کے دو قول ہیں ایک یہ کہ مشتری کے ملک میں داخل ہو جاتی ہے دوسرا قول داخل نہ ہونے کا ہے۔

٢١١٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا". قَالَ هَمَّامٌ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي: يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا، فَعَسَى أَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا وَيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا. قَالَ: وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ، يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مجھ سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حبان نے بیان کیا، کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو خلیل نے، ان سے عبداللہ بن حارث نے اور ان سے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیچنے اور خریدنے والے کو جب تک وہ جدا نہ ہوں (بیع توڑ دینے کا) اختیار ہے۔ ہمام راوی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب میں لفظ «یختار» تین مرتبہ لکھا ہوا پایا۔ پس اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور بات صاف صاف واضح کر دی تو انہیں ان کی بیع میں برکت ملتی ہے اور اگر انہوں نے جھوٹی باتیں بنائیں اور (کسی عیب کو) چھپایا تو تھوڑا سا نفع شاید وہ کمالیں، لیکن ان کی بیع میں برکت نہیں ہو گی۔ (حبان نے) کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن حارث سے سنا کہ یہی حدیث وہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے تھے۔

٤٧۔بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي، أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ:

باب: اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور جدا ہونے سے پہلے ہی کسی اور کو للہ دے دی پھر بیچنے والے نے خریدنے والے کو اس پر نہیں ٹوکا، یا کوئی غلام خرید کر (بیچنے والے سے جدائی سے پہلے ہی اسے) آزاد کر دیا

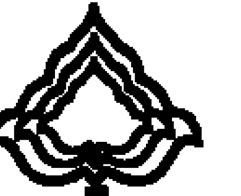
وَقَالَ طَاوُسٌ: فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا، ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ، وَالرِّبْحُ لَهُ.

طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا، جو (فریق ثانی کی) رضامندی کے بعد کوئی سامان اس سے خریدے اور پھر اسے بیچ دے اور بائع انکار نہ کرے تو یہ بیع لازم ہو جائے گی۔ اور اس کا نفع بھی خریدار ہی کا ہو گا۔

۲۱۱۵: وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي، فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ، وَيَرُدُّهُ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ، وَيَرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ، قَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: بِعْنِيهِ، فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ".

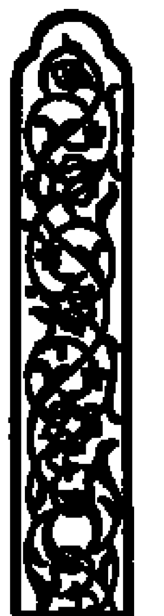
حمیدی نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے بیان کیا اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ اکثر وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل جاتا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس کر دیتے۔ وہ پھر آگے بڑھ جاتا۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ ڈال۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہ اونٹ دیدے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اونٹ بیچ ڈالا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عبداللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تیرا ہو گیا جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔



شرح بخاری

اگر ایک شخص کوئی چیز خریدے، اور جدا ہونے سے پہلے ہی اسی وقت کسی دوسرے شخص کو وہ چیز ہبہ کر دے، اور چیز بیچنے والا، خریدار پر انکار نہ کرے، تو یہ بیع جائز ہو گی، اسی طرح اگر ایک شخص کسی دوسرے سے غلام خریدے، اور بیچنے والے سے جدا ہونے سے پہلے ہی اسے آزاد کر دے، تو بھی بیع نافذ ہو جائے گی، اور طاؤس بن کیسان نے اس شخص کے بارہ میں کہا جو رضامندی کی شرط پر کوئی سامان خریدے، یعنی اس شرط پر کوئی چیز خریدتا ہے کہ اگر اسے یہ چیز پسند آگئی تو یہ بیع نافذ کر دے گا، پھر وہ جدا ہونے سے پہلے اسے آگے بیچ دے اور بیچنے والا اس پر انکار نہ کرے، تو بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع بھی خریدار کا ہو گا۔

یہاں دراصل امام بخاری رحمہ اللہ ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ حنفیہ کا خیال یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری کو خیارِ مجلس حاصل ہوتا ہے، تو تمہارے ہاں اگر مشتری، بائع سے کوئی چیز خریدے تو آگے اس کی بیع درست نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ جب تک مجلس برقرار ہے تو اس کا آگے بیچنا جائز نہیں ہے، جب مجلس بدلنے سے اس کی بیع بات ہو گی تب اسے بیچے گا، امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں جب ایجاب و قبول ہو چکا ہے تو بیع درست ہو چکی ہے، ہاں جب تک مجلس برقرار ہے تو انہیں اختیار بھی حاصل ہے، اگرچہ بائع مجلس کے اندر اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے لہٰذا اگر وہ اس بیع کو فسخ



کرے گا تو دوسری بیع خود بخود فسخ ہو جائے گی، اور اگر اس کے سامنے بیع ہو رہی ہو اور وہ انکار نہ کرے تو یہ "اُختَرت" کہنے کی طرح ہو جائے گا، کیونکہ اس کی موجودگی میں بیع ثانی ہو رہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسری بیع پر راضی ہے لہٰذا اس کا انکار نہ کرنا "اخترت" کہنے کی طرح سمجھا جائے گا۔

قولہ فاعتقهٔ یعنی غلام خرید کر اُسے اس کے سامنے آزاد کر دیا تو بیع صحیح ہوگی اور اس کا سکوت "اخترت" ہی سمجھا جائے گا۔

قولہ یشتری السلعة علی الرضا یعنی وہ کہتا ہے کہ میں یہ چیز لے جاتا ہوں اگر پسند آئی تو رکھ لوں گا، ورنہ واپس کر دوں گا، اس کے بعد وہ اسے بیچ دے تو بیع ہو جائے گی، بائع یہ نہیں کہہ سکتا تو نے "علی الرضا" کہا تھا مجھے بتایا کیوں نہیں۔ بلکہ اس کا بیع کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ راضی ہے نفع بھی اسی کا ہوگا، بائع کا نہیں۔

قولہ هو لك یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹ مفت میں نبی کریم علیہ السلام کو دینا چاہا۔

قولہ قد غبنته کیونکہ میری زمین جو میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی وہ مدینہ سے دور تھی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زمین جو میں نے لی وہ مدینہ کے قریب تھی، اس طرح میں نے حضرت عثمان کو نقصان دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ تفرق بالابدان سے بیع بات ہو جاتی ہے۔

٢١١٦: قَالَ أَبُو عَبْد الله: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ الله، عَنْ عَبْدِ الله بْنِ عُمَرَ رَضِيَ الله عَنْهُ، قَالَ: بِعْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، مَالًا بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْبَرَ. فَلَمَّا تَبَايَعْنَا، رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ أَنْ يُرَادَّنِي الْبَيْعَ، وَكَانَتِ السُّنَّةُ: أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا. قَالَ عَبْدُ الله: فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُودَ بِثَلَاثِ لَيَالٍ، وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ.

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ میں نے امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی وادی قریٰ کی زمین، ان کی خیبر کی زمین کے بدلے میں بیچی تھی۔ پھر جب ہم نے بیع کر لی تو میں الٹے پاؤں ان کے گھر سے اس خیال سے باہر نکل گیا کہ کہیں وہ بیع فسخ نہ کر دیں۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ تھا کہ بیچنے اور خریدنے والے کو (بیع توڑنے کا) اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہماری خرید و فروخت پوری ہو گئی اور میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچایا ہے کیونکہ (اس تبادلہ کے نتیجے میں، میں نے ان کی پہلی زمین سے) انہیں تین دن کے

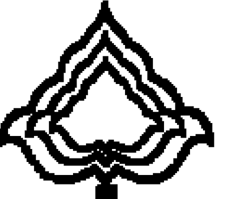
سفر کی دوری پر ثمود کی زمین کی طرف دھکیل دیا تھا اور انہوں نے مجھے (میری مسافت کم کر کے) مدینہ سے صرف تین دن کے سفر کی دوری پر لا چھوڑا تھا۔

۴۸۔بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ:

باب: خرید و فروخت میں دھوکہ دینا مکروہ ہے

۲۱۱۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ، فَقَالَ: "إِذَا بَايَعْتَ، فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن دینار نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص (حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اکثر خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم کسی چیز کی خرید و فروخت کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ اور فریب کا کام نہیں۔



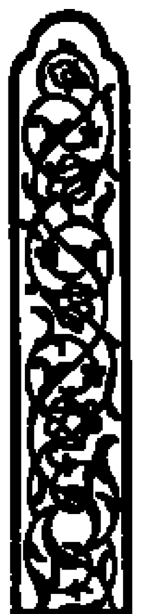
امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ سے اشارہ کیا ہے کہ خرید و فروخت میں دھوکہ دینا جائز نہیں ہے، لیکن اس سے بیع فسخ نہیں ہوگی۔

قولہ أن رجلاً ذکر یہ انصاری آدمی تھا جس کا نام حبان بن منقذ تھا، جیسا کہ نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں کہا ہے، ابن ماجہ اور تاریخ بخاری میں اس کا نام منقذ بن عمرو آیا ہے، یہ صحابی بن صحابی ہے، غزوہ احد اور دیگر معرکوں میں شریک ہوئے، ان کے سر میں زخم لگا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انہیں تجارت اور خرید و فروخت کی عادت تھی، جبکہ ان کے اہل و عیال انہیں اس سے روکتے تھے، اور کہا کرتے تھے آپ کو تجارت اور بیع کرنے کا طریقہ نہیں آتا، لہٰذا بیع نہ کیا کریں، لیکن وہ اپنی عادت سے رکتے نہیں تھے۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تو بیع کرتے وقت "لا خلابة" کہہ لیا کر، یعنی "لا خلابة ولي خيار ثلاثة أيام" اگر تو ایسے کہہ دے تو تجھے تین دن تک چیز کی واپسی کا اختیار ہوگا[1]۔

شرح بخاری

---

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے: "عن ابن عمر قال: سمعت رجلاً من الأنصار وكان بلسانه لُوثةٌ يشكو إلي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أنه لا يزالُ يغبن فى البيع فقال له رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إذا بايعت فقل لا خلابة ثم أنت بالخيار فى كل سلعةٍ ابتعتها، ثلاث ليالٍ، فإن رضيت فأمسك، وإن سخطت فاردد. قال ابن عباس فحدثت بهذا محمد بن يحيي بن حبان قال كان جدى منقذ بن عمرو وكان رجلًا قد أصيب فى رأسه آمّة فكسرت لسانه ونقضت عقله وكان يغبن فى البيوع وكان لا يدع التجارة فشكا ذلك إلي النبى صلی اللہ علیہ وسلم فقال: إذا أنت بعت فقل: لا خلابة، ثم أنت فى كل بيع



۴۹-بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الأَسْوَاقِ:

باب: بازاروں کا بیان

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، قُلْتُ: هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوقُ قَيْنُقَاعَ. وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، وَقَالَ عُمَرُ: أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالأَسْوَاقِ.

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم مدینہ آئے، تو میں نے (اپنے اسلامی بھائی سے) پوچھا کہ کیا یہاں کوئی بازار ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے بازار بتادو اور عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ مجھے بازار کی خرید و فروخت نے غافل رکھا۔

۲۱۱۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ".

ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے محمد بن سوقہ نے، ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے قریب ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا تو انہیں اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ میں نے کہا، یارسول اللہ! اسے شروع سے آخر تک کیوں کر دھنسایا جائے گا جب کہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے جو ان لشکریوں میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ان کی نیتوں کے مطابق وہ اٹھائے جائیں گے۔

ابن بطال نے کہا ہے کہ بخاری کا بازاروں سے مقصود ان میں تجارت کے جواز کو ثابت کرنا ہے اور یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ بازاروں میں اہل شرف اور اہل فضل لوگ بھی جاسکتے ہیں، اگرچہ مسند احمد کی حدیث میں بازاروں کو شر البقاع

تبتاعه، بالخيار، ثلاث ليالٍ، فبقي، حتى أدرك زمان عثمان، وهوا بن ماةٍ وثلاثين سنة، الخ
(السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث: ۱۰۴۵۹، ج۵، ص۴۴۹)

کہا گیا ہے[1]، لیکن خرید و فروخت کی ضرورت کے لیے بازار میں جانا جائز ہے۔

قولہ وفیھم أسواقھم اسی کا ترجمہ باب سے تعلق ہے اور اس سے مراد اہل سوق یعنی بازار والے لوگ ہیں جو وہاں خرید و فروخت کرتے ہیں۔

قولہ تزید علی صلاتہ فی سوقہ اس کا ترجمہ باب سے تعلق ہے اور یہ لفظ بازار میں نماز کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

۲۱۱۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ، وَبَيْتِهِ، بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ، وَقَالَ: أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے درجوں میں کچھ اوپر بیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے اور جب تک ایک شخص اپنے مصلے پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لیے رحمت کی دعائیں یوں کرتے رہتے ہیں «اللهم صل عليه، اللهم ارحمه» اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ سب نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

۲۱۲۰: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي".

[1] السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۹۸۴۰، مسند احمد: ۱۶۷۴۴

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار میں تھے۔ کہ ایک شخص نے پکارا یا ابا القاسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا۔ (کیونکہ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہی تھی) اس پر اس شخص نے کہا کہ میں نے تو اس کو بلایا تھا۔ (یعنی ایک دوسرے شخص کو جو ابوالقاسم ہی کنیت رکھتا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت تم اپنے لیے نہ رکھو۔

۲۱۲۱: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، دَعَا رَجُلٌ بِالبَقِيعِ: "يَا أَبَا القَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ، قَالَ: سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي".

ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے حمید نے، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے بقیع میں (کسی کو) پکارا اے ابوالقاسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، تو اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پکارا۔ اس دوسرے آدمی کو پکارا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔

قولہ بالبقیع اس سے مراد وہ بازار ہے جو بقیع میں لگتا تھا۔

قولہ أثم لکع خطابی نے کہا ہے کہ اس کے دو معانی ہیں۔ ایک صغیر (چھوٹا) دوسرا معنی لئیم ہے یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ پہلا عمر کے لحاظ سے صغیر ہوتا ہے اور دوسرا اخلاق کے اعتبار سے۔

قولہ أنه رأى نافع بن جبیر اس سے عبیداللہ کا نافع بن جبیر سے سماع ثابت کرنا مقصود ہے۔

۲۱۲۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ، لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ، فَقَالَ: أَثَمَّ لُكَعُ، أَثَمَّ لُكَعُ، فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا، فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ". قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن یزید نے ان سے نافع بن جبیر بن مطعم نے اور ان سے ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی بات کی

اور نہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قینقاع کے بازار میں آئے پھر (واپس ہوئے اور) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے اور فرمایا، وہ بچہ کہاں ہے، وہ بچہ کہاں ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کسی مشغولیت کی وجہ سے فوراً) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں۔ میں نے خیال کیا، ممکن ہے حسن رضی اللہ عنہ کو کرتا وغیرہ پہنا رہی ہوں یا نہلا رہی ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سینے سے لگا لیا اور بوسہ لیا، پھر فرمایا اے اللہ؟! اسے محبوب رکھ اور اس شخص کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھے۔ سفیان نے کہا کہ عبید اللہ نے مجھے خبر دی، انہوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک ہی رکعت پڑھی تھی۔

٢١٢٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ.

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوضمرہ انس بن عیاض نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غلہ قافلوں سے خریدتے تھے تو آپ ان کے پاس کوئی آدمی بھیج کر وہیں پر جہاں انہوں نے غلہ خریدا ہوتا۔ اس غلے کو بیچنے سے منع فرما دیتے اور اسے وہاں سے لا کر بیچنے کا حکم ہوتا جہاں عام طور پر غلہ بکتا تھا۔



حافظ نے اس حدیث کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ترجمہ باب میں مذکور سوق سے مراد خاص جگہ نہیں ہے بلکہ سوق کا لفظ عام ہے ہر وہ جگہ جہاں تجارت اور خرید و فروخت ہوتی ہو اسے "سوق" کہا جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث میں "حیث یباع الطعام" سے مراد بیع کی جگہ ہے جس کا باب سے تعلق ہے۔

٢١٢٤: قَالَ: وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ".

کہا کہ ہم سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طرح اپنے قبضہ میں کرنے سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا۔



٥٠۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ:

باب: بازار میں شور و غل مچانا مکروہ ہے

٢١٢٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ:

لَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قُلْتُ: "أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ؟ قَالَ: أَجَلْ، وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ، يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ. وَلَا غَلِيظٍ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَآذَانًا صُمًّا، وَقُلُوبًا غُلْفًا". تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ هِلَالٍ، وَقَالَ سَعِيدٌ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ سَلَامٍ، غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ سَيْفٌ أَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ، وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُونًا.

ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات توریت میں آئی ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! قسم اللہ کی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں بالکل بعض وہی صفات آئی ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ جیسے کہ اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اور ان پڑھ قوم کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے۔ تم نہ بدخو ہو، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور غل مچانے والے، (اور تورات میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ) وہ (میرا بندہ اور رسول) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لے گا۔ بلکہ معاف اور درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھی نہ کرالے، یعنی لوگ «لا إله إلا الله» نہ کہنے لگیں اور اس کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو بینا، بہرے کانوں کو شنوا اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو پردے کھول دے گا۔ اس حدیث کی متابعت عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہلال سے کی ہے۔ اور سعید نے بیان کیا کہ ان سے ہلال نے، ان سے عطاء نے کہ «غلف» ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پردے میں ہو۔ «سیف أغلف، وقوس غلفاء» اسی سے ہے اور «رجل أغلف» اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

شرح بخاری

السخب، سین اور صاد کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے، اور اس سے مراد جھگڑتے وقت آواز بلند کرنا ہے، اور ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ بازاروں میں شور وغل مچانا ناپسندیدہ فعل ہے، اگرچہ بازار کو بری جگہ کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: "شر البقاع الأسواق"[1] لیکن اپنی ضروریات کے حصول کے لیے بازاروں میں آمد و رفت

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۷۹۸

جائز ہے۔

قولہ أخبرنی عن صفة رسول اللہ چونکہ عبداللہ بن عمرو، قرآن اور تورات دونوں کے عالم تھے۔ اس لیے عطاء بن یسار نے ان سے یہ سوال کیا کہ تورات میں ذکر ہونے والی آپ کی صفات کیا ہیں۔

قولہ إنه لموصوف فی التوراة بعض چکڑالوی اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ تورات میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں، لہٰذا بخاری کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کے جواب میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو کا قول ہے، دوسری بات یہ ہے کہ تورات کا لفظ کبھی مطلق کتاب کے معنی میں ہوتا ہے، اس وقت اس سے موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات مراد نہیں ہوتی، عبداللہ بن عمرو جنگ یرموک میں وہاں سے حمل بعیر یعنی اونٹ پر لاد کر کتابیں لائے تھے، ہوسکتا ہے ان میں سے کسی کتاب میں یہ لفظ ہوں، اور فی التوراة سے مراد مطلق کتاب ہو، تورات کا لفظ کبھی انجیل سے پہلے کے تمام صحیفوں پر بھی بولا جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو صادق و امین ہیں، انہوں نے کسی صحیفہ میں یہ لفظ دیکھ کر ہی نقل کیے ہیں، اگرچہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات میں یہ الفاظ نہیں ہیں لیکن یسعیا نامی صحیفے کے اکتالیسویں باب میں ایسے الفاظ آتے ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے[1]۔

قولہ حرزًا للأمیین أی حافظاً للأمیین اور اُمیوں سے مراد عرب ہیں جو لکھنا، پڑھنا کم ہی جانتے تھے۔

قولہ الملة العوجاء اس ٹیڑھی قوم سے مراد عرب کی قوم ہے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو اپنے شرک کے کاموں سے ٹیڑھا کر دیا تھا، اور دین توحید کو بت پرستی سے بدل دیا تھا۔

٥١۔بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي:

باب: ناپ تول کرنے والے کی مزدوری بیچنے والے پر اور دینے والے پر ہے (خریدار پر نہیں)

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ. يَعْنِي كَالُوا لَهُمْ وَوَزَنُوا لَهُمْ كَقَوْلِهِ: يَسْمَعُونَكُمْ يَسْمَعُونَ لَكُمْ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اكْتَالُوا حَتَّى تَسْتَوْفُوا». وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «إِذَا بِعْتَ فَكِلْ، وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ».

اللہ تعالیٰ نے فرمایا «وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون» جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے

---

[1] یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ تورات میں موجود ہوں، لیکن اہل تورات نے تحریف کرتے ہوئے ان کلمات کو تورات سے نکال دیا ہو، بھلا وہ تورات میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارہ میں آپ کی تعریف کے کلمات کو کیسے برداشت کرسکتے تھے قرآنِ کریم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اہل تورات اللہ تعالیٰ کے کلمات کو بدل دیا کرتے تھے، سورۃ النساء میں ہے: "من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه" (آیت:٤٦) یہود میں سے بعض لوگ باتوں کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں۔

ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ بیچنے والے خریدنے والوں کے لیے ناپتے اور وزن کرتے ہیں۔ جیسے دوسری آیت میں کلمہ «یسمعونکم» سے مراد ہے «یسمعون لکم» ہے۔ ویسے ہی اس آیت میں «کالوھم» سے مراد «کالوا لھم» ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجور ناپ لو اور اپنے اونٹ کی قیمت پوری بھر لو۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، جب تو کوئی چیز بیچا کرے تو ناپ کے دیا کر اور جب کوئی چیز خریدے تو اسے بھی نپوالیا کر۔

یعنی خرید و فروخت کے وقت ناپ کر یا تول کر دینے والے کی مزدوری بیچنے والے اور دینے والے کے ذمہ ہے۔ (خریدار پر نہیں ہے) اس کے بعد قرآنِ کریم کی آیت کچھ مناسبت کی بنا پر ذکر کر دی ہے، ورنہ اس آیت میں بائع پر کیل کا ذکر نہیں ہے۔

اور مناسبت یہ ہے کہ جب ذکر کیا کہ کیل اور وزن اور اس کی اجرت بائع اور معطی کے ذمہ ہے اور انہیں چاہیے کہ لوگوں کا حق پورا پورا ادا کریں لیکن اگر وہ کمی بیشی کر کے خیانت کا ارتکاب کریں گے تو سورۃ المطففین کی آیت "واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون"[1] آخر تک کی وعید میں داخل ہوں گے۔

۲۱۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی شخص کسی قسم کا غلہ خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کر لے، اسے نہ بیچے۔

۲۱۲۷: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ، وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غُرَمَائِهِ، أَنْ يَضَعُوا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَفْعَلُوا، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، وَعَذْقَ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ، فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَى أَعْلَاهُ أَوْ فِي وَسَطِهِ، ثُمَّ قَالَ: كِلْ لِلْقَوْمِ، فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ، وَبَقِيَ تَمْرِي، كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ"، وَقَالَ فِرَاسٌ: عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي جَابِرٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّاهُ وَقَالَ هِشَامٌ: عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

[1] المطففین:۳

وَسَلَّمَ: جُذَّلَهُ فَأَوْفِ لَهُ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہمیں جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں عامر شعبی نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ (میرے باپ) شہید ہو گئے تو ان کے ذمے (لوگوں کا) کچھ قرض باقی تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کوشش کی کہ قرض خواہ کچھ اپنے قرضوں کو معاف کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی چاہا، لیکن وہ نہیں مانے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اپنی تمام کھجور کی قسموں کو الگ الگ کر لو۔ عجوہ (ایک خاص قسم کی کھجور) کو الگ رکھ اور عذق زید (کھجور کی ایک قسم) کو الگ کر۔ پھر مجھے بلا بھیج۔ میں نے ایسا ہی کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر پر یا بیچ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اب ان قرض خواہوں کو ناپ کر دو۔ میں نے ناپنا شروع کیا۔ جتنا قرض لوگوں کا تھا۔ میں نے سب کو ادا کر دیا، پھر بھی تمام کھجور جوں کی توں تھی۔ اس میں سے ایک دانہ برابر کی کمی نہیں ہوئی تھی۔ فراس نے بیان کیا کہ ان سے شعبی نے، اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ برابر ان کے لیے تولتے رہے، یہاں تک کہ ان کا پورا قرض ادا ہو گیا۔ اور ہشام نے کہا، ان سے وہب نے، اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھجور توڑ اور اپنا قرض پورا ادا کر دے۔



قولہ کل للقوم کیل اور اکتیال میں فرق یہ ہے کہ اکتیال اپنے لیے ماپنے کو کہتے ہیں اور کیل عام ہے اپنے لیے ہو یا غیر کے لیے اور ماپنے کی اُجرت بائع پر آتی ہے، کیونکہ ماپ کر دینا اس کے ذمہ ہوتا ہے۔

قولہ فلم یفعلوا وہ یہودی تھے اس لیے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی سفارش بھی قبول نہیں کی۔

قولہ کل للقوم اسی لفظ سے باب پر استدلال ہے کہ کیل یا وزن بائع یا معطی کے ذمہ ہے۔

۵۲۔ بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ:

باب: اناج کا ناپ تول کرنا مستحب ہے

۲۱۲۸: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ولید نے بیان کیا، ان سے ثور نے، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے غلے کو ناپ لیا کرو۔ اس میں تمہیں برکت ہو گی۔



جب کوئی چیز جزافاً یعنی اٹکل سے خریدی جائے تو اس وقت کیل کر لینا مستحب ہے، اسے چاہیے کہ اُسے ماپ لے

تاکہ معلوم ہوجائے کہ آگے اُسے کس حساب سے بیچا جائے، بعض کہتے ہیں، مستحب کیل سے مراد یہ ہے کہ کھانے کے لیے کیل کرلینا چاہیے اور ہر روز کے خرچ کو ماپ کر پکایا جائے تاکہ کھانا خراب نہ ہو، لیکن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہمارے پاس جو تھے، ہم یہ جَو کھاتے رہے اور ختم نہیں ہوئے ایک دفعہ لونڈی نے انہیں ماپ لیا، تو وہ جلد ہی ختم ہوگئے، اور برکت اُٹھ گئی، کیونکہ ماپنے سے اندازہ ہوگیا کہ یہ کس قدر ہیں اور کتنی مدت کفایت کریں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی برکت کا امتحان تھا جو کہ برکت کو مٹا دیتا ہے، جیسا کہ آپ نے ایک دفعہ ابو رافع سے کہا، بکری کا بازو کھانے کے لیے لاؤ، وہ لائے، کہا اور لاؤ، وہ دوسرا بازو لائے۔ آپ نے فرمایا اور بھی لاؤ، تب انہوں نے کہا کہ ذراع تو دو ہی ہوتے ہیں، فرمایا: اگر تو چپ رہتا تو مزید آتے رہتے[1]۔ لہٰذا برکت کے امتحان کے لیے کیل کرنا برکت کو مٹا دیتا ہے، اور نبی کریم علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کے لیے کیل کیا جائے تو یہ باعث برکت ہے۔

۵۳۔ بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهِمْ[2]

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع اور مد کی برکت کا بیان

فِيهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(1) مسند احمد: ۲۳۸۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۶۳

(2) حافظ نے کہا ہے کہ نسفی کی روایت میں "ومدھم" جمع کے صیغہ سے آیا ہے، اور یہ ضمیر محذوف کی طرف لوٹتی ہے، اصل میں "صاع أهل مدينة النبي ﷺ، ومدهم" تھا اور ہوسکتا ہے کہ تعظیم کے لیے جمع کی ضمیر لائی گئی ہو، اس پر عینی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ضمیر محذوف کی طرف لوٹتی ہے جو کہ "صاع أهل مدينة النبي ﷺ ومدهم" ہے۔ اور یہ تکلف ہے کیونکہ ترجمہ باب تو نبی اکرم ﷺ کے صاع اور مُد کی برکت بیان کرنے کے لیے ہے، نہ کہ اہل مدینہ کے صاع کو بیان کرنے کے لیے لیکن تھوڑا آگے جاکر خود عینی نے یہی بات کردی ہے جس کا حافظ پر اعتراض کیا ہے اور کہا: "اما وجه الضمير في رواية مدهم، فهو أن يعود إلى اهل المدينة وإن لم يمض ذكرهم لأن القرينة اللفظية تدل على ذلك وهو لفظ الصاع والمد ولأن أهل المدينة اصطلحوا على لفظ الصاع والمد كما أن أهل العراق اصطلحوا على لفظ المكوك" (عمدۃ القاری ۱۱۔۳۵۳) یعنی جس روایت میں "مدھم" جمع کی ضمیر آئی ہے تو اس کا مرجع "اھل مدینہ" ہیں اگرچہ ان کا ذکر اس سے قبل نہیں ہوا، لیکن لفظ "صاع اور مد" اس پر قرینہ لفظیہ ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے، ویسے بھی صاع اور مُد اہل مدینہ کی اصطلاح ہے جیسا کہ لفظ مکوک اہل عراق کی اصطلاح ہے، دیکھئے علامہ عینی نے حافظ پر جس بات کی تردید کی تھی۔ چند ہی سطر بعد جاکر اسی کو ثابت کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حافظ اگر ایک قول اختیار کریں تو عینی کے نزدیک وہ تکلف قرار پاتا ہے، اور اسی قول کو عینی اختیار کریں تو وہی قول درست ہو جاتا ہے، علامہ قسطلانی عینی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فوقع في التعسف الذى عابه" (ارشاد الساری: ۴۔۵۵) عینی نے حافظ پر جس بات کا عیب لگایا تھا اب خود اس تکلف میں واقع ہوگئے ہیں۔

اس باب میں ایک حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔
آپ کا صاع پانچ رطل اور ثلث رطل تھا، اور رطل چھ چھٹانک تین تولے اور نو ماشے کا ہوتا ہے، لہٰذا صاع سوا دو سیر بنتا ہے۔

۲۱۲۹: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامِ لِمَكَّةَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عباد بن تمیم انصاری نے اور ان سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا۔ اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ میں بھی مدینہ کو اسی طرح حرام قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا۔ اور اس کے لیے، اس کے مد اور صاع (غلہ ناپنے کے دو پیمانے) کی برکت کے لیے اس طرح دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی تھی۔



۲۱۳۰: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ، وَمُدِّهِمْ يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ".

مجھ سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! انہیں ان کے پیمانوں میں برکت دے، اے اللہ! انہیں ان کے صاع اور مد میں برکت دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اہل مدینہ تھے۔

۵۴۔ بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ:

باب: اناج کا بیچنا اور احتکار کرنا کیسا ہے؟

۲۱۳۱: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً، يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ، حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ".



ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ولید بن مسلم نے خبر دی، انہیں اوزاعی نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے، اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان لوگوں کو دیکھا جو اناج کے ڈھیر (بغیر تولے ہوئے محض اندازہ کر کے) خرید لیتے ان کو مار پڑتی تھی۔ اس لیے کہ جب تک اپنے گھر نہ لے جائیں نہ بچیں۔

قوله ما يذكر في بيع الطعام أي قبل قبضه، والحكرة بضم الحاء وسكون الكاف، احتکار سے مراد یہ ہے کہ گرانی کے وقت غلہ خرید کر محفوظ کر لینا تا کہ بہت مہنگا ہونے پر بیچا جائے، یہ منع ہے، لیکن اگر ارزانی کے وقت خرید کر سٹور کر لے تو منع نہیں ہے، ایسے ہی اگر گرانی کے دنوں میں اپنی گھریلو ضرورت کے لیے غلہ خرید کر رکھ لے تو بھی منع نہیں ہے، بلکہ جائز ہے۔

اگرچہ اس باب کی احادیث میں احتکار کا ذکر نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے احتکار کا جواز اس حدیث سے اخذ کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے غلہ نہ بیچا جائے، اپنے گھر یا دکان میں غلہ لانے سے پہلے غلہ بیچنے سے روکا گیا ہے، لہٰذا اگر احتکار حرام ہوتا تو آپ اپنے گھر یا دکان پر منتقل کرنے کا حکم نہ دیتے بلکہ اسے خریدتے ہی بیچنے کا حکم دیتے۔

۲۱۳۲: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ". قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ، وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: مُرْجَئُونَ مُؤَخَّرُونَ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ پر پوری طرح قبضہ سے پہلے اسے بیچنے سے منع فرمایا۔ طاؤس نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو روپے کا روپوں کے بدلے بیچنا ہوا جب کہ ابھی غلہ تو میعاد ہی پر دیا جائے گا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ «مرجئون» سے مراد «مؤخرون» یعنی مؤخر کرنا ہے۔

۲۱۳۳: حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ".

مجھ سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو

شخص بھی کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچے۔

٢١٣٤: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. كَانَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ يُحَدِّثُهُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا، حَتَّى يَجِيءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ. قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ. فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُخْبِرُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ".

ہم سے علی بن مدینی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار ان سے بیان کرتے تھے، اور ان سے زہری نے، ان سے مالک بن اوس نے، کہ انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی بیع صرف (یعنی دینار، درہم، اشرفی وغیرہ بدلنے کا کام) کرتا ہے۔ طلحہ نے کہا کہ میں کرتا ہوں، لیکن اس وقت کر سکوں گا جب کہ ہمارا خزانچی غابہ سے آجائے گا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری سے ہم نے اسی طرح حدیث یاد کی تھی۔ اس میں کوئی زیادتی نہیں تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن اوس نے خبر دی کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے میں (خریدنا) سود میں داخل ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔ گیہوں، گیہوں کے بدلے میں (خریدنا بیچنا) سود میں داخل ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو، کھجور، کھجور کے بدلے میں سود ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو اور جَو، جَو کے بدلے میں سود ہے مگر یہ کہ نقدا نقد ہو۔



قولہ من عندہٗ صرف سونا، چاندی میں سے ایک کی دوسری نقدی کے ساتھ بیع کرنا صرف کہلاتا ہے جیسے درہموں کا دیناروں سے تبادلہ کرنا۔

قولہ هو الذی حفظناه من الزهری یعنی وہ حدیث جسے عمرو بن دینار امام زہری سے روایت کرتا ہے، سفیان کہتا ہے اسے ہم نے بغیر کسی اضافے کے زہری سے حفظ کیا ہے، اور اس جملے سے مقصود عمرو بن دینار کی تصدیق کرنا ہے۔

قولہ الذهب بالورق ربًا اکثر رواۃ نے ایسے ہی روایت کیا ہے اور بعض نے الذهب بالذهب کہا ہے۔ "أی الذهب بالذهب أو بالورق ربًا إلا هاء وهاء" اس حدیث میں چار چیزوں کا ذکر ہے، اور بعض احادیث میں چاندی اور نمک کا ذکر بھی آتا ہے، اور ان اشیاء میں ربا کے حرام ہونے پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے، ان کے علاوہ باقی چیزوں میں اختلاف ہے، اہل ظاہر کے نزدیک تحریم انہی چیزوں پر موقوف اور منحصر ہے، دیگر علماء کے نزدیک دیگر اس جیسی چیزیں بھی اسی حکم میں ہیں۔



اگر مکیل چیز کا موزون سے تبادلہ ہو تو کمی بیشی اور ادھار جائز ہے، اور اگر دونوں طرف ایک جنس کی چیزیں ہوں، مثلاً دونوں موزون ہوں، جیسے سونا اور چاندی ہے، تو ان میں جنس ایک ہونے کی وجہ سے کمی، بیشی منع ہے، اور اگر جنسیں مختلف ہوں تو کمی بیشی سے تبادلہ کرنا جائز ہے لیکن ان میں اُدھار منع ہے، مثلاً گندم کا گندم سے تبادلہ ہو تو کمی بیشی جائز نہیں ہے اور اگر گندم کا کھجوروں سے تبادلہ ہو تو کمی بیشی جائز ہے، مگر ادھار اس میں بھی منع ہے۔ اسے تحریم کی وجہ سے ربا کہا گیا ہے ورنہ حقیقتاً ربا کا تعلق دین (قرض) سے ہوتا ہے۔

علماء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ ان میں تحریم کی علت کیا ہے؟ احناف کے ہاں کیل اور وزن علت ہیں یعنی جو چیزیں کیلی اور وزنی ہوں گی، ان میں کمی بیشی کے ساتھ بیع کرنے سے ربا جاری ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ثمنیت اور طعمیت علت ہے، امام مالک کے نزدیک ادخار علت ہے یعنی جو چیزیں ذخیرہ کی جاتی ہیں ان سے ربا کا تعلق ہے، جبکہ وہ قوت یعنی خوراک ہوں، لہٰذا جو چیزیں قوت نہیں ہیں جیسے پھل فروٹ یا وہ قوت ہیں، لیکن ذخیرہ نہیں ہوتیں جیسے گوشت ہے تو ان سے ربا کا تعلق نہیں ہے۔ اہل ظاہر کے نزدیک مذکورہ چھ چیزوں میں ربا ہے، باقی اجناس میں نہیں ہے، بعض کے نزدیک علت انتفاع ہے لہٰذا جس چیز سے بھی نفع اٹھایا جاتا ہے اس میں کمی بیشی حرام ہے، ابن سیرین کے نزدیک علت جنسیت ہے لہٰذا جو چیز بھی اپنی ہم جنس چیز کے بدلے بیچی جائے اس میں کمی بیشی جائز نہیں ہے، جیسے مٹی کی بیع مٹی کے بدلے اور ایک کپڑے کی بیع دو کپڑوں کے بدلے حرام ہے، یعنی ان میں کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے احناف کے مذہب کو ترجیح دی ہے، کیونکہ بعض احادیث میں کیل اور وزن کا ذکر آتا ہے لہٰذا کیل اور وزن ہی علت ہونی چاہیے، دارقطنی میں یہ دو چیزیں کیل اور وزن مذکور ہیں شاہ ولی اللہ نے امام مالک کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔

٥٥۔ بَابُ بَیْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ یُقْبَضَ، وَبَیْعِ مَا لَیْسَ عِنْدَكَ:

باب: غلے کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو بیچنا جو تیرے پاس موجود نہیں

٢١٣٥: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، قَالَ: الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِینَارٍ، سَمِعَ طَاوُسًا، یَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، یَقُولُ: "أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ یُبَاعَ حَتَّى یُقْبَضَ". قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا جو کچھ ہم نے عمرو بن دینار سے (سن کر) یاد کر رکھا ہے (وہ یہ ہے کہ) انہوں نے طاؤس سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا تھا، وہ اس غلہ کی بیع تھی

جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں تو تمام چیزوں کو اسی کے حکم میں سمجھتا ہوں۔

امام مالک کا قول ہے کہ طعام کی بیع قبضے سے پہلے منع ہے، کیونکہ طعام اعلیٰ اور اشرف چیز ہے اسے قبضہ سے پہلے نہیں بیچنا چاہیے۔ اس کے علاوہ باقی چیزوں کی بیع جائز ہے، آج کل مال وصول ہونے سے پہلے ہی گاہک آجاتے ہیں، اور اس مال کو لاگت سے زیادہ قیمت دے کر پہلے ہی خرید لیتے ہیں، امام مالک کے نزدیک طعام کے علاوہ باقی مالوں میں یہ جائز ہے، لیکن شافعی اور حنفی اسے منع سمجھتے ہیں ان کے ہاں باقی اموال کا حکم بھی طعام والا ہی ہے، کیونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ذاك دراهم بدراهم والطعام مرجأ"[1] جیسا کہ عنقریب اس سے قبل باب میں گزرا ہے کہ طاؤس کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو دراہم کے بدلے دراہم کو بیچنا ہے، جبکہ غلہ بعد میں میعاد پر ہی دیا جائے گا[2]۔ اور یہ علت تمام مالوں میں پائی جاتی ہے، کیونکہ قبضے سے پہلے ان کی بیع کی جاتی ہے، لہٰذا تمام اموال میں قبضہ سے پہلے بیع منع ہے۔

قولہ وبیع مالیس عندك یہ ترجمہ باب کے لفظ ہیں لیکن امام بخاری اس پر دلالت کرنے والی کوئی حدیث نہیں لائے، کیونکہ ان کے پاس اس پر دلالت کرنے والی کوئی حدیث نہیں تھی جو ان کی شرطوں کے مطابق ہو، اس لیے انہوں نے اس پر ترجمہ باب کے تحت ذکر ہونے والی حدیث سے ہی استنباط کیا ہے جس میں قبضے سے پہلے طعام کی بیع سے منع کیا گیا ہے، اور وجہ استدلال یہ ہے کہ جب خریدے ہوئے غلے کو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا منع ہے تو جو چیز موجود ہی نہ ہو بلکہ ناپید ہو تو اسے بیچنا بالاَولیٰ منع ہے۔

اور جو چیز انسان کے پاس موجود نہ ہو تو اس کا بیچنا اگرچہ منع ہے لیکن "بیع سلم" اس سے مستثنیٰ ہے، جس میں قیمت پہلے دے دی جاتی ہے، حالانکہ مبیع (وہ چیز جس کی بیع ہو رہی ہے) بائع کے پاس موجود نہیں ہوتی، وہ اسے بعد میں مہیا کرتا ہے۔ یہ جائز ہے کیونکہ بیع سلم کا جواز حدیث سے ثابت ہے۔

احناف کے نزدیک بیع سلم میں شرط یہ ہے کہ اس میں کم از کم اجل ایک ماہ ہونی چاہیے، اگر اجل ایک ماہ سے کم ہو تو ان کے نزدیک بیع سلم نہیں ہوگی، بلکہ یہ بیع الطعام قبل القبض ہے، یا بیع مالیس عندک کے قبیل سے ہے لہٰذا منع

---

① صحیح بخاری، رقم: ۲۱۳۲

② علامہ محمد داود راز نے اس کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے دو من گیہوں عمرو سے دو سو روپے میں خریدے، اور عمرو سے معاہدہ طے پایا کہ وہ دو ماہ بعد دو من گیہوں دے گا، اب زید نے وہی گیہوں وصول کرنے سے پہلے بکر کے ہاتھ چار سو روپے میں بیچ دیئے حالانکہ اس نے دو من گیہوں پر ابھی تک قبضہ نہیں کیا، وہ دو ماہ بعد یہ گیہوں وصول کرے گا، تو در حقیقت زید نے دو سو روپے کو بکر کے ہاتھ چار سو روپے کے بدلے بیچا ہے۔ اور دو سو روپے کو چار سو روپے کے بدلے بیچنا صریحاً سود ہے، جو کہ حرام ہے، کیونکہ دو من گیہوں کا ابھی تک وجود ہی نہیں ہے۔ وہ تو دو ماہ بعد ملیں گے، اور روپے کے بدلے روپے کمی بیشی کے ساتھ بیچے جا رہے ہیں۔ (صحیح بخاری، مترجم ج۳، ص ۳۲۳)

ہے، شوافع کے نزدیک بیع سلم میں اجل ایک گھنٹہ بھی ہوسکتی ہے، اور ان کے نزدیک "بیع مالیس عندك" سے مراد معین چیز ہے، کہ کوئی معین بیل یا گائے ہے اس کے بارہ میں کہتا ہے کہ میں تجھے یہ بیل خرید دوں گا، حالانکہ ابھی خریدا نہیں ہے، لہٰذا معین چیز کی بیع قبل القبض ممنوع ہے، لیکن اگر مبہم چیز ہو تو اس کی بیع کو وہ جائز سمجھتے ہیں، اس لیے کہ بیع سلم جائز ہے، اور اس میں چیز معین نہیں ہوتی، احناف کے ہاں جو چیز بھی اپنے پاس موجود نہ ہو، اس کا بیچنا وہ مطلقاً منع سمجھتے ہیں شافعی اس وقت منع سمجھتے ہیں جب چیز معین ہو، مثال کے طور پر اگر کوئی مطلقاً یوں کہے کہ میں تجھے سو بکریاں خرید کر دوں گا جن کا قد اس قدر ہوگا لہٰذا مجھے ان کی رقم پہلے دیدے تو یہ بیع سلم کی صورت ہے اور شوافع کے نزدیک جائز ہے، جبکہ حنفی بکریوں میں بیع سلم کو جائز ہی نہیں سمجھتے اور وہ کہتے ہیں کہ بکریاں بڑی، چھوٹی ہوتی ہیں ان میں بیع سلم نہیں ہوسکتی، بیع سلم ایسی چیزوں میں جائز ہے جن میں مماثلت پائی جاتی ہو جیسے انڈے یا اخروٹ یا بادام ہیں، خواہ ان کی بیع گن کر ہو یا ماپ کر ہو۔

قولہ قال ابن عباس ولا احسب اس لیے کہ ان کے نزدیک علت طعام کا مرجأ یعنی موخر ہونا ہے، اس طرح بیع الدراہم بالدراہم ہے، اور یہ علت ہر چیز میں پائی جاتی ہے۔

۲۱۳۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ". زَادَ إِسْمَاعِيلُ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بھی جب غلہ خریدے تو جب تک اسے پوری طرح قبضہ میں نہ لے لے، نہ بیچے۔ اسماعیل نے یہ زیادتی کی ہے کہ جو شخص کوئی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔



۵۶- بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُئْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ، وَالأَدَبِ فِي ذَلِكَ:

باب: جو شخص غلہ کا ڈھیر بن ناپے تولے خریدے وہ جب تک اس کو اپنے ٹھکانے نہ لائے، کسی کے ہاتھ نہ بیچے اور اس کے خلاف کرنے والے کی سزا کا بیان

۲۱۳۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَاعُونَ جِزَافًا يَعْنِي الطَّعَامَ يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے

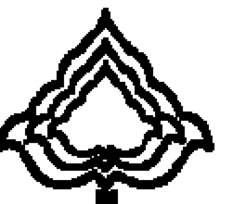


ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دیکھا کہ لوگوں کو اس پر تنبیہ کی جاتی جب وہ غلہ کا ڈھیر خرید کر کے اپنے ٹھکانے پر لانے سے پہلے ہی اس کو بیچ ڈالتے۔ یعنی غلہ تو اس بات پر انہیں سزا دی جاتی تھی کہ وہ اس کو اپنے ٹھکانے پر لانے سے پہلے اس کو بیچ ڈالیں۔

یعنی جو شخص غلے کا ڈھیر (ماپے، تولے بغیر) اٹکل سے خریدے وہ جب تک اسے اپنے ٹھکانے پر نہ لائے اسے کسی کے پاس نہ بیچے اور اس کی مخالفت کرنے پر سزا کا بیان، ادب سے مراد ڈانٹ ڈپٹ کرنا یا دُرے لگا کر سزا دینا جب ماپ کر یا تول کر کوئی چیز خرید لے تو ماپنا، تولنا قبضہ سمجھا جائے گا۔ اور اگر کوئی ڈھیر اٹکل سے خریدا جائے تو اسے اپنے مکان یا اپنی دکان پر منتقل کرنا چاہیے، تاکہ اس پر قبضہ ثابت ہو جائے اور غیر منقولہ جائیداد پر قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے کہ مالک مکان یا دکان اسے خریدار کے حوالے کر دے اور خود اس سے الگ تھلگ ہو جائے۔

٥٧- بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ، أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ:

باب: اگر کسی شخص نے کچھ اسباب یا ایک جانور خریدا اور اس کو بائع ہی کے پاس رکھوا دیا اور وہ اسباب تلف ہو گیا یا جانور مر گیا اور ابھی مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا



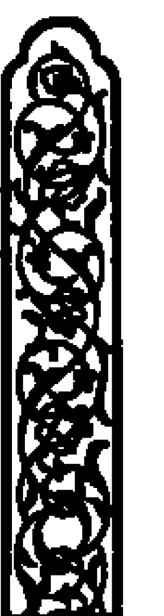
وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَجْمُوعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شریک تھا۔ وہ اگر تلف ہو گیا تو خریدار پر پڑے گا (بائع اس کا تاوان نہ دے گا)۔

شرح بخاری

جب کوئی شخص سامان یا جانور خریدے اور خریدنے کے بعد اسے بیچنے والے کے پاس ہی رہنے دے، اور اس کے بعد وہ سامان تلف ہو جائے یا قبضہ کرنے سے پہلے ہی وہ جانور مر جائے، تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا احناف کا خیال یہ ہے کہ اگر وہ سامان یا جانور خریدار کے قبضہ سے پہلے ضائع ہو جائے تو وہ بائع کا ضائع ہو گا، اور مشتری اس کا ذمہ دار نہیں ہو گا، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جب بیع و شراء ہو جائے تو مشتری کے قبضہ میں وہ چیز آجاتی ہے اب اگر وہ تلف یا ہلاک ہو گی تو خریدار کی ہو گی۔ اگرچہ اسے اس نے بائع کے پاس رہنے دیا ہے اور قبضہ نہیں کیا، خریدنے کے بعد جب وہ مجلس سے چلا جائے گا تو بیع بات ہو جائے گی، لہٰذا اس کے ہلاک یا ضائع ہونے پر مشتری اس کا ذمہ دار ہو گا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی قول کے راجح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قولہ وقال ابن عمر، ما أدركت الصفقة حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شامل تھا وہ اگر تلف ہو جائے تو خریدار پر پڑے گا، یعنی تلف ہونے یا مرنے میں خریدار کے قبضہ میں ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، حنفی کہتے ہیں، قبضہ سے پہلے بائع کے ملک سے ہلاک ہو گی، اگر تم کہو کہ قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو مشتری کی ہو گی تو اس سے معلوم ہوا کہ تفرق بالاقوال (یعنی ایجاب و قبول) سے بیع بات ہو جاتی ہے۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا



کہ جب تک بائع اور مشتری بیع کی مجلس میں رہیں بیع بات نہیں ہوتی۔ تمہارا یہ قول غلط ثابت ہوا، حافظ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مشتری مجلس سے الگ ہوگیا ہے۔ الگ ہونے کے بعد بیع بات ہو جاتی ہے اس کے مجلس میں ہوتے ہوئے مراد نہیں ہے۔

۲۱۳۸: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا يَأْتِي فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا، فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ حَدَثَ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ، قَالَ: أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ، قَالَ: الصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الصُّحْبَةَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ، فَخُذْ إِحْدَاهُمَا، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ".

ہم سے فروہ بن ابی مغراء نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو علی بن مسہر نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایسے دن (مکی زندگی میں) بہت ہی کم آئے، جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام میں کسی نہ کسی وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی گئی، تو ہماری گھبراہٹ کا سبب یہ ہوا کہ آپ (معمول کے خلاف اچانک) ظہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارے یہاں کوئی نئی بات پیش آنے ہی کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ تمہارے پاس ہوں انہیں ہٹا دو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہاں تو صرف میری یہی دو بیٹیاں ہیں یعنی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے مجھے تو یہاں سے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں نے نکلنے ہی کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ آپ ان میں سے ایک لے لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا، قیمت کے بدلے میں، میں نے ایک اونٹنی لے لی۔

قولہ قد أخذتُها بالثمن اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ محض ایجاب و قبول سے انسان مبیع کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اور تفرق بالاقوال سے وہ چیز کا ذمہ دار بن جاتا ہے، اور وہ مبیع کو بائع کے پاس چھوڑ سکتا ہے، اگر قبضے میں کرنا ضروری ہوتا

تو نبی اکرم ﷺ کے مکارمِ اخلاق کا تقاضا یہ تھا کہ آپ اس اونٹنی کو اپنے قبضے میں لیتے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کے تلف ہونے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ضمان میں ہلاک ہو، اس سے معلوم ہوا کہ صرف ایجاب وقبول سے ضامن بن جاتا ہے، اور اسی لیے آپ نے "أخذتُها بالثمن" کہنے پر اکتفاء کیا ہے۔

۵۸۔بَابُ لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ، حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ:

باب: کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیع میں دخل اندازی نہ کرے اور اپنے بھائی کے بھاؤ لگاتے وقت اسکے بھاؤ کو نہ بگاڑے جب تک وہ اجازت نہ دے یا چھوڑ نہ دے

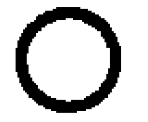
۲۱۳۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید و فروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔



ایک آدمی دوسرے سے کوئی چیز لے رہا ہے، کوئی اور آدمی آکر کہتا ہے اسے چھوڑ۔ مجھ سے یہ چیز خرید لے تو یہ منع ہے، اسی طرح دوسرے کے ریٹ پر ریٹ بھی نہیں لگا سکتا، کہ میں اس سے زیادہ قیمت دیتا ہوں، مجھے یہ چیز دیدو، استقرار قیمت کے بعد یہ حرام ہے لیکن بیع المزایدہ میں چونکہ استقرار قیمت سے پہلے قیمت بڑھائی جاتی ہے لہٰذا بیع مزایدہ یعنی بولی میں قیمت بڑھانا جائز ہے۔

اگر کہا جائے کہ ان احادیث میں دوسرے کے ریٹ پر اپنے ریٹ لگانے کی ممانعت کا ذکر نہیں ہے، جبکہ بخاری ترجمہ باب میں اسے لائے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کتاب الشروط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث لائے ہیں جس میں "لا یسوم علی سوم أخیه" کا ذکر ہے[1]۔ بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اگر کہا جائے کہ ان احادیث میں "حتی یأذن له أو یترك" کا ذکر بھی نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں "إلا أن یأذن له"[2] کا ذکر آتا ہے۔ بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔



۲۱۴۰: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا

---

1. صحیح بخاری: ۲۷۲۷
2. صحیح مسلم (۵۰) ۱۴۱۳

يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے میں مداخلت نہ کرے۔ کوئی شخص (کسی عورت کو) دوسرے کے پیغام نکاح ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ بھیجے۔ اور کوئی عورت اپنی کسی دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلوائے کہ اس کے حصہ کو خود حاصل کر لے۔

۵۹۔ بَابُ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ:

باب: نیلام کرنے کے بیان میں

وَقَالَ عَطَاءٌ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ.

اور عطاء نے کہا کہ میں نے دیکھا لوگ مال غنیمت کے نیلام کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۲۱۴۱: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِكَذَا وَكَذَا، فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ".

ہم سے بشیر بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں حسین مکتب نے خبر دی، انہیں عطاء بن ابی رباح نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنے مرنے کے بعد کی شرط کے ساتھ آزاد کیا۔ لیکن اتفاق سے وہ شخص مفلس ہو گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غلام کو لے کر فرمایا کہ اسے مجھ سے کون خریدے گا۔ اس پر نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے اتنی اتنی قیمت پر خرید لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام ان کے حوالہ کر دیا۔

شرح بخاری

اس سے مراد "بیع من یزید" ہے، جسے نیلامی کہتے ہیں کہ ایک آدمی سامان کی قیمت لگائے اور دوسرا اس سے بڑھ کر زیادہ قیمت لگائے، اور یہ عموماً مالِ غنیمت اور مواریث میں ہوتا ہے کہ ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے، تو اس کی تمام چیزیں تقسیم نہیں ہوتیں، جیسے اس کا بستر وغیرہ، یا غنیمت کا مال ایسا ہے جو تقسیم نہیں ہو سکتا تو اسے نیلامی سے فروخت کر دیتے ہیں۔ اور اس کی رقم حقداروں میں تقسیم کر دیتے ہیں، جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مواریث اور مالِ غنیمت کے علاوہ بھی بیع مزایدہ جائز ہے، بعض غنائم اور مواریث میں ہی جائز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ بعض روایات میں انہی کا ذکر آیا ہے، لیکن جمہور کے نزدیک عام اجازت ہے، جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "أن النبی ﷺ باع حلسًا و قدحًا وقال من یشتری ھذا الحلس والقدح؟ فقال رجل اخذتھما بدرھم

فقال من يزيد على درهم؟ فأعطاه رجلٌ درهمين فباعهما منه"[1] امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے، مسند بزار میں اس کے خلاف حدیث آتی ہے جو سند کے اعتبار سے ضعیف ہے کہ نبی اکرم ﷺ بیع مزایدہ سے روکا کرتے تھے، لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے[2]۔

قولہ ان رجلا أعتق یہ آدمی انصار میں سے تھا جو کہ ابو مذکور صحابی تھا۔

قولہ غلاما لہ اس غلام کا نام یعقوب تھا، یہ قبطی غلام تھا جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال فوت ہوا تھا۔

قولہ بکذا و کذا مسلم اور نسائی میں ہے کہ حضرت نعیم بن عبداللہ نے اسے آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث سے بیع مزایدہ پر استدلال آپ کے فرمان "من یشتریه منی" سے ہے کہ آپ نے زیادہ سے زیادہ قیمت لینے کے لیے اس غلام کو خریداروں پر پیش کیا ہے، تاکہ اس کی قیمت بیچنے والے مفلس کو دے سکیں۔ "من یشتریه منی" یہ لفظ عام تھے کوئی معین شخص مراد نہیں تھا لہذا یہ بیع مزایدہ تھی، اس حدیث سے امام شافعی استدلال کرتے ہیں کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ امام مالک کہتے ہیں اس کا مالک مقروض ہو کر محتاج ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، شافعی مطلقاً جائز کہتے ہیں، اور حنفی مطلقاً منع کہتے ہیں، حنفی کہتے ہیں مدبر کی دو قسمیں ہیں، مدبر مطلق جسے مالک کہہ دے: "إذا مت فانت حر، یا أنت حر یوم اموت، یا أنت مدبر، یا دبرتك" اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور مدبر مقید، جسے کہا جائے "إن مت من مرضي هذا، أو سفري هذا، فانت حر، یا ان مت الي عشر سنين، أو بعد موت فلان" لہذا شرط پائی جائے تو یہ آزاد ہو جائے گا ورنہ اس کی بیع جائز ہے۔

امام مالک کا مذہب راجح معلوم ہوتا ہے کہ محتاج ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔

٦٠-بَابُ النَّجْشِ:

باب: نجش یعنی دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھانا کیسا ہے؟

وَمَنْ قَالَ: لَا يَجُوزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ، وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْخَدِيعَةُ فِي النَّارِ، وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.

اور بعض نے کہا یہ بیع ہی جائز نہیں اور ابن ابی اوفی نے کہا کہ «ناجش» سود خوار اور خائن ہے۔ اور «نجش» فریب ہے، خلاف شرع بالکل درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریب دوزخ میں لے جائے گا اور جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

النجش نون کی فتحہ اور جیم کے سکون کے ساتھ، بعض کے ہاں جیم بھی مفتوح ہے، عربی لغت میں اس کا معنی شکار کو بھگانا اور شکار کرنے کے لیے اسے اپنی جگہ سے اٹھانا۔ اور شرعی اصطلاح میں ایسے شخص کے سامان کی قیمت میں

---

(1) جامع ترمذی:١٢١٨

(2) سنن الدارقطنی:٣٨٢٦

اضافہ کر دینا جو اسے خریدنا نہیں چاہتا تاکہ دوسرا شخص اس قدر قیمت دینے میں واقع ہو جائے، اگر یہ کام بائع کی موافقت سے ہو تو بائع اور ناجش دونوں گناہ میں شریک ہوں گے اور اگر اس کے علم کے بغیر ہو تو ناجش گناہگار ہوگا۔

قولہ ومن قال لا يجوز ذلك البيع اس کا عطف "باب النجش" پر ہے، ایسی بیع کے بارہ میں اختلاف ہے، اہل ظاہر اور اہل حدیث کی ایک جماعت کے نزدیک ایسی بیع باطل ہے جو نجش پر مشتمل ہو، مالکیہ کے نزدیک اس میں مشتری کو اختیار ہوگا، شوافع اور حنفیہ کے نزدیک بیع صحیح ہوگی ناجش گناہ گار ہوگا۔

قولہ وقال ابن ابی اوفی یہ عبداللہ بن ابی اوفی ہیں، اور ابو اوفی کا نام علقمہ بن خالد بن حارث ہے، ان کی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الشہادات، باب قول اللہ تعالی "إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا" کے تحت لائیں گے۔

قولہ وهو خداع باطل یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کلام ہے، اور باطل سے مراد ناحق بے فائدہ جس کا کرنا حرام ہو۔

قولہ الخديعة في النار أي صاحب الخديعة في النار یہ معلق روایت الکامل لابن عدی میں قیس بن سعد سے مروی ہے۔

قولہ من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد۔ یہ حدیث کتاب الصلح میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موصول مروی ہے۔

٢١٤٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے «نجش» (فریب، دھوکہ) سے منع فرمایا تھا۔

شرح بخاری

بعض دفعہ بائع نے آدمی مقرر کیے ہوتے ہیں کہ میں فلاں سامان بیس روپے میں بیچوں گا، اگر مشتری پندرہ روپے ریٹ لگائے تو تُو نے آکر بیس روپے کہہ دینا، اور اس کے ساتھ بھی پیسے مقرر کیے ہوتے ہیں، اور ناجش کے ساتھ جو پیسے مقرر ہوتے ہیں، یہ سود ہے جیسا کہ ابن ابی اوفی نے کہا ہے: "الناجش آكل ربا خائن" اہل ظاہر اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک ایسی بیع باطل ہوتی ہے، بخاری نے کہا ہے کہ جو شخص جائز نہیں سمجھتا اس کی کیا دلیل ہے، حدیث

---

(1) قولہ فدفعه إليه، أي دفع النبي ﷺ الثمن الذي بيع به المدبر المذكور إلي مدبره۔ یعنی آپ نے اس مدبر غلام کی قیمت لے کر مدبر بنانے والے کے حوالے کر دی، یا معنی یہ ہے کہ آپ نے وہ مدبر غلام اسے خریدنے والے نعیم بن عبداللہ کے حوالے کر دیا، لیکن عینی نے جو معنی کیا ہے: "أي دفع النبي ﷺ الثمن الذي بيع به المدبر المذكور الي الرجل المذكور، وهو نعيم بن عبد الله" (ارشاد الساری ج ۴، ص ۶۲) یعنی نبی اکرم ﷺ نے وہ قیمت جس کے عوض وہ غلام بیچا گیا تھا وہ اس آدمی نعیم بن عبداللہ کے حوالے کی یہ عینی کی واضح غلطی ہے۔

مذکور میں نبی اکرم ﷺ سے اس بارہ میں نہی وارد ہے، اور اصولِ فقہ کے قاعدے کے مطابق نہی، منہی عنہ کے فساد کو چاہتی ہے، احناف کے نزدیک جو نہی، افعالِ حسیہ سے ہو وہ فساد کو چاہتی ہے اور جو نہی افعالِ شرعیہ سے ہو وہ فساد کو نہیں چاہتی، بلکہ وہ مشروعیت کو چاہتی ہے، مثال کے طور پر عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز ہو جاتی ہے، اگر کسی نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی نذر مانی ہوئی ہو تو نماز پڑھنے سے اس کی نذر ادا ہو جائے گی، کیونکہ نماز ہو جاتی ہے تب ہی کہا ہے کہ عصر کے بعد نماز نہ پڑھا کرو، اگر نماز نہ ہوتی تو روکنے کی کیا ضرورت تھی، جیسا کہ کسی اندھے کو نہیں کہا جاتا کہ ادھر نہ دیکھ، بلکہ دیکھنے والے کو دیکھنے سے منع کیا جاتا ہے، ان کے بقول نہی تقاضا کرتی ہے کہ جسے ایک کام سے منع کیا گیا ہو اسے وہ کام کرنے کی طاقت ہو، اگر طاقت ہی نہ ہو تو پھر تو اندھے کو دیکھنے سے روکنے کی طرح ہو گا۔

اور جو لوگ بطلان کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں، اسے طاقت ہوتی ہے۔ وہی طاقت نہی کے لیے کافی ہے یہ نہیں کہ شرعی طور پر اس کی نماز ہو جائے، اگرچہ اپنی طرف سے نماز کی شکل بنا کر پڑھ سکتا ہے لیکن وہ شرعاً نماز نہیں ہوگی، یہ کہنا کہ جب شرعاً نماز ہے اسی لیے اس سے منع کیا گیا ہے یہ بات غلط ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ "لا تنکحوا ما نکح اباءُ کُم" میں نکاح کرنے سے نکاح درست ہو جائے، تب ہی تو ان کے بقول۔ منع کیا گیا ہے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہاں نھی بمعنی نفی ہے، مگر اس طرح انسان ہر جگہ ایسی تاویل کر سکے گا۔

اصل بات یہی ہے کہ نہی بطلان کو چاہتی ہے، ہاں اگر کوئی قرینہ صارفہ آجائے، تو پھر بطلان مراد نہیں ہوگا، حنفی اس کے برعکس کہتے ہیں کہ اصل نھی میں مشروعیت ہے اگر قرینہ ہو تو عدم مشروعیت ہوگی۔ شوافع کے نزدیک نہی میں اصل بطلان ہے، قرینہ صارفہ آجائے تو بطلان مراد نہیں ہوگا، جیسا کہ حدیث میں تلقی رکبان سے منع کیا گیا ہے لیکن ایسی بیع باطل نہیں ہوگی، کیونکہ حدیث میں آتا ہے، جب سامان کا مالک بازار یا مارکیٹ میں آئے تو اسے اختیار حاصل ہے چاہے تو اس بیع کو رکھ لے، اور اگر چاہے تو رد بھی کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بیع ہو جائے گی، لیکن اسے فسخ کا اختیار ہے، یہاں قرینہ پایا گیا ہے اس لیے بطلان نہیں ہے، اگر قرینہ نہ ہو تو نھی فساد اور بطلان کو چاہتی ہے، احناف کی باتیں زیادہ تر رائے سے ہوتی ہیں، کہتے ہیں اگر نہی لعینہٖ ہو تو بطلان مراد ہوگا، لیکن اگر نہی کسی خارجی امر کی وجہ سے ہو تو بطلان لازم نہیں آئے گا۔ جیسا کہ جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنے سے روکا گیا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس وقت بیع کر لے اور کوئی چیز خرید لے تو کہتے ہیں کہ اس کی بیع ہو جائے گی اگرچہ گناہگار ہوگا، اس لیے بہتر ہے کہ رد کر دے، حنابلہ کے نزدیک ایسی بیع نہیں ہوتی، اور بیع کرنے والا گناہ گار بھی ہوتا ہے۔ اور بیع واجب الرد ہے۔ شافعی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

۶۱۔ بَابُ بَیْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ:

باب: دھوکے کی بیع اور حمل کی بیع کا بیان

۲۱۴۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ"، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہیں امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔ اس بیع کا طریقہ جاہلیت میں رائج تھا۔ ایک شخص ایک اونٹ یا اونٹنی خریدتا اور قیمت دینے کی میعاد یہ مقرر کرتا کہ ایک اونٹنی جنے پھر اس کے پیٹ کی اونٹنی بڑی ہو کر جنے۔

بیع حبل الحبلة بھی بیع غرر کی قسم ہے، حبلة کا معنی محبول بھی کرتے ہیں کہ مادہ کے پیٹ کے اندر جو بچہ ہے اس کے حمل کو خریدنا غرر پر مشتمل ہے۔ بعض حبلة بمعنی حابل یعنی حال کا معنی کرتے ہیں، یعنی حاملہ جانور کے حمل کو خریدنا منع ہے، ان دونوں کی ممانعت دوسری حدیث میں آتی ہے جس میں مضامین اور ملاقیح کی بیع سے منع کیا گیا ہے [1]۔ یہ مجہول چیز کی بیع ہے اس لیے اس سے روکا گیا ہے۔

بیع حبل الحبلة میں جہالت پائی جاتی ہے۔ اس میں علم نہیں ہوتا کہ مادہ کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے یا مردہ ہے اور یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ نر ہے یا مادہ، نر پیدا ہو تو وہ تو حاملہ نہیں ہوگا، ایک صورت یہ بھی ہے جو کہ حدیث مذکور میں ذکر ہوئی ہے کہ بیع کسی دوسری چیز کی ہو اور حبل الحبلہ کو اجل مقرر کیا جائے، مثال کے طور پر دس ہزار روپے کا مکان خریدا جائے اور رقم ادائیگی کی یہ اجل مقرر کرتا ہے کہ جب یہ حاملہ اونٹنی بچی جنے گی، پھر اس کی بچی جوان ہو کر اور حاملہ ہو کر بچہ جنے گی تب اس اونٹنی کا دس ہزار روپیہ ادا کروں گا۔ اس میں جہالت ہوتی ہے، نامعلوم وہ بچی جنے گی یا نہیں، ہو سکتا ہے حمل ہی ساقط ہو جائے، یا نر پیدا ہو یا اگر مادہ پیدا ہو لیکن وہ حمل کی مدت سے پہلے مر جائے، ان احتمالات کے پائے جانے کی وجہ سے یہ شرط لگانا جوئے کی شکل ہے، جو حرام ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں بیع غرر کا ذکر کیا ہے، لیکن اس بارہ میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی، کیونکہ بیع حبل الحبلة بھی غرر کی قسم ہے، اور یہ عام پر خاص کا عطف ہے، اور غرر کی ممانعت کے بارہ میں بہت سی احادیث آتی ہیں مسلم میں ہے: "عن أبي هريرة قال: نهي رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر" [2]

قولہ وکان بیعاً یتبایعهٗ أهل الجاهلية یہ مدرج کلام ہے جو نافع کی طرف سے ہے۔

۶۲۔ بَابُ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ:

باب: بیع ملامسۃ کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

---

(1) مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۳۷

(2) صحیح مسلم (۴) ۱۵۱۳

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

٢١٤٤: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ، وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ".

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے عامر بن سعید نے خبر دی، اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منابذہ کی بیع سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو خریدار ہوتا) پھینکتا اور اس سے پہلے کہ وہ اسے الٹے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے وہ بیع لازم سمجھی جاتی تھی) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ سے بھی منع فرمایا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ (خریدنے والا) کپڑے کو بغیر دیکھے صرف اسے چھودیتا (اور اسی سے بیع لازم ہو جاتی تھی اسے بھی دھوکہ کی بیع قرار دیا گیا۔



بیع ملامسہ سے منع کیا گیا ہے، اسے بیع لماس بھی کہتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کپڑا تھان کی صورت میں لپٹا ہوا لایا جائے یا اندھیرے میں پیش کیا جائے، اور کپڑے کا مالک، خریدار سے کہے میں نے یہ کپڑا تجھے اتنی قیمت میں دیا بشرطیکہ تیرا چھونا ہی دیکھنے کے قائم مقام ہوگا، اور تیرے دیکھنے پر واپسی کا اختیار نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کہا جائے کہ تیرے ہاتھ لگانے سے بیع ہو جائے گی، گویا بعت، اشتریت کہنے کی ضرورت نہیں، تیسری صورت یہ ہے کہ چھونے کو خیارِ مجلس کے ختم ہونے کی شرط بنایا جائے، کہ تیرے چھونے سے خیارِ مجلس ختم ہو جائے گا۔

٢١٤٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ، أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو طرح کے لباس پہننے منع ہیں۔ کہ کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھے، پھر اسے مونڈے پر اٹھا کر ڈال لے (اور شرمگاہ کھلی رہے) اور دو طرح کی بیع سے منع کیا ایک بیع ملامسہ سے اور دوسری بیع منابذہ سے۔



۶۳-بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ:

باب: بیع منابذہ کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے

۲۱۴۶: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ".

ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے اور ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسۃ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

منابذہ بھی ملامسۃ کی طرح باب مفاعلہ سے ہے، جو مشارکت کے لیے ہوتا ہے اور منابذہ کی بھی تین صورتیں ہیں، کہ یہ اپنی چیز دوسرے کی طرف پھینک دے اور وہ اس کی طرف پھینک دے اور پھینکنے سے بیع ہو جائے حالانکہ دیکھا کچھ نہیں ہے، یا ایجاب و قبول کے بغیر پھینکنے کو اس کا قائم مقام بنادیں، یا یہ شرط لگائیں کہ چیز دوسرے کی طرف پھینکنے سے خیارِ مجلس ختم ہو جائے گا۔

۲۱۴۷: حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ".

ہم سے عیاش بن ولید نے بیان کیا، ان سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عطاء بن یزید نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے لباس سے منع فرمایا، اور دو طرح کی بیع، بیع ملامسۃ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

۶۴-بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ:

باب: اونٹ یا بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کر رکھنا بائع کو منع ہے

۲۱۴۸: حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ"، وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَنِ

ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَنِ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے (دھوکہ میں آ کر) کوئی ایسا جانور خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں چاہے تو جانور کو رکھ لے، اور چاہے تو واپس کر دے۔ اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دودھ کے بدل دیدے۔ ابوصالح، مجاہد، ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے بواسطہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ایک صاع کھجور ہی کی ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین سے ایک صاع کھجور کی روایت کی ہے اور یہ کہ خریدار کو (صورت مذکورہ میں) تین دن کا اختیار ہو گا۔ اگرچہ بعض دوسرے راویوں نے ابن سیرین ہی سے ایک صاع کھجور کی بھی روایت کی ہے، لیکن تین دن کے اختیار کا ذکر نہیں کیا اور (تاوان میں) کھجور دینے کی روایات ہی زیادہ ہیں۔

أن لا یحفل میں "لا" زائدہ ہے۔ ابو نعیم نے لا کے بغیر ذکر کیا ہے، اور اگر "أن" کو تفسیریہ بنایا جائے تو لا زائدہ نہیں ہو گا بلکہ أن لا یحفل نہی کا بیان بن جائے گا، اور امام بخاری نے اس نہی کو "البائع" سے مقید کیا ہے اور اس سے مراد مالک ہے، اور اسے بیچنے کے وقت اپنے جانور کو جٹ لگانے سے روکنا مقصود ہے، ورنہ اگر وہ اپنے بال بچوں کے لیے یا مہمان کے لیے ایسا کرے تو حرام نہیں ہے، ترجمہ باب میں بقر یعنی گائے کا ذکر ہے اگرچہ حدیث میں بقر کا ذکر نہیں ہے اس سے بخاری نے اشارہ کیا ہے کہ بقر یعنی گائے کا حکم بھی وہی ہے جو اونٹ اور بکری کا حکم ہے۔



قولہ کل محفلة کا عطف "لا یحفل" کے مفعول پر ہے اور یہ عام کا خاص پر عطف ہے، اور اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ غیر ماکول اللحم کا حکم بھی وہی ہے جو ماکول اللحم کا ہے، بیچتے وقت کسی جانور کو جٹ لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس طرح مشتری دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور دھوکہ دینا حرام ہے، لہٰذا گائے اونٹنی اور بکری کی طرح گھوڑی، گدھی اور لونڈی کے فروخت کرتے وقت یہ عمل جائز نہیں ہے، اگرچہ گھوڑی حلال ہے لیکن اس کا دودھ پیا نہیں جاتا، بائع ان جانوروں کا دودھ اس لیے جمع کرتا ہے تاکہ مشتری سمجھے کہ اس کا ہوانہ بڑا ہے، اور یہ دھوکہ دینا ہے، اسے غرر فعلی کہتے ہیں۔

قولہ والمصراة التی صری لبنها۔ تصریہ میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ صری یصر سے ہے اس کا مجرد مصرورة آتا ہے۔ جس کا معنی جُٹ لگانا ہے، یعنی جانور کے پستانوں پر کوئی ٹاکی گوبر لگا کر باندھ دینا تاکہ اس کے بچے اس کا دودھ نہ پی جائیں۔ امام بخاری نے ابوعبید کا معنی ذکر کیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اگر یہ لفظ صر یصر سے ہوتا تو اسم مفعول مصرة ہوتا، مصراة نہیں ہونا چاہیے تھا، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ مصرة سے بھی مصراة بن سکتا ہے



جیسے دَسَّسَهَا سے دَسَّهَا بن گیا ہے اسی طرح تصدد سے تصدی بن گیا ہے۔ دو حرف ایک جنس کے اکٹھے آجائیں تو دوسرے کو حرفِ علت سے بدل دیتے ہیں۔ پھر ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے حرف علت، الف سے بدل جاتا ہے، اسی طرح مصراة اصل میں مصررۃ تھا دوسری را کو یا سے بدلا، پھر ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے یا الف ہوگئی تو مصراۃ ہوگیا، اور یہ تب ہے جبکہ یہ صرر سے ہو، اور اگر صری سے ہو تو اصل میں مُصَرَّيَةٌ تھا، یا الف ہوگئی تو مصراۃ ہوگیا اس صورت میں ناقص یائی ہوگا، "أي صَرّٰى يُصَرِّيْ تَصْرِيَةً" باب تفعیل سے ہے۔

احناف کے علاوہ باقی تینوں امام اس بات کے قائل ہیں کہ بیع مصراۃ ممنوع ہے، اور کسی شخص نے جُٹ لگا ہوا جانور بیچ دیا ہے، تو علم ہونے کے بعد مشتری کو ایسا جانور واپس کرنے کی اجازت ہے اور اگر وہ مصراۃ جانور واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجوروں کا بائع کو دے گا۔

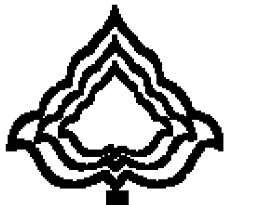
احناف میں سے امام محمد کے شاگرد عیسیٰ بن ابان نے کہا ہے کہ حدیث مصراۃ قیاس کے خلاف ہے اور اگر کوئی حدیث، قیاس کے خلاف ہو، اور اس کا راوی صحابی غیر فقیہ ہو، جیسے کہ ان کے بقول حضرت ابوہریرہ حضرت انس اور حضرت جابر غیر فقیہ ہیں، ان کی روایت جو قیاس کے خلاف ہو اسے رد کر دیا جائے گا، جبکہ امام ابو حنیفہ قیاس کے خلاف روایت کو قبول کیا کرتے تھے، جیسا کہ انہوں نے حدیث قہقہہ قبول کی ہے، حالانکہ وہ قیاس کے خلاف ہے، قیاس تو چاہتا ہے کہ بدن سے کوئی نجس چیز نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے، قہقہہ لگانے سے کوئی نجس چیز خارج نہیں ہوتی تو اس سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے، لیکن حدیث قہقہہ کی وجہ سے وہ اس سے وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں، اسی طرح نبیذ سے وضو کرنے کے قائل ہیں، حالانکہ قرآن کریم میں پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے درمیان میں نبیذ سے وضو کرنے کا واسطہ ڈال دیا ہے، حالانکہ نبیذ سے وضو کرنے کی روایت ضعیف ہے اسی طرح قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی روایت بھی ضعیف ہے۔ اور ان کے راوی بھی حضرت انس اور حضرت جابر جیسے صحابہ ہیں، اس کے باوجود انہوں نے ان روایات کو قبول کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قاعدہ عیسیٰ بن ابان نے بنایا ہے وہ متقدمین سے ثابت نہیں ہے یہ لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ اس حدیث کو بیان کرنے میں اکیلے نہیں ہیں، بلکہ یہ حدیث ابو داود میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اور مسند ابی یعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور خلافیاتِ بیہقی میں عمرو بن عوف مزنی سے بھی مروی ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہی کافی ہے کہ وہ آپ سے اخذ کی ہوئی حدیث کو بھولتے نہیں تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود کو حنفی بھی فقیہ کہتے ہیں ان کا فتویٰ بھی جمہور علماء کے موافق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی لیے اپنی سند کے ساتھ اُسے روایت کیا ہے: "حدثنا مسدد ثنا معتمر قال سمعت أبي يقول حدثنا ابو عثمان عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: من اشترىٰ شاةً محفلةً فردَّها فليردَّ معها صاعًا من تمر"[1] اب ابن مسعود تو غیر فقیہ نہیں ہیں، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: "واعترض على هذا الحديث بعض من لم يوفق للعمل به

[1] صحیح بخاری: ۲۱۴۹

بضرب قاعدة من عنده" اس حدیث پر اپنی طرف سے ایک قاعدہ گھڑ کر بعض الناس نے اعتراض کیا ہے جنہیں عمل بالحدیث کی توفیق نہیں ملی۔ حنفی شاہ ولی اللہ کو حنفی بنانے کی کوشش کرتے ہیں، کہتے ہیں وہ آدھے مجتہد تھے اور آدھے حنفی تھے، یہاں تو وہ تقلید سے باہر نکل گئے ہیں۔ حنفی یہاں جامد ہو گئے ہیں، انور شاہ نے رعایت کرتے ہوئے کہا ہے، حنفیوں کا مذہب حدیث کو رد کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ غرر فعلی ہونے کی وجہ سے رد ہو سکتا ہے لیکن دونوں کی رضامندی سے رد کیا جائے گا۔ دوسرے کی رضاء کے بغیر یا قضاءِ قاضی کے بغیر رد نہیں ہوگا، کچھ نہ کچھ حدیث کے محمل کو قبول کر لیا ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے، اگر غرر فعلی کو رد کرنا جائز ہے تو غرر فعلی قیاس کے موافق ہو گیا پھر تو ان کا قاعدہ ہی باطل ہو گیا۔

بعض احناف نے کہا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے، اس حدیث میں کہیں تمر آتا ہے، کہیں طعام آتا ہے، کہیں گندم کا ذکر آتا ہے اور کہیں صاع آتا ہے کہیں إناء آتا ہے، کہیں لبن آتا ہے اور کہیں مثل لبن آتا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ صحیح احادیث میں "تمر" کا لفظ آتا ہے، جو روایات اس کے خلاف ہیں وہ ضعیف ہیں۔ اور ضعیف روایات سے صحیح حدیث کو رد کرنا درست نہیں ہے۔

بعض احناف کہتے ہیں کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے، قرآن کریم میں ہے: "إن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به"[1] اور کھجوروں کا ایک صاع کبھی دودھ سے کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ ہوتا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ آیت تو سزا دینے کے بارہ میں ہے، جبکہ کھجوروں کا صاع دینا سزا نہیں ہے اگر سزا ہوتی تو یہ سزا بائع کو دی جاتی اور کھجوروں کا صاع مشتری نے دینا ہوتا ہے، بلکہ شریعت نے جو ایک صاع دینے کا فیصلہ کیا ہے یہ قطع نزاع کے لیے ہے، اگرچہ دودھ اس سے کم ہو یا زیادہ، جھگڑا ختم کرنے کے لیے ایک صاع دینے کا فیصلہ کیا ہے، جیسا کہ موضحہ زخم کم و بیش ہوتے ہیں۔ لیکن موضحہ کی دیت ایک ہی ہے بعض کہتے ہیں: "خراج بالضمان"[2] کی حدیث اس کے خلاف ہے، کیونکہ جب مشتری کوئی چیز خرید لیتا ہے تو وہ چیز اس کی ضمان میں آجاتی ہے جب اس کی ضمان میں آجاتی ہے تو نفع اس کا بھی اسی کو ملتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دودھ ملک بائع میں پیدا ہوا ہوتا ہے، خراج بالضمان کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مشتری کی ملک میں پیدا ہوا سکا وہ مالک ہو، یہ دودھ بائع کی ملک میں پیدا ہوتا ہے لہٰذا اسے مشتری نے استعمال کیا ہوتا ہے تو جانور کو واپس کرتے وقت ایک صاع کھجور مشتری دے گا، اسی طرح ایک حدیث: "نهي عن بيع الدين بالدين." پیش کرتے ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت ہے، اور یہ روایت ہی ضعیف ہے۔ کہتے ہیں۔ مشتری کے ذمہ مصراۃ کا دودھ تھا جو موجود نہیں ہے، اور اس کے بدلہ میں کھجوریں اس کے ذمہ ڈال دی ہیں وہ بھی موجود نہیں ہیں، یہ دین بالدین کی صورت ہے، حالانکہ یہ بیع میں منع ہے جبکہ یہ بیع نہیں ہے بلکہ فسخ کی صورت ہے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایک صاع کھجوریں حلب کے مقابلہ میں ہیں، دودھ کے مقابلہ میں نہیں ہیں۔



---

[1] النحل:۱۲۶

[2] سنن ابی داود:۳۵۰۸، ترمذی:۱۲۸۵

یہ بھی کہتے ہیں کہ دودھ، بکری کے فضلات میں داخل ہوتا ہے، اور بکری کا جزء ہے، اگر بکری ہلاک ہو جائے تو وہ مشتری کے ملک سے ہلاک ہوتی ہے، اور اس کا فضلہ یا جزء بھی مشتری کے ملک میں ہے تو بائع کو تاوان کیوں دے اس کا جواب یہ ہے کہ جو دودھ مشتری کے ملک میں پیدا ہوتا ہے وہ اس کا تاوان نہیں دیتا۔ بلکہ جو دودھ بائع کے ملک میں پیدا ہوا ہے اور اس پر عقد واقع ہوا ہے، اس کے بدلے ایک صاع کھجور دینے کا پابند ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ گزشتہ زمانوں میں غراماتِ مالیہ دوگنی ہوتی تھیں، چور کو دُگنی سزا ملتی تھی اور چوری کا دوگنا لیا جاتا تھا، کہ اگر اس نے ایک صاع چرایا ہے تو اس سے دو صاع لیے جاتے تھے، طحاوی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اگر یہ بات ہوتی تو تاوان بائع پر آنا چاہیے تھا، کیونکہ شرارت اس نے کی ہے، یہاں تاوان مشتری پر آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ حدیث "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" حدیث کے ساتھ منسوخ ہے، کیونکہ دونوں کے جدا ہونے سے واپسی کا اختیار ختم ہو جاتا ہے، طحاوی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں کی جدائی سے خیارِ مجلس ختم ہوتا ہے، خیارِ رد بالعیب تو باقی رہتا ہے حدیث مصراۃ میں رد عیب کی وجہ سے ہوتا ہے، اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ احناف خیارِ مجلس کے قائل نہیں ہیں لیکن یہاں اس سے استدلال کرتے ہیں۔

بعض ان میں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے جو ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ اور قیاس اصول کے خلاف ہے جو قطعی ہیں لہٰذا اس پر عمل کرنا لازم نہیں ہے، اس کے تعاقب میں کہا گیا ہے کہ خبر واحد میں توقف تب ہے جب وہ اصول یعنی کتاب و سنت کے خلاف ہو، قیاسِ اصول کی مخالفت میں توقف نہیں ہوتا لہٰذا اصول اور قیاس اصول میں فرق ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ سنت اصل ہے اور قیاس فرع ہے۔ لہٰذا اصل کو فرع کے ساتھ رد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ دودھ نہ ہو تب بھی ایک صاع دیا جاتا ہے اور اگر دودھ موجود ہو پھر بھی تم صاع دینے کے قائل ہو اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قطع نزاع کے لیے ہے۔ کیونکہ یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ بائع کے ملک میں دودھ کتنا تھا اور مشتری کے ملک میں کتنا دودھ پیدا ہوا ہے اس لیے صاع مقرر کیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ربویات کے قاعدے کے خلاف ہے، مثلاً ایک شخص ایک صاع کے عوض بکری خریدتا ہے، اور جُث کی صورت میں تم کہتے ہو کہ بکری بھی دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے، یہاں صاع کے مقابلہ میں صاع ہو جاتا ہے اور بکری زائد ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ ممانعت بیع میں ہے جبکہ یہ بیع نہیں بلکہ فسخ کی صورت ہے۔

بعض احناف کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے لیکن ہمارے لیے تقلید کے بغیر چارہ نہیں، یہ لغو اور فضول بات ہے۔

قولہ وإن شاء ردها وصاعا من تمر اہلِ ظاہر کے نزدیک ایک صاع کھجور ہی واپس کرے گا۔ اگرچہ بکریاں سینکڑوں ہوں، دیگر سب علماء کے نزدیک جتنی بکریاں واپس ہوں گی، اتنے ہی کھجوروں کے صاع دے گا۔

٢١٤٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا، فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوعُ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ہم سے ابوعثمان نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص «مصراۃ» بکری خریدے اور اسے واپس کرنا چاہے تو (اصل مالک کو) اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے (جو مال بیچنے لائیں) آگے بڑھ کر خریدنے سے منع فرمایا ہے۔

٢١٥٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے، اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تجارتی) قافلوں کی پیشوائی (ان کا سامان شہر پہنچنے سے پہلے ہی خرید لینے کی غرض سے) نہ کرو۔ ایک شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی «نجش» (دھوکہ فریب) نہ کرے اور کوئی شہری، بدوی کا مال نہ بیچے اور بکری کے تھن میں دودھ نہ روکے۔ لیکن اگر کوئی اس (آخری) صورت میں جانور خرید لے تو اسے دوہنے کے بعد دونوں طرح کے اختیارات ہیں۔ اگر وہ اس بیع پر راضی ہے تو جانور کو روک سکتا ہے اور اگر وہ راضی نہیں تو ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دے کر اسے واپس کر دے۔



٦٥-بَابُ إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ:

باب: خریدار اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے لیکن اس کے دودھ کے بدلہ میں (جو خریدار نے استعمال کیا ہے) ایک صاع کھجور دے دے

٢١٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ، أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ".

ہم سے محمد بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے زیاد نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن زید کے غلام ثابت نے انہیں خبر دی، کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے «مصراۃ» بکری خریدی اور اسے دوہا۔ تو اگر وہ اس معاملہ پر راضی ہے تو اسے اپنے لیے روک لے اور اگر راضی نہیں ہے تو (واپس



کر دے اور) اس کے دودھ کے بدلے میں ایک صاع کھجور دیدے۔

٦٦-بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي:

باب: زانی غلام کی بیع کا بیان

وَقَالَ شُرَيْحٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا.

اور شریح رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر خریدار چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے ایسے لونڈی غلام کو واپس پھیر سکتا ہے۔

٢١٥٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَهُ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید مقبری نے خبر دی، ان سے ان کے باپ نے، اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی باندی زنا کرے اور اس کے زنا کا ثبوت (شرعی) مل جائے تو اسے کوڑے لگوائے، پھر اس کی لعنت ملامت نہ کرے۔ اس کے بعد اگر پھر وہ زنا کرے تو پھر کوڑے لگوائے مگر پھر لعنت ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ بھی زنا کرے تو اسے بیچ دے چاہے بال کی ایک رسی کے بدلہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

شرح بخاری

احناف کے ہاں زنا غلام میں عیب نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ اس سے مقصود فراش نہیں ہوتا بلکہ غلام سے مقصود خدمت ہوتی ہے اور زانی غلام خدمت کر سکتا ہے، کیونکہ وہ ہر وقت زنا میں تو نہیں لگا رہتا، لہٰذا خدمت کر سکتا ہے۔ بخلاف لونڈی کے۔ اس سے مقصود فراش بننا ہوتا ہے لہٰذا لونڈی کا زانیہ ہونا عیب ہے۔ غلام میں زنا کو وہ عیب نہیں سمجھتے ہاں اگر وہ ہر وقت ہی زانیات کے پیچھے لگا رہے پھر عیب ہوگا۔ احناف کی یہ بات انتہائی لغو ہے، کیونکہ مسلمان کا زانی ہونا عیب ہے خواہ غلام زانی ہو یا لونڈی ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ باب غلام کے بارہ میں لائے ہیں اور حدیث وہ ذکر کی ہے جو لونڈی کے بارہ میں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے غلام کو لونڈی پر قیاس کیا ہے، بدکاری اور زناکاری بہرحال جرم ہے، خواہ غلام کی طرف سے ہو، اور لونڈی کی طرح غلام کو بھی زنا کے عیب کی وجہ سے بیچا جائے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال "فلیبعها ولو بحبل من شعر" سے ہے۔

قولہ قال شریح سعید بن منصور نے ابن سیرین کی صحیح سند سے اسے موصول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے سے لونڈی خریدی جو زانیہ تھی اور مشتری کو اس کا علم نہیں تھا۔ یہ جھگڑا جب شریح قاضی کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: "إن شاء رد من الزنا"، وہ چاہے تو زنا کے عیب کی وجہ سے اسے رد کر سکتا ہے۔

۲۱۵۳-۲۱۵٤: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ؟ قَالَ: إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا. ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ". قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ باندی زنا کرے (تو اس کا کیا حکم ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ۔ اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر بھی اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو، اگرچہ ایک رسی ہی کے بدلے میں وہ فروخت ہو۔ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ (بیچنے کے لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا تھا یا چوتھی مرتبہ۔

٦٧- بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مَعَ النِّسَاءِ:

باب: عورتوں سے خرید و فروخت کرنا



۲۱۵۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اشْتَرِي وَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ"، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ، فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہمیں شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بریرہ رضی اللہ عنہا کے خریدنے کا) ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے گا جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ شرط باطل ہو گی۔ خواہ سو شرطیں ہی کیوں نہ لگالے کیونکہ اللہ ہی کی شرط حق اور مضبوط ہے (اور اسی کا اعتبار ہے)۔



اس باب سے مقصود یہ ہے کہ مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کے مالکوں سے اُسے خریدا تھا اور اُسے آزاد کر دیا تھا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ وَلاء کی شرط اپنے لیے لگاتے ہیں تو آپ نے فرمایا آپ اسے خرید کر آزاد کر دیں ولاء تو آزاد کرانے والے کے لیے ہی ہوتی ہے۔

قولہ من اشترط شرطاً شافعی، مالکی اور حنفی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جو شرط کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے، بلکہ مفسد للعقد ہے، یعنی ایسی شرط جو ملائم عقد نہ ہو بلکہ اس سے احد المتعاقدین یا مبیع کو فائدہ ہو ایسی شرط ان کے نزدیک عقد کو باطل کر دیتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس شرط سے مراد وہ شرط ہے جو کتاب اللہ کے منافی ہو، یعنی کتاب اللہ میں اس کی نہی اور ممانعت وارد ہوئی ہو جیسا کہ یہاں شریعت نے إنما الولاء لمن أعتق کہہ کر ولاء معتق کے لیے کی ہے اور دوسروں سے اس کی نفی کی ہے، اور یہاں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ خواہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم قرآنِ کریم میں ذکر ہوا ہو یا حدیث میں۔

٢١٥٦: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، سَاوَمَتْ بَرِيرَةَ، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا جَاءَ، قَالَتْ: إِنَّهُمْ أَبَوْا أَنْ يَبِيعُوهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ". قُلْتُ لِنَافِعٍ: حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ: مَا يُدْرِينِي.

ہم سے حسان بن ابی عباد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا کہ میں نے نافع سے سنا، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، بریرہ رضی اللہ عنہا کی (جو باندی تھیں) قیمت لگا رہی تھیں (تاکہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے (مسجد میں) تشریف لے گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے تو) اپنے لیے ولاء کی شرط کے بغیر انہیں بیچنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ میں نے نافع سے پوچھا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد تھے یا غلام، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

قولہ و ما یدرینی بریرۃ بنت صفوان قبطیہ تھی اور انصار کی لونڈی تھی اس کے خاوند کا نام مغیث تھا، بعض مقسم اور بعض معتب کہتے ہیں، یہ آزاد تھا یا غلام، اس بارہ میں روایات میں اختلاف منقول ہے کہیں حر اور کہیں عبد آتا ہے، لیکن جس روایت میں "حر" آتا ہے وہ موصول نہیں بلکہ منقطع ہے، احناف کے نزدیک جب کوئی لونڈی آزاد ہو جائے تو اسے اختیار ہوتا ہے کہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہے یا اس سے نکاح فسخ کر لے خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام ہو، کیونکہ اس میں پہلے سے بڑھوتری اور زیادتی حاصل ہو جاتی ہے، اس کا خاوند حنفی مذہب کے مطابق پہلے دو

طلاقوں کا مالک تھا، اب اس لونڈی کے آزاد ہونے کے بعد خاوند تین طلاقوں کا مالک بن جائے گا اگرچہ خاوند آزاد ہو، گویا ایک طلاق کی حیثیت بڑھ جائے گی، وہ اس پر اس کو مالک نہیں ہونے دے گی۔ شوافع کے نزدیک اگر لونڈی آزاد ہو جائے، تو اسے اختیار تب ہے جبکہ اس کا خاوند غلام ہو اگر اس کا خاوند آزاد ہو تو اسے فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے، کیونکہ حر کا عبد کے تحت ہونا ذلت کا باعث ہے اور وہ اس کا کفو بھی نہیں رہتا، اس لیے آزاد کو غلام کے تحت ہو تو اختیار دیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ بریرہ کا خاوند عبد یعنی غلام تھا، مطلب یہ ہے کہ اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا تو بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار نہ دیا جاتا، حنفی کہتے ہیں کہ جب عبد ہونے کی صورت میں اختیار ہے، کیونکہ حر کی اس پر زیادتی لازم آجاتی ہے تو یہ زیادتی دونوں صورتوں میں پائی جاتی ہے، بخلاف شوافع کے وہ کہتے ہیں کہ طلاق کا تعلق غلام سے اور عدت کا تعلق عورت سے ہوتا ہے، لہٰذا حر پہلے ہی تین طلاقوں کا مالک تھا، ابن حزم کی رائے احناف والی ہے اس کے نزدیک یہ کہنا کہ اسے غلام ہونے کی وجہ سے اختیار دیا تھا یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ سیاہ ہونے کی وجہ سے اختیار دیا ہے، حدیث میں اس قدر ہی آتا ہے کہ حضرت بریرہ آزاد ہوئی تو اسے فسخ نکاح کا اختیار دیا گیا۔ لہٰذا لونڈی کے آزاد ہونے سے اختیار ہونا چاہیے خاوند حر ہو یا عبد ہو۔

٦٨۔بَابُ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ:



باب: کیا کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان کسی اجرت کے بغیر بیچ سکتا ہے؟ اور کیا اس کی مدد یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہانہ معاملہ کرنا چاہئے۔ عطاء رحمہ اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

٢١٥٧: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے، انہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شہادت پر کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے اور (اپنے مقررہ امیر کی بات) سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی تھی۔



یعنی اُجرت لیے بغیر کوئی شہری آدمی کسی بدوی کی کوئی چیز بیچے تو یہ جائز ہے۔

قولہ أو ینصحه اس کی خیر خواہی کرسکتا ہے اور اسے بتا سکتا ہے کہ یہ چیز بازار میں اس قدر قیمت میں بکتی ہے۔

قولہ رخص فیه عطاءؒ یعنی اجرت لیے بغیر شہری کی بدوی کے لیے بیع کی عطاء نے بھی رخصت دی ہے۔ حدیث میں دلال بننے سے روکا گیا ہے اور دلال عام طور پر اُجرت لے کر ہی مال فروخت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا نہ کرے، لِلّٰہ، فی اللہ اس کا کام کرسکتا ہے، یہ نصیحت اور خیر خواہی ہے اور دین اسلام بھی خیر خواہی کا حکم دیتا ہے۔

بعض علماء نے قروی کو بھی بدوی کے حکم میں داخل کیا ہے، لیکن بعض کہتے ہیں کہ قروی کا بیع کرنا منع نہیں ہے، یہ حکم جنگلی لوگوں کا یا خانہ بدوشوں کا ہے، بخاری نے اس ممانعت کو اُجرت لے کر کام کرنے پر محمول کیا ہے۔ مفت میں کام کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اہل قریہ چونکہ بازاروں کے ریٹوں سے واقف ہوتے ہیں اس لیے وہ اس حکم مین داخل نہیں ہیں۔

قولہ لا تلقوا الرکبان اصل میں "لا تتلقوا" دو تا کے ساتھ ہے ان میں سے ایک تا کو حذف کر دیا گیا ہے اور الرکبان، راکب کی جمع ہے، اور سمسار اصل میں قیم اور نگران کو کہتے ہیں، پھر یہ لفظ غیر کے لیے خرید و فروخت کی سرپرستی کرنے والے کے لیے استعمال ہونے لگا ہے۔ اور اُجرت لے کر دلالی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۲۱۵۸: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ"، قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا.

ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تجارتی) قافلوں سے آگے جا کر نہ ملا کرو (ان کو منڈی میں آنے دو) اور کوئی شہری، کسی دیہاتی کا سامان نہ بیچے، انہوں نے بیان کیا کہ اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

٦٩- بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِأَجْرٍ:

باب: جنہوں نے اسے مکروہ رکھا کہ کوئی شہری آدمی کسی بھی دیہاتی کا مال اجرت لے کر بیچے

۲۱۵۹: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ صَبَّاحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ"، وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

مجھ سے عبداللہ بن صباح نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعلی حنفی نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال بیچے۔ یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی کہا ہے۔

قولہ نهي رسول الله ﷺ یعنی شہری کا بدوی سے اُجرت لے کر بیع کرنا مکروہ ہے، اور اگر اجرت کے بغیر ہو تو مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: "لا يكون له سمسارًا"[1] اس کا دلال نہ بنے اور دلال عموماً اجرت لے کر دوسرے کا کام کرتے ہیں۔

٧٠- بَابُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ:

باب: اس بیان میں کہ کوئی بستی والا باہر والے کے لیے دلالی کر کے مول نہ لے

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ، وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ الْعَرَبَ تَقُولُ بِعْ لِي ثَوْبًا وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے لیے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ عرب کہتے ہیں «بع لي ثوبا» یعنی کپڑا خرید لے۔

٢١٦٠: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ".

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سعید بن مسیب نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے مول پر مول نہ کرے اور کوئی «نجش» (دھوکہ، فریب) نہ کرے، اور نہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کے لیے بیچے یا مول لے۔

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح شہری کا بدوی کی کوئی چیز بیچنے میں دلال بننا جائز نہیں ہے اسی طرح شراء میں یعنی شہری کا بدوی کے لیے مال خریدنے میں دلال بننا بھی منع ہے۔

قولہ لا يبع حاضرٌ لبادٍ حدیث میں اگرچہ بیع کا لفظ آیا ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے شراء کو بیع پر قیاس کیا ہے، یا

[1] صحیح بخاری: ٢١٥٨

اس لیے ترجمہ باب شراء کا قائم کیا ہے، کیونکہ لفظ بیع خرید و فروخت اور بیع و شراء دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

قولہ ان العرب تقول: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ عرب لوگ بیع کا لفظ بول کر مراد شراء لیتے ہیں لہٰذا شہری کی بدوی کے لیے جیسے بیع مکروہ ہے اس طرح شراء بھی مکروہ ہے۔

۲۱۶۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ".

ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاذ بن معاذ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں اس سے روکا گیا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال تجارت بیچے۔

۷۱۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ:

باب: پہلے سے آگے جا کر قافلے والوں سے ملنے کی ممانعت اور یہ بیع رد کر دی جاتی ہے

۲۱۶۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی قافلوں سے) آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا ہے اور بستی والوں کو باہر والوں کا مال بیچنے سے بھی منع فرمایا۔

وہ تجارتی قافلے جو شہر میں بیچنے کے لیے سامان لاتے ہیں، مارکیٹ اور بازار میں پہنچنے سے پہلے راستے میں مل کر ان سے سامان خرید لینا منع ہے، ایسی بیع مردود ہوگی اور ایسا کرنے والا نافرمان اور گناہگار ہوگا جبکہ وہ اس کی ممانعت کو جانتا ہو اور یہ دھوکہ اور فریب ہے جو اس شہر کے رہنے والوں کو دیا جاتا ہے اور دھوکہ اور فریب دینا حرام ہے۔

یہاں بخاری نے صراحت کر دی ہے کہ تلقی رکبان کی بیع مردود ہوتی ہے، اور یہی رائے حنابلہ کی ہے، لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ ایسی بیع درست ہے، اور مالک کو بازار میں آنے کے بعد بیچا ہوا سامان واپس لینے کا اختیار ہوگا، جیسا کہ ترمذی، ابوداؤد کی حدیث ہے اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن تلقی الجلب فإن تلقاہ متلق مشتر فاشتراہ فصاحبہ بالخیار إذا وردت السوق"[1] یعنی بازار میں آکر سامان کا ریٹ معلوم ہونے کے بعد اسے اختیار ہے اور یہ اختیار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ تلقی والی بیع درست ہے، احناف کے ہاں تلقی رکبان تب منع ہے جب کہ شہر والوں کو اس مال کی ضرورت ہو، یا جبکہ وہ جھوٹ بول کر سامان

[1] سنن ابی داود: ۳۴۳۷

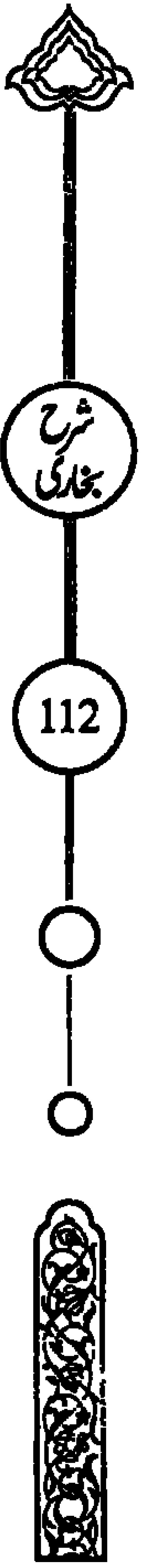
کاریٹ خلط ملط کردے، اور اگر یہ دوصورتیں نہ پائی جائیں تو تلقی رُکبان میں کوئی حرج نہیں ہے، ان کا استدلال عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے وہ کہتے ہیں: "كنا نتلقى الركبان فنشتري منهم الطعام فنهانا رسول الله ﷺ أن نبيعهٔ حتى يبلغ به سوق الطعام" [1] یہ حدیث عنقریب ذکر ہوگی۔ اس حدیث میں سامان وہیں بیچنے سے روکا گیا ہے لیکن تلقی سے نہیں روکا گیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ تلقی بازار سے متعلق ہے، کیونکہ بازار میں آنے کے بعد اسے بازار کاریٹ معلوم ہو جاتا ہے، اب بازار والے خرید لیں یا کوئی اور خرید لے جائز ہے لیکن بازار سے باہر ہی سامان خرید لینا منع ہے۔

قوله وأن بيعه مردود اس عبارت سے اگر یہ معنی مراد لیا جائے کہ اگر وہ اس بیع کے رد کرنے کو پسند کرے تو وہ بیع مردود ہوگی یعنی رد ہو جائے گی، یہ معنی جمہور کے مذہب کے مطابق ہو جائے گا۔

٢١٦٣: حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "مَا مَعْنَى قَوْلِهِ: لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ فَقَالَ: لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا.

مجھ سے عیاش بن عبدالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے؟ تو انہوں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اس باب میں لا کر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فن حدیث سے متعلق ایک مسئلے کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں معمر پر اختلاف ہے، عبدالواحد معمر سے: "لا تلقوا الركبان" کے لفظ کو ذکر کرتا ہے، جیسا کہ یہ حدیث اس سے قبل "باب هل يبيع حاضرٌ لباد بغير أجرٍ" کے تحت عنقریب گزر چکی ہے، لیکن عبدالاعلیٰ، معمر سے اس لفظ کو ذکر نہیں کرتا، جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے اور ایسے اختلافات کو ذکر کرنا محدثین کرام کے اہم مسائل میں سے ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔



٢١٦٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا. قَالَ: "وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہ ہم سے تیمی نے بیان کیا، ان سے ابوعثمان نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو کوئی دودھ جمع کی ہوئی بکری

---

[1] صحیح بخاری: ٢١٦٦

خریدے (وہ بکری پھیر دے) اور اس کے ساتھ ایک صاع دیدے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ والوں سے آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا۔

۲۱۶۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور جو مال باہر سے آرہا ہو اس سے آگے جاکر نہ ملے جب تک وہ بازار میں نہ آئے۔

۷۲-بَابُ مُنْتَهَى التَّلَقِّي:
باب: قافلے سے کتنی دور آگے جاکر ملنا منع ہے

۲۱۶۶: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ، "فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سُوقُ الطَّعَامِ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ، يُبَيِّنُهُ حَدِيثُ عُبَيْدِ اللهِ.



ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم آگے قافلوں کے پاس خود ہی پہنچ جایا کرتے تھے اور (شہر میں پہنچنے سے پہلے ہی) ان سے غلہ خرید لیا کرتے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم اس مال کو اسی جگہ بیچیں جب تک اناج کے بازار میں نہ لائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ملنا بازار کے بلند کنارے پر تھا۔ (جدھر سے سوداگر آیا کرتے تھے) اور یہ بات عبیداللہ کی حدیث سے نکلتی ہے۔

شرح بخاری

امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ تلقی کی منتہیٰ کہاں تک ہے، جب تجارتی سامان یا غلہ وغیرہ لانے والے بازار میں آجائیں اگرچہ ابھی منڈی میں نہ پہنچے ہوں تو وہاں تلقی جائز ہے، اور اگر وہ بازار سے باہر ہوں تو وہاں تلقی منع ہے۔

قولہ هذا فی أعلى السوق یعنی جویریہ کی حدیث جو نافع سے اور وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم قافلوں سے مل کر غلہ خرید لیتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا، یہ ممانعت بازار میں آنے سے پہلے ہے، اور یہ وضاحت اس کے بعد آنے والی عبیداللہ کی حدیث سے ہو جاتی ہے جو وہ نافع سے اور وہ عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں: "قال كانوا يبتاعون الطعام فی أعلى السوق فيبيعونهٗ فی مكانه فنهاهم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أن يبيعوه فی مكانه حتى ينقلوه" امام بخاری رحمہ اللہ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو عبداللہ بن عمر کے مطلق قول کی



وجہ سے تلقی رکبان کو جائز کہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے "کنا نتلقی الرکبان" کہا ہے، لیکن اس میں ان کی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ وہ بازار سے باہر ہی تلقی کیا کرتے تھے، جیسا کہ عبیداللہ بن عمر کی نافع کی حدیث سے واضح ہے۔ اور امام مالک نے نافع سے اپنی روایت میں صراحت کردی ہے: "لا تلقوا السلع حتی یھبط بھا السوق" اس میں "السلع" جمع ہے "سلعة" کی، یعنی سامان منڈی میں پہنچنے سے پہلے تلقی منع ہے، اس سے معلوم ہوا کہ منڈی یا بازار میں سامان پہنچنے کے بعد تلقی ہوسکتی ہے، اور بعض احادیث دیگر بعض کی وضاحت کردیتی ہیں۔ طحاوی نے دونوں احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ممانعت کی حدیث کا تعلق حصولِ ضرر سے ہے، کہ جب شہر والوں کو نقصان کا اندیشہ ہو تب تلقی منع ہے۔ ورنہ جائز ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی تطبیق راجح ہے۔

٢١٦٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانُوا يَبْتَاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ فَيَبِيعُونَهُ فِي مَكَانِهِ، فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوهُ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ بازار کی بلند جانب جا کر غلہ خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ غلہ وہاں نہ بیچیں جب تک اس کو اٹھوا کر دوسری جگہ نہ لے جائیں۔



٧٣- بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ:

باب: اگر کسی نے بیع میں ناجائز شرطیں لگائیں (تو اس کا کیا حکم ہے)

٢١٦٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ، فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ فَأَعِينِينِي، فَقُلْتُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي، فَعَلْتُ، فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ: فَأَبَوْا ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ، "وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے باپ عروہ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا (جو اس وقت تک باندی تھیں) آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر کتابت کر لی ہے۔ شرط یہ ہوئی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انہیں دیا کروں۔ اب آپ بھی میری کچھ مدد کیجئے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ یک مشت ان کا سب روپیہ میں ان کے لیے (ابھی) مہیا کر دوں اور تمہارا ترکہ میرے لیے ہو تو میں ایسا بھی کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے یہاں واپس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو آپ کی صورت ان کے سامنے رکھی تھی مگر وہ نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ترکہ تو ہمارا ہی رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو حقیقت حال سے خبر کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بریرہ کو تم لے لو اور انہیں ترکہ کی شرط لگانے دو۔ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر لوگوں کے مجمع میں تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا، امابعد! کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (خرید وفروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کتاب اللہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔ جو کوئی شرط ایسی لگائی جائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہوگی۔ خواہ ایسی سو شرطیں کوئی کیوں نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب پر مقدم ہے اور اللہ کی شرط ہی بہت مضبوط ہے اور ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

شرح بخاری

قولہ لا تحل یہ شروطاً کی صفت ہے "إذا" کا جواب ذکر نہیں ہے بلکہ "إذا" کا جواب محذوف ہے أي هل يفسد البيع بذلك أم لا ؟ یعنی ناجائز شرطیں لگائی جائیں تو ایسی شرطیں باطل ہوں گی، بعض کہتے ہیں ایسی شرطیں باطل ہوں گی اور بیع صحیح ہوگی۔

عبدالوارث بن سعید سے منقول ہے وہ کہتے ہیں میں مکہ گیا وہاں ابو حنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمۃ کو ملا، میں نے ابوحنیفہ سے سوال کیا کہ جو آدمی کوئی بیع کرے اور اس میں کوئی شرط لگالے تو اس کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے کہا، بیع باطل اور شرط بھی باطل ہے۔ پھر ابن ابی لیلیٰ کے پاس گیا، ان پر یہ سوال پیش کیا تو انہوں نے کہا، بیع جائز ہے اور شرط باطل ہے، پھر میں ابن شبرمہ کے پاس گیا، ان سے پوچھا تو اس نے جواب دیا، بیع بھی جائز ہے اور شرط بھی جائز ہے، میں نے کہا "سبحان اللہ" میں عراق کے تین فقہاء سے ملا اور تینوں نے ایک ہی مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، اور تینوں نے اپنے اپنے موقف پر دلائل پیش کر دیئے، ابوحنیفہ کے پاس آیا تو انہوں نے یہ حدیث پیش کی: "أن النبي ﷺ نهي عن بيع و شرط" پھر ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا تو انہوں نے حضرت بریرہ کی حدیث پیش کی

کہ بیع جائز اور شرط باطل ہے، پھر ابن شبرمہ کے پاس گیا تو انہوں نے حضرت جابر کی حدیث پیش کی: "قال بعث من النبی ﷺ ناقة فاشترط لي حملا نها إلي المدينة" لہٰذا بیع بھی جائز اور شرط بھی جائز ہے [1]۔

قولہ واشترطی لهم الولاء یہاں بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے شرط لگانے کی کیوں اجازت دی؟ اس لیے بعض کہتے ہیں کہ آپ نے: "اشترطی أولا تشترطی" کہا تھا، شرط کر یا نہ کر، ولاء تو معتق کے لیے ہوتی ہے، بعض نے کہا ہے کہ آپ نے انہیں ولاء کی شرط سے روکنے کے لیے اجازت دی تھی کیونکہ وہ باوجود منع کرنے کے باز نہیں آتے تھے، اگرچہ یہ بری چیز تھی لیکن دوسری طرف اس سے بھی بری چیز تھی، گویا یہ "شرُّ الشرين" کا مسئلہ تھا، جیسا کہ نووی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

۲۱۶۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ الله عَنْهُ: أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكَ، "فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں، لیکن ان کے مالکوں نے کہا کہ ہم انہیں اس شرط پر آپ کو بیچ سکتے ہیں کہ ان کی ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ اس کا ذکر جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شرط کی وجہ سے تم قطعاً نہ رکو۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔



۷۴- بَابُ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ:

باب: کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا

۲۱۷۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ الله عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے مالک بن اوس نے، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں بیچنا سود ہے، لیکن یہ کہ سودا ہاتھوں ہاتھ ہو۔ جَو کو جَو کے بدلہ میں بیچنا سود ہے، لیکن یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور کھجور کو کھجور کے بدلہ میں بیچنا سود ہے لیکن یہ کہ سودا ہاتھوں ہاتھ، نقدا نقد ہو۔

ابوالولید یہ ہشام بن عبدالملک طیالسی ہے۔



[1] المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۳۶۱

قولہ البر بالبر ربًا إلا ھا وھا أي بیع البر بالبر ربًا إلا مقولاً فی حقه ھاء وھاء، ورنہ امر تو استثناء میں نہیں آتا، اور "ھا" میں دو لغات ہیں، الف ساکن کے ساتھ، اور ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ، یہ اسم فعل بمعنی امر ہے، اور مراد یہ ہے کہ یہ بیع ربا ہوگی الا یہ کہ ہر ایک اپنے ساتھی سے کہے، ھاء یعنی خذ یعنی دونوں فریق مجلس سے جدا ہونے سے پہلے وصولی کرلیں، اور دونوں عوض، وزن میں مساوی اور برابر ہوں۔

٧٥۔بَابُ بَيْعِ الزَّبِيبِ بِالزَّبِيبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ:

باب: منقی کو منقی کے بدل اور اناج کو اناج کے بدل بیچنا

٢١٧١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا، مزابنہ یہ کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور خشک کھجور کے بدلہ ماپ کر کے بیچی جائے۔ اسی طرح بیل پر لگے ہوئے انگور کو منقیٰ کے بدل بیچنا۔

حافظ نے کہا ہے کہ بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں "الطعام بالطعام" کو ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث مذکور میں اس کا ذکر نہیں ہے اسی طرح بخاری نے ترجمہ میں "الزبيب بالزبيب" کو ذکر کیا ہے، حالانکہ حدیث مذکور میں "الزبيب بالكرم" مذکور ہے، پھر حافظ رحمہ اللہ نے اسماعیلی سے اس کا جواب نقل کرتے ہوئے کہا ہے: "قال الإسماعيلي: لعلّهُ أخذَ ذٰلك من جهة المعنیٰ" یعنی امام بخاری نے یہ ترجمہ باب احادیث کے مفہوم سے اخذ کیا ہے، یہ اسماعیلی کا جواب ہے جو حافظ نے نقل کیا ہے۔ لیکن حافظ نے اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت کے بارہ میں کہا ہے: "كأنهُ أشار إلى ما وقع فی بعض طرقه من ذكر الطعام وهو فی رواية الليث عن نافع كما سيأتي إن شاء الله تعالى"[1] وروى مسلم من حديث معمر بن عبدالله مرفوعًا الطعام بالطعام

[1] علامہ عینی نے قال بعضهم کے لفظ کے ساتھ حافظ کے جواب کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ کا جواب بخاری کے موافق نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا: "والوجه ما ذكرناهُ من أنه أخذ في الترجمة من حيث المعنیٰ وهٰذا المقدار كاف في المطابقة" وجہ مناسبت وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ احادیث کے مفہوم سے لیا ہے۔ حالانکہ یہ وجہ مناسبت حافظ رحمہ اللہ نے ہی اسماعیلی سے نقل کی ہے۔ اور علامہ عینی نے اسماعیلی کی ذکر کی ہوئی مناسبت کو اپنی طرف منسوب کرلیا ہے۔ اور باقی عبارت کو اسماعیلی کے حوالے سے نقل کردیا ہے۔ دیکھئے عمدۃ القاری ج ١١، ص ٣١٤۔ جبکہ حافظ نے یہ تدلیس نہیں کی، بلکہ اسماعیلی کے جواب کو "قال الإسماعيلي" کہہ کر انہی کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور اپنے ہاں وجہ مناسبت کو "كأنه أشار إلى ما وقع في بعض طرقه" کے الفاظ سے اس سے علیحدہ ذکر کیا ہے۔

مثلاً بمثلٍ یعنی بخاری نے ترجمہ باب میں طعام کا لفظ لا کر اس کے بعض ان طرق کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں "طعام" کا ذکر آتا ہے جیسا کہ لیث کی نافع سے روایت میں ہے جو عنقریب آئے گی اور امام مسلم نے معمر بن عبداللہ کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے جس میں صریح طور پر آتا ہے کہ طعام کی بیع طعام کے بدلے برابر، برابر ہونی چاہیے۔

قولہ نهي عن المزابنة یہ باب مفاعلہ سے ہے جو مشارکت کے لیے آتا ہے اور مزابنہ بھی دو افراد کے درمیان ہوتا ہے یہ زبن سے ہے جس کا معنی "دفع شدید" ہے۔ گویا مزابنہ میں بھی دونوں فریق ایک دوسرے کو دفع کرتے ہیں۔ اس لیے اسے مزابنہ کہتے ہیں، یا اس لیے اسے مزابنہ کہتے ہیں کہ جن بیوع کی شریعت نے رخصت دی ہے یہ ان سے مدفوع ہے۔

قولہ رخص فی العرایا بیع عرایا کی تفصیل بخاری "باب تفسیر العرایا" میں عنقریب لا رہے ہیں، جس سے مراد یہ ہے کہ باغ کا مالک اپنے باغ میں سے چند درخت غریبوں یا مسکینوں کو پھل کھانے کے لیے دیدے، پھر وہ ان غرباء کی ان درختوں میں آمد و رفت سے تکلیف محسوس کرے کیونکہ اس کے اہل و عیال اور عورتیں بھی وہاں باغ میں رہائش پذیر ہیں، لہٰذا باغ کا مالک غریبوں کو دیئے ہوئے درخت خود رکھ لے اور اندازے سے اس کے بدلے خشک پھل اپنے پاس سے انہیں دیدے تو یہ بیع عرایا ہے۔ اور یہ بیع مزابنہ کی ممانعت سے مستثنیٰ ہے، حنفی کہتے ہیں یہ ہبہ ہوتا ہے، کیونکہ اس نے ان کا اس پر قبضہ نہیں کرایا ہوتا۔ اور قبضہ سے پہلے ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہوتا ہے، قبضے کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا، احناف کے ہاں موانع سات ہیں اگر ان میں سے کوئی مانع نہ پایا جائے تو رجوع جائز ہوتا ہے، گویا یہ استردادِ ہبہ ہے کہ اس نے موہوب چیز واپس کر لی اور اپنے پاس سے اسے کھجوریں دے دیں۔ لہٰذا یہ بیع نہیں ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ یہ بیع ہے، مگر وہ بیع کو عاریہ کے ساتھ خاص کرتے ہیں، یعنی یہ معری سے خاص ہے، کسی اور سے جائز نہیں ہے، شوافع کے نزدیک غریب اور مسکین معری سے بھی بیع کر سکتا ہے، اور غیر سے بھی کر سکتا ہے، اور ان کے نزدیک یہ عاریہ سے مخصوص نہیں ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ پانچ وسق سے کم میں اجازت دی گئی ہے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ بیع عرایا ضرورت کے لیے جائز ہے۔ یہ مذہب متوسط ہے اور درست ہے، حنفی اسے بیع نہیں سمجھتے، بلکہ صاحب بستان ایک نیکی کرتا ہے، پھر درخت واپس لے کر اسے کھجوریں دے دیتا ہے۔

۲۱۷۲: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ"، قَالَ: وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يَبِيعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ إِنْ زَادَ فَلِي وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص درخت پر کی کھجور سوکھی کھجور کے بدل ماپ تول کر بیچے۔ اور خریدار کہے اگر درخت کا پھل اس سوکھے پھل سے زیادہ نکلے تو وہ اس کا ہے اور کم نکلے تو وہ نقصان بھر دے گا۔

٢١٧٣: قَالَ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ مجھ سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عرایا کی اجازت دے دی تھی جو اندازے ہی سے بیع کی ایک صورت ہے۔

٧٦- بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ:

باب: جو کے بدلے جو کی بیع کرنا

٢١٧٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ، فَقَالَ: وَاللهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، اور انہیں مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہیں سو اشرفیاں بدلنی تھیں۔ (انہوں نے بیان کیا کہ) پھر مجھے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما نے بلایا۔ اور ہم نے (اپنے معاملہ کی) بات چیت کی۔ اور ان سے میرا معاملہ طے ہو گیا۔ وہ سونے (اشرفیوں) کو اپنے ہاتھ میں لے کر الٹنے پلٹنے لگے اور کہنے لگے کہ ذرا میرے خزانچی کو غابہ سے آ لینے دو۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی ہماری باتیں سن رہے تھے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جب تک تم طلحہ سے روپیہ لے نہ لو، ان سے جدا نہ ہونا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونا سونے کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیہوں، گیہوں کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جو، جو کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کھجور، کھجور کے بدلہ میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتی ہے۔

شرح بخاری

قولہ صرفاً بمأة دینار سونے، چاندی کے یا دراہم و دنانیر کے آپس میں تبادلے کو بیع صرف کہتے ہیں اور سونے کے سونے سے اور چاندی کے چاندی سے تبادلے کو مراطلہ کہتے ہیں، مراطلہ میں جنسیں ایک ہوتی ہیں۔

قولہ فتراوضنا، ای تجارینا الکلام فی قدر العوض بالزیادۃ والنقص۔ یعنی ہم نے قدر عوض کی کمی بیشی میں باہمی گفتگو کی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنے سامان کا اپنے ساتھی کے پاس وصف بیان کرنا مراد ہے۔

قولہ یقلبھا۔ الذھب تذکیر وتانیث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یا مأة دینار کی وجہ سے ضمیر مونث آئی ہے۔

قولہ من الغابۃ کیونکہ غابہ میں طلحہ بن عبید اللہ کا کھجوروں وغیرہ کا مال تھا۔

قولہ هاء وهاء مد کے ساتھ اور ہمزہ کی فتحہ کے ساتھ بعض نے کسرہ کہا ہے اور بعض نے ہمزہ کے سکون سے کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بغیر ہمزہ کے مقصود ہے، خطابی نے اسے غلط کہا ہے لیکن نووی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۷۷۔بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ:

باب: سونے کو سونے کے بدلہ میں بیچنا

۲۱۷۵: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ".

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے خبر دی، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے بیان کیا، ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر (کی لین دین) نہ ہو۔ اسی طرح چاندی، چاندی کے بدلہ میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک (دونوں طرف سے) برابر برابر نہ ہو۔ البتہ سونا، چاندی کے بدل اور چاندی سونے کے بدل میں جس طرح چاہو بیچو۔

شرح بخاری: تبادلہ میں اگر جنسیں ایک ہوں تو اسے "مراطلہ" کہتے ہیں، اور صرف میں جنسیں مختلف ہوتی ہیں، حنفی دونوں کو صرف کہتے ہیں۔ اور بنے ہوئے زیور میں اختلاف ہے۔ کیونکہ زیور کی قیمت سونے کے برابر نہیں ہوتی۔ اس میں کچھ گھاڑ بھی ہوتی ہے اس لیے اسے چاہیے کہ پہلے سونا خرید کر اسے دیدے پھر اس کی مزدوری دیدے، کیونکہ وہ چیز اب اس کے ملک میں آگئی ہے، اگر بنا ہوا زیور لینا چاہے تو سونے کے برابر ہونا چاہیے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گھاڑ وغیرہ کی قیمت مساوات میں داخل نہیں ہے، احناف اس کے ساتھ کچھ چاندی یا پیسے دے کر حیلہ کر لیتے ہیں۔

۷۸۔بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ:

باب: چاندی کو چاندی کے بدلے میں بیچنا

۲۱۷۶: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا عَمِّي، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذَلِكَ حَدِيثًا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ، مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ".

ہم سے عبیداللہ بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری کے بھتیجے نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا نے بیان کیا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کی (جیسے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ سے گزری) پھر ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا، اے ابوسعید! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے یہ کون سی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث بیع صرف (یعنی روپیہ اشرفیاں بدلنے یا تڑوانے) سے متعلق ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا تھا کہ سونا سونے کے بدلے میں برابر برابر ہی بیچا جاسکتا ہے اور چاندی، چاندی کے بدلہ میں برابر برابر ہی بیچی جاسکتی ہے۔

٢١٧٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

٧٩-بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالدِّينَارِ نَسَاءً:

باب: اشرفی اشرفی کے بدلے ادھار بیچنا

٢١٧٨-٢١٧٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَأَلْتُهُ، فَقُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ، قَالَ: كُلَّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ، وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي، وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہیں ابوصالح زیات نے خبر دی، اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ دینار، دینار کے بدلے میں اور درہم، درہم کے بدلے میں (بیچا جاسکتا ہے) اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں آپ نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کا میں دعویدار نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی احادیث) کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مذکورہ صورتوں میں) سود صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے۔

یعنی دینار کا دینار سے اور درہم کا درہم سے ادھار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عبداللہ بن عباس جائز کہتے ہیں۔

قولہ لا ربا الا فی النسیئة یہ حدیث اس روایت کے معارض ہے جس میں آتا ہے کہ درہم بدلے درہم کے ہو تو اس میں نساء یعنی ادھار نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے "لا ربا الا فی النسیئة" سے یہ مراد لیتے ہیں کہ قرآن کے ربا کا تعلق دین سے ہے، اس کا بیع سے تعلق نہیں ہے، اس کا اس سے الحاق کر کے اس پر "ربا" کا لفظ بولا گیا ہے۔ "لا ربا إلا فی النسیئة" کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ جنسیں مختلف ہوں، لیکن جب جنس ایک ہو پھر یہ حکم نہیں ہے، کہ جب جنسیں مختلف ہوں تو حدیث میں آتا ہے: "إذا اختلف هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدًا بيدٍ"①



۸۰- بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً:

باب: چاندی کو سونے کے بدلے ادھار بیچنا

۲۱۸۰-۲۱۸۱: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ، قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الصَّرْفِ؟ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلَاهُمَا يَقُولُ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا".

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوالمنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ



① صحیح مسلم: ۱۵۸۷

سے بہتر ہیں۔ آخر دونوں حضرات نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

بیع یا تو نقدی کے بدلے ہوگی یا سامان کے عوض، پھر ہر ایک ان میں سے نقد ہوگی یا اُدھار، تو یہ چار قسمیں بنتی ہیں۔

اگر بیع نقدی کی اپنی ہم مثل کے ساتھ ہو تو اسے "مراطلہ" کہتے ہیں۔ جیسے سونے کی سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ، یا نقدی کی بیع غیر جنس کے ساتھ ہوگی جیسے سونے کی چاندی کے ساتھ یا چاندی کی سونے کے ساتھ، تو اسے بیع صرف کہتے ہیں، اور اگر سامان کی بیع نقدی کے ساتھ ہو تو نقدی کو ثمن اور سامان کو عوض کا نام دیتے ہیں اور سامان کی سامان کے ساتھ بیع کا نام "مقابضہ" ہے۔ ان سب میں نقد سودا کرنا جائز ہے۔ رہی تاخیر تو اس میں تفصیل ہے، اگر نقدی، نقدی کے بدلے ہو تو اُدھار جائز نہیں ہے۔

اگر سامان کے عوض ہو تو جائز ہے، اور اگر سامان موخر ہو تو یہ بیع سلم ہے اور اگر دونوں طرف ادھار ہو تو یہ "بیع الدین بالدین" ہے جو جائز نہیں ہے، مگر حوالہ کو بیع کہنے والوں کے نزدیک یہ مستثنیٰ ہے۔ یہ حافظ نے ذکر کیا ہے۔

۸۱۔ بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ:

باب: سونا چاندی کے بدلے نقد، ہاتھوں ہاتھ بیچنا درست ہے

۲۱۸۲: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا".

ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عباد بن عوام نے، کہا کہ ہم کو یحییٰ بن ابی اسحٰق نے خبر دی، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور ان سے ان کے باپ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی، چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ البتہ سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدلے جس طرح چاہیں خریدیں۔

۸۲۔ بَابُ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ، وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ وَبَيْعُ الْعَرَايَا:

باب: بیع مزابنہ کے بیان میں اور یہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں ہوتی ہے اور بیع عرایا کا بیان

قَالَ أَنَسٌ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

۲۱۸۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا اور ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھل (درخت پر کا) اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کا پکا ہونا نہ کھل جائے۔ اور درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔

تر کھجوروں کے بدلے خشک کھجوریں دینا یا انگوروں کے بدلے منقہ کی بیع کو مزابنہ کہتے ہیں، اور کھڑی کھیتی کے بدلے معین گندم لینا یا دینا بھی اس میں داخل ہے۔ اس میں ایک طرف پھل یا غلہ معین نہیں ہوتا دوسری طرف اگرچہ معین پھل یا غلہ ہوتا ہے لیکن چونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال ہوتا ہے اس لیے اس سے روکا گیا ہے۔


قولہ والمحاقلۃ مزابنۃ کا تعلق پھلوں سے اور محاقلہ کا تعلق کھیتی سے ہے۔ بعض مزابنہ کو عام لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کرائے پر زمین دینا محاقلہ کہلاتا ہے۔

قولہ رخص بعد ذٰلک فی بیع العرایا بیع عرایا میں بھی تر اور خشک پھلوں کا تبادلہ ہوتا ہے لیکن ضرورت کے لیے اس کی اجازت دی گئی ہے، احناف کا خیال یہ ہے کہ تر اور خشک پھلوں کی بیع ایک دوسرے کے ساتھ جائز ہے، حالانکہ حدیث میں اس کی ممانعت آتی ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے اس بارہ میں سوال کرنے والوں سے پوچھا تھا کیا تر کھجوریں خشک ہو کر کم ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا، ہاں تو آپ نے فرمایا پھر تر اور خشک کا تبادلہ جائز نہیں ہے[1]۔ یہ بات اگرچہ بدیہی تھی اور اسے آپ بھی جانتے تھے کہ تر پھل خشک ہو کر کم ہو جاتا ہے، لیکن بدیہی ہونے کے باوجود آپ نے ان سے اس لیے پوچھا تا کہ انہیں بیع مزابنہ کی نہی کی علت معلوم ہو جائے، آپ کا مطلب یہ تھا کہ تم اس چیز کو جانتے ہو کہ تر کھجوریں خشک ہو کر کم ہو جاتی ہیں تو اس کی بیشی کے احتمال کی وجہ سے یہ بیع ممنوع ہے۔ حنفی اسے جائز کہتے ہیں، ہدایہ میں ہے بلکہ اسے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جب وہ بغداد میں گئے تو ان سے سوال کیا گیا، کیا آپ تر کھجوروں کی بیع کو خشک کھجوروں کے ساتھ جائز سمجھتے ہو جبکہ وہ برابر برابر ہوں، حالانکہ حدیث میں منع آیا ہے۔ تو وہ کہنے لگے کیا رُطب کھجوریں تمر ہیں یا نہیں ہیں اگر رُطب بھی تمر ہیں تو "التمر بالتمر سواءً بسواءٍ" میں داخل ہیں لہٰذا یہ بیع جائز ہے، اور اگر وہ تمر نہیں ہیں تو وہ "إذا

[1] موطا امام مالک ۲۲، باب ما یکرہ عن بیع التمر

اختلفت هٰذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدًا بيدٍ"[1] میں داخل ہو جائیں گی، اس قیاس سے انہوں نے صریح حدیث کو رد کر دیا جو کہ مزابنہ کی ممانعت کے بارہ میں ہے، لوگوں نے جواب میں حدیث پیش کی، وہ کہنے لگے اس میں زید بن عیاش متکلم فیہ ہے۔ حنفی کہتے ہیں تم کہتے ہو انہیں حدیث نہیں آتی، انہوں نے محدثین کے طریق پر رد کیا ہے، رائے سے رد نہیں کیا، حالانکہ اس بارہ میں حدیث صحیح ہے[2]، ضعیف نہیں ہے۔

٢١٨٤: قَالَ سَالِمٌ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهِ.

سالم نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، اور انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عریہ کی تر یا خشک کھجور کے بدلہ میں اجازت دے دی تھی لیکن اس کے سوا کسی صورت کی اجازت نہیں دی تھی۔

٢١٨٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ، اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا، مزابنہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر اور درخت کے انگور کو خشک انگور کے بدلے میں ناپ کر بیچنے کو کہتے ہیں۔

٢١٨٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ. وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِي رُءُوسِ النَّخْلِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں داؤد بن حصین نے، انہیں ابن ابی احمد کے غلام ابوسفیان نے اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا، مزابنہ درخت پر لگی کھجور، توڑی ہوئی کھجور کے بدلے میں خریدنے کو کہتے ہیں۔

---

1. صحیح مسلم: ۱۵۸۷
2. صحیح بخاری: ۲۳۸۱

۲۱۸۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معاویہ نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

۲۱۸۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عریہ کو اس کی اجازت دی کہ اپنا عریہ اس کے اندازے برابر میوے کے بدل بیچ ڈالے۔



۸۳۔ بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ عَلَى رُءُوسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ:

باب: درخت پر پھل، سونے اور چاندی کے بدلے بیچنا

۲۱۸۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ، وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِالدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا".

ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء اور ابوزبیر نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پکنے سے پہلے بیچنے سے منع کیا ہے اور یہ کہ اس میں سے ذرہ برابر بھی درہم و دینا کے سوا کسی اور چیز (سوکھے پھل) کے بدلے نہ بیچی جائے البتہ عریہ کی اجازت دی۔

یعنی درختوں کے پھلوں کو پکنے کے بعد بیچنا چاہیے "علی رؤس النخل" یہ جملہ الثمر سے حال واقع ہو رہا ہے اور "بالذهب والفضة" یہ جار و مجرور "بیع" کے متعلق ہے۔ اور اس کا ذکر تغلیباً ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ پھلوں کو درہم و دینار کے عوض بیچتے ہیں، اس لیے اسے ذکر کیا ہے ورنہ سامان کے عوض بیع کرنا بھی جائز ہے یا اس لیے یہ قید لگائی ہے کہ حدیث میں درہم و دینار کا ذکر ہے اور درہم و دینار سے مراد سونا چاندی ہے اور "مخاضرۃ" کچی کھیتی بیچنے کو کہتے ہیں۔ اگر ہری کھیتی پکانے کے لیے خریدی جائے تو جائز نہیں ہے اور اگر بطور چارہ کاٹنے کے لیے ہو تو جائز ہے۔ لیکن سفیان وغیرہ اسے بھی منع سمجھتے ہیں۔



قولہ حتی یطیب اسی سے بخاری رحمہ اللہ نے "رؤس النخل" کا مفہوم اخذ کیا ہے، کیونکہ تر پھل یا کچے پھل درختوں پر ہی پکتے ہیں۔

٢١٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا، وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الرَّبِيعِ، أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ؟ قَالَ: نَعَمْ".

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے امام مالک سے سنا، ان سے عبیداللہ بن ربیع نے پوچھا کہ کیا آپ سے داؤد نے سفیان سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وسق یا اس سے کم میں بیع عریہ کی اجازت دے دی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں!

قولہ أو دون خمسة أوسق بیع عرایا پانچ وسق تک ہونی چاہیے اگر شک ہو تو پانچ وسق سے کم میں ہونی چاہیے ایک حدیث میں آتا ہے کہ چار وسق ہوں یا پانچ۔

٢١٩١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا، قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا"، وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى: إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا، قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ؟ قَالَ سُفْيَانُ: فَقُلْتُ لِيَحْيَى: وَأَنَا غُلَامٌ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا، فَقَالَ: وَمَا يُدْرِي أَهْلَ مَكَّةَ؟ قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ، فَسَكَتَ، قَالَ سُفْيَانُ: إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قِيلَ لِسُفْيَانَ: وَلَيْسَ فِيهِ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ؟ قَالَ: لَا.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ یحیٰی بن سعید نے بیان کیا کہ میں نے بشیر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توڑی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، البتہ عریہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے کہ عریہ والے اس کے بدل تازہ کھجور کھائیں۔ سفیان نے دوسری مرتبہ یہ روایت بیان کی، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دے دی تھی۔ کہ اندازہ کر کے یہ بیع کی جا سکتی ہے، کھجور ہی کے بدلے میں۔ دونوں

کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ سے پوچھا، اس وقت میں ابھی کم عمر تھا کہ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دی ہے تو انہوں نے پوچھا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ لوگ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان نے کہا کہ میری مراد اس سے یہ تھی کہ جابر رضی اللہ عنہ مدینہ والے ہیں۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کی حدیث میں یہ ممانعت نہیں ہے کہ پھلوں کو بیچنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا جب تک ان کی پختگی نہ کھل جائے انہوں نے کہا کہ نہیں۔

قولہ یأکلها أهلها رُطَبًا یعنی غرباء ومساکین کو پھل اور درخت دینے والے بیع عرایا میں تر اور تازہ پھل خود کھائیں اور غرباء ومساکین کو اپنے پاس سے خشک کھجوریں دیدیں۔

قولہ وما یُدری أهل مكة یعنی مکہ کے رہنے والے لوگ تجارت پیشہ ہیں وہ باغات اور کھیتوں کے مسائل واحکام کو اچھی طرح نہیں جانتے، جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ مدینہ کے رہنے والے ہیں، اور مدینے والے باغات اور کھیتوں والے ہیں۔ اور اہل مکہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قولہ قَالَ لَا یعنی اس حدیث میں "نهي عن بيع الثمر حتى يبدو صلاحه" نہیں ہے لیکن دیگر صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے۔

٨٤۔بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا:

باب: عریہ کی تفسیر کا بیان

شرح بخاری

وَقَالَ مَالِكٌ: الْعَرِيَّةُ، أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ، ثُمَّ يَتَأَذَّى بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ، فَرُخِّصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ، وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ: الْعَرِيَّةُ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ، لَا يَكُونُ بِالْجِزَافِ، وَمِمَّا يُقَوِّيهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ: بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ، وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَانَتِ الْعَرَايَا أَنْ يُعْرِيَ الرَّجُلُ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ، وَقَالَ يَزِيدُ: عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوهَبُ لِلْمَسَاكِينِ. فَلَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْتَظِرُوا بِهَا رُخِّصَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهَا بِمَا شَاءُوا مِنَ التَّمْرِ.

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی باغ کا مالک اپنے باغ میں) دوسرے شخص کو کھجور کا درخت (ہبہ کے طور پر) دیدے، پھر اس شخص کا باغ میں آنا اچھا نہ معلوم ہو، تو اس صورت میں وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت (جسے وہ ہبہ کر چکا ہے) خرید لے اس کی اس کے لیے رخصت دی گئی ہے اور ابن ادریس (امام شافعی رحمہ اللہ) نے کہا کہ عریہ جائز نہیں ہوتا مگر (پانچ وسق سے کم میں) سوکھی کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دیدے یہ نہیں کہ دونوں طرف اندازہ ہو۔ اور اس کی تائید سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے

کہ وسق سے ناپ کر کھجور دی جائے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں نافع سے بیان کیا اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ عریہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں کھجور کے ایک دو درخت کسی کو عاریتاً دیدے اور یزید نے سفیان بن حسین سے بیان کی کہ عریہ کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جو مسکینوں کو للہ دے دیا جائے، لیکن وہ کھجور کے پکنے کا انتظار نہیں کر سکتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی کہ جس قدر سوکھی کھجور کے بدل چاہیں اور جس کے ہاتھ چاہیں بیچ سکتے ہیں۔

یہ عریۃ یا عاریۃ کی جمع ہے، اور اس سے مراد کھجوروں کے درخت نہیں، بلکہ ان کا پھل عطیہ کرنا ہے، عرب لوگ قحط کے زمانہ میں کھجوروں کا پھل ان لوگوں کو بطورِ عطیہ دے دیا کرتے تھے جن کے ہاں پھل نہیں ہوتے تھے، جیسا کہ وہ بکری یا اونٹنی کا دودھ عطیہ کر دیتے تھے۔

قولہ وقال مالك العرية... امام مالک نے کہا ہے کہ کوئی آدمی ان میں سے کسی غریب یا مسکین کو ایک یا دو کھجور کے درخت پھل کھانے کے لیے دے دیتا، اس کے بعد اس کے آنے جانے سے تکلیف محسوس کرتا۔ اس لیے انہیں بیع عرایا کی اجازت دی گئی، کہ وہ درخت اپنے لیے رکھ لیں، اور غریب یا مسکین کو اپنے پاس سے ان کے عوض خشک کھجوریں دے دیں، کیونکہ عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ پھلوں کے اوقات میں اپنے اہل و عیال اور بال بچوں کے ساتھ باغات میں آجاتے اور وہیں بسیرا کرتے، اور باغ کا مالک دوسروں کی زیادہ آمد و رفت کو ناپسند کرتا۔ اور اس سے کہتا کہ درخت میں رکھ لیتا ہوں اور تجھے اندازے سے اس کے بدلے خشک کھجوریں دے دیتا ہوں، اس کی انہیں اجازت دے دی گئی۔

عرایا کی مختلف صورتیں ہیں، جمہور کے نزدیک یہ سب صورتیں درست ہیں، عریہ کے معنی میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں یہ عرا، یعرو سے ہے اور عروت تب کہتے ہیں جبکہ تو کسی چیز کی طرف بار بار آئے، کیونکہ انسان اپنے کھجوروں کے درخت دیکھنے کیلئے جاتا ہے لہٰذا عریہ بمعنی ماتیہ ہوگا، عری بمعنی تجرد سے نہیں ہے، ہبہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

قولہ یدًا بیدٍ یعنی درختوں کے پھل پر تخلیہ سے قبضہ ہو جائے گا اور اپنے پاس سے ماپ کر تمر دینے سے یداً بیدٍ ثابت ہو جائے گا۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ غریب یا مسکین کو خشک کھجوریں درختوں کا پھل پکنے کے وقت دے گا، اگر نقد دے گا تو یہ بیع باطل ہو جائے گی، امام شافعی اس سے اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ یہ معاملہ یداً بیدٍ یعنی ہاتھوں ہاتھ، نقد ہونا چاہیے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ ادھار ہونا چاہیے۔

قولہ بالأوسق الموسقة یعنی ماپے ہوئے وسق دے، اس سے اس بات کو تقویت حاصل ہوگئی کہ جزاف یعنی اٹکل نہیں ہونا چاہیے۔

۲۱۹۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ "رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا". قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَعْلُومَاتٌ تَأْتِيهَا فَتَشْتَرِيهَا.

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے، انہیں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کی اجازت دی کہ وہ اندازے سے بیچی جا سکتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا کچھ معین درخت جن کا میوہ تو اترے ہوئے میوے کے بدل خریدے۔

۸۵۔ بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا:

باب: پھلوں کی پختگی معلوم ہونے سے پہلے ان کو بیچنا منع ہے

۲۱۹۳: وَقَالَ اللَّيْثُ: عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الأَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مُرَاضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ، فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ". وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا فَيَتَبَيَّنَ الأَصْفَرُ مِنَ الأَحْمَرِ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَكَّامٌ، حَدَّثَنَا عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ سَهْلٍ، عَنْ زَيْدٍ.



لیث بن سعد نے ابوزناد عبداللہ بن ذکوان سے نقل کیا کہ عروہ بن زبیر، بنوحارثہ کے سہل بن ابی حثمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے اور وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت (درختوں پر پکنے سے پہلے) کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت آتا، اور مالک (قیمت کا) تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے لگتے کہ پہلے ہی اس کا گابھا خراب اور کالا ہو گیا، اس کو بیماری ہو گئی، یہ تو ٹھٹھر گیا پھل بہت ہی کم آئے۔ اسی طرح مختلف آفتوں کو بیان کر کے مالکوں سے جھگڑتے (تاکہ قیمت میں کمی کرا لیں) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح کے مقدمات بکثرت آنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس طرح جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو تم لوگ بھی میوہ کے پکنے سے پہلے ان کو نہ بیچا کرو۔ گویا مقدمات کی کثرت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور مشورہ فرمایا تھا۔ خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ



زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے باغ کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے جب تک ثریا نہ طلوع ہو جاتا اور زردی اور سرخی ظاہر نہ ہو جاتی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ اس کی روایت علی بن بحر نے بھی کی ہے کہ ہم سے حکام بن سلم نے بیان کیا، ان سے عنبسہ نے بیان کیا، ان سے زکریا نے، ان سے ابوالزناد نے، ان سے عروہ نے اور ان سے سہل بن سعد نے اور ان سے زید بن ثابت نے۔

ثمار جمع ہے ثمرۃ کی یہ عام ہے تر اور غیر تر سب کو شامل ہے، اس مسئلہ میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا، رنگت وغیرہ کے لحاظ سے پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے ہی انہیں بیچنا یا خریدنا جائز نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر کچا پھل اتارنا مقصود ہو تو صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے بیچنا جائز ہے۔ جیسا کہ مخاضرہ منع ہے لیکن اگر کچی کھیتی چارے وغیرہ کے لیے خریدے تو جائز ہے، ابن ابی لیلیٰ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے، اس پر اجماع کا دعویٰ کرنا وہم ہے۔ چاروں امام اس طرف گئے ہیں کہ اگر قطع (توڑنے) کی شرط کر لے تو جائز ہے، لیکن اگر کچا پھل پکانے کے لیے خریدے تو منع ہے، جیسا کہ کھیت کے دانے خشک ہونے سے پہلے خریدنا منع ہے، صلاحیت ظاہر ہونے کے بعد امام شافعی کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ اگرچہ بشرطِ قطع ہو یا بشرط ابقاء ہو یا بدو صلاحیت کے بعد بیع کرے تو ان کے نزدیک تینوں صورتوں میں جائز ہے۔ احناف کے نزدیک نہ تو بدو صلاح سے پہلے بدونِ شرطِ قطع جائز ہے اور نہ ہی بعد میں جائز ہے۔ وہ نہ حدیث کے مفہوم کو مانتے ہیں اور نہ منطوق کو مانتے ہیں، منطوق یہ ہے کہ بدو صلاح سے پہلے منع ہے، وہ کہتے ہیں کہ جائز ہے جبکہ بشرطِ قطع ہو، اور اگر بشرطِ ابقاء ہو تو منع ہے، اور بدو صلاح کے بعد بشرط ابقاء منع ہے، اس طرح نہ حدیث کے مفہوم پر عمل ہوا اور نہ منطوق پر عمل ہوا۔

بعض کہتے ہیں کہ اس وقت لوگ چونکہ بدو صلاح کے بعد ہی خریدتے تھے، اس لیے اسے ذکر کر دیا ہے۔ پھر تم بدو صلاح کے بعد جائز کیوں نہیں سمجھتے؟ وہ کہتے ہیں اس لیے کہ دوسری حدیث میں آتا ہے: "نهي رسول الله ﷺ عن بيع وشرط" لہٰذا یہاں ابقاء کی شرط کر لینا جائز نہیں ہے، مفہوم کا تقاضا تو یہ ہے کہ ابقاء کی صورت میں جائز ہو، وگرنہ اگر اس نے بدو صلاح کے بعد خرید لیا، تو سب کہتے ہیں کہ شرطِ قطع اگرچہ پہلے ہو جائز ہے، پھر بدو صلاح کی قید لگانے کی کیا ضرورت تھی۔

قوله فقال رسول الله ﷺ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر بعد میں تم نے جھگڑا کرنا ہوتا ہے تو بدوِ صلاح سے پہلے بیع نہ کیا کرو، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آپ نے انہیں ایک مشورہ دیا تھا، لیکن اگر بائع اور مشتری متسامح ہوں، جھگڑنے والے نہ ہوں تو پھر یہ بیع جائز ہے جیسا کہ آج کل کچا پھل خرید لیتے ہیں اور اگر بائع یا مشتری بعد میں جھگڑا کرنے والے ہوں تو کچے پھل کی بیع نہ کریں، دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ مشورہ آپ نے پہلے دیا تھا، بعد میں منع کر دیا تھا لہٰذا اب منع ہی ہے۔

قوله الدمان گابھے کا سیاہ اور خراب ہو جانا،

قوله مراض بیماری کو کہتے ہیں، اور "قُشَام" کا معنی ٹھٹھرنا ہے اور مراد اس سے سوکڑا پن ہے۔

قولہ حتی تطلع الثریا کیونکہ اس موقع پر پھل ذرا پختہ ہو جاتا ہے جیسا کہ "فیتبین الأصفر من الأحمر" کہا ہے۔

٢١٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

٢١٩٥: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ.

ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکنے سے پہلے درخت پر کھجور کو بیچنے سے منع فرمایا ہے، ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ («حتی تزهو.» سے) مراد یہ ہے کہ جب تک وہ پک کر سرخ نہ ہو جائیں۔



٢١٩٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَا، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشَقِّحَ". فَقِيلَ: وَمَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے سلیم بن حیان نے، ان سے سعید بن مینا نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کا «تشقح.» سے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ پوچھا گیا کہ «تشقح.» کسے کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مائل بہ زردی یا مائل بہ سرخی ہونے کو کہتے ہیں کہ اسے کھایا جاسکے (پھل کا پختہ ہونا مراد ہے)۔

٨٦۔ بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا:

باب: جب تک کھجور پختہ نہ ہو اس کا بیچنا منع ہے



٢١٩٧: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ،

أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ "نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ"، قِيلَ: وَمَا يَزْهُو؟ قَالَ: يَحْمَارُّ أَوْ يَصْفَارُّ.

مجھ سے علی بن ہیثم نے بیان کیا کہ ہم سے معلّی بن منصور نے بیان کیا، ان سے ہیثم نے بیان کیا، انہیں حمید نے خبر دی اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا ہے اور کھجور کے باغ کو «زھو» سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ «زھو» کسے کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مائل بہ سرخی یا مائل بہ زردی ہونے کو کہتے ہیں۔

اس سے پہلا باب پھلوں کی بیع کے بارہ میں تھا اور یہ باب درختوں کی بیع کے بارہ میں ہے، اور درخت کی بیع کی بھی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ پھلدار درخت خریدا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ صرف درخت ہی خریدا جائے، اگر درخت پھل کے لیے خریدا جائے، تو کچے پھل کی بیع منع ہے تو درخت کی بیع بھی منع ہے، اگر صرف درخت خریدنا مقصود ہے تو تبعاً پھل بھی اس میں آجاتا ہے، تو یہ جائز ہے۔

۸۷ـ بَابٌ إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ:

باب: اگر کسی نے پختہ ہونے سے پہلے ہی پھل بیچے پھر ان پر کوئی آفت آئی تو وہ نقصان بیچنے والے کو بھرنا پڑے گا

۲۱۹۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ، فَقِيلَ لَهُ: وَمَا تُزْهِي؟ قَالَ: حَتَّى تَحْمَرَّ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو «زھو» سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ «زھو» کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہی بتاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آجائے، تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلے لو گے؟

اس ترجمہ باب سے معلوم ہوتا ہے، بخاری بدوِ صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع کی صحت کے قائل ہیں لیکن اس صورت میں اگر پھل ضائع ہو جائیں تو وہ بائع کے ضائع ہوں گے اور وہ اس کا ضامن ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پھل

خراب نہ ہوں، تو بیع صحیح ہوگی، اور اس مسئلہ میں وہ امام زہری رحمہ اللہ کے موافق ہیں جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں وہ امام زہری کا مذہب نقل کر رہے ہیں۔ لہٰذا بخاری بھی بدو صلاح سے پہلے پھلوں کی بیع کو جائز سمجھتا ہے اور وضع جوائح کی حدیث کو اس پر محمول کرتا ہے: "أمر بوضع الجوائح"① آپ نے فرمایا آفات سے ہلاک ہونے والے مال کی وضع کرو، اور ہلاک ہونے والے مال کی رقم اس سے کم لو۔

امام مالک کے نزدیک جب پھلوں کا نقصان تیسرے حصے تک ہو، تب وضع جوائح کا حکم ہے۔

حنفی، شافعی کہتے ہیں کہ آفت پہنچنے کی صورت میں وہ بائع سے کچھ نہیں لے گا، وہ کہتے ہیں وضع جوائح کا حکم تب ہے جبکہ وہ شرط قطع کے بغیر بدوِ صلاح سے پہلے پھل بیچ دے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں، وضع جوائح کا مسئلہ تب ہے جب بدوِ صلاح سے پہلے پھل بیچ دے، اگر بدوِ صلاح کے بعد پھل بیچا جائے، اور پھل ضائع ہو جائے تو یہ مشتری کا ضائع ہوگا بائع پر نہیں ڈالا جائے گا، حاصل یہ ہے کہ بدوِ صلاح سے پہلے اگر کوئی شخص پھل خرید لیتا ہے اور کوئی آفت آجاتی ہے تو اس آفت سے ضائع ہونے والے پھل کی وضع کا بخاری قائل ہے، کیونکہ مشتری کا اس مال پر قبضہ نہیں ہوا ہوتا، اس کا قبضہ تب ہوتا ہے جب وہ پھل پک جائے۔ امام احمد مطلقاً وضع جوائح کے قائل ہیں خواہ قلیل مال ضائع ہوا ہو یا کثیر، وہ کہتے ہیں اگرچہ آٹھواں حصہ مال تلف ہوا ہو، تب بھی وضع جوائح کا حکم ہے، کیونکہ "أمر بوضع الجوائح" مطلق ہے۔ تیسرے حصے کی قید نہیں ہے۔ امام مالک تیسرے حصے تک مال ضائع ہو تو تب وضع جوائح کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سے کم پھل باغ میں ضائع ہو ہی جاتا ہے، کبھی درخت گر جاتا ہے، کبھی آندھی آجاتی ہے یا پرندے کھا جاتے ہیں، لہٰذا وضع جوائح کا حکم مطلق نہیں ہے، وہ کہتے ہیں مدینے میں اسی پر عمل ہے۔



امام بخاری، شافعی، حنفی بالکل قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں جب ایک چیز اس کے ملک میں آگئی ہے تو اسی کی ضائع ہوگی، اور وضع جوائح کا حکم کچا پھل خریدنے سے متعلق ہے۔

شرح بخاری

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عجیب بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ تخلیہ سے مشتری کا قبضہ تو ہو جاتا ہے لیکن قبضہ تام تب ہوگا جب پھل اتار لیا جائے گا اور جب تک پھل درخت سے لگا ہوا ہے اور نشوونما پانے اور رنگ بدلنے کے قابل ہے۔ اس وقت تک پھل درخت سے اُس کا رس چوستا رہتا ہے اور درخت بائع کی ملکیت ہوتا ہے لہٰذا قبضہ سے پہلے جو پھل ضائع ہوگا وہ بائع کا ضائع ہوگا، ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کے قول کو ثابت کرنے کے لیے یہ نقطہ بیان کیا ہے۔

قولہ أرأيت إذا منع الله یعنی جبکہ مشتری کو پھل حاصل ہی نہیں ہوا اور پھل ضائع ہو گیا ہے کہ تو یہ اس سے کس چیز کے پیسے لیتا ہے، مسلم میں ہے: "قال رسول الله ﷺ لو بعت من أخيك ثمرًا فأصابتهُ جائحة فلا يحل لك ان تاخذ منه شيئًا بم تاخذُ مال أخيك بغير حق"②

---

① صحیح مسلم (۱۷) ۱۵۵۴

② صحیح مسلم (۱۴) ۱۵۵۴

٢١٩٩: قَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ؟ كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ".

لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے اگر پختہ ہونے سے پہلے ہی (درخت پر) پھل خریدے، پھر ان پر کوئی آفت آگئی تو جتنا نقصان ہوا، وہ سب اصل مالک کو بھرنا پڑے گا۔ مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پختہ ہونے سے پہلے پھلوں کو نہ بیچو، اور نہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں بیچو۔

٨٨-بَابُ شِرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ:

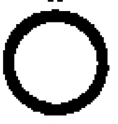
باب: اناج ادھار (ایک مدت مقرر کر کے) خریدنا

٢٢٠٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ".



ہم سے عمرو بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ ہم نے ابراہیم کے سامنے قرض میں گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ہم سے اسود کے واسطہ سے بیان کیا کہ ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ مدت کے قرض پر ایک یہودی سے غلہ خریدا اور اپنی زرہ اس کے یہاں گروی رکھی تھی۔

٨٩-بَابُ إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِنْهُ:



باب: اگر کوئی شخص خراب کھجور کے بدلہ میں اچھی کھجور لینا چاہے



٢٢٠١-٢٢٠٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟ قَالَ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ



رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا.

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالمجید بن سہل بن عبدالرحمٰن نے، ان سے سعید بن مسیب نے، ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ایک شخص کو تحصیل دار بنایا۔ وہ صاحب ایک عمدہ قسم کی کھجور لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجور اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں اللہ کی قسم، یارسول اللہ! ہم تو اسی طرح ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا کھجوروں کے) دو صاع دے کر خریدتے ہیں۔ اور دو صاع تین صاع کے بدلے میں لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ البتہ گھٹیا کھجور کو پہلے بیچ کر ان پیسوں سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔

یعنی ایک شخص کے پاس ردی کھجوریں ہیں اور دوسرے کے پاس عمدہ کھجوریں ہیں تو وہ دو صاع ردی کھجوروں کے دے کر اس سے ایک صاع عمدہ کھجوریں نہیں لے سکتا، برابر برابر تبادلہ کرنا چاہیے، لیکن ایسا کوئی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، لہٰذا اگر وہ عمدہ کھجوریں لینا چاہتا ہے اور اس کے پاس ردی کھجوریں ہوں تو وہ ردی کھجوریں پیسوں کے عوض بیچ دے، اور پھر اس کی قیمت سے عمدہ کھجوریں خرید لے، گویا یہ ایک قسم کا حیلہ ہے۔ جیسا کہ حنفی کہتے ہیں کہ ردی کھجوروں والا بائع کے پاس جاکر کہتا ہے کہ مجھ سے دو سیر ردی کھجوریں لے لے، اور مجھے اس کے عوض ایک سیر عمدہ کھجوریں دیدے، وہ کہتا ہے یہ تو منع ہے ایسا نہیں ہوسکتا، اب ردی والا کہتا ہے مجھ سے دو سیر ردی کھجوریں ایک روپے میں خرید لے اور مجھے ایک روپے کی عمدہ کھجوریں دیدے۔ وہ کہتا ہے ٹھیک ہے۔ اس سے دو سیر ردی ایک روپے میں لے کر اسے ایک سیر عمدہ کھجوریں ایک روپے میں دے دیتا ہے۔ اب روپے کا درمیان میں نام ہی آیا ہے، نہ روپیہ کسی نے دیا اور نہ لیا، دو سیر کھجوریں، ایک سیر کھجوروں کے مقابلہ میں ہوگئیں۔ گویا کھجوریں، کھجوروں کے مقابلہ میں کمی بیشی کے ساتھ آگئی ہیں۔ یہ ایک قسم کا حیلہ ہو جاتا ہے اسے حنفی جائز سمجھتے ہیں۔ شافعی کہتے ہیں کہ پہلے اس سے یہ شرط نہ کرے کہ میں تیرے پاس ردی کھجوریں بیچ کر عمدہ کھجوریں لوں گا، تو پھر جائز ہے، یا ایسا کرے کہ اس سے عمدہ کھجوریں نہ خریدے جسے ردی کھجوریں دی ہیں بلکہ عمدہ کسی اور سے خرید لے، تو اس حیلہ سے بچ جائے گا۔

شرح بخاری

136

۹۰۔ بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ:

باب: جس نے پیوند لگائی ہوئی کھجوریں یا کھیتی کھڑی ہوئی زمین بیچی یا ٹھیکہ پر دی تو میوہ اور اناج بائع کا ہوگا

۲۲۰۳: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ لِي إِبْرَاهِيمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: "أَيُّمَا نَخْلٍ بِيعَتْ قَدْ

أُبِرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ، فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَ".

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا، انہیں ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع سے خبر دیتے تھے کہ جو بھی کھجور کا درخت پیوند لگانے کے بعد بیچا جائے اور بیچتے وقت پھلوں کا کوئی ذکر نہ ہوا ہو تو پھل اسی کے ہوں گے جس نے پیوند لگایا ہے۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ نافع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔

یعنی اگر کوئی چیز تبعاً خریدی جائے تو اس میں کچے پکے کی قید نہیں ہوتی، مثال کے طور پر تابیر شدہ درخت خریدتا ہے، اور تابیر تب ہی ہوتی ہے جبکہ کچھ پھل ظاہر ہو جائے، تو تابیر شدہ درختوں کو خریدنے میں ان کے پھل بھی تبعاً ان میں آجائیں گے خواہ کچے کیوں نہ ہوں، اسی طرح زمین خریدتا ہے اور اس میں کھیتی ہے تو تبعاً زمین میں کھیتی بھی خریدی جائے گی خواہ کچی کیوں نہ ہو یا اجارہ والی زمین خریدتا ہے جس میں کھیتی پہلے سے موجود ہو، تو تبعاً زمین کے ساتھ کچی کھیتی خریدنا جائز ہے، لیکن اگر کچی کھیتی خریدنا مقصود بالذات ہو، تو جائز نہیں ہے کیونکہ بدوِ صلاح سے پہلے کھیتی خریدنا منع ہے، اگر زمین خریدنا مقصود بالذات ہو اور اس میں تبعاً کچی کھیتی آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسے ہی اگر مقصود بالذات درخت خریدنا ہے تو کچا پھل بھی تبعاً درختوں کے ساتھ خریدا جاسکتا ہے۔

٢٢٠٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی نے کھجور کے ایسے درخت بیچے ہوں جن کو پیوندی کیا جا چکا تھا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ البتہ اگر خریدنے والے نے شرط لگا دی ہو۔ (کہ پھل سمیت سودا ہو رہا ہے تو پھل بھی خریدار کی ملکیت میں آجائیں گے)۔

٩١- بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلاً:

باب: کھیتی کا اناج جو ابھی درختوں پر ہو ماپ کے رو سے غلہ کے عوض بیچنا

٢٢٠٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ"، وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ.

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی

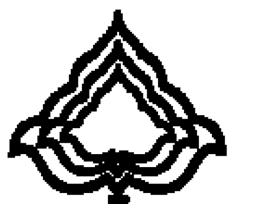
اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ یعنی باغ کے پھلوں کو اگر وہ کھجور ہیں تو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے میں بیچا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام قسموں کے لین دین سے منع فرمایا ہے۔

یعنی کھڑی کھیتی معین غلے کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ مجہول کی معلوم کے بدلے بیع ہے، امام ابوحنیفہ جائز کہتے ہیں اور طحاوی نے ابوحنیفہ کے مذہب کے جواز پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ تر کی تر کے بدلے بیع جائز ہے حالانکہ ایک کی رطوبت دوسری چیز کی رطوبت کی مثل نہیں ہوتی تو تر کھیتی کو خشک غلہ کے عوض بھی بیچا جاسکتا ہے، لیکن اس کا یوں تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ نص کے مقابلہ میں قیاس آرائی ہے جو کہ فاسد ہے، ویسے بھی تر کی تر کے عوض بیع میں معمولی نقصان ہے جو کہ قابلِ معافی ہے جبکہ تر کی خشک سے بیع میں تفاوت زیادہ ہے جو ناقابلِ معافی ہے۔

۹۲-بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ:

باب: کھجور کے درخت کو جڑ سمیت بیچنا

۲۲۰۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا، ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا، فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ".



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی کھجور کے درخت کو پیوندی بنایا۔ پھر اس درخت ہی کو بیچ دیا تو (اس موسم کا پھل) اسی کا ہوگا جس نے پیوندی کیا ہے، لیکن اگر خریدار نے پھلوں کی بھی شرط لگادی ہے (تو یہ امر دیگر ہے)۔

۹۳-بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ:

باب: بیع مخاضرہ کا بیان

۲۲۰۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُخَاضَرَةِ، وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ".



ہم سے اسحاق بن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمر بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ

اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

المخاضرۃ سے مراد ہے، صلاحیت ظاہر ہونے یعنی پکنے سے پہلے غلہ یا پھلوں کو بیچنا، اس سے منع کیا گیا ہے۔ المحاقلہ سے مراد ہے، کھڑے کھیت کو معین غلے کے عوض بیچنا، یہ بھی ممنوع ہے، باقی اقسام کی تفصیل اس سے قبل ذکر ہو چکی ہے۔

۲۲۰۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتَّى يَزْهُوَ"، فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: مَا زَهْوُهَا، قَالَ: تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ، أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ.

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو «زھو» سے پہلے ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ ہم نے پوچھا کہ «زھو» کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پک کے سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ تم ہی بتاؤ کہ اگر اللہ کے حکم سے پھل نہ آسکا تو تم کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی (خریدار) کا مال اپنے لیے حلال کرو گے۔

۹۴- بَابُ بَيْعِ الْجُمَّارِ وَأَكْلِهِ:

باب: کھجور کا گابھا بیچنا یا کھانا (جو سفید سفید اندر سے نکلتا ہے)

۲۲۰۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ: مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ، قَالَ: هِيَ النَّخْلَةُ".

ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک سے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے ابوبشر نے، ان سے مجاہد نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کا گابھا کھا رہے تھے۔ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت مرد مومن کی مثال ہے میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن حاضرین میں، میں ہی سب سے چھوٹی عمر کا تھا (اس لیے بطور ادب میں چپ رہا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

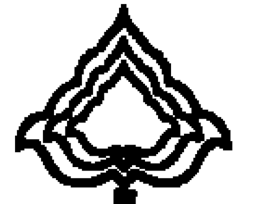
جمار سے مراد قلب نخل ہے یعنی کھجور کے گودے کو جمار کہتے ہیں، اور یہ تب حاصل ہوتا ہے جب کہ کھجور کے درخت کا سر کاٹ دیا جائے اور اردگرد سے سخت لکڑی ہٹادی جائے تو اندر سے گودا نکل آتا ہے، جو کھانے میں لذیذ ہوتا ہے اسے قلب نخل کہتے ہیں، جب کھجور کا سر کاٹ دیا جائے تو کھجور پھل ہی نہیں دیتی، بظاہر اس سے افساد لازم آتا ہے

اس لیے بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ اگرچہ اس سے افساد لازم آتا ہے لیکن ضرورت کے لیے ایسا کرنا جائز ہے بعض دفعہ کھجوروں کے درخت ہی کاٹنا پڑتے ہیں اور ان کی جگہ دیگر درخت لگائے جاتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب جمار کی بیع کا قائم کیا ہے، لیکن حدیث میں اسکی بیع کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اسکے کھانے کا ذکر ہے، اور جس چیز کا کھانا جائز ہو اس کی بیع بھی جائز ہوتی ہے۔ لہٰذا جمار کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت کرنا مباح ہے۔

۹۵-بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوعِ وَالإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ، وَالْوَزْنِ، وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمِ الْمَشْهُورَةِ:

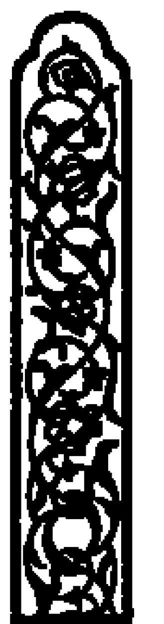
باب: خرید و فروخت اور اجارے میں ہر ملک کے دستور کے موافق حکم دیا جائے گا اسی طرح ماپ اور تول اور دوسرے کاموں میں ان کی نیت اور رسم و رواج کے موافق۔



وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِينَ: سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ رِبْحًا، وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ: عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ: خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ، وَقَالَ تَعَالَى: وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ سورة النساء آية ٦ وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا، فَقَالَ: بِكَمْ ؟ قَالَ: بِدَانَقَيْنِ، فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى، فَقَالَ: الْحِمَارَ الْحِمَارَ فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور قاضی شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا جیسے تم لوگوں کا رواج ہے اسی کے موافق حکم دیا جائے گا اور عبدالوہاب نے ایوب سے روایت کی، انہوں نے محمد بن سیرین سے کہ دس کا مال گیارہ میں بیچنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور جو خرچہ پڑا ہے اس پر بھی یہی نفع لے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ (ابوسفیان کی عورت) سے فرمایا، تو اپنا اور اپنے بچوں کا خرچ دستور کے موافق نکال لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کوئی محتاج ہو وہ (یتیم کے مال میں سے) نیک نیتی کے ساتھ کھالے۔ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مرداس سے گدھا کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایہ پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ دو دانق ہے۔ (ایک دانق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) اس کے بعد وہ گدھے پر سوار ہوئے، پھر دوسری مرتبہ ایک ضرورت پر آپ آئے اور کہا کہ مجھے گدھا چاہئے۔ اس مرتبہ آپ اس پر کرایہ مقرر کئے بغیر سوار ہوئے اور ان کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

۲۲۱۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "حَجَمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَيْبَةَ" فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ



خَرَاجِهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید طویل نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطیبہ نے پچھنا لگایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک صاع کھجور (مزدوری میں) دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے مالکوں سے فرمایا کہ وہ اس کے خراج میں کچھ کمی کر دیں۔

یعنی ملکوں اور شہروں کے معاملات اُن کے عرف پر محمول کیے جائیں گے، اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود عرف عام پر اعتماد کو ثابت کرنا ہے۔

قولہ قال شریح للغزالین لوگوں نے شریح قاضی سے کہا، غزال نے کاتنے کے لیے روئی لی ہے اور مجھے یہ آدھا سوت دیتا ہے، مگر میں اس سے دو تہائی کا مطالبہ کرتا ہوں، تو شریح نے کہا جیسے تمہارا عرف اور طریقہ ہے اس کے مطابق معاملہ کرلو، اگر عرف آدھا لینے کا ہے تو آدھا لو، اور اگر عرف دو تہائی کا ہے تو دو تہائی پر معاملہ کرلو۔

قولہ بنصف درھم، دانق سدس درہم ہوتا ہے، حسن بصری نے دوسری دفعہ اُجرت طے نہیں کی بلکہ سابقہ اُجرت پر اعتماد کرتے ہوئے گدھا کرائے پر لے لیا، اور دو دانق سے زیادہ اجرت دیدی، کیونکہ پہلے دو دانق اجرت دی تھی پھر نصف درہم دیدیا، گویا تین دانق ہو گئے۔

قولہ سنتکم بینکم اس کی خبر محذوف ہے أی سنتکم بینکم جائزۃٌ۔

قولہ لا بأس العشرۃ بأحد عشر ترجمہ باب سے تعلق یہ ہے کہ جب کسی علاقے یا شہر کا عرف یہ ہو کہ وہاں دس درہم میں خریدی ہوئی چیز گیارہ درہم میں بیچی جاتی ہے۔ اور وہاں کوئی شخص اس عرف کے مطابق اپنا مال بیچ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

٢٢١١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ هِنْدُ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا؟ قَالَ: خُذِي أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہندہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ تو کیا اگر میں ان کے مال سے چھپا کر کچھ لے لیا کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے لیے اور اپنے بیٹوں کے لیے نیک نیتی کے ساتھ اتنا لے سکتی ہو جو تم سب کے لیے کافی ہو جایا کرے۔

٢٢١٢: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ح وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ

،قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ فَرْقَدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، تَقُولُ: "وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ سورة النساء آية ٦، أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ، وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ، إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ".

مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ہشام نے خبر دی (دوسری سند) اور مجھ سے محمد نے بیان کیا کہا کہ میں نے عثمان بن فرقد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ہشام بن عروہ سے سنا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ (قرآن کی آیت) «ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف» جو شخص مالدار ہو وہ (اپنی زیر پرورش یتیم کا مال ہضم کرنے سے) اپنے کو بچائے۔ اور جو فقیر ہو وہ نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھالے۔ یہ آیت یتیموں کے ان سرپرستوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو ان کی اور ان کے مال کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے ہوں کہ اگر وہ فقیر ہیں تو (اس خدمت کے عوض) نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے کھا سکتے ہیں۔



٩٦-بَابُ بَيْعِ الشَّرِيكِ مِنْ شَرِيكِهِ:

باب: ایک ساجھی اپنا حصہ دوسرے ساجھی کے ہاتھ بیچ سکتا ہے

٢٢١٣: حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ".

ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق ہر اس مال میں قرار دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو، لیکن اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی پھیر دیئے جائیں تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

شرح بخاری

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ شریک کو چاہیے کہ مشترکہ چیز اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرے، کیونکہ اگر وہ کسی غیر کے ہاتھ بیچے گا تو اس کا شریک حق شفعہ کر کے زبردستی اس سے لے سکے گا، اور اگر شریک کے پاس بیچے گا تو شفعہ اُٹھ جائے گا۔



قولہ الشفعة فی کل مالم یقسم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں شفعہ ہوسکتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول ہو، لیکن مشہور قول یہ ہے کہ زمین یا باغات یا مکانوں میں شفعہ ہوتا ہے، منقولات میں شفعہ نہیں ہوتا، شاذ قول کے مطابق منقولات میں بھی ہوتا ہے، لیکن اس حدیث میں "فإذا وقعت الحدودُ" سے معلوم ہوتا ہے کہ

اس سے زمین مراد ہے جو غیر منقول ہے۔

قولہ فلا شفعة احناف کے ہاں پہلا شفعہ جو ملک کی بنا پر تھا وہ شفعہ اب نہیں ہوگا، لیکن جوار کا شفعہ ہو سکے گا، کیونکہ شفعہ کی تین اقسام ہیں ایک نفس مبیع میں، دوسرا شریک فی الطریق کا شفعہ، اور تیسرا جار یعنی پڑوسی کا شفعہ ہے، حنفی تینوں قسموں کے شفعہ کے قائل ہیں، شوافع صرف شریك فی نفس المبیع کے قائل ہیں، لیکن حدیث میں "فإذا صرفت الطرق" سے معلوم ہوتا ہے کہ شریک فی الطریق کا شفعہ بھی ہے، لہٰذا اگر کسی سے راستہ مشترکہ ہو تو وہ بھی شفعہ کرسکتا ہے۔

٩٧- بَابُ بَيْعِ الأَرْضِ وَالدُّورِ وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ:

باب: زمین، مکان، اسباب کا حصہ اگر تقسیم نہ ہوا ہو تو اس کا بیچنا درست ہے

٢٢١٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ".

ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے مال میں شفعہ کا حق قائم رکھا جو تقسیم نہ ہوا ہو، لیکن جب اس کی حدود قائم ہو گئی ہوں اور راستہ بھی پھیر دیا گیا ہو تو اب شفعہ کا حق باقی نہیں رہا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهَذَا، وَقَالَ: فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، تَابَعَهُ هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: فِي كُلِّ مَالٍ، رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ہم سے مسدد نے اور ان سے عبدالواحد نے اسی طرح بیان کیا، اور کہا کہ ہر اس چیز میں (شفعہ ہے) جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اس کی متابعت ہشام نے معمر کے واسطہ سے کی ہے اور عبدالرزاق نے یہ لفظ کہے کہ ہر مال میں اس کی روایت عبدالرحمٰن بن اسحاق نے زہری سے کی ہے۔

٩٨- بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ:

باب: کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر خرید لی پھر وہ راضی ہو گیا تو یہ معاملہ جائز ہے

٢٢١٥: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ:

أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "خَرَجَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ، قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: ادْعُوا اللهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى، ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيءُ بِالْحِلَابِ فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي، فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ: فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، قَالَ: فَفُرِجَ عَنْهُمْ، وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ: لَا تَنَالُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتِ: اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ، وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ، فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبَى ذَاكَ أَنْ يَأْخُذَ، فَعَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ، حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا، فَإِنَّهَا لَكَ، فَقَالَ: أَتَسْتَهْزِئُ بِي، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ، وَلَكِنَّهَا لَكَ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا، فَكُشِفَ عَنْهُمْ".



ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص کہیں باہر جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں جا کر پناہ لی۔ اتفاق سے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے لڑھکی (اور اس غار کے منہ کو بند کر دیا جس میں یہ تینوں پناہ لیے ہوئے تھے) اب ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو، نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی اے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے۔ میں باہر لے جا کر اپنے مویشی چراتا تھا۔ پھر جب شام کو واپس آتا تو ان کا دودھ نکالتا اور برتن میں پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا۔



جب میرے والدین پی چکتے تو پھر بچوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک رات واپسی میں دیر ہو گئی اور جب میں گھر لوٹا تو والدین سو چکے تھے۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں بچے میرے قدموں میں بھوکے پڑے رو رہے تھے۔ میں برابر دودھ کا پیالہ لیے والدین کے سامنے اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے اس چٹان کو ہٹا کر اتنا راستہ تو بنادے کہ ہم آسمان کو تو دیکھ سکیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو کسی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اس لڑکی نے کہا تم مجھ سے اپنی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتے جب تک مجھے سو اشرفی نہ دے دو۔ میں نے ان کے حاصل کرنے کی کوشش کی، اور آخر اتنی اشرفی جمع کر لی۔ پھر جب میں اس کی دونوں رانوں کے درمیان بیٹھا۔ تو وہ بولی، اللہ سے ڈر، اور مہر کو ناجائز طریقے پر نہ توڑ۔ اس پر میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے نزدیک بھی میں نے یہ عمل تیری ہی رضا کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے (نکلنے کا) راستہ بنادے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چنانچہ وہ پتھر دو تہائی ہٹ گیا۔
تیسرے شخص نے دعا کی اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جوار پر کام کرایا تھا۔ جب میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس جوار کو لے کر بو دیا (کھیتی جب کٹی تو اس میں اتنی جوار پیدا ہوئی کہ) اس سے میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خرید لیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس نے آکر مزدوری مانگی کہ اللہ کے بندے مجھے میرا حق دیدے۔ میں نے کہا کہ اس بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جاؤ کہ یہ تمہارے ہی ملک ہیں۔ اس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا واقعی یہ تمہارے ہی ہیں۔ تو اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو یہاں ہمارے لیے (اس چٹان کو ہٹا کر) راستہ بنادے۔
چنانچہ وہ غار پورا کھل گیا اور وہ تینوں شخص باہر آگئے۔

یہ ترجمہ باب بیع فضولی کا حکم بیان کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے، بخاری بھی اس کے جواز کا قائل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کیا دوسرے کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شافعی منع سمجھتے ہیں، ان کے ہاں اگر کوئی شخص دوسرے کے مال میں بدون اذن تصرف کرے گا تو یہ تصرف ناجائز ہوگا اور اس کی بیع باطل ہوگی، احناف کے نزدیک دوسرے کے مال میں بدونِ اِذن تصرف کرنا جائز ہے۔ لیکن یہ معاملہ صاحبِ مال کی رضا پر موقوف ہوگا، حنفی کہتے ہیں بیع ہو جائے گی، لیکن اسے فسخ کا حق حاصل ہوتا ہے، کیونکہ مال فروخت کرتے وقت ایجاب و قبول ہوا ہے، ترجمہ باب سے متعلق ان تین افراد میں سے ایک کا یہ قول ہے کہ میں نے ایک آدمی کو مزدور رکھا اور میں نے اسے اس کی مزدوری دی، وہ چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری سے کھیتی باڑی شروع کر دی اس

میں اس قدر برکت ہوئی کہ میں نے اس سے گائیاں اور ان کا چرواہا خرید لیا، اس کے بعد وہ کبھی آیا اور میں نے تمام گائیاں اس کے حوالے کردیں، جو اس کی مزدوری کی آمدن سے خریدی تھیں، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آدمی نے مزدور کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کیا ہے، لیکن اس استدلال کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کیا پہلی امتوں کی شریعت ہمارے لیے حجت ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف مشہور ہے جبکہ جمہور اس کے خلاف ہیں، لیکن یہ حدیث ترجمہ باب کی دلیل اس طرح بنتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اور مزدور کے مال میں بغیر اجازت کے تصرف کرنے والے کی آپ نے تعریف کی ہے اور اسے اس پر برقرار رکھا ہے، اور اگر یہ تصرف جائز نہ ہوتا تو آپ بیان فرمادیتے، جبکہ آپ نے اس پر انکار نہیں کیا تو یہ تصرف جائز ہے، اس طرح اس حدیث سے ترجمہ باب پر استدلال صحیح ہے۔

قولہ یتضاغون، ای یتباکون یہ ضغاء سے ہے جس کا معنی آواز کے ساتھ رونا ہے، بعض کہتے ہیں یہ تو بچوں پر ظلم ہے کہ وہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے اور اس نے انہیں ان کے حصے کا دودھ نہیں دیا، لیکن یہ ظلم نہیں ہے، بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کھانا کھانے کے باوجود کسی چیز پر ضد کرتے ہیں، وہ بالکل بھوکے نہیں تھے کہ دودھ پر ہی گزارہ کرتے ہوں، گھروں میں کھانے پینے کی دیگر بہت سی چیزیں مل جاتی ہیں، بعض کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہ بچے بھوک کی وجہ سے روتے ہوں، لیکن یہ اپنی عادت پر مصر رہا کیونکہ یہ آدمی صالح اور نیک تھا مگر بے سمجھ تھا چاہیے تھا کہ وہ بچوں کو دودھ دے دیتا، اس کی نیت نیک تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا صلہ دیدیا، بعض دفعہ انسان ایک کام کرتا ہے جو مصلحت کے مطابق نہیں ہوتا لیکن نیت نیک ہونے کی وجہ سے اسے اجر و ثواب مل جاتا ہے۔

قولہ کنت أحب امرأۃ بعض احادیث میں آتا ہے کہ یہ عورت شادی شدہ تھی، ایک دفعہ قحط پڑ گیا۔ اس نے اپنے خاوند سے اجازت لی کہ وہ اپنے نفس کو کسی آدمی پر پیش کرے اور اس سے کچھ کمائی کر کے لائے، خاوند نے بھوک لاحق ہونے کی وجہ سے اجازت دے دی، اور اس نے اپنے آپ کو پیش کیا، جب وہ اس کے قریب آیا تو اس نے اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا کہ جو حرمت کی مہر لگی ہے اسے ناحق استعمال نہ کریں اور وہ آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔

قولہ لا تفض الخاتم اس سے مراد جماع کرنا ہے، یعنی حرمت کی مہر کو نہ توڑو ورنہ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ باکرہ تھی بلکہ وہ شادی شدہ تھی۔

قولہ بفرق من ذرۃ بعض احادیث میں فرق أرز۔ آتا ہے حافظ نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کچھ أرز اور کچھ ذرہ ہو، اور فرق، تین صاع کا ہوتا ہے۔ جب اس نے کام مکمل کیا تو اس نے اُسے ایک فرق دینا چاہا، تو اس نے کہا کہ میں نے کام زیادہ کیا ہے اور مزدوری کم ہے، لہٰذا میں ایک فرق نہیں لوں گا اور ناراض ہو کر چلا گیا، اس نے اس سے کاشت کاری شروع کردی کیونکہ یہ نیک آدمی تھا اس سے اور بہت سامال جمع ہوگیا وہ آیا اور اس پر راضی ہوگیا اور سارا مال لے کر چلتا بنا، اگر راضی نہ ہوتا تو ایک فرق ہی ملتا۔

شافعی کہتے ہیں اس نے ایک فرق أرز اس کے سامنے پیش نہیں کیا تھا بلکہ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ ناراض ہو کر چلا گیا

جبکہ اس نے ایک فرق اُرز وصول ہی نہیں کیا تو اس پر اس کا ملک کیسے ہو سکتا ہے، اس نے ویسے ہی اس سے نیکی کر دی تھی، بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ایک فرق اُرز اس نے پیش کر دیا تھا اور تخلیہ ہونے سے اس کا اس پر ملک ہو گیا تھا اور اس کے ملک میں اس آدمی نے بدونِ اِذن تصرف کیا تھا۔

٩٩-بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ:

باب: مشرکوں اور حربی کافروں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا

٢٢١٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً، أَوْ قَالَ أَمْ هِبَةً، قَالَ: لَا، بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک مسٹنڈا لمبے قد والا مشرک بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہ بیچنے کے لیے ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ (یہ بیچنے کے لیے ہیں) یا ہبہ کرنے کے لیے؟ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بیچنے کے لیے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

شرح بخاری

اس سے مراد یہ ہے کہ کفار کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے، مگر ایسا معاملہ یا ان سے ایسی بیع نہیں ہونی چاہیے جسے وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں۔

قولہ أبيعًا أم هبةً یعنی ان سے بیع ہو سکتی ہے اور ان کا ہبہ بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔

١٠٠-بَابُ شِرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتِهِ وَعِتْقِهِ:

باب: حربی کافر سے غلام لونڈی خریدنا اور اس کا آزاد کرنا اور ہبہ کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ، وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوهُ وَبَاعُوهُ، وَسُبِيَ عَمَّارٌ، وَصُهَيْبٌ، وَبِلَالٌ، وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: وَاللهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللهِ يَجْحَدُونَ سورة النحل آية ٧١.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے (یہودی) مالک سے مکاتبت کر لے۔ حالانکہ سلمان رضی اللہ عنہ اصل میں پہلے ہی سے آزاد تھے۔ لیکن کافروں نے ان پر ظلم کیا کہ بیچ دیا اور اس طرح وہ غلام بنا دیئے گئے۔ اسی طرح عمار، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم بھی قید کر کے (غلام بنا لیے گئے تھے اور ان کے

مالک مشرک تھے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے رزق میں۔ پھر جن کی روزی زیادہ ہے وہ اپنی لونڈی غلاموں کو دے کر اپنے برابر نہیں کر دیتے۔ کیا یہ لوگ اللہ کا احسان نہیں مانتے۔

اس ترجمہ باب سے امام بخاری کا مقصد حربی کافر کے ملک کو اور اس کے اپنے ملک میں بیع، ہبہ، عتق جیسے تصرف کے جواز کو ثابت کرنا ہے۔ جب حربی کا اپنی چیزوں پر ملک ثابت ہے تو ان میں لوٹ کھسوٹ جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کرے تو اس وقت اس کے مال کو غنیمت بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔

قولہ قال النبی ﷺ لسلمان کاتب سلمان فارسی پہلے آزاد تھے اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا اور شام کے علاقہ میں آگیا اور کئی پادریوں کے پاس رہا، آخری پادری نے کہا عنقریب نبی آخر الزمان آنے والا ہے۔ اور اس نے آپ کا حلیہ اور مقام بتایا۔ اور کہا کہ وہاں پہنچ جانا۔ اس کے بعد کچھ عرب کے لوگ حضرت سلمان سے ملے اس نے ان کے پاس اس علاقہ کا تذکرہ کیا، انہوں نے کہا کہ یہ علاقہ ہمارے قریب ہی ہے اور اسے اپنے ساتھ لے گئے اور مدینے کے قریب پہنچ کر حضرت سلمان کو یہودیوں کے ہاتھ بیچ دیا جو کہ بہت بڑا ظلم تھا کیونکہ آزاد کو غلاموں کی طرح بیچنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے بعد سلمان نبی اکرم ﷺ سے ملے اور آپ کی علاماتِ نبوت دیکھ کر ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے یہود کے قبضے کو برقرار رکھا اور حضرت سلمان سے فرمایا تو ان سے مکاتبت کرلے۔ یہودیوں نے مکاتبت میں باغ میں درخت لگانے کی شرط رکھ دی۔ حضرت سلمان نے ان کی یہ شرط نبی کریم ﷺ کے پاس ذکر کی، تو آپ نے یہ درخت اپنے دست مبارک سے لگائے اور آپ کے ہاتھ کی برکت سے وہ درخت ایک سال میں جوان ہو گئے اور پھل دینے لگ گئے۔ لہٰذا شرط پوری ہونے پر حضرت سلمان آزاد ہو گئے۔



اس سے ثابت ہوا کہ حربی کا ملک برحق ہے اگرچہ یہ ظلماً بیچ کر غلام بنا دیئے گئے تھے۔

قولہ وسبی عمار و صہیبؓ و بلالؓ حافظ نے کہا ہے کہ حضرت عمار کا قید ہونا ثابت نہیں ہے، ان کا والد حضرت یاسر قریش کا حلیف بن گیا تھا انہوں نے حضرت سمیہ لونڈی سے حضرت یاسر کا نکاح کر دیا تھا۔ اس سے حضرت عمار پیدا ہوئے تھے چونکہ یہ لونڈی سے پیدا ہوئے تھے اس لیے ہوسکتا ہے کہ قریش نے عمار سے غلاموں والا معاملہ کیا ہو، لہٰذا لفظ "سبی" کا یہی مطلب ہے کہ انہوں نے حضرت عمار سے سبایا والا معاملہ کیا۔ ورنہ یہ حقیقتاً قید نہیں ہوئے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ دراصل رومی تھے، جب روم کے عیسائیوں نے ایران کے مجوسیوں پر حملہ کیا، اس وقت اس کا باپ وہاں مقیم تھا، اس کے ساتھ اسے بھی قید کرلیا حالانکہ یہ ابھی بچہ ہی تھا، چونکہ صہیب ان میں رہتا تھا اور ان کی زبان سیکھ لی، صہیب اچھی طرح عربی زبان نہیں بول سکتا تھا، انہوں نے ایک دفعہ اپنے غلام کو بلایا جس کا نام "یحنس" تھا۔ اسے یاناس کہہ کر بلایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: "مالہ یدعوا الناس" انہیں بتایا گیا کہ یہ لوگوں کو نہیں بلا رہا بلکہ اپنے غلام یحنس کو یاناس کہہ کر بلا رہا ہے۔ اور اس کی زبان صاف نہیں ہے۔ اس لیے یا یحنس کو یاناس کہتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ تیرا یہ دعویٰ کہ میں عربی ہوں درست نہیں ہے۔ لہٰذا عربی



ہونے کا دعویٰ نہ کیا کر، تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا میں عربی ہوں۔ لیکن رومیوں میں رہنے کی وجہ سے میری زبان صاف نہیں ہے، اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ یہ قید ہوئے تھے اور ان پر حربیوں کا ملک ثابت ہوا اور ان کا تصرف کرنا بھی درست ہوگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مغازی ابن اسحٰق میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف ملعون کے پاس سے گزرے جبکہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عذاب دے رہا تھا تو ابو بکر صدیق نے اس سے کہا، اس لاچار کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، تو امیہ نے آپ سے کہا تو اسے اس عذاب سے چھڑالے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک طاقتور غلام دے کر حضرت بلال کو اس ملعون سے لے کر آزاد کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال پر امیہ کے ملک کو ثابت سمجھا اور اس کے بیچنے کے تصرف کو درست قرار دیا۔

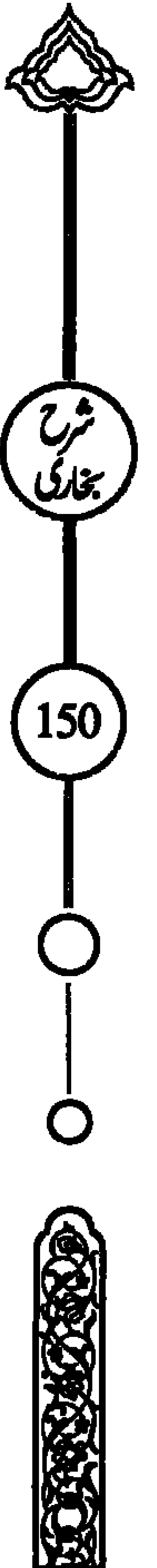
قوله علی ما ملكت أيمانهم جبکہ یہ لوگ اپنی مملوک چیز اپنے غلاموں کو دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے تصرفات دوسروں کو کیسے دے سکتا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ ڈانٹ ہے ان کو چاہیے کہ وہ رزق دیدیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال "علی ما ملکت ایمانہم" سے ہے کہ ان کے لیے اپنے غلاموں پر ملک ثابت کیا گیا ہے۔

۲۲۱۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام بِسَارَةَ، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ، أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ: دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ، مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا، فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ، قَالَ الْأَعْرَجُ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَتِ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ، يُقَالُ: هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ تُصَلِّي، وَتَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتْ، فَيُقَالُ: هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ: وَاللهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، وَأَعْطُوهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ إِلَى

إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابراہیم علیہ السلام نے سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ (نمرود کے ملک سے) ہجرت کی تو ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ رہتا تھایا (یہ فرمایا کہ) ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کسی نے کہہ دیا کہ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے آپ علیہ السلام سے پچھوا بھیجا کہ ابراہیم! یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے تمہاری کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام سارہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے تو ان سے کہا کہ میری بات نہ جھٹلانا، میں تمہیں اپنی بہن کہہ آیا ہوں۔ اللہ کی قسم! آج روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے یہاں بھیجا، یا بادشاہ سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ اس وقت سارہ رضی اللہ عنہا وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں اور اگر میں نے اپنے شوہر کے سوا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے، تو تو مجھ پر ایک کافر کو مسلط نہ کر۔ اتنے میں بادشاہ تھرایا اور اس کا پاؤں زمین میں دھنس گیا۔ اعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ سارہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ چنانچہ وہ پھر چھوٹ گیا اور سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا۔ سارہ رضی اللہ عنہا وضو کر کے پھر نماز پڑھنے لگی تھیں اور یہ دعا کرتی جاتی تھیں اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے شوہر (ابراہیم علیہ السلام) کے سوا اور ہر موقع پر میں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر۔ چنانچہ وہ پھر تھرایا، کانپا اور اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ ابوسلمہ نے بیان کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ سارہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اسی نے مارا ہے۔ اب دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ بھی وہ بادشاہ چھوڑ دیا گیا۔ آخر وہ کہنے لگا کہ تم لوگوں نے میرے یہاں ایک شیطان بھیج دیا۔ اسے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس لے جاؤ اور انہیں آجر (ہاجرہ) کو بھی دے دو۔ پھر سارہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ دیکھتے نہیں اللہ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ساتھ میں ایک لڑکی بھی دلوادی۔



قولہ فدخل بھا قریۃ، قریۃ، قریت الماء فی الحوض سے ہے جس کا معنی جمع کرنا ہے۔ چونکہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس لیے اسے قریۃ کہتے ہیں، اور یہ کلمہ چھوٹے، بڑے سب شہروں اور آبادیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہاں اس قریہ سے ملک مصر مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اردن مراد ہے، اور اس سرکش حاکم کا نام صادوق تھا، بعض کہتے ہیں کہ سنان تھا۔

قولہ قال أختی بیوی کو بہن کہنے کا سبب یہ تھا کہ اس سرکش حاکم کا اصول یہ تھا کہ اگر عورت کے ساتھ خاوند ہوتا تو وہ غیرت میں آکر خاوند کو قتل کرا دیتا تھا اور اس کی بیوی کو غصب کر لیتا تھا، اور اگر عورت کا بھائی ہوتا تب بھی اس کی بہن کو غصب کر لیتا تھا لیکن بھائی کو قتل نہیں کراتا تھا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے ضرر سے بچنے کے لیے چھوٹے ضرر کو اختیار کر لیا، اور بیوی کہنے کی بجائے بہن کہہ دیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیوی کہنے سے اس نے ابراہیم علیہ السلام کو طلاق دینے پر مجبور کر دینا تھا اس لیے بہن کہہ دیا اور مراد اس سے دینی بہن تھی۔

قولہ اللهم إن کنت أمنت بك حضرت سارہ کو اپنے ایمان میں شک و شبہ نہیں تھا۔ بلکہ اس کا یقین تھا۔ اور انہوں نے یہ لفظ بطورِ تواضع کہا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی حاجت اور ضرورت کو پانے کے لیے اپنے ایمان کو وسیلہ بنایا تھا۔

قولہ وأعطوها أجر اس کا ترجمہ باب سے تعلق ہے کہ حضرت سارہ نے کافر کا ہدیہ قبول کیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسے برقرار رکھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کافر کا ہدیہ قبول کیا جاسکتا ہے اور اس کا اپنی اشیاء پر ملک ثابت ہے۔

٢٢١٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: "اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ، ابْنُ أَخِي عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللهِ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَهِهِ، فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ، فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے وصیت کی تھی کہ یہ اب اس کا بیٹا ہے۔ آپ خود میرے بھائی سے اس کی مشابہت دیکھ لیں۔ لیکن عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! یہ تو میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی باندی کے پیٹ کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی صورت دیکھی تو صاف عتبہ سے ملتی تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ اے عبد! یہ بچہ تیرے ہی ساتھ رہے گا، کیونکہ بچہ فراش کے تابع ہوتا ہے اور زانی کے حصہ میں صرف پتھر ہے اور اے سودہ بنت زمعہ! اس

لڑکے سے تو پردہ کیا کر، چنانچہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر اسے کبھی نہیں دیکھا۔

قولہ وعبد بن زمعة جو ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔

قولہ فی غلام اس غلام کا نام عبد الرحمن تھا۔

قولہ عتبة بن أبي وقاص یہ وہی معلون ہے جس نے پتھر مار کر نبی اکرم ﷺ کا دانت توڑ دیا تھا یہ مشرک ہی مرا ہے۔

قولہ الولد للفراش، أي الولد تابع لصاحب الفراش زوجًا كان أو سيدًا، قوله الحجر، أي الخيبة۔ ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ عبد بن زمعہ نے گویا یوں کہا کہ "هٰذا ابن أمة أبي" یہ میرا بھائی ہے کیونکہ میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے لونڈی پر زمعہ کے ملک کو برقرار رکھا ہے اور اس پر غلامی کے احکام جاری کیے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک کی وصیت کو نافذ کیا جاسکتا ہے۔

٢٢١٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِصُهَيْبٍ: "اتَّقِ اللهَ، وَلَا تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيكَ، فَقَالَ صُهَيْبٌ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا، وَأَنِّي قُلْتُ ذَلِكَ، وَلَكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ".



ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا، کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ سے ڈر اور اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا نہ بن۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے اتنی اتنی دولت بھی مل جائے تو بھی میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں تو بچپن ہی میں چرا لیا گیا تھا۔

قولہ اتق الله ولا تدع، أي لا تنتسب۔ حضرت صہیب کہتے تھے کہ وہ عربی ہیں اور وہ سنان بن مالک کے بیٹے ہیں جو کہ عرب سے تھے۔ لیکن ان کی زبان عجمی تھی اور ان کے منازل موصل کی سرزمین میں تھے۔ رومیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور صہیب کو قیدی بنا لیا حالانکہ یہ ابھی بچے ہی تھے۔ اور انہوں نے رومیوں کے ہاں پرورش پائی اس لیے ان کی زبان میں لکنت آگئی تھی، بنو کلب کے ایک آدمی نے انہیں خرید لیا اور مکہ میں لے آیا وہاں ابن جدعان نے اسے خرید کر آزاد کر دیا۔ ترجمہ باب سے تعلق یہ ہے کہ ابن جدعان نے اسے خرید کر آزاد کر دیا تھا جو کہ مشرک تھا، اس حدیث میں ایک مشرک غیر مسلم کی آزادی کا ذکر ہے اور آزادی کی صحت، ملکیت کی صحت پر موقوف ہے۔

٢٢٢٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ، أَوْ أَتَحَنَّتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ، وَعَتَاقَةٍ، وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلَى مَا



سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا کیا ان اعمال کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔

قولہ أتحنث أو أتحنتُ، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس لفظ کو اپنے شیخ ابو الیمان سے دو طرح روایت کیا ہے۔ لہٰذا یہ امام بخاری کے کسی شیخ کا وہم ہے جس نے اسے تا کے ساتھ روایت کیا ہے ورنہ تمام رواۃ اسے ثا کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور تا سے روایت کرنا غلطی ہے جس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور أتحنث کا معنی اتبرر ہے۔

قولہ من صلة، ای إحسان للأقارب، وعتاقةٍ أی للأرقاء وصدقةٍ أی للفقراء۔ ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں حکیم بن حزام کے شرک کی حالت میں صدقہ کرنے اور غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے اور یہ مشتری کے ملک کی صحت کو مشتمل ہے، کیونکہ آزادی کی صحت ملکیت کی صحت پر موقوف ہے، لہٰذا اس حدیث کی ترجمہ باب میں مذکور "وهبته وعتقه" کے لفظ سے مطابقت ہے۔

۱۰۱- بَابُ جُلُودِ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ:

باب: دباغت سے پہلے مردار کی کھال (کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟)

۲۲۲۱: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ، فَقَالَ: هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟ قَالُوا: إِنَّهَا مَيِّتَةٌ، قَالَ: إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا".

ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے صالح نے بیان کیا، کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک مردہ بکری پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے چمڑے سے تم لوگوں نے کیوں نہیں فائدہ اٹھایا؟ صحابہ نے عرض کیا، کہ وہ تو مردار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردار کا صرف کھانا منع ہے۔

کیا دباغت سے قبل مردار کی کھال بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے: "إنما حرم أكلها" مردار کا کھانا حرام ہے، باقی استمتاع جائز ہے، اور اس سے فائدہ

اٹھانے میں اس کی کھال کی بیع بھی داخل ہے جو کہ جائز ہے کیونکہ جس چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اس کی بیع بھی جائز ہوتی ہے۔ لیکن دوسری حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا اس مردہ بکری کی کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول، یہ تو مردار ہے، آپ نے فرمایا: "دِبَاغُهَا طُهُورُهَا" چمڑہ رنگنے سے پاک ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردار کا چمڑہ رنگ کر بیچنا چاہیے، نبی کریم علیہ السلام نے میتہ کی بیع سے منع کیا ہے اور کھال بھی میتہ کا جزء ہے لہٰذا اس کی بیع بھی منع ہونی چاہیے۔ ہاں اسے رنگنے کے بعد بیچا جا سکتا ہے حنفیوں کا خیال یہ ہے کہ کچی کھال جیسے اتاری ہے ویسے ہی نہ بیچی جائے، بلکہ اسے مٹی وغیرہ سے خشک کر کے بیچا جا سکتا ہے۔

قولہ هلا انتفعتم بإهابها اس جملہ کا ترجمہ باب سے تعلق ہے، آپ نے مردار بکری کی کھال سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیا ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھانا اس کی بیع کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

۱۰۲۔بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِيرِ:

باب: سور کا مار ڈالنا

وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخِنْزِيرِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سور کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے۔

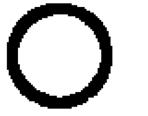


امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ جیسے خنزیر کا کھانا حرام ہے ویسے ہی اس کی بیع بھی حرام ہے، کیونکہ اس کے قتل کرنے کا حکم ہے اور جسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہو اس کی بیع جائز نہیں ہوتی، بعض شافعی کہتے ہیں کہ اگر خنزیر تکلیف نہ دے تو اسے قتل نہیں کرنا چاہیے، لیکن جمہور علماء مطلقاً اس کے قتل کے جواز کے قائل ہیں۔

قولہ قال جابرؓ یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا حصہ ہے جسے امام بخاری عنقریب لا رہے ہیں[1]۔

۲۲۲۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن مسیب نے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ آنے والا ہے جب ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، سوروں کو مار ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی زیادتی ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ رہے گا۔





قولہ وقتل الخنزیر اسی کا ترجمہ باب سے تعلق ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کے مطابق خنزیر کے خاتمہ کا

---

[1] صحیح بخاری: ۲۲۳۶

فیصلہ کریں گے، اس میں عیسائیوں کی بڑی مذمت پائی جاتی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے طریقہ کے خلاف خنزیر کے کھانے کو حلال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خنزیر نجس اور حرام ہے اگر یہ پاک ہوتا اور فائدہ کی چیز ہوتی تو اس کا قتل اور ضائع کرنا جائز نہ ہوتا، جبکہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو اس کا خاتمہ کریں گے۔ اور اسے قتل کریں گے اور یہ اس کے حرام ہونے میں مبالغہ کے لیے ہوگا، اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے [1]۔

قوله ويضع الجزية، أي يرفعها۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام مستقل رسالت کے ساتھ نازل نہیں ہوں گے، بلکہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے مطابق ہی فیصلے کریں گے۔ اور وہ تمام لوگوں کو دین اسلام کی ترغیب دیں گے۔ اور وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس طرح ان سے جزیہ گر جائے گا۔

۱۰۳۔ بَابُ لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ:

باب: مردار کی چربی گلانا اور اس کا بیچنا جائز نہیں

[1] عیسائی قوم صلیب کی تعظیم کرتی ہے اور اس کی داستان یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو برا بھلا کہا، تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا، اس پر باقی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ٹھان لی، اللہ رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لینے کی خبر دی، تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے کہا، جو شخص تم میں سے اس چیز کو پسند کرلے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ سولی دے کر قتل کر دیا جائے تو اس کے لیے جنت ہے، ان میں سے ایک آدمی اس کے لیے تیار ہوگیا، اس کو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام جیسا بنا دیا، لہٰذا یہود نے اسے سولی دے کر مار دیا، بعض کہتے ہیں ایک منافق آدمی عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دینے کے لیے نکلا اور آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام تو آسمان پر اٹھا لیے گئے اور اس منافق پر مشابہت ڈالی گئی، تو یہود گھر میں داخل ہوئے اور اسے حضرت عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا، اس کے بعد ان میں اختلاف ہوگیا، بعض نے کہا کہ حضرت عیسیٰ تو خدا ہے وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ اور بعض نے کہا انہی کو سولی دی گئی اور قتل کیا گیا ہے، اور بعض نے کہا کہ اگر سولی دیئے گئے عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو ہمارا بندہ کہاں گیا؟ اور اگر ہمارا ساتھی سولی دیا گیا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟ بعض نے کہا وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں، اور بعض نے کہا اس مصلوب کا چہرہ عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا ہے، پھر یہودیوں نے اصحابِ عیسیٰ پر چڑھائی کر دی۔ انہیں قتل کرنے لگے کسی کو سولی دینے لگے اور کسی کو قید کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ خبر روم کے حکمران کو پہنچی، اسے بتایا گیا کہ یہود اس آدمی کے ساتھیوں پر مسلط ہو گئے ہیں جو کہتا تھا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا اور وہ نابیناؤں اور کوڑھیوں کو درست کرتا تھا، یہود نے اس رسول پر ظلم کیا اور اسے سولی چڑھا دیا ہے، روم کے حکمران نے حکم دیا کہ مصلوب کو لایا جائے تو اسے لا کر مصلوب کو لکڑی سے اتارا گیا جس پر اسے سولی دی گئی تھی، اور روم کے حکمران نے اس لکڑی کی بڑی تعظیم کی جس پر صاحب عیسیٰ کو سولی دی گئی تھی، اور اس لکڑی سے متعدد سولیاں بنالی گئیں، یہیں سے عیسائیوں نے سولی کی تعظیم اور اس کا احترام شروع کر دیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے فرشتوں کے ذریعے اتریں گے تو عیسائیوں کی تکذیب کرتے ہوئے صلیب کو توڑیں گے، اور ان کی تعظیم کے دعویٰ کو باطل کریں گے۔[ارشاد الساری، للقسطلانی، ج۴، ص۵۰۱]۔

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ جس چیز کا کھانا حرام ہے اس کا بیچنا بھی حرام ہے) اس کو جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

۲۲۲۳: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا، فَقَالَ: قَاتَلَ اللهُ فُلَانًا، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَجَمَلُوهَا، فَبَاعُوهَا".

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے طاؤس نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے شراب فروخت کی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کر دے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ یہود کو برباد کرے کہ چربی ان پر حرام کی گئی تھی لیکن ان لوگوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا۔

پیٹ کی چربی کو شحم کہتے ہیں اور گوشت سے ملی ہوئی چربی ودک کہلاتی ہے۔ لہٰذا مردار کی چربی قابل فروخت نہیں ہے یہ چربی صابن وغیرہ بنانے میں استعمال کی جاسکتی ہے لیکن اس کی بیع و شراء جائز نہیں ہے، اور اس چربی سے جو صابن بنایا جائے اسے بیچا یا خریدا جاسکتا ہے کیونکہ استحالہ ہو جاتا ہے، ایسی چربی کی بیع جائز نہیں ہے، اس لیے کہ جب معظم انتفاع یعنی اس کا کھانا حرام کر دیا گیا ہے تو اس کی بیع بھی جائز نہیں ہوگی۔ اس سے انتفاع میں بھی اختلاف ہے، شافعی جائز کہتے ہیں، بعض انتفاع کو بھی منع کہتے ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ، ہم چربی سے چراغ جلاتے اور کشتیوں کو ملتے ہیں کیا یہ استعمال جائز ہے آپ نے فرمایا: "لا" اب یہ نفی انتفاع کی طرف لوٹتی ہے، یا صرف بیع کی طرف لوٹتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نفی صرف بیع کی طرف لوٹتی ہے۔ گویا انتفاع جائز ہے، یعنی مردار کی چربی سے صابن وغیرہ بنا سکتے ہیں، اس کی خرید و فروخت نہیں کر سکتے، بعض کہتے ہیں کہ انتفاع بھی منع ہے۔

۲۲۲٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "قَاتَلَ اللهُ يَهُودَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا".

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہودیوں کو تباہ کرے، ظالموں پر چربی حرام کر دی گئی تھی، لیکن انہوں نے اسے

بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔

۱۰۴۔بَابُ بَيْعِ التَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ:

باب: غیر جاندار چیزوں کی تصویر بیچنا اور اس میں کون سی تصویر حرام ہے

۲۲۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ، إِنِّي إِنْسَانٌ، إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: "مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا، فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ"، فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: سَمِعَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ.



ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، انہیں عوف بن ابی حمید نے خبر دی، انہیں سعید بن ابی حسن نے، کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا، اور کہا کہ اے ابوعباس! میں ان لوگوں میں سے ہوں، جن کی روزی اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ مورتیں بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صرف وہی بات بتلاؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے بھی کوئی مورت بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب کرتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی مورت میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا (یہ سن کر) اس شخص کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ افسوس! اگر تم مورتیں بنانی ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں ہے مورتیں بنا سکتے ہو۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے صرف یہی ایک حدیث سنی ہے۔

جانداروں کی تصاویر کی خرید و فروخت حرام ہے، لیکن مجبوری کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے، حنابلہ آدھے دھڑ کا فوٹو اتارنا جائز سمجھتے ہیں، کیونکہ اتنا انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اور جس قدر حصہ کاٹنے سے کوئی چیز باحیات نہ رہے، اس کی تصویر جائز ہے، دیگر ائمہ منع سمجھتے ہیں، کیونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

"إنما الصورةُ هي الرأسُ"[1] اصل صورت سر ہے۔ لہٰذا آدھے دھڑ کی فوٹو گرافی بھی منع ہے۔



---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۹۹

١٠٥-بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ:

باب: شراب کی تجارت کرنا حرام ہے

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کا بیچنا حرام فرمادیا ہے۔

٢٢٢٦: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوضحیٰ نے، ان سے مسروق نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سورۃ البقرہ کی تمام آیتیں نازل ہو چکیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ شراب کی سوداگری حرام قرار دی گئی ہے۔

جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اس کے ذرائع بھی حرام کیے ہیں۔ شراب کی تجارت چونکہ اس کے پینے کا سبب بنتی ہے، اس لیے شراب کی تجارت بھی حرام ہے، اسی طرح غریبوں کا خون چوسنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا سود کو اسی لیے حرام کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ سد ذرائع کا مسئلہ ہے۔



١٠٦-بَابُ إِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا:

باب: آزاد شخص کو بیچنا کیسا گناہ ہے؟

٢٢٢٧: حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ اللهُ: "ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ".

مجھ سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور وہ توڑ دیا، وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے پوری طرح کام لیا، لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔



قولہ ثلاثة أنا خصمهم اللہ تعالیٰ مظلوموں کا ساتھ دیتے ہوئے تمام ظالموں سے جھگڑیں گے، لیکن تشدید و تہدید

کے لیے ان تین کو خاص طور پر ذکر کیا ہے، خصم کا لفظ واحد، تثنیہ اور جمع سب کے لیے استعمال ہوتا ہے ویسے اس کا تثنیہ "خصمانِ" اور جمع "خصوم" بھی آتی ہے۔

قولہ بَاعَ حُرًّا یعنی جو شخص اصل میں آزاد ہے اسے قیدی بنا کر بیچ دینا، یا غلام کو آزاد کر دیا اور اسے بتایا نہیں پھر اسے بیچ دیتا ہے، یا اس کی آزادی کا انکار کر دیتا ہے یا اُسے آزاد کر کے اس سے زبردستی خدمت لیتا ہے۔ یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں۔

قولہ أعطی بی، أی أعطی العهد بی أی باسمی والیمین بہ یعنی اللہ کی قسم اٹھا کر کوئی عہد کیا، پھر اسے توڑ دیا۔

۱۰۷۔ بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ بِبَيْعِ أَرَضِيهِمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ:

باب: یہودیوں کو جلاوطن کرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں اپنی زمین بیچ دینے کا حکم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

اس سلسلے میں مقبری کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

قولہ فیه المقبری، اس سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جسے بخاری رحمہ اللہ کتاب الجهاد میں باب إخراج الیهود من جزیرة العرب کے تحت سعید مقبری عن ابی ہریرۃ کی سند سے لائے ہیں اس کے لفظ یہ ہیں: "بینما نحنُ فی المسجد إذ خرج علینا النبی ﷺ فقال: انطلقوا إلی الیهود فخرجنا حتی جئنا بیت المدراس فقال: أسلموا تسلموا واعلموا أن الأرض لله ورسوله وانی أرید أن أجلیکم من هذه الأرض فمن یجد منکم بماله شیئًا فلیبعه وإلا فاعلموا أن الارض لله ورسوله"[1]

شرح بخاری

زرکشی نے کہا ہے کہ ان یہود سے مراد بنو نضیر ہیں / امام بخاری رحمہ اللہ ترجمہ باب یہود کے اپنی زمینیں بیچنے سے متعلق لائے ہیں لیکن حدیث میں زمین بیچنے کا ذکر نہیں ہے، ابن المنیر نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال حدیث کے عموم سے ہے، حدیث میں "فمن یجد منکم بماله شیئًا فلیبعهُ" آیا ہے، اور اس میں مال کا لفظ عام ہے جو زمینوں کی بیع کو بھی شامل ہے۔

۱۰۸۔ بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً:

باب: غلام کو غلام کے بدلے اور کسی جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَضْمُونَةٍ عَلَيْهِ، يُوفِيهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَدْ يَكُونُ الْبَعِيرُ خَيْرًا مِنَ الْبَعِيرَيْنِ، وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ

[1] صحیح بخاری: ۳۱۶۷

بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا، وَقَالَ: آتِيكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَاءَ اللهُ، وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ، وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں وہ انہیں اسے دے دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کبھی ایک اونٹ، دو اونٹوں کے مقابلے میں بہتر ہوتا ہے۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا۔ ایک تو اسے دے دیا تھا، اور دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل ان شاء اللہ کسی تاخیر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ جانوروں میں سود نہیں چلتا۔ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے، اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے ادھار بیچی جا سکتی ہے ابن سیرین نے کہا کہ ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

اصل عبارت یوں ہے: "بيع العبد بالعبد نسيئةً والحيوان بالحيوان نسيئة" یہ عام کا عطف خاص پر ہے، اور العبد سے مراد جنس ہے لہٰذا اس میں مذکر و مؤنث دونوں داخل ہیں۔ بخاری رحمہ اللہ نے اسی لیے حضرت صفیہ کے قصے پر مشتمل حدیث ذکر کی ہے۔ یا انہوں نے اس بارہ میں مذکر کو مؤنث پر قیاس کیا ہے اور اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ غلام کو غلام کے بدلے اور کسی جانور کو جانور کے بدلے ادھار بیچنا جائز ہے، بلکہ کمی بیشی کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے اور یہ سود نہیں ہے اگرچہ دونوں طرف ایک ہی جنس ہو، جمہور علماء کا یہی قول ہے، لیکن امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ نے اس سے منع کیا ہے، ان کا استدلال حسن بصری کی حدیث سے ہے جسے وہ حضرت سمرۃ سے بیان کرتے ہیں: "أن النبي ﷺ نهى عن بيع الحيوان بالحيوان نسيئةً"[1] لیکن اس میں حسن بصری کے سمرہ سے سماع میں اختلاف ہے، امام مالک نے جنس مختلف ہونے کی شرط لگائی ہے، جمہور علماء جو جواز کے قائل ہیں ان کا استدلال عبداللہ بن عمرو کی حدیث سے ہے جسے دارقطنی وغیرہ نے قوی سند کے ساتھ بیان کیا ہے: "ان النبي ﷺ أمره أن يجهز جيشًا" ۔ وفيه ۔ فابتاع البعير بالبعيرين بأمر رسول الله ﷺ"[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قصے سے اور آثار صحابہ سے استدلال اور استشہاد کیا ہے۔



شرح بخاری

۲۲۲۸: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ، فَصَارَتْ إِلَى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قیدیوں میں صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو وہ دحیہ کلبی رضی اللہ



---

(1) سنن ابی داود: ۳۳۵۶

(2) سنن الدارقطنی: ۳۰۵۱

عنہ کو ملیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مختصر ذکر کیا ہے، اور ترجمہ باب کے ساتھ مطابقت اس کے بعض دیگر طرق سے ہے جس میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ کو دحیہ کلبی سے سات لونڈیوں کے بدلے خرید اتھا، جیسا کہ مسلم میں ہے [1]۔

۱۰۹-بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ:

باب: لونڈی غلام بیچنا

۲۲۲۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيزٍ: أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، "إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ، فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ ؟ فَقَالَ: أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ، لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہیر نے بیان کیا کہ مجھے ابن محیریز نے خبر دی اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی، کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ (ایک انصاری صحابی نے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! لڑائی میں ہم لونڈیوں کے پاس جماع کے لیے جاتے ہیں۔ ہمارا ارادہ انہیں بیچنے کا بھی ہوتا ہے۔ تو آپ عزل کر لینے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ اگر تم ایسا نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ جس روح کی بھی پیدائش اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھ دی ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گی۔

قولہ قال یا رسول اللہ۔ اس سے وہم پڑتا ہے کہ حضرت ابو سعید ہی سائل تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ نسائی وغیرہ میں آتا ہے: بينهما هو جالس عند النبی ﷺ جاء رَجُلٌ من الأنصار فقال... اور یہ سائل مجدی بن عمرو ضمری تھے۔

قولہ انا نصیب سبیًا "أی نجامع الإماء المسبیات فنعزل" یعنی ہم عزل کرتے ہیں تاکہ وہ ام ولد نہ بن جائے کیونکہ ام ولد کی بیع حرام ہے۔

قولہ لا علیکم أن لا تفعلوا ذلکم، أی لا حرج علیکم أن لا تفعلوا۔ فراء نے کہا ہے کہ یہ "لا" زائدہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام یا لونڈی کی بیع جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے غلاموں کی بیع سے منع نہیں کیا جبکہ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم ان کی قیمت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور قیمت بیع کرنے سے ہی حاصل ہوتی

[1] صحیح مسلم (۸۷)۱۳۶۵

ہے۔

۱۱۰۔بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ:

باب: مدبر کا بیچنا کیسا ہے؟

۲۲۳۰: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ".

ہم سے ابن نمیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے، ان سے عطاء نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر غلام بیچا تھا۔

مدبر وہ غلام جس کی آزادی اس کے مالک کی موت سے معلق ہو، جیسا کہ مالک اپنے غلام سے کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے، یا کہہ دے کہ تو مدبر ہے۔

قولہ باع النبی ﷺ المدبر، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مختصر نقل کیا ہے، کتاب الاحکام میں بخاری اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں: بلغ النبی ﷺ أن رجلاً من أصحابہ أعتق غلاما لہ عن دبر لم یکن لہ مال غیرہ فباعہ بثمانمأۃ درھم ثم أرسل بثمنہ إلیہ[1]

۲۲۳۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: بَاعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا تھا کہ مدبر غلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ضمیر کا مرجع ذکر کیے بغیر مختصر ذکر کیا ہے، ابن ابی شیبہ نے اس کے آخر میں "یعنی المدبر" زیادہ کیا ہے، اور مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے: "دبر رجلٌ من الأنصار غلامًا لہ لم یکن لہ مال غیرہ فباعہ رسول اللہ ﷺ فاشتراہ ابن النحام عبدًا قبطیًا مات عام أول فی امارۃ ابن الزبیر"[2]

۲۲۳۲-۲۲۳۳: حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَاهُ "أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ ؟ قَالَ: اجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ

---

1. صحیح بخاری: ۷۱۸۶
2. صحیح مسلم: (۵۹) ۹۹۷

الرَّابِعَةِ".

مجھ سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ نے خبر دی، انہیں زید بن خالد اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سے غیر شادی شدہ باندی کے متعلق جو زنا کرلے سوال کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر وہ زنا کرلے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ اور پھر اسے بیچ دو۔ (آخری جملہ آپ نے) تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد (فرمایا تھا)۔

حافظ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اس باب میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زانیہ لونڈی کو بیچنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ مدبرہ اور غیر مدبرہ دونوں کو شامل ہے۔ لہٰذا اس سے مدبر کی بیع کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

٢٢٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ".

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے لیث نے خبر دی، انہیں سعید نے، انہیں ان کے والد نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنا ہے کہ جب کوئی باندی زنا کرائے اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے، البتہ اسے لعنت ملامت نہ کی جائے۔ پھر اگر وہ زنا کرائے تو اس پر اس مرتبہ بھی حد جاری کی جائے، لیکن کسی قسم کی لعنت ملامت نہ کی جائے۔ تیسری مرتبہ بھی اگر زنا کرے اور زنا ثابت ہو جائے تو اسے بیچ ڈالے خواہ بال کی ایک رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔

١١١- بَابُ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرِئَهَا:

باب: اگر لونڈی خریدے تو استبراء رحم سے پہلے اس کو سفر میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيدَةُ الَّتِي تُوطَأُ أَوْ بِيعَتْ أَوْ عَتَقَتْ، فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ، وَقَالَ عَطَاءٌ: لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُونَ الْفَرْجِ، وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ سورة المؤمنون آية٦.

اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی باندی کا (اس کا مالک) بوسہ لے لے یا اپنے جسم سے لگائے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ایسی باندی جس سے وطی کی جا چکی ہے، ہبہ کی جائے یا بیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض تک اس کا استبراء رحم کرنا چاہئے۔ اور کنواری کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔ عطاء نے کہا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سوا باقی جسم سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومنون میں فرمایا «إلا علی أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم» مگر اپنی بیویوں سے یا باندیوں سے۔

یعنی اگر کوئی شخص لونڈی خریدے تو کیا استبراءِ رحم سے پہلے اسے سفر پر اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے یا نہیں؟ استبراءِ رحم اگرچہ حضر میں بھی ضروری ہے لیکن ترجمہ باب میں سفر کی قید اس لیے ہے کہ سفر میں عام طور پر چھونے کی اور میل جول کی ضرورت پیش آتی ہے۔

قولہ ولم یر الحسن باسًا یہ اثر ابن ابی شیبہ نے موصول بیان کیا ہے کہ حسن بصری کے نزدیک استبراءِ رحم سے پہلے خریدی ہوئی لونڈی کی تقبیل کرنے اور فرج کے علاوہ مباشرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ قال ابن عمر اسے بھی ابن ابی شیبہ نے موصول بیان کیا ہے کہ ہبہ کی ہوئی یا خریدی ہوئی یا آزاد شدہ لونڈی کا ایک حیض کے ساتھ استبراءِ رحم کیا جائے۔

قولہ ولا تستبرء العذراء۔ یہ اثر مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ کنواری لونڈی کے استبراء کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس کا رحم بچے سے بری ہوتا ہے، اور اس کی بکارت حمل سے مانع ہوتی ہے۔ اور یہ اس سے وطی نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

قولہ قال عطاءٌ۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے کہ حاملہ لونڈی سے فرج کے علاوہ باقی جسم سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اور مراد یہ ہے کہ جب وہ غیر سید سے حاملہ ہو اور اسے خریدا جائے تو اب اس کا مالک فرج کے علاوہ فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگر اپنے مالک سے ہی حاملہ ہو تو اس کے لیے اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

قولہ إلا علی ازواجهم أو ما ملكت أيمانهم۔ اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لونڈیوں کو اپنے مالکوں کے لیے جائز قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھا سکتا ہے سوائے وطی کے، کیونکہ وطی کی ممانعت پر دلیل آگئی ہے، اور باقی استمتاع اپنے اصل پر باقی رہے گا۔

۲۲۳۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ، فَبَنَى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ، فَكَانَتْ

تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ".

ہم سے عبدالغفار بن داؤد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کرادیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن کی تعریف کی گئی۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تھا۔ وہ خود ابھی دلہن تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے پسند کر لیا۔ پھر روانگی ہوئی۔ جب آپ سد الروحاء پہنچے تو پڑاؤ ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے دستر خوان پر حیس تیار کر کے رکھوایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے قریب کے لوگوں کو ولیمہ کی خبر کر دو۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہی ولیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر جب ہم مدینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباء سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردہ کرایا۔ اور اپنے اونٹ کو پاس بٹھا کر اپنا ٹخنہ بچھا دیا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹخنے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔

شرح بخاری

خیبر، مدینہ منورہ سے آٹھ برید کے فاصلہ پر واقع ہے، نبی اکرم ﷺ محرم ۷ھ میں اس کی طرف نکلے تھے۔

قولہ صفية بنت حيي یہ ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب ہیں، یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران کی اولاد سے تھیں، ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموأل تھا، ان سے دس احادیث مروی ہیں، یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۵۰ میں فوت ہوئیں، اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں، بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام زینب تھا، گرفتاری کے بعد ان کا نام صفیہ رکھا گیا تھا، یہ اپنی چچازاد کے ساتھ قلعہ قموص سے گرفتار ہوئی تھیں۔

قولہ وقد قتل زوجها۔ ان کے خاوند کا نام کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق تھا۔

قولہ وكانت عروساً۔ عروس کا لفظ مذکر و مونث کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: "رَجُلٌ عُرُوس وامرأةٌ عُرُوسٌ" اس کی جمع عرائس آتی ہے، حضرت صفیہ کے نبی کی اولاد سے ہونے کی بنا پر آپ نے اسے اپنے لیے منتخب کیا تھا، اور یہ خیبر کی غنیمت میں سے آپ کا حصہ تھا۔

قولہ سدّ الروحاء یہ جگہ مدینے سے تیس یا چھتیس یا چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

قولہ حَلَّتْ أي طهرتْ من حيضها اس کا ترجمہ باب سے تعلق ہے کہ حضرت صفیہ لونڈی کی حیثیت میں آئیں، آپ نے سفر میں اسے اپنے ہمراہ رکھا، اور اسے آزاد کر کے ان سے نکاح کیا۔

قولہ فَبَنٰی بها، أي دَخَلَ بِهَا۔ اصل میں جب کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا تو اس سے خلوت کے لیے اس پر

خیمہ وغیرہ بناتا تا کہ اس میں اس پر داخل ہوسکے اسی سے دخول کے معنی میں بناء کا لفظ استعمال ہونے لگا۔

قولہ حَيْسًا، حَيْس اس کھانے کو کہتے ہیں جو گھی، پنیر اور کھجوروں کو ملا کر تیار کیا جائے۔

۱۱۲۔بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالأَصْنَامِ:

باب: مردار اور بتوں کا بیچنا

۲۲۳۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: "إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالأَصْنَامِ"، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ؟ فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ، ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ، قَالَ أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ، سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فتح مکہ کے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے ہم کشتیوں پر ملتے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے پگھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ ابوعاصم نے کہا کہ ہم سے عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے یزید نے بیان کیا، انہیں عطاء نے لکھا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔



قولہ عن يزيد بن أبي حبيب عن عطاء۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بعد معلق روایت لا کر بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یزید بن أبي حبیب کا عطاء سے اس حدیث کا سماع نہیں ہے بلکہ عطاء نے یہ حدیث اس کی طرف لکھ کر بھیجی ہے جیسا کہ بخاری نے کہا ہے: "وقال ابو عاصم حدثنا عبدالحميد حدثنا يزيد كتب إلي عطاءٌ" اور یہ کتابت حدیث کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔

قولہ لا هو حرام، أي لا تبيعوه، بيعها حرام، إلا الإنتفاغ، لیکن اس سے فائدہ اٹھانے میں بھی اختلاف ہے۔

۱۱۳۔بَابُ ثَمَنِ الْكَلْبِ:
باب: کتے کی قیمت کے بارے میں

امام شافعی بلکہ جمہور علماء کے نزدیک کتے کی خرید و فروخت مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ کتا سکھایا ہوا ہو یا سکھایا ہوا نہ ہو، اور اگر کوئی شخص کسی کے کتے کو مار دے تو اس پر اس کا ضمان نہیں آئے گا، امام مالک کے نزدیک ضمان آئے گا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک شکاری کتے اور فائدہ دینے والے کتے کی بیع جائز ہے، سنن ابی داود میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع مروی ہے: "نهي رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب وقال إن جاء يطلب ثمن الكلب فاملأ كفه ترابا"[1] حافظ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۲۲۳۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابی بکر بن عبدالرحمٰن نے اور انہیں ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا تھا۔

قولہ نَهي عن ثمن الكلب۔ یہ نہی تحریم ہے، امام شافعی اور امام احمد اسی کے قائل ہیں، نسائی میں شکاری کتے کی استثناء آئی ہے جابر روایت کرتے ہیں: "نهي رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب والسنور إلا كلب صيد"[2] لیکن اس کے ضعیف ہونے پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے، جیسا کہ نووی نے شرح مہذب میں ذکر کیا ہے۔

قولہ مهر البغي۔ یہ فعیل بمعنی فاعلہ ہے اس میں مذکر و مؤنث برابر ہیں، اور اس میں مہر سے مراد وہ اُجرت ہے جو زانیہ عورت زنا کرانے پر لیتی ہے اسے مہر کا ہم صورت ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے اور زانیہ کی یہ اُجرت بالاجماع حرام ہے۔

قولہ وحلوان الكاهن۔ اس سے مراد کاہن کی اجرت ہے جو حرام ہے، اسے بغیر تکلیف اور مشقت کے آسانی سے حاصل ہونے کی وجہ سے حلوان سے تعبیر کیا گیا ہے، جو کہ حلاوت سے ہے، اور فال کھولنے والے، ہاتھ دیکھنے والے، غیب کی خبریں دینے والے، اس قسم کے سب لوگ اس نہی میں شامل ہیں۔

۲۲۳۸: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ،

---

[1] سنن ابی داود: ۳۴۸۲

[2] سنن نسائی: ۴۶۶۸

قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ ؟ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ، وَكَسْبِ الْأَمَةِ، وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ایک پچھنا لگانے والے (غلام) کو خرید رہے ہیں۔ اس پر میں نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت، باندی کی (ناجائز) کمائی سے منع فرمایا تھا۔ اور گودنے والیوں اور گدوانے والیوں، سود لینے والوں اور دینے والوں پر لعنت کی تھی اور تصویر بنانے والے پر بھی لعنت کی تھی۔

حضرت ابو جحیفہ کا نام وہب بن عبد اللہ ہے۔

قولہ نهي عن ثمن الدم، أي عن أجرة الحجامة اور اس پر ثمن کا لفظ مجازاً بولا گیا ہے۔

قولہ و كسب الأمة اس سے لونڈی کی وہ کمائی مراد ہے جو حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے جیسے زنا پر اجرت لینا حرام ہے، ورنہ اس کے ہاتھ کی کمائی جیسے کاتنا، یا بننا یا اُون دھنا، حلال ہے۔









کتاب السلم

سلم، سین اور لام کی فتحہ کے ساتھ، یہ ایسی بیع ہے جس میں ایک شخص دوسرے کو نقد روپیہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد آپ مجھے ان روپیوں کے بدلے اس قدر غلہ، گندم یا چاول وغیرہ دوگے، یہ بیع بالاتفاق جائز ہے، چونکہ اس میں راس المال نقد دوسرے کی طرف سونپ دیا جاتا ہے اس لیے اسے بیع سلم کہتے ہیں اور اسے بیع سلف بھی کہتے ہیں، اور بعض نے کہا ہے کہ اسے بیع سلم کہنا اہل حجاز کی لغت ہے، اور سلف کہنا اہل عراق کی لغت ہے، علماء کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہے مگر سعید بن مسیب اس کے قائل نہیں ہیں[1]۔

---

[1] بیع سلم کی تعریف سے متعلق مختلف عبارتیں منقول ہیں ان میں سے بہترین تعریف یہ ہے: "أنه عقد على موصوفٍ فی الذمة ببدلٍ يعطى عاجلاً فی مجلس البيع" مجلس بیع میں نقد دی ہوئی چیز کے عوض میں دوسرے کے ذمہ واجب الاداء معین چیز پر معاہدے کا نام سلم ہے۔ اس میں نقد چیز یا رقم دینے والے کو "رب السلم" کہتے ہیں اور جسے رقم یا روپیہ دیا جائے اسے "مسلم إليه" اور جو چیز مدتِ معینہ پر واجب الاداء ہو اسے "مسلم فيه" کہا جاتا ہے۔ معاملات کی چار اقسام ہیں:

۱: بیع حال بحال، نقد کی نقد کے بدلے بیع، جیسا کہ کتاب کی بیع دس روپے نقد کے ساتھ یہ جائز ہے۔

۲: بیع موجل بموجل، ادھار چیز کی ادھار قیمت کے بدلے بیع کرنا، جیسا کہ معین گاڑی کی بیع جو سال بعد دی جائے گی، دس ہزار روپے کے بدلے جو سال بعد ہی ادا کیے جائیں گے، یہ بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع دین ہے دین کے بدلے۔

۳: مال یا سامان نقد دے دیا جائے لیکن اس کی قیمت موخر ادا کی جائے۔ جیسے کار کی بیع کی جائے اور اس کی ایک لاکھ قیمت سال بعد ادا کرنی ہو، یہ بیع بھی جائز ہے۔

۴: کسی چیز کی قیمت پیشگی دے دی جائے، لیکن وہ چیز مدت معینہ کے بعد واجب الادا ہو، اور اسے بیع سلم کہتے ہیں جو کہ جائز ہے، جیسا کہ کسی کو ہزار روپے نقد دیدے اور کہے کہ تو مجھے سال بعد پچاس کیلو فلاں قسم کی کھجوریں دے گا، اور یہ جائز ہے کیونکہ بعض دفعہ کاشتکاروں اور صنعتکاروں کو پیشگی رقم کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اس طرح انہیں پیشگی رقم میسر آجاتی ہے، جس سے وہ اپنا کاروبار جاری رکھ سکتے ہیں، اور بیع سلم میں جو عوض یا رقم نقد دی جاتی ہے اسے مسلم بہ کہا جاتا ہے۔ بیع سلم کی چند شرطیں ہیں:

۱: راس المال کا مجلس بیع میں ادا کرنا، لہٰذا بیع سلم میں مسلم بہ پر مجلس بیع میں قبضہ کرنا ضروری ہے، تاکہ یہ بیع الدین بالدین نہ ہوجائے۔

۲: بیع سلم میں "مُسْلَم فيه" کا دین یعنی ادھار ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے اسے بیع سلم کہا جاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی غلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہے: "أسلمتُ إليك ألفًا فی هذا العبد" یا کسی کپڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہے: "أسلمت اليك هذا العبد فی هذا الثوب" تو شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے یہ بیع سلم نہیں ہوگی اور نہ

١-بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ:

باب: ماپ مقرر کر کے سلم کرنا

٢٢٣٩: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ، أَوْ قَالَ: عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، شَكَّ إِسْمَاعِيلُ، فَقَالَ: "مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ، فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ".

ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، انہیں ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن کثیر نے، انہیں ابومنہال نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال یا دو سال کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ دو سال اور تین سال (کے لیے کرتے تھے) شک اسماعیل کو ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی کھجور میں بیع سلم کرے، اسے مقررہ پیمانے یا مقررہ وزن کے ساتھ کرنی چاہیے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، بِهَذَا فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ.

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو اسماعیل نے خبر دی، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا کہ بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ وزن میں ہونی چاہیے۔

شرح بخاری

ابن أبي نجیح کا نام عبداللہ بن یسار ہے، اور ابو المنہال سے مراد عبدالرحمن بن مطعم کوفی ہے۔

قولہ العام والعامین یہ ظرفیت کی بنا پر منصوب ہے۔

قولہ أو قال عامینِ أو ثلاثة یہ اسماعیل بن علیہ کی شک ہے ورنہ سفیان نے بغیر شک کے ذکر کرتے ہوئے کہا

ہی یہ بیع ہوگی، کیونکہ اس میں لفظ بیع کا نہیں بلکہ لفظ "سلم" بولا گیا ہے۔

٣: ادائیگی کے وجوب کے وقت مسلم الیہ کی طرف مسلم فیہ کے ادا کرنے پر قدرت حاصل ہونا، لیکن اگر بیع سلم ایسی چیز پر ہو جو ادائیگی کا وقت آنے پر معدوم اور نایاب ہو جیسے موسم سرما میں تر کھجوریں نایاب ہوں، تو بیع سلم نہیں ہوگی۔

٤: مسلم فیہ کی ادائیگی کے محل اور مقام کی وضاحت اور اس کا بیان کرنا بھی شرط ہے۔

٥: مسلم فیہ کا ماپ یا تول یا پیمائش یا تعداد میں معین کرنا بھی شرط ہے۔

٦: مسلم فیہ کی ایسی صفات بیان کرنا کہ اس میں جہالت نہ رہے۔

٧: مسلم فیہ کی ادائیگی کی اجل اور اس کا وقت واضح کرنا بھی شرط ہے۔ بیع سلم کی یہ شرطیں، بیع کی عام شرطوں کے علاوہ ہیں۔

ہے:"وھم یسلفون فی التمر السنتین والثلاثة"۔

قولہ من سلف فی تمر لام کی تشدید کے ساتھ اور ابن عیینہ کی روایت میں "من أسلف فی شیئ" وارد ہے۔

"قولہ ووزن" اس میں واؤ بمعنی أوْ ہے أی أوْ فی وزنٍ معلوم کیل کا تعلق مکیلات سے اور وزن کا تعلق موزونات سے ہے۔

٢- بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ:

باب: بیع سلم مقررہ وزن کے ساتھ جائز ہے

٢٢٤٠: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: "مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ، فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ".

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، انہیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، انہیں ابن ابی نجیح نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن کثیر نے، انہیں ابومنہال نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ کھجور میں دو اور تین سال تک کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ جسے کسی چیز کی بیع سلم کرنی ہے، اسے مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے ٹھہرا کر کرے۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ: "فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

ہم سے علی نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا۔ (اس روایت میں ہے کہ) آپ نے فرمایا بیع سلف مقررہ وزن میں مقررہ مدت تک کے لی کرنا چاہئے۔

قولہ من اَسلَفَ فی شیئٍ یہ لفظ عام ہے اور حیوانوں کو بھی شامل ہے، ان میں بھی سلم جائز ہے، احناف کے نزدیک حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے، حاکم نے حیوان میں سلف کی ممانعت کی روایت ذکر کی ہے جسے ابن السمعانی نے غیر ثابت کہا ہے۔

قولہ إلي أجل معلوم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اَجل کا معلوم ہونا بیع سلم کی صحت کے لیے شرط ہے، اور یہ حدیث شوافع کے خلاف حجت ہے، جو اَجل کو شرط قرار نہیں دیتے، نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اَجل کا لفظ اس کے شرط ہونے کے لیے ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر بیع سلم میں اَجل رکھی گئی ہو تو وہ معلوم ہونی چاہیے، لیکن ان کی یہ بات نص صریح کے خلاف ہے۔

٢٢٤١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ

أَبِي الْمِنْهَالِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے عبداللہ بن کثیر نے، اور ان سے ابومنہال نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ) تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت تک کے لیے (بیع سلم) ہونی چاہیے۔

٢٢٤٢-٢٢٤٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ، وحَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، قَالَ: اخْتَلَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ، فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: "إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ"، وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى، فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ.

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی مجالد نے (تیسری سند) اور ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے وکیع نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے محمد بن ابی مجالد نے۔ (دوسری سند) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے محمد اور عبداللہ بن ابی مجالد نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد اور ابوبردہ میں بیع سلم کے متعلق باہم اختلاف ہوا۔ تو ان حضرات نے مجھے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں گیہوں، جَو، منقی اور کھجور کی بیع سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔



٣-بَابُ السَّلَمِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ:

باب: اس شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال ہی موجود نہ ہو

٢٢٤٤-٢٢٤٥: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، قَالَ: بَعَثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ، وَأَبُو بُرْدَةَ، إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَا: سَلْهُ، هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ:



"كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّيْتِ، فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ". قُلْتُ: إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ، قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ، ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا. حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهَذَا، وَقَالَ: فَنُسْلِفُهُمْ فِي الحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الوَلِيدِ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ. وَقَالَ وَالزَّيْتِ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، وَقَالَ: فِي الحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّبِيبِ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابی مجالد نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے یہاں بھیجا اور ہدایت کی کہ ان سے پوچھو کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے زمانے میں گیہوں کی بیع سلم کرتے تھے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) کے ساتھ گیہوں، جوار، زیتون کی مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے سودا کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کیا صرف اسی شخص سے آپ لوگ یہ بیع کیا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال موجود ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کے خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان سے بھی پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے عہد مبارک میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم یہ بھی نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے کھیتی بھی ہے یا نہیں۔ ہم سے اسحاق بن شاہین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، ان سے محمد بن ابی مجالد نے یہی حدیث۔ اس روایت میں یہ بیان کیا کہ ہم ان سے گیہوں اور جَو میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن ولید نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے شیبانی نے بیان کیا، اس میں انہوں نے زیتون کا بھی نام لیا ہے۔ ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے، اور اس میں بیان کیا کہ گیہوں، جَو اور منقی میں (بیع سلم کیا کرتے تھے)۔

یعنی جس شخص کے پاس مسلم فیہ کا اصل نہ ہو تو کیا اس سے بیع سلم ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس کھجوریں نہیں ہیں، اور دوسرا شخص اس سے کھجوریں لینے کے لیے سلم کر سکتا ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اصل سے مراد مسلم فیہ کی بنیاد ہے، مثلاً غلہ کی بنیاد کھیتی ہے اور پھلوں کی اصل درخت ہیں، اور مقصود اس سے یہ ہے کہ جس شخص کے پاس کھیتی اور درخت ہی نہ ہوں تو کیا اس سے بیع سلم کی جا سکتی ہے؟ اور اس ترجمہ باب سے مراد یہ بیان کرنا ہے کہ مسلم الیہ کے

پاس مسلم فیہ کا اصل ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اور ایسے شخص سے بیع سلم کی جاسکتی ہے جس کے پاس اصل نہ ہو۔

قولہ نبیط أهل الشام۔ اس سے مراد اہل شام کے اہل زراعت لوگ ہیں، سفیان کی روایت میں "أنباط اهل الشام" کا لفظ آتا ہے، یہ دراصل عرب لوگ تھے، جو عجم اور رومیوں میں رہنے لگے، جس کی وجہ سے ان کے نسب خلط ملط ہوگئے اور ان کی لغت بھی بگڑ گئی، ان میں سے روم میں رہنے والے لوگ شام میں آٹھہرے تھے۔

قولہ إلي من كان أصله عنده۔ اس اصل سے مراد مسلم فیہ کا اصل ہے، اور سفیان کی حدیث میں: "أكان لهم زرعٌ أولم يكُن لهم" آتا ہے۔

قولہ ما كنا نسألهم عن ذلك۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب کا حکم اس جملہ سے حاصل کیا ہے کہ وہ گندم، جَو وغیرہ میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور "مسلم الیھم" سے اصل کے بارہ میں سوال نہیں کیا کرتے تھے "عدم الاستفصال يدل على عموم الأحوال" لہٰذا مسلم الیہ کے پاس چیز کا اصل ہو یا نہ ہو اس سے بیع سلم کی جاسکتی ہے۔

٢٢٤٦: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ، حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ، وَحَتَّى يُوزَنَ". فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ، قَالَ رَجُلٌ: إِلَى جَانِبِهِ حَتَّى يُحْرَزَ، وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ.



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں عمرو نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالبختری طائی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درخت میں بیع سلم کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ درخت پر پھل کو بیچنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کے لیے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کا وزن نہ کیا جا سکے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا چیز وزن کی جائے گی۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اندازہ کرنے کے قابل ہو جائے اور معاذ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے کہ ابوالبختری نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا تھا۔ پھر یہی حدیث بیان کی۔

۴- بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ:

باب: درخت پر جو کھجور لگی ہوئی ہو اس میں بیع سلم کرنا



٢٢٤٧-٢٢٤٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ:

سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ؟ فَقَالَ: نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ، وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ؟ فَقَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ، أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابوالبختری نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور میں جب کہ وہ درخت پر لگی ہوئی ہو بیع سلم کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ کسی قابل نہ ہو جائے اس کی بیع سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح چاندی کو ادھار، نقد کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو آپ نے بھی یہی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کھجور کی بیع سے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھائی نہ جاسکے یا (یہ فرمایا کہ) جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اسے کوئی کھا سکے اور جب تک وہ تولنے کے قابل نہ ہو جائے۔

یعنی درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں میں بیع سلم کرنے کا بیان، ترجمہ باب سے مراد ہے بابُ حکم السلم فی ثمر النخل

قولہ حتی یوزن ان احادیث میں حتی توزن اور تؤکل اور تحرز سے مراد یہ ہے کہ کھجوروں کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔

۲۲۴۹-۲۲۵۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ؟ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ، وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ، أَوْ يُؤْكَلَ وَحَتَّى يُوزَنَ". قُلْتُ: وَمَا يُوزَنُ، قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ: حَتَّى يُحْرَزَ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے ابوالبختری نے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک وہ نفع اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے، اسی طرح چاندی کو سونے کے بدلے بیچنے سے جب کہ ایک ادھار اور دوسرا نقد ہو منع فرمایا ہے۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو درخت پر بیچنے سے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے،

اسی طرح جب تک وہ وزن کرنے کے قابل نہ ہو جائے منع فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وزن کئے جانے کا کیا مطلب ہے؟ تو ایک صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ وہ اندازہ کی جاسکے۔

قوله حتی يُحرَزَ بتقديم الراء على الزاء بمعنى يحفظ، ويُحَزَّر بتقديم الزاء على الراء بمعنى يُخرَص أو يُوزَن

اور یہ تب ہے جبکہ خاص درختوں کے پھل پر بیع سلم ہو، ورنہ مطلق کھجوروں میں سلم بھی جائز ہے۔ خواہ درختوں پر پھل نہ نکلے ہوں بلکہ مسلم الیہ کے پاس درخت ہی نہ ہوں۔

٥-بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ:

باب: سلم یا قرض میں ضمانت دینا

٢٢٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا يَعْلَى، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ".

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعلیٰ بن عبید اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے بیان کیا ان سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی ایک لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔



قوله اشترى طعاماً من يهودي یہ تیس صاع جو تھے یا چالیس یا بیس صاع تھے اور یہ یہودی ابو الشحم تھا۔

قوله رهنهٔ درعاله۔ حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت یوں ہے کہ کفالت سے مراد ضمانت لی جائے اور رہن رکھی ہوئی چیز بھی قرضے کی ضمانت ہوتی ہے، یا کفالت کو رہن پر قیاس کیا جائے جیسے رہن رکھنا جائز ہے ویسے ہی ضامن لینا بھی جائز ہے، یا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مسدد سے مروی ہے وہ عبد الواحد سے وہ اعمش سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کے پاس بیع سلم میں رہن اور قبیل کا ذکر ہوا تو انہوں نے یہ حدیث ذکر کی، اس میں رہن اور کفیل کی صراحت ہے، کیونکہ قبیل سے مراد کفیل ہے۔

٦-بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ:

باب: بیع سلم میں گروی رکھنا

٢٢٥٢: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ "الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ"، فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى



أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ".

ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے ابراہیم نخعی کے سامنے بیع سلم میں گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا ہم سے اسود نے بیان کیا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک مقررہ مدت کے لیے غلہ خرید ااور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی تھی۔

٧۔ بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ:

باب: بیع سلم میں میعاد معین ہونی چاہئے

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ، وَالأَسْوَدُ، وَالْحَسَنُ: وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، مَا لَمْ يَكُ ذَلِكَ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور اسود اور امام حسن بصری نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر غلہ کا نرخ اور اس کی صفت بیان کر دی جائے تو میعاد معین کر کے اس میں بیع سلم کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اگر یہ غلہ کسی خاص کھیت کا نہ ہو، جو ابھی پکا نہ ہو۔

یعنی اگر کسی خاص کھیت کے غلہ میں یا کسی خاص درخت کے پھل میں سلم ہو اور غلہ اور پھل ابھی تیار نہ ہو تو اس میں سلم جائز نہیں ہے، غلہ یا پھل میں صلاحیت ظاہر ہونے کے بعد خاص کھیت یا خاص پھلوں میں بیع سلم کرنا جائز ہے، کیونکہ غلہ یا پھل جب پختگی کو نہ پہنچا ہو تو معلوم نہیں ہوتا کہ غلہ یا پھل حاصل ہوگا یا نہیں، کسی آفت ارضی یا سماوی کی وجہ سے غلہ یا پھل کے ضائع ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے جو کہ طرفین میں جھگڑے کا باعث بن سکتا ہے۔

یہ باب لا کر بخاری نے شوافع کا رد کیا ہے جو میعاد کے بغیر یعنی نقد بھی سلم کو جائز کہتے ہیں، حنفیہ اور مالکیہ کا قول امام بخاری رحمہ اللہ کے موافق ہے، سلم میں کم سے کم مدت کتنی ہونی چاہیے، اس میں اختلاف ہے، طحاوی نے تین دن کہا ہے، امام محمد نے ایک مہینہ مدت ٹھہرائی ہے۔

قولہ وقال ابن عمر لا بأس... ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اگر غلہ کا نرخ اور اس کی صفت بیان کر دی جائے تو میعاد معین کر کے اس میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ یہ غلہ کسی خاص کھیت کا نہ ہو جو ابھی پکا نہ ہو۔

٢٢٥٣: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: "أَسْلِفُوا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ". وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ.

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں میں دو اور تین سال تک کے لیے بیع سلم کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ پھلوں میں بیع سلم مقررہ پیمانے اور مقررہ مدت کے لیے کیا کرو۔ اور عبداللہ بن ولید نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے کہا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، اس روایت میں یوں ہے کہ پیمانے اور وزن کی تعیین کے ساتھ (بیع سلم ہونی چاہیئے)۔

قولہ السنتین، حافظ نے کتاب السلم کے شروع میں اس حدیث کا اعراب بیان کرتے ہوئے کہا: "السنتين منصوب إما على نزع الخافض أو على المصدر" یعنی السنتین یا تو منصوب بنزع الخافض ہے یا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے[1]۔

٢٢٥٤-٢٢٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ، قَالَ: أَرْسَلَنِي أَبُو بُرْدَةَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ، إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ؟ فَقَالَا: كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّأْمِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّبِيبِ، إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، قَالَ: قُلْتُ: أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ، أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ.



ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو سفیان نے خبر دی، انہیں سلیمان شیبانی نے، انہیں محمد بن ابی مجالد نے، کہا کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن

[1] اسے عینی نے غلط قرار دیتے ہوئے کہا: "قلت: هذا غلط لا يخفى ومن مسّ شيئًا ما من العربية لا يقول هذا" میں کہتا ہوں کہ حافظ کی بات غلط ہے جسے عربی زبان سے تھوڑا سا بھی لگاؤ ہو وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ اس کے بعد عینی نے اس غلط کو صحیح بھی کہہ دیا چنانچہ لکھا: "التقدير في وجه نزع الخافض، إلى السنة، والتقدير في وجه النصب على المصدر أن يقال: إسلاف السنة فالإسلاف مصدر منصوب فلما حُذف قام المضاف إليه مقامه" یعنی اس کے منصوب بنزع الخافض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل میں "إلى السنتين" تھا۔ إلی حرف جر کو گرا کر "السنتين" منصوب ہوگیا اور اس کے مصدریت کی بنا پر منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل میں "إسلاف السنتين" تھا، اور اسلاف مفعول مطلق منصوب ہے۔ جب "إسلاف" مضاف کو حذف کیا جو منصوب تھا تو مضاف الیہ "السنتين" اس کے قائم مقام ہو کر منصوب ہوگیا۔

دیکھیے۔ علامہ عینی نے حافظ کی بات کی ہی تائید کی ہے تو حافظ کی بات کو غلط کہنے اور انہیں عربی زبان میں نیچا دکھانے کی ضرورت کیا ہے، حالانکہ حافظ نے جو راستہ دکھایا ہے۔ عینی نے اس پر چل کر دکھایا ہے، جبکہ عینی نے بھی "السنتين" کے منصوب ہونے کی وہی توجیہ کی ہے جو حافظ نے ذکر کی ہے، تو عینی کا حافظ کو لتاڑنا سوائے مذہبی تعصب کے اور کیا ہوسکتا ہے۔



شداد نے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غنیمت کا مال پاتے، پھر شام کے انباط (ایک کاشتکار قوم) ہمارے یہاں آتے تو ہم ان سے گیہوں، جَو اور منقی کی بیع سلم ایک مدت مقرر کر کے کر لیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے پاس اس وقت یہ چیزیں موجود بھی ہوتی تھیں یا نہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم اس کے متعلق ان سے کچھ پوچھتے ہی نہیں تھے۔

٨۔ بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ:

باب: بیع سلم میں یہ میعاد لگانا کہ جب اونٹنی بچہ جنے

٢٢٥٦: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ، فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ". فَسَّرَهُ نَافِعٌ، أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہیں جویریہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ اونٹ وغیرہ حمل کے حمل ہونے کی مدت تک کے لیے بیچتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ نافع نے «حبل الحبلۃ» کی تفسیر یہ کی یہاں تک کہ اونٹنی کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ اسے جن لے۔

شرح بخاری

اس سے پہلے باب میں یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ بیع سلم میں اَجل کا معلوم ہونا ضروری ہے، اب اس باب میں اَجل مجہول کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اس بیع میں اَجل غیر معلوم ہو تو سلم جائز نہیں ہے۔ اگرچہ اس کی نسبت ایسی چیز کی طرف ہو جو عادت کے اعتبار سے معروف ہو، جیسا کہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ وہ دن معین نہیں کرتے تھے بلکہ اونٹنی کے بچہ جننے کو میعاد ٹھہراتے تھے۔ جس میں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دن بچہ جنے گی، اور وہ بچہ زندہ بھی ہو گا یا مرا ہوا پیدا ہو گا۔ اور اگر زندہ ہے تو کب وضع حمل ہو گا۔ چونکہ اس میعاد میں جہالت پائی جاتی ہے لہٰذا ایسی میعاد، سلم میں ٹھہرانا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ عادتاً اس کا وقت معلوم بھی ہو سکے۔

كتاب الشفعة

کتاب شفعہ کے بیان میں

١- بَابُ الشُّفْعَةُ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ:

باب: شفعہ کا حق اس جائیداد میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو جب حد بندی ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا

الشفعة، شین کے ضمہ اور فا کے سکون کے ساتھ، بعض نے فا کا ضمہ بھی نقل کیا ہے، یہ شفعت الشئ بمعنی ضممتُه ہے یعنی ایک حصے کو دوسرے حصے سے ملانا، اور اصطلاح میں شُفعہ سے مراد ہے، بیع کے وقت شریک یا ہمسائے کا حصہ اس کے شریک یا ہمسایہ کو جبراً منتقل ہونا۔ امام بخاری کے نزدیک ہر چیز میں شفعہ ہے، امام احمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی منقولہ جائیداد میں نہیں ہے، جانوروں میں ہے، شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک شفعہ صرف جائیداد غیر منقول میں ہوگا، دوسرا اختلاف یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک شفعہ صرف شریک کے لیے ہے ہمسائے کے لیے نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک شریک اور ہمسایہ دونوں کو شفعہ کا حق حاصل ہے، اور شفعہ کی مشروعیت پر علماء کا اتفاق ہے۔

٢٢٥٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدل دیئے گئے تو پھر حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

قولہ فی کل ما، ای فی کل مشترك مشاع۔ یہ حدیث حق شفعہ کے ثابت ہونے میں اصل ہے اور مسلم میں ہے: "قضي رسول الله ﷺ بالشفعة فی کل شرکة لم تقسم، ربعة أو حائط ولا يحل له أن يبيع حتّٰى يوذن شريكه فإن شاء أخذ وإن شاء ترك، فإذا باع ولم يوذنه فهو أحق به۔"[1]

قسطلانی نے کہا ہے کہ اگر شریک نے شفیع کو بیع کی خبر دی اور اس نے بیع کی اجازت دیدی، اور اس کے بعد شریک نے

[1] صحیح مسلم (١٣٤)١٦٠٨

بیع کی، تو اب شفیع کو حق شفعہ نہیں حاصل ہوگا۔

٢-بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ:

باب: شفعہ کا حق رکھنے والے کے سامنے بیچنے سے پہلے شفعہ پیش کرنا

وَقَالَ الْحَكَمُ: إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ، وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: مَنْ بِيعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

حکم نے کہا کہ اگر بیچنے سے پہلے شفعہ کا حق رکھنے والے نے بیچنے کی اجازت دی تو پھر اس کا حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ شعبی نے کہا کہ حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے جب مال بیچا گیا اور اس نے اس بیع پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

٢٢٥٨: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، قَالَ: "وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ، إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ، فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا، فَقَالَ الْمِسْوَرُ: وَاللهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا، فَقَالَ سَعْدٌ: وَاللهِ لَا أَزِيدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً أَوْ مُقَطَّعَةً، قَالَ أَبُو رَافِعٍ: لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ، وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ، وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِينَارٍ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ".

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی، انہیں عمرو بن شرید نے، کہا کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں، انہیں تم خرید لو۔ سعد رضی اللہ عنہ بولے کہ بخدا میں تو انہیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر مسور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں جی تمہیں خریدنا ہوگا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اور وہ بھی قسط وار۔ ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حقدار ہے۔ تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر تمہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گھر ابورافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔

قولہ الجارُ أحق بسقبه۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ہمسایہ کو بھی حق شفعہ حاصل ہے، جو اس کے قائل

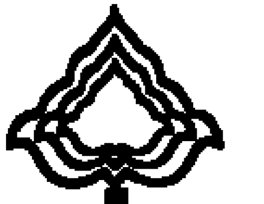
نہیں ہیں وہ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہی ہمسایہ ہے جو بیچی ہوئی جائیداد میں شریک ہو۔

٣۔ بَابُ أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ:

باب: کون پڑوسی زیادہ حقدار ہے

٢٢٥٩: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ. ح وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے شبابہ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابوعمران نے بیان کیا، کہا کہ میں نے طلحہ بن عبداللہ سے سنا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔



اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ بھی حنفیہ کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ ہمسائے کو حق شفعہ حاصل ہے۔ اور اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی کے کئی ہمسائے ہوں تو حق شفعہ اس ہمسائے کو حاصل ہوگا جس کا دروازہ جائیداد مبیعہ کے زیادہ قریب ہو[1]۔

شرح بخاری

[1] الشفعة هي استحقاق الشريك انتزاع حصة شريكه من يد مشتريها بالثمن الذى استقر عليه العقد مع المشترى۔ شریک کا اپنے شریک کے حصے کو اس کے خریدنے والے سے اس قیمت کے ساتھ جس پر مشتری سے بیع کا معاملہ ہوا چھڑانے کا استحقاق شفعہ کہلاتا ہے۔ اور شفعہ محاسن اسلام سے ہے جو شریک سے ضرر دور کرنے کے لیے جائز کیا گیا ہے، کیونکہ کئی دفعہ شریک کا حصہ اس کا دشمن یا بد اخلاق آدمی خرید لیتا ہے جس سے اس کے پڑوسی کو تکلیف اٹھانا پڑتی ہے اور شفعہ سے اس تکلیف اور ضرر کو دور کیا جاسکتا ہے، اس لیے حق شفعہ گرانے کے لیے حیلے کرنا حرام ہے، شریک کو شفعہ کا حق ہے جب اسے بیع کا علم ہو، اگر وہ اس سے لیٹ کرے گا تو شفعہ باطل ہو جائے گا ہاں اگر وہ غائب ہو یا کوئی عذر در پیش ہو تو اس کا حق شفعہ برقرار رہے گا۔ اور شفیع کے فوت ہو جانے سے اس کے وارثوں کے لیے حق شفعہ ثابت ہوگا، شفیع بکی ہوئی چیز کو کل قیمت کے ساتھ خریدے گا۔ اور اگر وہ بعض قیمت ادا کرنے سے عاجز آجائے تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔



کتاب الإجارة

اجارہ کا معنی مزدوری کرنا ہے، اور اصطلاح میں الإجارة عقدٌ علىٰ منفعةٍ مباحة معلومة مدة معلومة بعوض معلوم۔ مباح اور معلوم نفع حاصل کرنے پر مقررہ مدت کے لیے، معین اُجرت پر معاہدے کا نام اجارہ ہے[1] امام بخاری نے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے: "إن خير منِ استأجرت القوِيّ الأمينُ" اچھا مزدور جس کو آپ رکھیں وہ ہے جو قوت والا، امانت دار ہو، حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے گھر پہنچ کر اپنے والد سے کہا ایسا طاقتور، امانتدار ملازم اور کوئی نہیں ملے گا، کیونکہ کنواں کا پتھر جسے دس آدمی مشکل سے اٹھاتے ہیں، اس جوان نے اکیلے ہی اسے اٹھا کر الگ کر دیا اور امانتدار اس قدر کہ میں اس کے آگے چل کر گھر لا رہی تھی میرا کپڑا میرے پاؤں سے ہوا کی وجہ سے اڑنے لگا تو اس نے کہا آپ میرے پیچھے ہو کر چلیں، اور اگر میں غلط راستہ اختیار کروں تو کنکری سیدھے راستے پر پھینک کر مجھے مطلع کر دینا اس سے میں سیدھا راستہ جان کر اس پر چلوں گا۔ اس وجہ سے شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے انہیں قوی اور امین قرار دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں جو جوڑ کے ساتھ بیک وقت پیدا ہوئی تھیں، ایک کا نام صفورہ تھا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی تھی اور دوسری کا نام "لیا" تھا یا "شرقا" تھا یا "عبرا" تھا، ابن عباس اور مجاہد سے منقول ہے کہ والد نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ آپ نے اس آدمی کی قوت اور امانت کو کیسے جانا، تو بیٹی نے بکریوں کو پانی

[1] اجارہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) کوئی معین اور معلوم چیز اُجرت پر دینا جیسے کہا جائے میں نے تجھے یہ گھر یا کار اُجرت پر دی (۲) کسی معین معلوم کام کے لیے مزدور رکھنا، جیسے کہ دیوار بنانے یا زمین کی کاشت کے لیے مزدور رکھنا۔ اجارہ کی چند شرطیں ہیں جن کے پائے جانے سے اجارہ صحیح قرار پاتا ہے۔

۱: اجارہ کا معاہدہ کرنے والے دونوں شخص جائز التصرف ہوں۔

۲: اُجرت معلوم اور معین ہو اور اجارہ کی مدت بھی معلوم ہو۔

۳: اجارہ سے جو فائدہ اٹھانا ہے وہ بھی معلوم ہو جیسا کہ رہائش کے لیے مکان اجرت پر لینا۔

۴: اجارہ میں جس چیز سے فائدہ اٹھانا ہے وہ فائدہ مباح ہو جیسے گھر اور مکان رہائش کے لیے لینا، لیکن اگر وہ منافع حرام ہو تو اجارہ بھی حرام ہوگا جیسے سودی کاروبار کے لیے یا شراب کی خرید و فروخت کے لیے مکان اُجرت پر دینا حرام ہے، اسی طرح گرجا بنانے کے لیے یا محرمات کی بیع کے لیے مکان وغیرہ اجرت پر دینا بھی حرام ہے۔

۵: جو چیز اُجرت پر دی جائے اسے دیکھ کر یا صفات سے پہچان لینا اور اس کی شناخت کر لینا۔

۶: وہ چیز اُجرت پر دینے والے کی ملکیت میں ہو یا اُسے اُجرت پر دینے کی مالک کی طرف سے اجازت حاصل ہو اور اسے دوسرے کے حوالے کرنے پر قادر ہو۔

۷: اجارہ طرفین کی رضامندی سے ہو، ہاں برحق اکراہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۸: طرفین کی طرف سے ایجاب و قبول پایا جائے۔ (الفقہ الاسلامی)

پلانے کے سلسلہ میں ان کی قوت کو بیان کیا اور آنکھوں کو نیچا کرنے کے سلسلہ میں ان کی امانت کو ذکر کیا، اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی اس لڑکی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نکاح کر دیا تھا۔

١-بَابُ اسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ:

باب: کسی بھی نیک مرد کو مزدوری پر لگانا

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الأَمِينُ سورة القصص آية ٢٦، وَالْخَازِنُ الأَمِينُ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اچھا مزدور جس کو تو رکھے وہ ہے جو زور دار، امانت دار ہو، اور امانت دار خزانچی کا ثواب اور اس کا بیان کہ جو شخص حکومت کی درخواست کرے اس کو حاکم نہ بنایا جائے۔

٢٢٦٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْخَازِنُ الأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ یزید بن عبداللہ نے کہا کہ میرے دادا، ابو بردہ عامر نے مجھے خبر دی اور انہیں ان کے باپ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ ادا کر دے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔



شرح بخاری

اس ترجمہ باب کے دو جزء ہیں، ایک الخازن الأمین اور دوسرا "من لم یستعمل من أراده" اور بخاری رحمہ اللہ نے دونوں اجزاء کے بارہ میں دو احادیث ذکر کی ہیں پہلی حدیث پہلے جزء سے متعلق ہے اور دوسری حدیث دوسرے جزء سے متعلق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں خازن یعنی خزانچی کو ذکر کیا ہے، کیونکہ خزانچی بھی ایک قسم کا مزدور ہی ہوتا ہے، اگر وہ امانت داری سے اپنا کام سرانجام دے تو اسے بھی مالک کی طرح اجر و ثواب حاصل ہوگا، اور دوسری حدیث میں یہ بیان کیا کہ جو شخص از خود عامل بننے کی درخواست کرے، حاکم وقت کو چاہیے کہ عہدے کے حریص کو عامل نہ بنائے۔ اور جو شخص عہدے کا حریص نہ ہو اسے اس پر مقرر کرے۔ بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو، کیونکہ ایسا آدمی ایمانداری سے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔

٢٢٦١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الأَشْعَرِيِّينَ، فَقُلْتُ: مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، فَقَالَ: "لَنْ، أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ".



ہم سے مسدد نے بیان کیا کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے قرۃ بن خالد نے کہا کہ

مجھ سے حمید بن ہلال نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ میرے ساتھ (میرے قبیلہ) اشعر کے دو مرد اور بھی تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ دونوں صاحبان حاکم بننے کے طلب گار ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حاکم بننے کا خود خواہشمند ہو، اسے ہم ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے۔ (یہاں راوی کو شک ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ «لن» یا لفظ «لا» استعمال فرمایا۔

٢۔ بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ:

باب: چند قیراط کی مزدوری پر بکریاں چرانا

٢٢٦٢: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ".

ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے دادا سعید بن عمرو نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے پوچھا کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ فرمایا کہ ہاں! کبھی میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط کی تنخواہ پر چرایا کرتا تھا۔

شرح بخاری

قراریط جمع ہے "قِرَّاط" بتشدید الراکی ایک را کو یا سے بدل دیا گیا ہے، قیراط آدھے دانق کو کہتے ہیں، اور دانق، سُدس درہم ہوتا ہے، اور دانق وزن میں پانچ جَو کے برابر ہوتا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ "عَلى" یہاں "باء" کے معنی میں ہے۔ اور باسبیت کے لیے یا معاوضہ کے لیے ہے، بعض نے کہا ہے کہ قراریط مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے، اگر یہ جگہ کا نام ہو تو "عَلى" بمعنی "فِي" ہوگا۔ حافظ کے بقول اس کا جگہ ہونا معروف نہیں ہے۔ لہٰذا پہلا معنی ہی راجح ہے۔

قولہ عن جدہ اس جد سے مراد سعید بن عمرو بن سعید بن العاص اموی ہے۔

٣۔ بَابُ اسْتِئْجَارِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ أَوْ إِذَا لَمْ يُوجَدْ أَهْلُ الإِسْلَامِ:

باب: جب کوئی مسلمان مزدور نہ ملے تو ضرورت کے وقت مشرکوں سے مزدوری کرانے کا بیان

وَعَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ خَيْبَرَ.

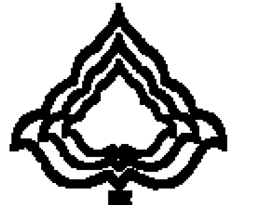
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے کام لیا(ان سے بٹائی پر معاملہ کیا تھا)۔

ضرورت کے وقت مشرک کو مزدور رکھنا جائز ہے، اور ضرورت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان مزدور دستیاب نہ ہو، یا مشرک مزدور کام کو بہتر جانتا ہو، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے بعد خیبر کی زمین زراعت کے لیے یہودیوں کو دیدی تھی، کیونکہ وہ اس کام کو اچھی طرح کرنا جانتے تھے۔

اس ترجمہ باب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حربی یا ذمی مشرک کو مزدور رکھنا ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہے، ہاں مسلمان کا ملنا مشکل ہو جائے تو جائز ہے۔

٢٢٦٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ، ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيتًا، الْخِرِّيتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ، قَدْ غَمَسَ يَمِينَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَأَمِنَاهُ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ، فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيلُ الدِّيلِيُّ، فَأَخَذَ بِهِمْ أَسْفَلَ مَكَّةَ وَهُوَ طَرِيقُ السَّاحِلِ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں عروہ بن زبیر نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (ہجرت کرتے وقت) بنو دیل کے ایک مرد کو نوکر رکھا جو بنو عبد بن عدی کے خاندان سے تھا۔ اور اسے بطور ماہر راہبر مزدوری پر رکھا تھا(حدیث کے لفظ) «خریت» کے معنی راہبری میں ماہر کے ہیں۔ اس نے اپنا ہاتھ پانی وغیرہ میں ڈبو کر عاص بن وائل کے خاندان سے عہد کیا تھا اور وہ کفار قریش ہی کے دین پر تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس پر بھروسہ تھا۔ اسی لیے اپنی سواریاں انہوں نے اسے دے دیں اور غار ثور پر تین رات کے بعد اس سے ملنے کی تاکید کی تھی۔ وہ شخص تین راتوں کے گزرتے ہی صبح کو دونوں حضرات کی سواریاں لے کر وہاں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد یہ حضرات وہاں سے عامر بن فہیرہ اور اس دیلی راہبر کو ساتھ لے کر چلے۔ یہ شخص ساحل کے کنارے سے آپ کو لے کر چلا تھا۔



قولہ واستاجر یہ مفصل حدیث کا ایک جزء ہے جس کا عطف اپنے ماقبل پر ہے۔ اور یہ مفصل حدیث امام بخاری "باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة" کے تحت لائے ہیں۔

قولہ رجلاً بنی الدیل اس آدمی کا نام عبداللہ بن اُریقط تھا، یا عبداللہ بن ارقم تھا۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام رقیط تھا۔ اور یہ مشرک آدمی تھا۔



قولہ الخریت الماهر، ای الماهر بالهداية۔ یہ زہری کی طرف سے مدرج لفظ ہے۔

قولہ قد غَمَسَ یمین حلف، بکسر الحاء۔ اس سے مراد قوم کے درمیان ہونے والا عہد ہے، اور "غَمَسَ" کا لفظ اس لیے بولا ہے کہ ان کی عادت تھی کہ وہ حلف کے وقت اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈبوتے تھے، یا پھر غمس سے مراد شدت ہے۔

قولہ راحلتیهما، راحلة کا تثنیہ ہے۔ قوی اونٹ کو کہتے ہیں۔ اس میں مذکر و مونث برابر ہیں اور اس کی تا مبالغہ کے لیے ہے، تاءِ تانیث نہیں ہے۔

۴۔ بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ، وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الأَجَلُ:

باب: کوئی شخص کسی مزدور کو اس شرط پر رکھے کہ کام تین دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے بعد کرنا ہوگا تو جائز ہے اور جب وہ مقررہ وقت آجائے تو دونوں اپنی شرط پر قائم رہیں گے

۲۲۶۴: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: "وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ هَادِيًا خِرِّيتًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلاَثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلاَثٍ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک ماہر راہبر سے مزدوری طے کر لی تھی۔ وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا۔ ان دونوں حضرات نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ تین راتوں کے بعد صبح سویرے ہی سواروں کے ساتھ غار ثور پر آجائے۔

یعنی ایک شخص مزدور کو کام شروع کرنے سے پہلے کہتا ہے کہ میں تجھ سے اتنی مدت کے بعد فلاں کام لوں گا، ایسا کرنا جائز ہے، اور دونوں فریق طے شدہ شرطوں کے پابند ہوں گے، شافعیہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، ان کے ہاں اجارہ تب جائز ہے جبکہ کام مزدور کے سپرد کر دیا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال حدیث مذکور سے ہے حافظ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اجارہ اسی وقت ہوگیا تھا، کیونکہ سواریاں اسی وقت اس کے سپرد کر دی گئی تھیں، حالانکہ

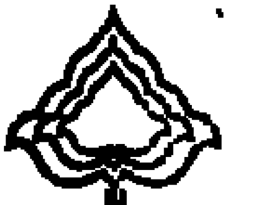
سواریاں اسی وقت حوالے نہیں کی تھیں، صرف اسے بتایا ہی تھا، اور عامر بن فہیرہ کو دونوں سواریوں کے لیے نگران مقرر کیا تھا، اور اجارہ سواریوں کی دیکھ بھال پر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اجارہ راستہ بتانے پر ہوا تھا، جو تین راتوں کے بعد شروع ہونے والا تھا۔

٥۔بَابُ الأَجِيرِ فِي الْغَزْوِ:

باب: جہاد میں کسی کو مزدور کر کے لے جانا

٢٢٦٥: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ، فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي، فَكَانَ لِي أَجِيرٌ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، وَقَالَ: أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا، قَالَ: أَحْسِبُهُ قَالَ: كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ".

ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطا بن ابی رباح نے خبر دی، انہیں صفوان بن یعلیٰ نے، ان کو یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیش عسرۃ (غزوۂ تبوک) میں گیا تھا یہ میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ قابل اعتماد نیک عمل تھا۔ میرے ساتھ ایک مزدور بھی تھا وہ ایک شخص سے جھگڑا اور ان میں سے ایک نے دوسرے مقابل والے کی انگلی چبا ڈالی۔ دوسرے نے جو اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے آگے کے دانت بھی ساتھ ہی کھینچے چلے آئے اور گر گئے۔ اس پر وہ شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر پہنچا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دانت (ٹوٹنے کا) کوئی قصاص نہیں دلوایا۔ بلکہ فرمایا کہ کیا وہ انگلی تمہارے منہ میں چبانے کے لیے چھوڑ دیتا۔ راوی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا۔ جس طرح اونٹ چبا لیا کرتا ہے۔



شرح بخاری

جہاد میں اپنی خدمت کے لیے کوئی مزدور رکھا جا سکتا ہے، جہاد اگرچہ اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے، اور خادم سے تعاون لینا اس کے خلاف نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ منہ میں لے کر چبانے لگے اور ہاتھ والا اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچے اور اس سے چبانے والے کے دانت ٹوٹ جائیں یا اس کا جبڑا پھٹ جائے تو ہاتھ کھینچنے والے پر کوئی ضمان نہیں آئے گا، کیونکہ اس نے بچانے کے لیے اپنا ہاتھ کھینچا ہے، مالکی کہتے ہیں اس پر دانت کی دیت آئے گی۔



٢٢٦٦: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ

الصِفَةِ، أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ، فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ابن جریج نے کہا اور مجھ سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے دادا نے بالکل اسی طرح کا واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ کھایا۔ (دوسرے نے اپنا ہاتھ کھینچا تو) اس کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا کوئی قصاص نہیں دلوایا۔

٦-بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَبَيَّنَ لَهُ الأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ:

باب: ایک شخص کو ایک میعاد کے لیے نوکر رکھ لینا اور کام بیان نہ کرنا

لِقَوْلِهِ: إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ: عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ يَأْجُرُ فُلَانًا يُعْطِيهِ أَجْرًا، وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ أَجَرَكَ اللهُ.

سورۃ قصص میں اللہ تعالیٰ نے (شعیب علیہ السلام کا قول یوں) بیان فرمایا ہے کہ «إني أريد أن أنكحك إحدى ابنتي هاتين» میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے کسی کا تم سے نکاح کردوں آخر آیت «على ما نقول وكيل» تک۔ عربوں کے ہاں «يأجر فلانا» بول کر مراد ہوتا ہے، یعنی فلاں کو وہ مزدوری دیتا ہے۔ اسی لفظ سے مشتق تعزیت کے موقعہ پر یہ لفظ کہتے «أجرك الله» (اللہ تجھ کو اس کا اجر عطا کرے)۔

شرح بخاری

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو مزدور رکھتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تو میرے پاس اتنی مدت تک مزدوری کرے گا اور تجھے اس پر یہ اُجرت دی جائے گی، اس کی اُجرت معین کر دیتا ہے، لیکن کام متعین نہیں کرتا، تو یہ جائز ہے، کام کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں اپنی دو لڑکیوں میں سے ایک کا تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ آٹھ سال میرے پاس مزدوری کریں، لیکن انہوں نے کام متعین نہیں کیا تھا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: "إني أريد أن أنكحك احدى ابنتي هتين على أن تأجرني ثماني حجج"[1] یہاں شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہیں بتایا کہ کام کیا کرنا ہے، لیکن کام مجہول نہیں تھا موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ شعیب علیہ السلام کی لڑکیاں بکریاں چراتی ہیں اور وہ مجھے اسی کام کے لیے رکھ رہے ہیں، اگرچہ شعیب علیہ السلام نے کام ذکر نہیں کیا، اور کام ذکر کرنا ضروری نہیں ہے، دراصل اجیر کا کام اپنے آپ کو موجر کے سپرد کرنا ہے۔ اور وہ اس سے وہی کام لے سکتا ہے جو اجیر کر سکتا ہے، اگر وہ کام نہ بھی لے تو اجیر کا کام تسلیم نفس ہے، لیکن جس اجیر کے سپرد کوئی کام کر دیا جائے تو وہ اجرت تب ہی لے گا جب وہ کام کرے گا۔

قولہ یأجر فلانا أی یعطیه أجرًا، عربوں کے ہاں اس لفظ سے یہ معنی مراد ہوتا ہے کہ فلاں کو وہ مزدوری دیتا ہے۔ لیکن قرآن کریم میں "على أن تأجرني" کا یہ معنی نہیں ہے۔

---

[1] القصص: ۲۷

٧- بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ حَائِطًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ جَازَ:

باب: اگر کوئی شخص کسی کو اس کام پر مقرر کرے کہ وہ گرتی ہوئی دیوار کو درست کر دے تو جائز ہے

اسے ٹھیکہ کہا جاتا ہے، ٹھیکہ بھی جائز ہے اگرچہ اس میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کتنے دنوں میں کام مکمل ہوگا، ٹھیکہ جائز ہے خواہ وہ ایک دن میں کام مکمل کرے یا زیادہ دنوں میں کرے۔

٢٢٦٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا، قَالَ: قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَانْطَلَقَا، فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ، قَالَ سَعِيدٌ: بِيَدِهِ هَكَذَا، وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَاسْتَقَامَ، قَالَ يَعْلَى: حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا، قَالَ: فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ، لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا، قَالَ سَعِيدٌ: أَجْرًا نَأْكُلُهُ".



ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، کہا کہ مجھے یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید سے خبر دی۔ یہ دونوں حضرات (سعید بن جبیر سے اپنی روایتوں میں) ایک دوسرے سے کچھ زیادہ روایت کرتے ہیں۔ ابن جریج نے کہا میں نے یہ حدیث اوروں سے بھی سنی ہے۔ وہ بھی سعید بن جبیر سے نقل کرتے تھے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اور ان سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر وہ دونوں (موسیٰ اور خضر علیہما السلام) چلے۔ تو انہیں ایک گاؤں میں ایک دیوار ملی جو گرنے ہی والی تھی۔ سعید نے کہا خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور ہاتھ اٹھایا، وہ دیوار سیدھی ہوگئی۔ یعلیٰ نے کہا میرا خیال ہے کہ سعید نے کہا، خضر علیہ السلام نے دیوار کو اپنے ہاتھ سے چھوا، اور وہ سیدھی ہوگئی، تب موسیٰ علیہ السلام بولے کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔ سعید نے کہا کہ (موسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ) کوئی ایسی چیز مزدوری میں (آپ کو لینی چاہیئے تھی) جسے ہم کھا سکتے (کیونکہ بستی والوں نے ان کو کھانا نہیں کھلایا تھا)۔

قولہ سمعتُہ۔ اس ضمیر مفعول سے مراد "غیر" ہے، یعنی ابن جریج نے کہا جس کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہے کہ میں نے اس حدیث کو یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار کے غیر سے بھی سنا ہے وہ بھی اسے سعید بن جبیر سے روایت کرتا ہے۔ اس حدیث سے بلکہ اس سے پہلے باب میں شعیب علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے استدلال تب ہی پورا ہوتا ہے جبکہ ہم اس بات کے قائل ہوں کہ شرع من قبلنا شرعٌ لنا یعنی پہلی امت کی شریعت



ہمارے لیے حجت ہے، جبکہ اس میں اہل اصول کا اختلاف ہے کہ ھل شرعُ من قبلنا شرعٌ لنا أم لا۔

٨۔بَابُ الإِجَارَةِ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ:

باب: آدھے دن کے لیے مزدور لگانا (جائز ہے)

٢٢٦٨: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ، فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةَ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ ؟ فَعَمِلَتْ النَّصَارَى، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيرَاطَيْنِ ؟ فَأَنْتُمْ هُمْ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ، وَالنَّصَارَى، فَقَالُوا: مَا لَنَا أَكْثَرَ عَمَلًا وَأَقَلَّ عَطَاءً، قَالَ: هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صبح سے دوپہر تک) اس کا کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ چنانچہ یہ کام پھر نصاریٰ نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کے وقت سے سورج ڈوبنے تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا؟ اور تم (امت محمدیہ) ہی وہ لوگ ہو (جن کو یہ درجہ حاصل ہوا) اس پر یہود و نصاریٰ نے برا مانا، وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے، پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو ہمارا پورا حق مل گیا۔ اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔

ان ابواب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اجارہ کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ کم از کم ایک دن کی مدت ہی معین کی جائے بلکہ ایک دن سے کم مدت بھی معین کی جاسکتی ہے۔ جیسے دوپہر تک یا عصر تک یا عصر سے مغرب تک بھی مزدوری کرائی جاسکتی ہے۔ مزدوری کا معاملہ مزدور اور مالک پر موقوف ہے وہ جتنی مدت تک معاملہ طے کرلیں یا جو شرطیں طے کرلیں اجارہ درست ہوگا۔ نصف النہار بھی معروف اَجل ہے، مزدوری کے لیے اتنی مدت مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس پر جتنی اجرت مقرر کی گئی ہے وہ ادا کرنا پڑے گی، جیسا کہ اہل کتاب کی اجرت کے بارہ میں حدیث میں وارد ہے، کہ یہود نے صبح سے دوپہر تک کام کیا پھر انکار کردیا اور نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک کام

شرح بخاری

کیا پھر انکار کیا، مگر مقرر شدہ مزدوری اُن کو مل گئی، اگرچہ زائد نہیں ملی، زائد دینا ضروری نہیں ہے، مقرر شدہ کی ادائیگی لازمی ہے، یہ نہ ہو کہ کہا جائے کہ تو نے کام کم کیا ہے اس لیے تجھے مقرر شدہ سے کم دوں گا، یہ جائز نہیں ہے امام بخاری اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آگے "باب من منع أجر الأجير" لا رہے ہیں، ورنہ باب الاجارة من العصر الي الليل اس سے پہلے آنا چاہیے تھا۔

٩۔بَابُ الإِجَارَةِ إِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ:

باب: عصر کی نماز تک مزدور لگانا

٢٢٦٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّمَا مَثَلُكُمْ، وَالْيَهُودُ، وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا، فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ، وَالنَّصَارَى، وَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً، قَالَ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا، قَالُوا: لاَ، فَقَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ.



ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ ایک ایک قیراط پر آدھے دن تک میری مزدوری کون کرے گا؟ پس یہود نے ایک قیراط پر یہ مزدوری کی۔ پھر نصاریٰ نے بھی ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر تم لوگوں نے عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر کام کیا۔ اس پر یہود و نصاریٰ غصہ ہو گئے کہ ہم نے تو زیادہ کام کیا اور مزدوری ہم کو کم ملی۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ کیا میں نے تمہارا حق ذرہ برابر بھی مارا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں زیادہ دیتا ہوں۔



١٠۔بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ أَجْرَ الأَجِيرِ:

باب: اس امر کا بیان کہ مزدور کی مزدوری مار لینے کا گناہ کتنا ہے



٢٢٧٠: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ اللهُ تَعَالَى: "ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ

غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

ہم سے یوسف بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سلیم نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن امیہ نے، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن کا قیامت میں میں خود مدعی بنوں گا۔ ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پہ عہد کیا، اور پھر وعدہ خلافی کی۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور کیا، پھر کام تو اس سے پورا لیا، لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔

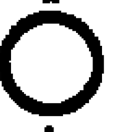
۱۱۔بَابُ الإِجَارَةِ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ:

باب: عصر سے لے کر رات تک مزدوری کرانا

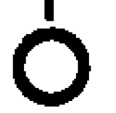


۲۲۷۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا، يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ، فَعَمِلُوا لَهُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ، فَقَالُوا: لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَ لَنَا، وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَفْعَلُوا أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ، وَخُذُوا أَجْرَكُمْ كَامِلًا، فَأَبَوْا وَتَرَكُوا، وَاسْتَأْجَرَ أَجِيرَيْنِ بَعْدَهُمْ، فَقَالَ لَهُمَا: أَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هَذَا، وَلَكُمَا الَّذِي شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ، فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينُ صَلَاةِ الْعَصْرِ، قَالَا: لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ، وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيهِ، فَقَالَ لَهُمَا: أَكْمِلَا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمَا مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيرٌ، فَأَبَيَا وَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَعْمَلُوا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ، فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ كِلَيْهِمَا، فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوا مِنْ هَذَا النُّورِ".

شرح بخاری



ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبداللہ نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانوں



کی اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کو مزدور کیا کہ یہ سب اس کا ایک کام صبح سے رات تک مقررہ اجرت پر کریں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے یہ کام دوپہر تک کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری اس مزدوری کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے ہم سے طے کی ہے بلکہ جو کام ہم نے کر دیا وہ بھی غلط رہا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ اپنا کام پورا کر لو اور اپنی پوری مزدوری لے جاؤ، لیکن



انہوں نے انکار کر دیا اور کام چھوڑ کر چلے گئے۔ آخر اس نے دوسرے مزدور لگائے اور ان سے کہا کہ باقی دن پورا کر لو تو میں تمہیں وہی مزدوری دوں گا جو پہلے مزدوروں سے طے کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا، لیکن عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے بھی یہی کیا کہ ہم نے جو تمہارا کام کر دیا ہے وہ بالکل بیکار رہا۔ وہ مزدوری بھی تم اپنے ہی پاس رکھو جو تم نے ہم سے طے کی تھی۔ اس شخص نے ان کو سمجھایا کہ اپنا باقی کام پورا کر لو۔ دن بھی اب تھوڑا ہی باقی رہ گیا ہے، لیکن وہ نہ مانے، آخر اس شخص نے دوسرے مزدور لگائے کہ یہ دن کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس میں یہ کام کر دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے سورج غروب ہونے تک دن کے بقیہ حصہ میں کام پورا کیا اور پہلے اور دوسرے مزدوروں کی مزدوری بھی سب ان ہی کو ملی۔ تو مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا، یہی مثال ہے۔

١٢- بَابُ مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ، فَعَمِلَ فِيهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ، أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ:

باب: اگر کسی نے کوئی مزدور کیا اور وہ مزدور اپنی اجرت لیے بغیر چلا گیا پھر (مزدور کی اس چھوڑی ہوئی رقم یا جنس سے) مزدوری لینے والے نے کوئی تجارتی کام کیا۔ اس طرح وہ اصل مال بڑھ گیا اور وہ شخص جس نے کسی دوسرے کے مال سے کوئی کام کیا اور اس میں نفع ہوا (ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے)

٢٢٧٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا. فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا، فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ

بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ، فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ، عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا، قَالَتْ: لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ، أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ لَهُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقَرِ، وَالْغَنَمِ، وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ، لَا تَسْتَهْزِئُ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَأَخَذَهُ كُلَّهُ، فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا، اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ، فَخَرَجُوا يَمْشُونَ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے خبر دی، ان سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امت کے تین آدمی کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ رات ہونے پر رات گزارنے کے لیے انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی، اور اس میں اندر داخل ہو گئے۔ اتنے میں پہاڑ سے ایک چٹان لڑھکی اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ سب نے کہا کہ اب اس غار سے تمہیں کوئی چیز نکالنے والی نہیں، سوا اس کے کہ تم سب، اپنے سب سے زیادہ اچھے عمل کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنی دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میں روزانہ ان سے پہلے گھر میں کسی کو بھی دودھ نہیں پلاتا تھا، نہ اپنے بال بچوں کو، اور نہ اپنے غلام وغیرہ کو۔ ایک دن مجھے ایک چیز کی تلاش میں رات ہو گئی اور جب میں گھر واپس ہوا تو وہ (میرے ماں باپ) سو چکے تھے۔ پھر میں نے ان کے لیے شام کا دودھ نکالا۔ جب ان کے پاس لایا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے یہ بات ہرگز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے اپنے بال بچوں یا اپنے کسی غلام کو دودھ پلاؤں، اس لیے میں ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا اور میں ان کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب میرے ماں باپ جاگے اور انہوں نے اپنا شام کا دودھ اس وقت پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو اس چٹان کی آفت کو ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ غار تھوڑا سا کھل گیا۔ مگر نکلنا اب بھی ممکن نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دوسرے نے دعا کی، اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی۔ جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی، میں نے اس کے ساتھ برا کام کرنا چاہا، لیکن اس نے نہ مانا۔ اسی زمانہ میں ایک سال قحط پڑا۔ تو وہ میرے پاس آئی میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھ سے برا کام کرائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ اب میں اس پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ تمہارے لیے میں جائز نہیں کرتی کہ اس مہر کو تم حق کے بغیر توڑو۔ یہ سن کر میں اپنے برے ارادے سے باز آ گیا اور وہاں سے چلا آیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ چٹان ذرا سی اور کھسکی، لیکن اب بھی اس سے باہر نہیں نکلا جا سکتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیسرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی، مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا پھر کچھ دنوں کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دیدے، میں نے کہا یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری اور غلام یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا، چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔ تو اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ سب باہر نکل کر چلے گئے۔



١٣۔ بَابُ مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ وَأُجْرَةِ الْحَمَّالِ:

باب: جس نے اپنی پیٹھ پر بوجھ اٹھانے کی مزدوری کی یعنی «حمالی» کی اور پھر اسے صدقہ کر دیا اور «حمال» کی اجرت کا بیان

٢٢٧٣: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا "أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ، انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيبُ الْمُدَّ، وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ، قَالَ: مَا تَرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ".



ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ (یحییٰ بن سعید قریشی) نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے شقیق نے اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا، تو بعض لوگ بازاروں میں جا کر بوجھ اٹھاتے

جن سے ایک مد مزدوری ملتی (وہ اس میں سے بھی صدقہ کرتے) آج ان میں سے کسی کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔ شفیق نے کہا ہمارا خیال ہے کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کسی سے اپنے ہی تئیں مراد لیا تھا۔

۱۴۔بَابُ أَجْرِ السَّمْسَرَةِ:

باب: دلالی کی اجرت لینا

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ، وَعَطَاءٌ، وَإِبْرَاهِيمُ، وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ بِعْ هَذَا الثَّوْبَ، فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ، وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: إِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ، أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُونَ عِنْدَ شُرُوطِهِمْ.

اور ابن سیرین اور عطاء اور ابراہیم اور حسن بصری رحمہم اللہ دلالی پر اجرت لینے میں کوئی برائی نہیں خیال کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اگر کسی سے کہا جائے کہ یہ کپڑا اتنی قیمت میں بیچ لا۔ جتنا زیادہ ہو وہ تمہارا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اتنے میں بیچ لا، جتنا نفع ہو گا وہ تمہارا ہے یا (یہ کہا کہ) میرے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اپنی طے کردہ شرائط پر قائم رہیں گے۔

شرح بخاری

یعنی دلالی کی اُجرت لینا، مثلاً دلال، مال والے سے کہتا ہے کہ تو اپنا مال میرے پاس رکھ دے، جب کوئی گاہک آئے گا تو میں یہ مال بیچ دوں گا، اور میں اس پر اتنی اجرت لوں گا۔ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ یہ جائز ہے، جیسا کہ غزالین سوت کاتنے پر نصف و نصفی کرتے تھے اور اس میں ان کی اُجرت بھی آجاتی ہے۔ احناف کے ہاں یہ اجارہ درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں عامل کے عمل کو اُجرت میں دخل ہے، اور جہاں اجرت میں عامل کے عمل کو دخل ہو وہ جائز نہیں ہے، وہ ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں: "نهي رسول الله ﷺ عن قفيز الطحانِ"[1] یعنی نبی کریم ﷺ نے آٹا پیسنے والے کو آٹے سے قفیز دینے سے منع کیا ہے، کیونکہ آٹا پیسنے میں عامل کے عمل کو دخل ہوتا ہے، ان کے ہاں ایسے اجارے باطل قرار پاتے ہیں، لیکن حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، بلکہ موضوع ہے، اگر بالفرض یہ صحیح بھی ہوتی تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ قفیز طحان کو ہی بطورِ اُجرت مقرر کرنا اگرچہ دانے کم ہوں یہ درست نہیں ہے۔ عامل کے عمل کے دخل کی وجہ سے منع نہیں ہے، جیسا کہ آج کل گندم وغیرہ صاف کرنے والوں کو اسی سے ہی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح روئی چننے والوں کو کہا جاتا ہے کہ ایک من سے تمہیں ایک سیر دیا جائے گا۔ حنفی اسے منع سمجھتے ہیں۔ انور شاہ حیران ہو گیا، کہتا ہے: اختلاف پڑ جانے کی وجہ سے منع ہے اگر اختلاف کا ڈر نہ ہو تو

[1] شرح مشکل الاثار: ۷۰۹

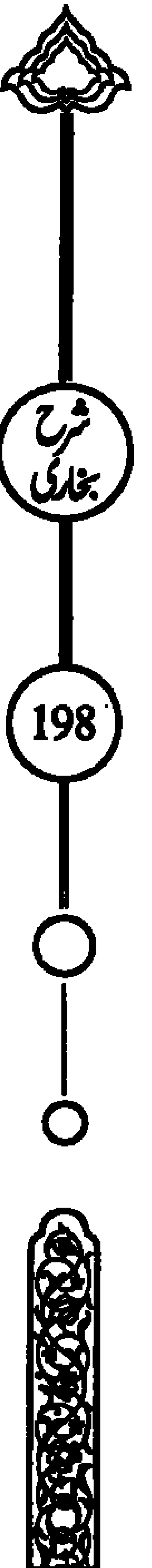
جائز ہے، بخاری کا استدلال "المسلمون عند شروطھم"[1] حدیث سے ہے، مسلمان جو شرطیں طے کرلیں تو جائز ہے، بشرطیکہ ممنوع شرط نہ ہو، مذکورہ صورتوں کی ممانعت نہیں آئی لہٰذا ان کا جواز ہے۔

قولہ المسلمون عند شروطھم اسے ابوداؤد نے قضاء میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصول بیان کیا ہے، اور حاکم اور دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، اور مراد اس سے یہ ہے کہ دلالی میں جب معین شرط لگائی جائے تو دلال اور صاحبِ مال اپنی شرط پر برقرار رہیں گے۔

٢٢٧٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ، وَلَا يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ". قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی) قافلوں سے (منڈی سے آگے جاکر) ملاقات کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور یہ کہ شہری دیہاتی کا مال نہ بیچیں، میں نے پوچھا، اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! شہری دیہاتی کا مال نہ بیچیں کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے دلال نہ بنیں۔

قولہ لا یکون لہ سمسارًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہری آدمی بدوی کا دلال نہ بنے، اور شہری شہری کا یا قروی کا دلال بن جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔



١٥۔ بَابُ هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ:

باب: کیا کوئی مسلمان دار الحرب میں کسی مشرک کی مزدوری کرسکتا ہے؟

٢٢٧٥: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، حَدَّثَنَا خَبَّابٌ، قَالَ: "كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ، فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لَا، وَاللهِ لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ: أَمَا وَاللهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا. قَالَ: وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ. قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لِي، ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَقْضِيكَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا سورة مريم آية ٧٧".

ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے مسلم بن صبیح نے، ان سے مسروق نے، ان سے خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان

---

[1] سنن دارقطنی: ٢٨٩٣

کیا، انہوں نے کہا کہ میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل (مشرک) کا کام کیا۔ جب میری بہت سی مزدوری اس کے سر چڑھ گئی تو میں اس کے پاس تقاضا کرنے آیا، وہ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! میں تمہاری مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پھر جاؤ۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! یہ تو اس وقت بھی نہ ہو گا جب تو مر کے دوبارہ زندہ ہو گا۔ اس نے کہا، کیا میں مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا کہ ہاں! اس پر وہ بولا پھر کیا ہے۔ وہیں میرے پاس مال اور اولاد ہو گی اور وہیں میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی «أفرأيت الذي كفر بآياتنا وقال لأوتين مالا وولدا» اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، اور کہا کہ مجھے ضرور وہاں مال و اولاد دی جائے گی۔

کیا مسلمان دار الحرب میں کسی مشرک کے پاس مزدوری کر سکتا ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس استفہام کا جواب ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس کا جواب حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے عاص بن وائل مشرک کی مزدوری کی، حالانکہ عاص بن وائل مشرک، کافر تھا اور دار الحرب کا باشندہ تھا، اس سے ترجمہ باب ثابت ہو جاتا ہے۔

۱۶۔ بَابُ مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ:

باب: سورۃ فاتحہ پڑھ کر عربوں پر پھونکنا اور اس پر اجرت لے لینا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ، وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ، وَقَالَ الْحَكَمُ: لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ، وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً، وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ: كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ: الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَكَانُوا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ کتاب اللہ سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔ اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن پڑھانے والا پہلے سے طے نہ کرے۔ البتہ جو کچھ اسے بن مانگے دیا جائے لے لینا چاہیئے۔ اور حکم رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے کسی شخص سے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو اور حسن رحمہ اللہ نے (اپنے معلم کو) دس درہم اجرت کے دیئے۔ اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے قسام (بیت المال کا ملازم جو تقسیم پر مقرر ہو) کی اجرت کو برا نہیں سمجھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ (قرآن کی آیت میں) «سحت» فیصلہ میں رشوت لینے کے معنی میں ہے اور لوگ (اندازہ لگانے والوں کو) اندازہ لگانے کی اجرت دیتے تھے۔

بخاری رحمہ اللہ نے احیاء عرب کی قید لگائی ہے، کیونکہ یہ واقعہ احیاءِ عرب کے ایک قبیلے سے پیش آیا ہے ورنہ جب عرب کے قبیلے کے ایک آدمی پر دم کرنے کی اجرت لینا جائز ہے تو کسی عجمی کو دم کرنے پر اجرت لینا بالاولیٰ جائز ہے۔

قوله أحق ما أخذ تم عليه أجرًا كتاب الله اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطب، باب الشرط فی الرقية بقطيع من الغنم، میں موصول بیان کیا ہے[1] اور اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ غلط دم جھاڑوں سے اجرت وغیرہ لیتے ہیں اور تم قرآن کریم سے سورۃ فاتحہ یا کوئی دیگر سورت پڑھ کر دم کرکے اُجرت لے سکتے ہو، ایسے ہی اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے دنیا کے کام کے لیے آیت کریمہ پڑھاتا ہے تو اس سے اس کی اُجرت لی جاسکتی ہے، آگے وہ متعدد افراد سے پڑھا سکتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے کہا ہے کہ اگر وہ ایصالِ ثواب کے لیے پڑھائے تو اُجرت نہیں لینی چاہیے، دنیاوی کام کے لیے ہو تو جائز ہے۔

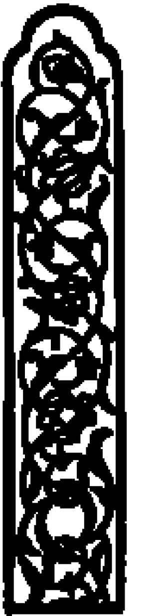
قوله وقال الشعبي لا يشرط المعلم عامر شعبی نے کہا ہے کہ اجرت کی شرط نہیں کرنی چاہیے، بغیر شرط کے اگر کوئی کچھ دے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شرط کرے یا نہ کرے۔ دونوں طرح اجرت لینا جائز ہے، جبکہ ویسے بھی اجرت لینا جائز ہے تو شرط کرنے میں کیا حرج ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ شرط کرنی چاہیے، اور یہ اجرت قرآن پڑھنے، پڑھانے کی نہیں ہوتی، بلکہ حبس نفس کی ہوتی ہے، چونکہ وہ اس وقت کوئی اور کام نہیں کرتا، اس نے اپنے آپ کو اس کے کام پر روکا ہوا ہے، اگر روکا نہ ہوتا تو کوئی اور کام کرسکتا تھا۔ لہٰذا حبس نفس کی وجہ سے اجرت لے سکتا ہے۔



ہدایہ میں حنفیوں کا فتویٰ یہ ہے کہ قرآن اور علم پڑھانے کی اُجرت نہیں لینی چاہیے۔ لیکن اس کے بعد جواز کا فتویٰ دیدیا گیا ہے، شافعیوں کے ہاں جواز کا فتویٰ ہے، اور یہی درست ہے، کیونکہ اگر یہ فتویٰ دیا جائے کہ قرآن یا علم پڑھانے کی اُجرت لینا جائز نہیں ہے، تو کوئی شخص یہ علم پڑھائے گا ہی نہیں۔ اور یہ میدان خالی ہو جائے گا، اور دین کی تبلیغ بند ہو جائے گی۔ لِلّٰہ، فی اللہ پڑھانے والے تو کم ہی ہوتے ہیں، لہٰذا اجرت لینا جائز ہے، بلکہ اس کام میں مناسب معاوضہ دینا چاہیے، تاکہ دیگر لوگ بھی اس طرف متوجہ ہوں، ورنہ لوگ اس تعلیم کو چھوڑ کر دیگر کام شروع کر دیں گے، احناف کے ہاں اگرچہ تبلیغ، تعلیم اور اذان پر اُجرت لینا جائز نہیں ہے۔ مگر آج کل ان کا فتویٰ جواز کا ہے۔

ایسے جمعہ کے خطبات تیار کرنے میں بھی محنت کرنا پڑتی ہے اور اس کے لیے کافی وقت درکار ہے، اور مطالعہ کرنا پڑتا ہے، تو اس پر معاوضہ لیا جاسکتا ہے، ہاں جو شخص مالدار ہو اور اسے اجرت لینے کی ضرورت نہ ہو تو اسے اس پر اُجرت نہیں لینی چاہیے۔ اور تعلیم و تدریس بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے، اس کام میں مغزماری کرنا پڑتی ہے اور دماغ کھپانا پڑتا ہے، مطالعہ کیے بغیر پڑھانا گناہ کا باعث بنتا ہے، اگرچہ اس موضوع پر اسے عبور حاصل ہو، لیکن بہت سی باتیں اور مسائل ذہن سے اُتر جاتے ہیں۔ اس لیے مطالعہ کی ضرورت پیش آتی ہے بلکہ تعلیم و تدریس میں حبس نفس زیادہ ہوتا ہے۔ اور دماغ کا کام بڑا سخت ہے۔ اس کام کے بعد انسان کسی اور کام کا نہیں رہتا۔ لہٰذا حبس نفس پر اجرت لے سکتا ہے، ابن حزم نے محلی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قراء کی تنخواہیں لگائی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی خمس اسی لیے مقرر کیا گیا تھا تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے پیغامات لوگوں تک پہنچانے کے لیے وقت میسر





---

[1] صحیح بخاری: ۵۷۳۷

آسکے، اور خیر القرون کے لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لئے وظائف مقرر کر دیئے تھے تاکہ وہ احسن طریقے سے خلافت کے حق کو ادا کر سکیں۔

قولہ ولم یر بأجر القسام بأسًا۔ بعض دفعہ لوگ جائیداد کی تقسیم کے لیے قسام کی خدمت حاصل کرتے ہیں تاکہ وہ حساب کر کے ہر ایک کے حصے بنادے۔ تو قسام اپنی محنت کی اُجرت لے سکتا ہے، جیسا کہ آج کل وراثت کے مسائل دریافت کیے جاتے ہیں۔ اس میں اصل بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وراثت کا مسئلہ پوچھے تو اسے بتادیا جائے، لیکن اگر لکھ کر اور حصے بنا کر دیئے جائیں تو یہ ایک زائد کام ہے تو وہ چاہے تو اس کی اُجرت لے سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اُجرت لیے بغیر یہ کام کرے تو یہ بہتر ہے، زمانہ ماضی میں حکومت کی طرف سے قسام مقرر ہوتے تھے اور وہ یہ کام سرانجام دیتے تھے۔ لیکن حکومت نے یہ کام چھوڑ دیا ہے تو اب قسام کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔

قولہ السحت، الرشوة فی الحکم۔ یعنی لوگوں کے مسائل کے فیصلے کرنے کے لیے جو حاکم اور قاضی مقرر ہیں وہ اگر ان فیصلوں پر لوگوں سے رقم اور پیسے لیتے ہیں تو یہ رشوت ہے۔ اور رشوت حرام ہے۔

قولہ وكانوا يعطون على الخرص۔ خرص سے مراد یہ ہے کہ باغ میں چل پھر کر اندازہ لگانا کہ باغ کتنے پھل پر مشتمل ہے، اور حساب کر کے اس میں آنے والے عشر وزکوۃ کی خبر دینا۔ لہٰذا اس پر بھی اُجرت لی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ بھی محنت طلب کام ہے۔

٢٢٧٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "انْطَلَقَ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَاسْتَضَافُوهُمْ، فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ، لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَأَتَوْهُمْ، فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ، إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ، وَاللهِ إِنِّي لَأَرْقِي، وَلَكِنْ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ، فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ، وَيَقْرَأُ: الْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سورة الفاتحة آية ٢، فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوا، فَقَالَ: الَّذِي رَقَى، لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ، فَقَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، ثُمَّ قَالَ: قَدْ أَصَبْتُمُ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا،

فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ شُعْبَةُ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهَذَا.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے ابوبشر نے بیان کیا، ان سے ابوالمتوکل نے بیان کیا، اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں تھے۔ دوران سفر میں وہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے۔ صحابہ نے چاہا کہ قبیلہ والے انہیں اپنا مہمان بنالیں، لیکن انہوں نے مہمانی نہیں کی، بلکہ صاف انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، قبیلہ والوں نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی، لیکن ان کا سردار اچھا نہ ہوا۔ ان کے کسی آدمی نے کہا کہ چلو ان لوگوں سے بھی پوچھیں جو یہاں آکر اترے ہیں۔ ممکن ہے کوئی دم جھاڑنے کی چیز ان کے پاس ہو۔ چنانچہ قبیلہ والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ بھائیو! ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لیے ہم نے ہر قسم کی کوشش کر ڈالی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز دم کرنے کی ہے؟ ایک صحابی نے کہا کہ قسم اللہ کی میں اسے جھاڑ دوں گا لیکن ہم نے تم سے میزبانی کے لیے کہا تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا۔ اس لیے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا، آخر بکریوں کے ایک گلے پر ان کا معاملہ طے ہوا۔ وہ صحابی وہاں گئے اور «الحمد للہ رب العالمین» پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو۔ وہ سردار اٹھ کر چلنے لگا، تکلیف و درد کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ بیان کیا کہ پھر انہوں نے طے شدہ اجرت صحابہ کو ادا کر دی۔ کسی نے کہا کہ اسے تقسیم کر لو، لیکن جنہوں نے جھاڑا تھا، وہ بولے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر لیں۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ سب حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ بھی ایک رقیہ ہے؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔ اسے تقسیم کر لو اور ایک میرا حصہ بھی لگاؤ۔ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ شعبہ نے کہا کہ ابوالبشر نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے ابوالمتوکل سے ایسا ہی سنا۔





١٧۔ بَابُ ضَرِيبَةِ الْعَبْدِ، وَتَعَاهُدِ ضَرَائِبِ الإِمَاءِ:

باب: غلام لونڈی پر روزانہ ایک رقم مقرر کر دینا

٢٢٧٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيبَتِهِ".

ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ابوطیبہ حجام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنا لگایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجرت میں ایک صاع یا دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے سفارش کی کہ جو محصول اس پر مقرر ہے اس میں کچھ کمی کر دیں۔

غلام پر ٹیکس لگانے اور لونڈیوں کے ٹیکس کی نگرانی کرنے کا بیان، یعنی غلام پر خراج مقرر کرنا جائز ہے اور لونڈیوں پر بھی خراج مقرر کیا جاسکتا ہے، لیکن ان کے خراج پر نگاہ رکھنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ وہ زنا کے ذریعے یا کسی ناجائز کسب کے ذریعے خراج ادا کریں، حدیث مذکور میں اگرچہ غلام کا ذکر ہے لیکن لونڈی کو اس پر قیاس کیا جائے گا۔ اور لونڈی کے کسب کا تعاہد ہونا چاہیے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "تفقدوا ضرائب إمائكم"[1] اپنی لونڈیوں کی کمائی پر نگاہ رکھو۔ اور ابوداؤد نے حضرت رافع بن خدیج سے مرفوع روایت کی ہے: "نهي عن كسب الأمة حتّى يعلم من أين هو"[2] آپ نے لونڈی کی کمائی سے منع کیا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس ذریعہ سے کمایا ہے۔

قوله حجبه ابو طيبة، صحیح قول کے مطابق ابوطیبہ کا نام نافع ہے۔

قوله بصاع أو صاعين یہ راوی کی شک ہے ورنہ اس سے قبل کتاب البیوع، باب ذکر الحجام کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں "بصاعٍ من تمرٍ" بغیر شک کے آچکا ہے[3]۔

قوله وكلم مواليه، اسے مجازاً جمع لایا گیا ہے اور اس سے مراد بنو حارثہ ہیں۔

١٨۔ بَابُ خَرَاجِ الْحَجَّامِ:

باب: پچھنا لگانے والے کی اجرت کا بیان

٢٢٧٨: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ اگر پچھنا لگوانا ناجائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پچھنا لگواتے نہ اجرت دیتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ حجام یعنی پچھنے لگانے والے کی اُجرت حلال ہے اور یہ پیشہ اختیار کرنا بھی

---

[1] المعجم الاوسط: ٧٨٥٩ (بمعناه)

[2] سنن ابی داود: ٣٤٢٧

[3] صحیح بخاری: ٢١٠٢

جائز ہے۔ اگر یہ پیشہ ناجائز ہوتا تو آپ پچھنے نہ لگاتے اور نہ پچھنے لگانے والے کو اُجرت دیتے، اس سے قبل کتاب البیوع میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکور ہے: "احتجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأعطى الذى حجمه، ولو كان حرامًا لم يعطه"[1] اور یہ حدیث حجام کی اجرت کے حلال ہونے پر واضح دلیل ہے، اور جو احادیث اس کی ممانعت کے بارہ میں آئی ہیں وہ تنزیہ پر محمول ہیں۔

۲۲۷۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے خالد نے، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو اجرت بھی دی، اگر اس میں کوئی کراہت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاہے کو دیتے۔

۲۲۸۰: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ، وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ".



ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عامر نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی مزدوری کے معاملے میں کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے۔

۱۹۔بَابُ مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ:

باب: اس کے متعلق جس نے کسی غلام کے مالکوں سے غلام کے اوپر مقررہ ٹیکس میں کمی کے لیے سفارش کی

۲۲۸۱: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ، وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ، أَوْ مُدٍّ أَوْ مُدَّيْنِ، وَكَلَّمَ فِيهِ، فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيبَتِهِ".





ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پچھنا لگانے والے غلام (ابوطیبہ) کو بلایا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنا لگایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک یا دو صاع، یا ایک یا دو مد (راوی حدیث شعبہ کو شک تھا) اجرت دینے کے لیے حکم فرمایا۔ آپ صلی



[1] صحیح بخاری: ۲۱۰۳

اللہ علیہ وسلم نے (ان کے مالکوں سے بھی) ان کے بارے میں سفارش فرمائی تو ان کا خراج کم کر دیا گیا۔

۲۰۔بَابُ كَسْبِ الْبَغِيِّ وَالإِمَاءِ:

باب: رنڈی اور فاحشہ لونڈی کی خرچی کا بیان

وَكَرِهَ إِبْرَاهِيمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ. وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَلا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ سورة النور آية ۳۳، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: فَتَيَاتِكُمْ إِمَاءَكُمْ.

اور ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت کو مکروہ قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا (سورۃ النور میں) یہ فرمان «ولا تكرهوا فتياتكم على البغاء إن أردن تحصنا لتبتغوا عرض الحياة الدنيا ومن يكرههن فإن الله من بعد إكراههن غفور رحيم» اپنی باندیوں کو جب کہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں، زنا کے لیے مجبور نہ کرو تاکہ تم اس طرح دنیا کی زندگی کا سامان ڈھونڈو، لیکن اگر کوئی شخص انہیں مجبور کرتا ہے تو اللہ ان پر جبر کئے جانے کے بعد (انہیں) معاف کرنے والا، ان پر رحم کرنے والا ہے (قرآن کی آیت میں لفظ) «فتياتكم» ، «إماؤكم.» کے معنی ہے (یعنی تمہاری باندیاں)۔

بدکار عورت اور لونڈیوں کی کمائی کا بیان، بغی سے مراد زانیہ عورت ہے اور لونڈیوں کی وہ کمائی حرام ہے جو فسق و فجور اور زناکاری سے حاصل ہو۔ لیکن جائز ذرائع سے حاصل ہونے والی کمائی حرام نہیں ہے۔

قولہ وکرہ إبراهيم۔ ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ جو کام حرام ہو اس کی اجرت لینا بھی حرام ہوتا ہے۔

۲۲۸۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے بیان کیا، ان سے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ (کے زنا) کی خرچی اور کاہن کی مزدوری سے منع فرمایا۔

۲۲۸۳: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن حجادہ نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیوں کی زنا کی

کمائی سے منع فرمایا تھا۔

۲۱۔بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ:

باب: نر کی جفتی (پر اجرت) لینا

٢٢٨٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ".

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے علی بن حکم نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نر کدانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔

یعنی نر کُدانے کی اجرت لینے سے نبی اکرم ﷺ نے منع کیا ہے، اور اسے کسب بنانا شریف لوگوں کا کام نہیں ہے، اسی طرح کتے کی قیمت اور کاہن کی مزدوری سے بھی آپ نے منع کیا ہے۔

۲۲۔بَابُ إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا:



باب: اگر کوئی زمین کو ٹھیکہ پر لے پھر ٹھیکہ دینے والا یا لینے والا مر جائے

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُخْرِجُوهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ، وَقَالَ الْحَكَمُ، وَالْحَسَنُ، وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ، فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ بَعْدَمَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن سیرین نے کہا کہ زمین والے بغیر مدت پوری ہوئے ٹھیکہ دار کو (یا اس کے وارثوں کو) بے دخل نہیں کر سکتے۔ اور حکم، حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا اجارہ مدت ختم ہونے تک باقی رہے گا۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا اجارہ آدھوں آدھ بٹائی پر یہودیوں کو دیا تھا۔ پھر یہی ٹھیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک رہا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بھی شروع خلافت میں۔ اور کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نیا ٹھیکہ کیا ہو۔



جب کوئی شخص زمین ٹھیکے پر لے اور فریقین میں سے کوئی ایک مر جائے، تو کیا اجارہ فسخ ہو جائے گا یا نہیں، مواجر یا مستاجر میں سے کسی کے مرنے سے اجارہ وقت مقررہ تک برقرار رہے گا، احناف کے ہاں متعاقدین میں سے کسی ایک کے مرنے سے زمین کا اجارہ ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر کھیتی کچی ہو تو پکنے تک برقرار رکھی جائے گی، ورنہ اجارہ ختم ہو جائے گا اگر اس نے بیج ڈال دیا ہے تو حکمی طور پر نیا اجارہ منعقد ہو جائے گا، کیونکہ اس نے یہ کام مالک کے سامنے کیا

ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اجارہ وقت مقررہ تک باقی رہے گا، کسی کی موت سے اجارہ ختم نہیں ہوگا۔ امام بخاری کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے زمین کی بٹائی کا ٹھیکہ طے کیا تھا، آپ کی وفات پر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسے برقرار رکھا۔ جب ان کی بھی وفات ہوگئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسے اپنی شروع خلافت میں برقرار رکھا، بعد میں اگرچہ یہود کو یہاں سے جلاوطن کر دیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ متعاقدین میں سے کسی ایک کی موت سے وہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ان کے ورثاء اسے جاری رکھیں گے، اور نئے سرے سے اس کی تجدید نہیں کریں گے۔

قولہ وقال ابن سیرین یعنی ابن سیرین نے کہا ہے کہ زمین والے مدت مقررہ پوری ہوئے بغیر ٹھیکہ دار کو یا اس کے ورثاء کو بے دخل نہیں کر سکتے، اور حکم، حسن اور ایاس بن معاویہ نے بھی یہی کہا ہے کہ اجارہ مدت پوری ہونے تک باقی رہے گا۔

قولہ وقال ابن عمر أعطى النبي صلی اللہ علیہ وسلم خیبر۔ حنفی خیبر کے معاملے کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اجارہ نہیں تھا، بلکہ زمین یہود کی ہی تھی ان پر آپ نے خراج مقرر کیا تھا کہ تم ہمیں نصف پیداوار دیا کرو گے۔ لہٰذا یہ مزارعت نہیں تھی، لیکن احناف کی یہ بات غلط ہے، اگر خیبر کی زمین کے وہ مالک ہوتے تو جب انہیں خیبر سے نکالا گیا تھا تو انہیں زمین کی قیمت دینی چاہیے تھی، حالانکہ جلاوطنی کے وقت انہیں زمین کی قیمت نہیں دی گئی، لہٰذا مسلمان ہی ارض خیبر کے مالک تھے۔

بعض احناف نے یہ بات بنائی ہے کہ مسلمان ہی ارضِ خیبر کے مالک تھے، اور یہودی ان کے غلام بن گئے تھے لیکن اس پر اعتراض یہ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے غلام بن گئے تھے تو انہیں خیبر سے نکالا کیوں گیا؟ اگر وہ غلام ہوتے تو انہیں وہاں سے نکالنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

قولہ بعد ما قبض اس سے معلوم ہوا کہ عقد اجارہ، معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کے فوت ہونے سے فسخ نہیں ہوتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہود کو اس شرط پر دیا تھا کہ نصف پیداوار آپ کی اور نصف ان کے لیے ہوگی، اور آپ کی وفات کے بعد یہ اجارہ برقرار رہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تجدید نہیں کی۔

٢٢٨٥: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُودَ، أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ، أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ،

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین دے دی تھی کہ اس میں محنت کے ساتھ کاشت کریں اور پیداوار کا آدھا حصہ خود لے لیا کریں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما

نے نافع سے یہ بیان کیا کہ زمین کچھ کرایہ پر دی جاتی تھی۔ نافع نے اس کرایہ کی تعیین بھی کر دی تھی لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا۔

۲۲۸۶: وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ حَدَّثَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ"، وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ.

اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا تھا اور عبید اللہ نے نافع سے بیان کیا، اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہاں کی زمین کا معاملہ برابر چلتا رہا) یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔

کتاب الحوالة

حوالہ کا بیان

١۔بَابٌ فِی الْحَوَالَةِ،وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ:

باب:حوالہ یعنی قرض کو کسی دوسرے پر اتارنے کا بیان اور اس کا بیان کہ حوالہ میں رجوع کرنا درست ہے یا نہیں

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَارَجُ الشَّرِيكَانِ وَأَهْلُ الْمِيرَاثِ، فَيَأْخُذُ هَذَا عَيْنًا وَهَذَا دَيْنًا. فَإِنْ تَوِيَ لأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

اور حسن اور قتادہ نے کہا کہ جب کسی کی طرف قرض منتقل کیا جا رہا تھا تو اگر اس وقت وہ مالدار تھا تو رجوع جائز نہیں حوالہ پورا ہو گیا۔اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر ساجھیوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی، کسی نے نقد مال لیا کسی نے قرضہ، پھر کسی کا حصہ ڈوب گیا تو اب وہ دوسرے ساجھی یا وارث سے کچھ نہیں لے سکتا۔

حوالہ، حا کی فتحہ کے ساتھ، کبھی اسے کسرہ بھی دیا جاتا ہے، یہ تحول سے مشتق ہے۔ جس کا معنی منتقل کرنا اور پھیر دینا ہے، اور اصطلاح میں حوالہ سے مراد نقل دین من ذمۃ إلی ذمۃ کسی شخص کے قرض کو دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا ہے[1]۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے ذمہ دوسرے کا قرض ہو، اور مقروض اپنے قرض خواہ سے کہے کہ آپ فلاں

شرح بخاری

[1] حوالہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بھی کی گئی ہے۔ هي نقل الدين من ذمة المحيل الي ذمة المحال عليه۔ قرض کو محیل کی ذمہ داری سے محال علیہ کی ذمہ داری کی طرف منتقل کر دینا، حوالہ کہلاتا ہے۔ اسلامی شریعت میں چوری، ڈاکے سے مالوں کی حفاظت کے لیے اور جانوں کو خطرات سے بچانے کے لیے حوالہ کو جائز قرار دیا ہے، کیونکہ بعض دفعہ انسان کو ایک شہر یا ملک سے دوسرے شہر یا ملک کی طرف اپنا مال منتقل کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے اور راستہ غیر محفوظ ہوتا ہے یا مسافت لمبی ہوتی ہے، یا مال کا منتقل کرنا باعث مشقت ہوتا ہے، ایسی مصلحتوں کی خاطر اسلام نے حوالہ کو مشروع قرار دیا ہے۔ حوالہ کی شرطیں: ١۔ محیل اور محال علیہ کا تصرف جائز ہو، اور وہ مجور نہ ہوں۔ ٢۔ محال علیہ اپنے محیل کا مقروض ہو۔ ٣۔ محال بہ قرض کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو۔ ٤۔ وہ قرض جسے حوالے کیا گیا ہو وہ محال علیہ کے قرض کے مقدار، جنس اور صفت میں مساوی ہو۔ ٥۔ عرف عام کے مطابق محیل اور محال میں ایجاب و قبول ہو جائے۔ جب مقروض اپنے قرض خواہ کو مالدار کے حوالے کرے تو اس پر حوالے ہو جانا لازم ہے اور اگر مفلس و نادار کے حوالے کرے اور وہ نہ جانتا ہو تو وہ اپنے محیل سے اپنا حق لے گا۔ اور اگر وہ جانتے ہوئے مفلس کے حوالے ہونے پر رضامند ہو جائے۔ تو وہ اپنے محیل کی طرف رجوع نہیں کر سکے گا۔ اور مالدار کا ٹال مٹول کرنا حرام ہے۔

شخص سے یہ قرض وصول کرلیں، کیونکہ میں نے اس سے قرض وصول کرنا ہے۔ لہٰذا جب یہ شخص اسے دوسرے کے حوالے کردے تو یہ بری ہو جائے گا بشرطیکہ وہ شخص جس کے حوالے کیا گیا ہے غنی ہو، اور دونوں اس پر رضامند ہوں، حوالے کرنے والے کو محیل اور جس کے حوالے کیا جائے اسے محال علیہ کہا جاتا ہے اور قرض خواہ کو محتال یا محال کہا جاتا ہے۔

قولہ اذا کان یوم أحال علیہ ملیاً۔ اصل میں ملیئًا تھا، یاساکنہ کے بعد ہمزہ کو یا سے بدل کر یا کو یا میں ادغام کردیا، اس کا معنی غنی ہے، یعنی حوالہ کے دن اگر محال علیہ غنی ہو تو محال اپنے محیل پر رجوع نہیں کرسکے گا، اور اگر حوالے کے دن محال علیہ مفلس ہو تو محتال اپنے محیل پر رجوع کرسکے گا۔

قولہ یتخارج الشریکانِ۔ تخارج سے مراد تقسیم کرنا ہے یعنی اگر شریکوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی کہ کسی نے نقد مال لے لیا اور کسی نے قرضہ لے لیا تو یہ جائز ہے اور کسی کے حصے کا مال ہلاک ہوگیا تو اب وہ اپنے شریک یا وارث سے کچھ نہیں لے سکے گا، کیونکہ وہ اس کے ضمان میں ہلاک ہوا ہے جیسا کہ وہ کوئی چیز خریدے اور پھر وہ ہلاک ہو جائے۔ اور مال کے ہلاک ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ محتال علیہ، حوالہ سے منکر ہو جائے، اور گواہ وغیرہ نہ ہوں، یا وہ افلاس کی حالت میں مر جائے۔



قولہ الشریکان۔ یعنی دو شریک شرکت ختم کریں، اور ان کا کچھ مال تجارت لوگوں کے ذمہ قرض ہو اور کچھ موجود ہو۔ ان میں سے ایک کہتا ہے میں موجود مال لے لیتا ہوں، دوسرا کہتا ہے میں قرض وصول کرلیتا ہوں، اس پر ان کی صلح ہو جائے۔ اس کے بعد قرض اگر وصول نہ ہو تو دوسرا اس کا ذمہ دار نہ ہوگا، ایسے ہی اگر وصول کی ہوئی چیز مر جائے یا ہلاک ہو جائے تو وہ اپنے دوسرے ساتھی سے نہیں لے سکتا۔

رجوع کے بارہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ محتال کسی حالت میں حوالہ کے بعد محیل پر رجوع نہیں کرسکتا۔ حنفیہ کے نزدیک توی یعنی مال ڈوب جانے کی صورت میں محتال اپنے محیل پر رجوع کرسکتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک محتال، محیل پر تب رجوع کرسکتا جبکہ محتال علیہ کی مالداری کی شرط ہوئی ہے۔ اور پھر مفلس ہو جائے۔ مالکیہ کے نزدیک اگر محیل نے دھوکہ دیا ہو، مثلاً وہ جانتا ہو کہ محتال علیہ دیوالیہ ہے لیکن اس نے محتال کو نہ بتایا ہو، تو اس صورت میں رجوع جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

۲۲۸۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قرض ادا کرنے میں) مالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار پر حوالہ



دیا جائے تو اسے قبول کرے۔

ابو الزناد کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے اور اعرج کا نام عبد الرحمن بن ہرمز ہے۔

قولہ مطل الغني ظلم۔ غنی سے مراد وہ شخص ہے جو قرض کی ادائیگی پر قادر ہو، اور اس قید سے عاجز نکل جائے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حوالہ کے لیے محیل اور محتال کی رضامندی کافی ہے، محتال علیہ کی رضامندی ضروری نہیں ہے، جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ غنی کی ٹال مٹول سے مراد یہ ہے کہ وہ مال موجود ہونے کے باوجود ادا نہیں کرتا تو اس سے وہ فاسق ہو جاتا ہے۔

قولہ فليتبع یہ اس وقت ہے جبکہ وہ ایسا آدمی ہو جو ادائیگی میں لیت ولعل کرنے والا نہ ہو، لیکن اگر وہ سمجھتا ہو کہ یہ اداء نہیں کرے گا، تو ایسی صورت میں حوالہ قبول کرنا بے فائدہ ہے۔

٢-بَابُ إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ:

باب: جب قرض کسی مالدار کے حوالہ کر دیا جائے تو اس کا رد کرنا جائز نہیں

٢٢٨٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابن ذکوان نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مالدار کی طرف سے (قرض ادا کرنے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے۔

یعنی محال علیہ اگر غنی اور مالدار ہو تو محتال اسے رد نہیں کر سکتا، اور یہ ضد نہیں کر سکتا کہ میں تجھ سے ہی لوں گا۔

قولہ من اتبع على ملي فليتبع۔ اس کے دو معانی کرتے ہیں، ایک یہ کہ بخاری کے نزدیک حوالہ اور کفالہ ایک ہی ہے اور کفالہ میں دونوں ضامن ہوتے ہیں، اصیل بھی اور کفیل بھی، حوالہ میں پہلا بری ہو جاتا ہے، پہلے سے مراد اصیل ہے وہ بری ہو جاتا ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے بخاری نے حوالہ کا معنی کفالہ کیا ہے، دوسرا معنی زیادہ موزوں ہے اور وہ یہ کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مفلس ہونے پر اصیل بھی بری ہو جائے اور کفیل بھی بری ہو جائے۔ یہ جائز نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اصیل کے مفلس ہونے سے یہ تو بری ہو جائے گا آگے محال علیہ کو بھی بری ہو جانا چاہیے، کیونکہ وہ اس اصل کی فرع ہے، لیکن بخاری کے نزدیک وہ بری نہیں ہوتا، اگرچہ اصیل بری ہو جائے، کیونکہ یہ مفلس ہو گیا ہے، افلاس کی صورت میں قاضی جتنی جائیداد ہو وہ دے دیتا ہے، اس سے زائد نہیں ملتا، لہٰذا اصیل بری ہو جائے گا، کفیل بری نہیں ہوگا، کیونکہ حوالہ ہوا ہے۔ یہ معنی پہلے معنی سے زیادہ موزوں ہے، کیونکہ پہلے معنی سے لازم آتا ہے کہ بخاری حوالہ اور کفالہ کو ایک سمجھتا ہے، حالانکہ وہ اس باب میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ذکر

کر چکے ہیں کہ دو شریک جب شرکت سے خارج ہوں، اور ایک نقد اور دوسرا قرض لینے پر رضامند ہو جائیں اور ایک کو اس کا مال موصول نہیں ہوتا تو وہ دوسرے کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔

٣۔بَابٌ إِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ:

باب: اگر کسی میت کا قرض کسی (زندہ) شخص کے حوالہ کیا جائے تو جائز ہے

٢٢٨٩: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا ؟ قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ؟ قِيلَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا ؟ قَالُوا: ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، فَصَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ؟ قَالُوا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ"، قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ.



ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں کوئی قرض نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میت نے کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ان کی بھی نماز جنازہ پڑھا دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کسی کا قرض بھی میت پر ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپ نے ان کی بھی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بھی وہی دریافت فرمایا، کیا کوئی مال ترکہ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، اور اس پر کسی کا قرض بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تین دینار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی لوگ نماز پڑھ لو۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بولے، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز پڑھا دیجئے، ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھائی۔





اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ میت کی طرف سے بھی حوالہ ہوسکتا ہے، احناف کے نزدیک میت کی طرف سے حوالہ اور کفالہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ حوالہ اور کفالہ میں کوئی چیز ایک کے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ منتقل ہوتی ہے، اس لیے کہ حوالہ سے مراد ہی یہ ہے: "انتقالُ ذمةٍ إلي ذمةٍ" اور کفالہ سے مراد ہے: "ضم ذمة إلي ذمةٍ" ان دونوں میں ذمہ ہے اور میت کا ذمہ مرنے سے ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا میت پر حوالہ یا کفالہ کا مفہوم صادق نہیں آتا، لیکن احناف یہ مانتے ہیں کہ جب میت مال چھوڑ جائے تو قرض والی چیز اس کے ذمے ہوتی ہے، اس طرح تو یہ بھی صحیح ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر اگر کوئی شخص مطلقاً کوئی چیز اس کے ذمے ہونے کا قائل ہو جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس میں اس کا ذمہ کیسے ختم ہوسکتا ہے، جبکہ قیامت کے دن وہ اس چیز کا ذمہ دار ہوگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ذمہ باقی ہوتا ہے، اسی لیے قیامت کے دن وہ اس چیز کا ذمہ دار ہوگا، اب کوئی شخص اس سے ذمہ اٹھا لے تو درست ہے، حوالہ اور کفالہ دونوں ہوسکتے ہیں، یہاں حوالہ مراد ہونا زیادہ موزوں ہے، کیونکہ جب منتقل ہوگیا تو اب دعویٰ اس پر ہوگا، میت پر نہیں ہوگا، یہ حوالہ کی صورت ہے اس پر کفالت کا لفظ بھی بول سکتے ہیں، جو ضم ذمۃ الیٰ ذمۃ کا نام ہے، لہٰذا میت کے ذمہ بھی ہے، اگر یہ شخص جس نے اس کے ادا کرنے کا ذمہ لیا ہے ادا نہیں کرے گا تو اسے قیامت کے دن دینا پڑے گا۔

قولہ صلوا علیٰ صاحبکم پہلے آپ ایسے کہا کرتے تھے پھر جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ ہر مقروض جو مر جائے گناہ گار نہیں ہوتا، کیونکہ بعض مرنے والوں کا ارادہ ادائیگی کا ہوتا ہے، وہ گناہگار نہیں، فتوحات کی وجہ سے جب مال آگیا تو آپ بیت المال سے مرنے والے مقروض کا قرضہ ادا کیا کرتے تھے۔ اب بھی ایسے مرنے والوں کا قرض حکومت کو ادا کرنا چاہیے۔

كتاب الكفالة

کتاب کفالت کے مسائل کا بیان

ا-بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُونِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا:

باب: قرضوں وغیرہ کی حاضر ضمانت اور مالی ضمانت کے بیان میں

قرض کے بعد دیون کو ذکر کرنا یہ عطف ہے عام کا خاص پر قرض یہ ہے کہ کسی کو روپے پیسے دیئے ہوں اور دین، جو اس کے ذمہ آجائے اور ترجمہ باب میں "غیرھا" سے مراد اموال ہیں، یعنی قرضوں وغیرہ کی حاضر ضمانت اور مالی ضمانت کا بیان، اور بالابدان، جار مجرور "الکفالۃ" کے متعلق ہے، اور غیرھا سے مراد مالی کفالت ہے [1]۔

قولہ فی القرض والدیون قرض سے مراد وہ رقم یا پیسے ہیں جو کسی کو قرضہ کے طور پر دیئے ہوں، اور "دین" سے مراد ہر وہ چیز جو کسی کے ذمہ ہو، اور دین، قرض سے عام ہے، مثلاً جو چیز خریدی جائے اور اس کے عوض جو قیمت دے گا وہ دین ہے، یا کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اس کا مہر دین ہوگا، یعنی ہر وہ چیز جو واجب فی الذمہ ہو اسے دین کہتے ہیں، جو قرض کسی سے لیا ہو وہ واجب فی الذمہ ہوتا ہے اس کا نام بھی دین ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قرض خاص اور دین عام ہے۔

قولہ بالأبدان وغیرھا۔ یعنی بدن کا کفیل بنے یا غیر کا، بدن کا کفیل بننے سے مراد یہ ہے کہ میں فلاں شخص کی ضمانت دیتا ہوں اگر یہ بوقتِ ضرورت نہیں آئے گا تو میں اسے حاضر کروں گا۔ اور غیر کا کفیل بننے کا مطلب یہ ہے کہ

---

[1] کفالۃ، کفل سے ہے جس کا معنی ملانا یا ضامن اور ذمہ دار ہونا ہے، اور اصطلاح میں "کفالۃ" سے مراد یہ ہے: "ھي التزام حق ثابت فی ذمة الغیر أو إحضار من ھو علیه أو عین مضمونة" کسی عاقل، بالغ شخص کا کسی دوسرے شخص کا مالی حق ادا کرنے کی یا کسی مقروض وغیرہ کو بوقتِ ضرورت حاضر کرنے کی ذمہ داری کو قبول کرنا کفالت کہلاتا ہے، اور اسے ضمانت بھی کہتے ہیں، کفالت اور ضمانت میں فرق یہ ہے: "الکفالةُ ھي التزم الرجل إحضار الشخص الذی علیه الحق" کسی انسان کا ایسے شخص کو بوقت ضرورت پیش کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا جس پر کسی کا حق واجب ہو، اور ضمانت سے مراد ہے: "الضمانُ ھُو التزام مکلف بأداء ما وَجَبَ علی غیرہ من الحقوق" کسی مکلف مختار شخص کا کسی دوسرے شخص پر واجب ہونے والے حقوق کی ادائیگی کو اپنے ذمہ لینا، ضمان کہلاتا ہے، گویا یوں سمجھیں کہ مقروض کو پیش کرنا کفالت اور دوسرے کے قرضے کی ادائیگی کو ضمان کہا جاتا ہے، تو کفالت کا تعلق بدن سے اور ضمان کا تعلق قرض سے ہے، لہٰذا کفالت، ضمانت سے کمتر ہے، اگر کسی شخص نے مقروض کو پیش کرنے کی ذمہ داری لی ہو اور وہ اسے بوقتِ ضرورت پیش نہ کرے تو اس کے قرض کی ادائیگی کفیل کے ذمہ ہوگی۔ اور اگر کفیل، مقروض کو قرض خواہ کے ہاں پیش کردے تو کفیل بری ہو جائے گا مقروض قرض ادا کرے یا نہ کرے۔

کسی دوسرے کے ذمہ کسی کا قرضہ ہو اور یہ ذمہ دار بن جائے کہ اگر یہ نہیں دے گا تو میں ادا کروں گا۔ لہٰذا کفالت بالبدن اور کفالت بالمال دونوں جائز ہیں۔

قولہ وقال ابو الزناد، ابوالزناد کا نام عبداللہ بن ذکوان ہے اور یہ حد کا مسئلہ ذکر ہوا ہے کہ حد میں کفیل بنانا درست ہے یا نہیں، احناف کے ہاں حد میں کفالت جائز نہیں ہے، کیونکہ کفالت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نہیں آئے گا تو میں اسے لاؤں گا یا وہ قرضہ ادا نہیں کرے گا تو میں ادا کروں گا قرضہ تو غیر کی طرف سے ادا ہوسکتا ہے، اور حد میں کفیل بنے گا تو حد مجرم پر ہی جاری ہوسکتی ہے۔ غیر پر حد جاری نہیں کر سکتے، لہٰذا حدود میں کفالت جائز نہیں ہے، لیکن حد میں کفالت اس طرح ہوسکتی ہے کہ اگر مجرم نہیں آئے گا تو میں اسے حاضر کروں گا۔ اس معنی کے اعتبار سے حد میں بھی کفیل بن سکتا ہے۔ مجرم کے نہ آنے سے کفیل پر حد نہیں لگ سکتی، لیکن یہ قید ہوسکتا ہے۔

قولہ فوقع رجلٌ علی جاریۃ امرأتہ۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا، وہاں جا کر انہوں نے لوگوں سے کہا اپنی زکوٰۃ ادا کرو، وہاں ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا: "صَدِّقِي مال مولاك" اور عورت نے اپنے خاوند سے کہا: "بل أنت صدق مال ابنك" خاوند اسے بیوی کا مولیٰ کہہ رہا تھا اور عورت اسے خاوند کا بیٹا بنا رہی تھی، حضرت حمزہ کو شک لاحق ہوا کہ بات کیا ہے؟ انہوں نے اس بارہ میں لوگوں سے دریافت کیا، تو انہیں بتایا گیا کہ یہ اس عورت کا خاوند ہے اور اس نے اپنی بیوی کے مال کو اپنا مال سمجھ کر بیوی کی لونڈی سے زنا کیا تھا، اس لونڈی سے یہ لڑکا پیدا ہوا، اس لیے یہ اسے اس کا بیٹا کہہ رہی ہے۔ اور اس عورت نے اسے آزاد کردیا ہے۔ اس لیے وہ اس عورت کا مولیٰ ہوا، حضرت حمزہ نے کہا، میں اسے رجم کروں گا، لوگوں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، اس کا معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پیش ہوا تھا اور انہوں نے اسے سو کوڑے لگوائے دیئے ہیں۔ اور اس کے جاہل ہونے کی وجہ سے رجم نہیں کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک آدمی کو کفیل بنایا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارہ میں دریافت کریں کہ واقعی انہوں نے کوڑے لگائے ہیں اور اس کی جہالت کی وجہ سے رجم معاف کردیا ہے، جب عمر فاروق سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد میں بھی کفالت ہے، کیونکہ حضرت حمزہ کو جب ان کی بات پر یقین نہ آیا اور سمجھا کہ کہیں یہ لوگ غلط بیانی نہ کرتے ہوں، تو فرمایا اس پر کوئی ضامن دو، لوگ اس پر ضامن ہوگئے، کہ اگر یہ بات غلط ہوئی تو ہم اسے پیش کریں گے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ اس واقعہ کے بیان کرنے میں یہاں اختصار پایا جاتا ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آنے کے بعد کوڑے لگائے گئے ہیں۔ جیسا کہ گنگوہی نے سمجھا ہے، حالانکہ یہ کوڑے پہلے لگ چکے تھے، اصل واقعہ سامنے ہو تو مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

قولہ قال جریرٌ والأشعثُ... جریر اور اشعث نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مرتد ہونے والوں کے بارہ میں کہا کہ ان سے توبہ کرائیے، اور ان کی ضمانت طلب کیجیے کہ دوبارہ مرتد نہیں ہوں گے، لہٰذا انہوں نے توبہ کرلی اور ان

کے قبیلے والوں نے ان کی ضمانت دیدی۔

اور اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس کسی نے ذکر کیا کہ ابن نواحہ کا موذن، اذان میں "أشهد أن مسيلمة رسول الله" کہتا ہے اور یہ واقعہ بنو حنیفہ کی مسجد میں پیش آیا تھا، تو عبداللہ بن مسعود نے ان سب کو بلالیا جو کہ ایک سو ستر آدمی تھے، ابن نواحہ کی گردن اڑادی، کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بھی مسیلمہ کذاب کا خط لے کر آیا تھا، اور آپ نے فرمایا تھا اگر قاصد کو قتل کرنا جائز ہوتا، تو میں تجھے قتل کر دیتا، کیونکہ تو اسلام لانے کے بعد مسیلمہ کی وجہ سے مرتد ہوا ہے، عبداللہ بن مسعود نے اسے قتل کر دیا کیونکہ اس وقت وہ قاصد نہیں تھا، معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کو اختیار حاصل تھا، انہوں نے ابن نواحہ کے علاوہ باقی اس کے ساتھیوں کے بارہ میں مشورہ لیا تو عدی بن حاتم نے کہا انہیں قتل کر دیا جائے لیکن جریر اور اشعث نے کہا، ان سے توبہ کراؤ۔ اور ان کے قبیلے والوں کو کفیل بنالو کہ اگر پھر کبھی مرتد ہو گئے تو وہ انہیں حاضر کردیں گے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ حدود میں کفیل بنانا جائز ہے۔

قولہ قال حمادٌ إذا تكفل یعنی حماد بن ابی سلیمان نے کہا جو امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں، اگر ضمانت دینے والا مر جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں آئے گا۔ اور اس کی موت سے کفالت ختم ہو جائے گی، لیکن حکم بن عتیبہ نے کہا ہے، اس کے ذمہ جو مال تھا اس کا ضامن ہوگا، لیکن یہ تب ہو سکتا ہے جبکہ اس نے مال کی ضمانت دی ہو اور اگر اس نے اسے حاضر کرنے کی ضمانت دی ہو تو مرنے کے بعد وہ اسے حاضر نہیں کر سکتا۔

۲۲۹۰: وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ، فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كَفِيلًا، حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ، وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ، وَقَالَ جَرِيرٌ، وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُرْتَدِّينَ: اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ، فَتَابُوا وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ، وَقَالَ حَمَّادٌ: إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَقَالَ الْحَكَمُ: يَضْمَنُ.

اور ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی نے اور ان سے ان کے والد (حمزہ) نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) انہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ (جہاں وہ زکوٰۃ وصول کر رہے تھے وہاں کے) ایک شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے ہمبستری کر لی۔ حمزہ نے اس کی ایک شخص سے پہلے ضمانت لی، یہاں تک کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑوں کی سزا دی تھی۔ اس آدمی نے جو جرم اس پر لگا تھا اس کو قبول کیا تھا لیکن جہالت کا عذر کیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو معذور رکھا تھا اور جریر اور اشعث نے عبداللہ بن مسعود سے مرتدوں کے بارے میں کہا کہ ان سے توبہ کرائیے اور ان کی ضمانت طلب کیجئے (کہ دوبارہ مرتد نہ ہوں گے)

چنانچہ انہوں نے توبہ کرلی اور ضمانت خود انہیں کے قبیلہ والوں نے دے دی۔ حماد نے کہا جس کا حاضر ضامن ہو اگر وہ مر جائے تو ضامن پر کچھ تاوان نہ ہو گا۔ لیکن حکم نے کہا کہ ذمہ کا مال دینا پڑے گا۔

۲۲۹۱: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَقَالَ: ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ، فَقَالَ: كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا، قَالَ: فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ، قَالَ: كَفَى بِاللهِ كَفِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً، فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ فَسَأَلَنِي كَفِيلًا، فَقُلْتُ: كَفَى بِاللهِ كَفِيلًا، فَرَضِيَ بِكَ وَسَأَلَنِي شَهِيدًا، فَقُلْتُ: كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا فَرَضِيَ بِكَ، وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ، وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ، حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ، لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ، فَقَالَ: وَاللهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا".

ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لا جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لا۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی

وغیرہ) کی تلاش کی تاکہ اس سے دریاپار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جارہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آئے، پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہادی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھا کہ کس طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر میں جاسکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی۔ وہی جس میں مال تھا۔ انہوں نے لکڑی اپنے گھر میں ایندھن کے لیے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔



قولہ کفی باللہ کفیلا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرض میں کفیل بنانا جائز ہے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

قولہ زجج موضعھا۔ پھر اس کھدی ہوئی جگہ کو درست اور ہموار کر دیا۔

قولہ فانصرف بالألف الدینار راشدًا۔ اور تو اپنا ہزار دینار لے کر بخیر واپس لوٹ جا۔



۲۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: {وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ}:

باب: الله تعالیٰ کا (سورۂ نساء میں) یہ ارشاد کہ جن لوگوں سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ہے، ان کا حصہ ان کو ادا کرو

۲۲۹۲: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ إِدْرِيسَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ سورة النساء آية ۳۳، قَالَ وَرَثَةً: وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ سورة النساء آية ۳۳، قَالَ: "كَانَ الْمُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ، دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ سورة النساء آية ۳۳، نَسَخَتْهُ ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ سورة النساء آية ۳۳، إِلَّا النَّصْرَ، وَالرِّفَادَةَ، وَالنَّصِيحَةَ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصِي لَهُ".

ہم سے صلت بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ادریس نے، ان سے طلحہ بن مصرف نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ (قرآن مجید کی آیت «ولكل جعلنا موالي») کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ («موالي» کے معنی) ورثہ کے ہیں۔ اور «والذين عقدت أيمانكم» (کا قصہ یہ ہے کہ) مہاجرین جب مدینہ آئے تو مہاجر انصار کا ترکہ پاتے تھے اور انصاری کے ناتہ داروں کو کچھ نہ ملتا۔ اس بھائی پنے کی وجہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی تھی۔ پھر جب آیت «ولكل جعلنا موالي» ہوئی تو پہلی آیت «والذين عقدت أيمانكم» منسوخ ہو گئی۔ سوا امداد، تعاون اور خیر خواہی کے۔ البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہو گیا اور وصیت جتنی چاہے کی جا سکتی ہے۔ (جیسی اور شخصوں کے لیے بھی ہو سکتی ہے تہائی ترکہ میں سے وصیت کی جا سکتی ہے جس کا نفاذ کیا جائے گا۔)



یعنی جن سے تم نے مدد کرنے کی قسمیں اٹھائی ہیں تو انہیں ان کا حصہ دو، یہ بھی ایک قسم کی کفالت اور ذمہ داری ہوتی ہے اس لیے اس مسئلہ کو یہاں ذکر کیا ہے۔

"والذين عاقدت أيمانكم" مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے اس لیے اس کی خبر فا کے ساتھ آئی ہے، اور وہ "فاتوهم نصيبهم" ہے، اور "والذين عاقدت أيمانكم، زيدًا أضربه" کی طرح اضمار علی شرط التفسیر کی بنا پر منصوب بھی ہو سکتا ہے۔

عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب ایک شخص دوسرے کا حلیف بن جاتا تو اس سے معاہدہ کرتا کہ میرا خون تیرا خون ہے، میرا قصاص تیرا قصاص ہے، میری جنگ تیری جنگ ہے، میری صلح تیری صلح ہے، تو میرا وارث ہوگا، میں تیرا وارث



ہوں گا، تو میری دیت دے گا میں تیری دیت دوں گا، اور اسے اپنے حلیف کے ترکہ سے چھٹا حصہ ملتا تھا، لیکن آیت: "وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض"[1] نے حلیف کی اس وراثت کو منسوخ کردیا۔

اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ جیسا کہ شروع اسلام میں حلیف کے لیے ورثہ لازم نہیں تھا لیکن وہ نفلی کام حلیف بننے سے لازم ہو جاتا تھا ایسے ہی کفیل کے لیے دوسرے کا حق اپنے ذمہ لینا لازم نہیں ہے۔ لیکن اس کا کفیل بننے سے اس پر اس کا ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے جبکہ اصیل ادا نہ کرے۔

۲۲۹۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَآخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں آئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کرایا تھا۔

۲۲۹۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ"، فَقَالَ: قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ، وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي.



ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے عاصم بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، اسلام میں جاہلیت والے (غلط قسم کے) عہد و پیمان نہیں ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود انصار اور قریش کے درمیان میرے گھر میں عہد و پیمان کرایا تھا۔

قولہ لا حلف فی الاسلام اس سے مراد وہ حلف ہے جو جاہلیت میں ہوتی تھی، کہ حلیف کی مدد کرتے تھے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو یہ حلف اسلام میں نہیں ہے۔ لیکن حق پر مدد کرنا اور ظالم کا ہاتھ پکڑنے کی حلف باقی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں میرے گھر میں ہوتے ہوئے قریش اور انصار میں مواخاۃ قائم کی تھی[2]۔





---

(1) الانفال:۷۵

(2) المعجم الکبیر للطبرانی:۵۴۰۴

٣- بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ:

باب: جو شخص کسی میت کے قرض کا ضامن بن جائے تو اس کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا

وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ.

اور حسن نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

٢٢٩٥: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ". قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ.

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے، ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں نماز پڑھنے کے لیے کسی کا جنازہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا اس میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ پھر ایک اور جنازہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، میت پر کسی کا قرض تھا؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں تھا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ پھر اپنے ساتھی کی تم ہی نماز پڑھ لو۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ان کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

شرح بخاری

یعنی جو شخص میت کے قرض کا ضامن بن جائے تو اس کے لیے اپنی کفالت اور ضمانت سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

قولہ فصلّی علیه۔ جب حضرت ابو قتادہ نے میت کے قرض کو اپنے ذمہ لے لیا تو آپ نے میت کی نمازِ جنازہ پڑھا دی، اس سے معلوم ہوا کہ میت کے قرض کی ضمانت دینے والا اس سے رجوع نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر اس سے رجوع جائز ہوتا تو آپ ابو قتادہ سے پہلے میت کا قرض ادا کرواتے پھر جنازہ پڑھاتے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ ابو قتادہ میت کے قرض کا ضامن بن گیا ہے اب اس پر اس قرض کا ادا کرنا لازم ہو گیا ہے وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتا، تو اسی لیے آپ نے ابوقتادہ کی کفالت پر میت کا جنازہ پڑھا دیا۔

٢٢٩٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا، فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ

فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِي: كَذَا وَكَذَا، فَحَثَى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ، وَقَالَ: خُذْ مِثْلَيْهَا".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن علی باقر سے سنا، اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بحرین سے (جزیہ کا) مال آیا تو میں تمہیں اس طرح دونوں لپ بھر بھر کر دوں گا لیکن بحرین سے مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک نہیں آیا پھر جب اس کے بعد وہاں سے مال آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ جس سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وعدہ ہو یا آپ پر کسی کا قرض ہو وہ ہمارے یہاں آجائے۔ چنانچہ میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وہ باتیں فرمائی تھیں۔ جسے سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا۔ میں نے اسے شمار کیا تو وہ پانچ سو کی رقم تھی۔ پھر فرمایا کہ اس کے دوگنا اور لے لو۔

قولہ أمر ابوبکر فنادی۔ ترجمہ باب سے یہ مناسبت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین بن گئے، تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام وعدوں کو پورا کرنے کے کفیل بن گئے، اور ان پر آپ کے تمام وعدوں کو پورا کرنا اور آپ کے قرضوں کو ادا کرنا لازم ہو گیا، اسی لیے حضرت ابوبکر نے ان سب کو پورا کیا۔



قولہ لو جاء مال البحرین۔ بخاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے وعدہ کو کفالت میں درج کیا ہے، کیونکہ بخاری کے نزدیک اگر کسی سے کوئی وعدہ کیا جائے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اور یہ اخلاقی طور پر بھی لازم ہے اور قانونی طور پر بھی، یعنی وہ دعویٰ اور کیس کر کے بھی لے سکتا ہے، امام مالک کے نزدیک اگر اس کا وعدہ معلق ہو تو پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے: "تزوج" نکاح کر لے وہ کہے کہ میرے پاس مال یا پیسے نہیں ہیں۔ دوسرا کہے: "إني أعينك بالف" میں ہزار روپے کے ساتھ تیرا تعاون کروں گا تو اس صورت میں ہزار دینا لازم ہے، اور اگر وعدہ ایسے نہ ہو تو نہیں دے گا۔ احناف کے ہاں اخلاقی طور پر ایفاء ہے، قانونی طور پر دعویٰ کر کے نہیں لے سکتا، بخاری قائل ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا ہو وہ واجب الوفاء ہوتی ہے، اور وہ بمنزلہ دین ہوتی ہے اس لیے اس پر کفیل بنا جا سکتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفیل بن گئے تھے۔

قولہ فأتیتہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس سے پہلے بھی آئے تھے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مال دینے میں تاخیر کی، تو جابر نے کہا یا مال دیدو یا پھر بخل کرو، آپؓ نے فرمایا: بخل سے بڑی بیماری کونسی ہے، لیکن انہوں نے پہلی دفعہ اس لیے نہیں دیا، کہ کہیں کوئی دیگر شخص اُٹھ کر یہ نہ کہہ دے کہ میرے ساتھ بھی وعدہ کیا گیا تھا۔ گویا یہ سیاست تھی جس کی بنا پر تاخیر کی۔



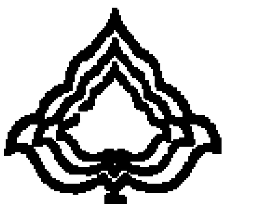
٤- بَابُ جِوَارِ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِهِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (ایک مشرک کو) امان دینا اور اس کے ساتھ آپ کا عہد کرنا

۲۲۹۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: "لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ"، وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ، خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ، لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي، فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ فَأَعْبُدَ رَبِّي، قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ، فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ، فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يُكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَآمَنُوا أَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ، وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ، وَلَا يُؤْذِينَا بِذَلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ، فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ، وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ، ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا لَهُ: إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَأْتِهِ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ

يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ، وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ ذَلِكَ، فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الِاسْتِعْلَانَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ، وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ، أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللهِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ، فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ، حِينَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ تَرْجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ.

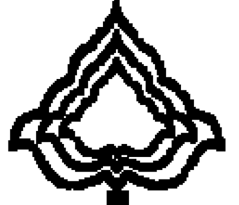
ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا، اور انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو اسی دین اسلام کا پیروکار پایا۔

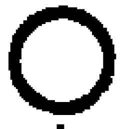
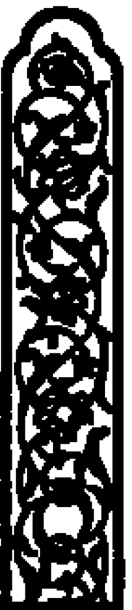


اور ابوصالح سلیمان نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا۔ ان سے یونس نے، اور ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین اسلام کا پیروکار پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام دونوں وقت تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف ہونے لگی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک غماد پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قارہ کے سردار مالک ابن الدغنہ سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک بن الدغنہ نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ کہ آپ تو محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلئے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی



عبادت کیجئے۔ چنانچہ ابن الدغنہ اپنے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا۔ اور نہ اسے نکالا جاسکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دوگے جو محتاجوں کے لیے کماتا ہے اور جو صلہ رحمی کرتا ہے اور جو مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے۔ اور جو مہمان نوازی کرتا ہے اور جو حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو مان لیا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکر کو اس کی تاکید کر دینا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر ہی میں کر لیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں، اور قرآن کی تلاوت کریں، لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں اور نہ اس کا اظہار کریں، کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے بچے اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغنہ نے یہ باتیں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنائیں تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لیے ایک جگہ بنالی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے۔ اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے ہی رونے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش گھبرائے اور سب نے ابن الدغنہ کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنہ ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابوبکر کو اس لیے امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کریں گے، لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے سامنے نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنالی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈر ہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لیے اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کریں، پھر تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کہو کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑ دیں۔ لیکن اس طرح انہیں اظہار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عہد ہوا تھا۔ اب یا تو آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ یہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں۔ رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ ہی میں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھلایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے۔ جہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ پتھریلے میدانوں کے درمیان میں ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار فرمادیا تو جن مسلمانوں نے ہجرت کرنی چاہی وہ پہلے ہی مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ بلکہ بعض وہ صحابہ بھی جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، جلدی نہ کرو، امید ہے کہ مجھے بھی جلد ہی اجازت مل جائے گی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی امید ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ضرور! چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کریں۔ ان کے پاس دو اونٹ تھے، انہیں چار مہینے تک وہ ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ انسان کسی کافر کی پناہ میں بھی رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ پناہ دے تو اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

قولها، لم أعقل أی لم أعرف، قوله برك الغماد۔ یہ جگہ ہجر کے آخر میں ہے یا یمن میں ہے اور مکہ سے پانچ راتوں کے فاصلے پر ہے۔

قوله ابن الدغنة۔ دال کی فتحہ، اور غین کے کسرہ اور نون مفتوح کی تخفیف کے ساتھ، مروزی نے کہا ہے کہ غین اور دال کی فتحہ اور نون کی تخفیف کے ساتھ، اور ابوذر کے ہاں دال اور غین کے ضمہ اور نون کی تشدید کے ساتھ، اس کا نام حرث بن یزید تھا، اور دغنہ اس کی ماں کا نام تھا۔

قوله فإنك تكسب المعدوم۔ ابن دغنہ نے ابو بکر صدیق کی وہی خوبیاں بیان کی ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم علیہ السلام کی بیان کی ہیں۔

٥-بَابُ الدَّيْنِ:

باب: قرض کا بیان

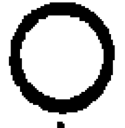
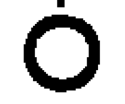
٢٢٩٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْأَلُ، هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا ؟ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى، وَإِلَّا، قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ، قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب

نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی ایسی میت کو لایا جاتا جس پر کسی کا قرض ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ کیا اس نے اپنے قرض کے ادا کرنے کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ پھر اگر کوئی آپ کو بتا دیتا کہ ہاں اتنا مال ہے جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز پڑھاتے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں ہی سے فرما دیتے کہ اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فتح کے دروازے کھول دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ مستحق ہوں۔ اس لیے اب جو بھی مسلمان وفات پا جائے اور وہ مقروض رہا ہو تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمے ہے اور جو مسلمان مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔

بعض نسخوں میں اس حدیث پر "باب الدین" ہے۔ اس صورت میں حدیث کا باب الدین سے تعلق واضح ہے۔ اور اگر یہ باب نہ ہو تو اس حدیث کا تعلق اس سے گزشتہ باب "من تکفل عن میتٍ دینًا فلیسْ لہٗ أن یرجع" سے ہوگا۔ باب جوار ابی بکر سے تعلق نہیں ہوگا، بلکہ باب جوار ابی بکر باب فی باب کے قبیل سے ہو جائے گا کہ کافر بھی اگر پناہ دے تو اس کی پناہ میں رہا جا سکتا ہے۔




کتاب الوکالۃ

کتاب وکالت کے مسائل کا بیان

۱۔ بَابُ وَكَالَةُ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا:

باب: تقسیم وغیرہ کے کام میں ایک ساجھی کا اپنے دوسرے ساجھی کو وکیل بنادینا

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانی کے جانور میں شریک کر لیا پھر انہیں حکم دیا کہ فقیروں کو بانٹ دیں۔

تقسیم اور دیگر کاموں میں ایک شریک کا دوسرے شریک کو وکیل بنانا (جائز ہے)۔

الوکالۃ واؤ کی فتحہ کے ساتھ اور اسے کسرہ دینا بھی جائز ہے اس کا لغوی معنیٰ تفویض ہے یعنی سپرد کر دینا، اور شرعی اصطلاح میں وکالت سے مراد ہے: "تفویض شخصٍ أمرهٔ إلي أخر فيما يقبل النيابة" یعنی کسی شخص کا اپنا کام کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دینا بشرطیکہ اس کام میں نیابت ہو سکتی ہو[1]۔

---

[1] وکالت کا جواز اسلام کی خوبیوں سے ہے۔ کیونکہ انسان سارے کام کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلام نے دوسرے کو وکیل بنا کر کام کرانے کو جائز قرار دیا ہے، اور حقوق وواجبات کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ وہ امور جن میں وکالت مطلقاً جائز ہے۔ جیسے بیع و شراء وغیرہ معاملات اور حدود میں نائب بنانا۔ ۲۔ وہ امور جن میں وکالت مطلقاً جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ عباداتِ بدنیہ، نماز، طہارت وغیرہ اسی طرح حرام کام کرنے میں نیابت حرام ہے۔ مثلاً شراب کی بیع، معصوم کا قتل اور غصب میں وکالت جائز نہیں ہے۔ ۳۔ وہ کام جن میں کسی کے عاجز ہونے کی وجہ سے وکالت جائز ہے، جیسے عاجز کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا مندرجہ ذیل آیات وکالت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فابعثوا أحدكم بورقكم هٰذهٖ إلي المدينة فلينظر" (الکہف: ۱۹) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اذهبوا بقميصي هٰذ فالقوه علي وجه أبي" (یوسف: ۹۳) نیز ارشاد ہے: "وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكمًا من أهلها" (النساء: ۳۵) بخاری شریف میں عروہ بن جعد سے مروی ہے: "أن النبي ﷺ أعطاهُ دينارًا يشترى له به شاةً فاشترى له به شاتين فباع إحداهما بدينارٍ فجاء بدينارٍ وشاة فدعاله بالبركة في بيعه وكان لو اشترى التراب لربح فيه" (۳۶۴۲)۔ لہٰذا وکالت جائز ہے اور وکیل اور موکل جب چاہیں اسے فسخ بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن وکیل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے موکل کی اجازت کے بغیر اپنے اس کام میں کسی اور کو وکیل بنائے، وکیل اور موکل میں سے کسی ایک کے فسخ کرنے سے وکالت ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح موکل کے وکیل کو معزول کرنے سے اور دونوں میں سے کسی ایک کے مرنے سے یا دیوانہ ہونے سے یا کسی ایک پر حجر یعنی پابندی لگنے سے بھی وکالت ختم ہو جاتی ہے۔

قوله وقد أشرك النبي ﷺ عليا في هديه ثم امره بقسمتها۔

مصنف کی یہ کلام دراصل دو حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ایک حضرت جابر کی حدیث ہے جو "کتاب الشرکۃ" میں ان الفاظ کے ساتھ آئے گی "أمر النبي ﷺ (عليًا) أن يقيم على إحرامه وأشركه في الهدي" اور دوسری حدیث حضرت علی سے کتاب الحج میں گزر چکی ہے: "أن النبي ﷺ أمره أن يقوم على بدنه وأن يقسم بدنه كلها"

۲۲۹۹: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُودِهَا".

ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ابن ابی نجیح نے بیان کی، ان سے مجاہد نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو میں خیرات کر دوں جنہیں قربان کیا گیا تھا۔

اس حدیث میں اگرچہ شرکت کا ذکر نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو کتاب الشرکۃ میں آئے گی۔ اس میں ہے: "وأشركه في الهدي"[1] آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی میں شریک کرلیا تھا، اور نبی اکرم ﷺ نے ان کاموں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا، اس سے وکالت کا جواز ثابت ہوا۔

۲۳۰۰: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ، فَبَقِيَ عَتُودٌ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ".

ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید نے، ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بکریاں ان کے حوالہ کی تھیں تاکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کو تقسیم کر دیں۔ ایک بکری کا بچہ باقی رہ گیا۔ جب اس کا ذکر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تو قربانی کر لے۔

وکالت اُجرت لے کر بھی جائز ہے اور بغیر اُجرت کے بھی جائز ہے۔ اگر وکالت اُجرت پر ہو تو اُجرت کا معلوم ہونا اور دونوں کی رضامندی کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ وکیل امین ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اگر اس کی کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جائے تو وہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس میں اس کی کوتاہی شامل ہو تو ذمہ دار ہوگا۔ (الفقہ الاسلامی)

[1] صحیح بخاری: ۲۵۰۵

قوله ضحِ بِهِ أنت۔ عقبہ بن عامر قاسم تھے اور تقسیم کرنے والا آخر میں اپنا حصہ لیتا ہے۔ اور آخر میں ان کے لیے یکسالہ بکری کا بچہ رہ گیا تھا جو قوی اور طاقتور تھا، آپ نے فرمایا تو اس کی قربانی کرلے، بعض روایات میں آتا ہے: "ولن تجزئ عن أحد بعدك"① تیرے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

ایک حدیث اس سے قبل کتاب الاضاحی میں گزری ہے کہ ابو بردہ نے نمازِ عید سے پہلے ہی اپنا جانور ذبح کردیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تو گوشت کی بکری ہے، تیری قربانی نہیں ہوئی، اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کر، اس نے کہا کہ میرے پاس جذعہ ہے، فرمایا تو وہی کردے اور فرمایا: "ولن تجزئ عن أحد بعدك"② تیرے بعد کسی کے لیے جذعہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ پہلے کا ہے اور ایک واقعہ بعد کا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: "لن تجزی عن أحد بعدك" سے مراد یہ ہے کہ تیرے جیسے معذور کے لیے اب بھی جائز ہے جو ایسے معذور نہ ہوں ان کے لیے جذعہ جائز نہیں ہے، معذور کے لیے جائز ہے اور معذور کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قاسم ہو اس کے لیے عتود ہی بچا ہو تو وہ اسے ذبح کرسکتا ہے، دوسرا وہ شخص جو غلطی سے عید کی نماز سے پہلے ذبح کرلے تو اس کے لیے جذعہ کرنا جائز ہے۔ دیگر لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے۔

٢- بَابُ إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ، أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ، جَازَ:



باب: اگر کوئی مسلمان دار الحرب یا دار الاسلام میں کسی حربی کافر کو اپنا وکیل بنائے تو جائز ہے

٢٣٠١: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا بِأَنْ يَحْفَظَنِي فِي صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ، وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمَنَ، قَالَ: لَا أَعْرِفُ الرَّحْمَنَ، كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَاتَبْتُهُ عَبْدَ عَمْرٍو، فَلَمَّا كَانَ فِي يَوْمِ بَدْرٍ خَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لِأُحْرِزَهُ حِينَ نَامَ النَّاسُ، فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ، فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ: لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا أُمَيَّةُ، فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيقٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا، فَلَمَّا خَشِيتُ أَنْ يَلْحَقُونَا، خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ لِأَشْغَلَهُمْ، فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَبَوْا حَتَّى يَتْبَعُونَا، وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيلًا، فَلَمَّا أَدْرَكُونَا، قُلْتُ لَهُ: ابْرُكْ، فَبَرَكَ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لِأَمْنَعَهُ فَتَخَلَّلُوهُ بِالسُّيُوفِ مِنْ تَحْتِي، حَتَّى



① صحیح بخاری: ٢٣٠٠
② صحیح بخاری: ٩٥٥

قَتَلُوهُ وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِي بِسَيْفِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِينَا ذَلِكَ الأَثَرَ فِي ظَهْرِ قَدَمِهِ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: سَمِعَ يُوسُفُ صَالِحًا، وَإِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یوسف بن ماجشون نے بیان کیا، ان سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے، اور ان سے صالح کے دادا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے امیہ بن خلف سے یہ معاہدہ اپنے اور اس کے درمیان لکھوایا کہ وہ میرے بال بچوں یا میری جائیداد کی جو مکہ میں ہے، حفاظت کرے اور میں اس کی جائیداد کی جو مدینہ میں ہے حفاظت کروں۔ جب میں نے اپنا نام لکھتے وقت رحمان کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں رحمٰن کو کیا جانوں۔ تم اپنا وہی نام لکھواؤ جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔ چنانچہ میں نے عبد عمرو لکھوایا۔ بدر کی لڑائی کے موقع پر میں ایک پہاڑ کی طرف گیا تاکہ لوگوں سے آنکھ بچا کر اس کی حفاظت کر سکوں، لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور فوراً ہی انصار کی ایک مجلس میں آئے۔ انہوں نے مجلس والوں سے کہا کہ یہ دیکھو امیہ بن خلف (کافر دشمن اسلام) ادھر موجود ہے۔ اگر امیہ کافر بچ نکلا تو میری ناکامی ہو گی۔ چنانچہ ان کے ساتھ انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچھے ہولی۔ جب مجھے خوف ہوا کہ اب یہ لوگ ہمیں آلیں گے تو میں نے اس کے لڑکے کو آگے کر دیا تاکہ اس کے ساتھ (آنے والی جماعت) مشغول رہے، لیکن لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور پھر بھی وہ ہماری ہی طرف بڑھنے لگے۔ امیہ بہت بھاری جسم کا تھا۔ آخر جب جماعت انصار نے ہمیں آلیا تو میں نے اس سے کہا کہ زمین پر لیٹ جا۔ جب وہ زمین پر لیٹ گیا تو میں نے اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا۔ تاکہ لوگوں کو روک سکوں، لیکن لوگوں نے میرے جسم کے نیچے سے اس کے جسم پر تلوار کی ضربات لگائیں اور اسے قتل کر کے ہی چھوڑا۔ ایک صحابی نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کا نشان اپنے قدم کے اوپر ہمیں دکھایا کرتے تھے۔

ماجشون نون مکسور کے ساتھ، اس کا معنی "مورد" ہے اس کا نام یعقوب بن عبداللہ بن ابی سلمہ مدنی ہے۔

قولہ لا أعرف الرحمن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے امیہ بن خلف سے کتابت کرتے ہوئے اپنا نام عبدالرحمن لکھوانا چاہا تو امیہ مشرک نے کہا کہ میں "رحمن" کو نہیں جانتا۔ لہٰذا اپنا جاہلیت والا نام لکھیں اور جاہلیت میں عبدالرحمن بن عوف کا نام عبد عمرو تھا، تب انہوں نے اپنا یہ نام لکھوایا۔

قولہ صاغیتی صاغ یصوغ سے بمعنی مائل ہونا، اور انسان اپنے اہل و عیال کی طرف اور جائیداد کی طرف مائل ہوتا ہے تو صاغیۃ بمعنی اہل و عیال اور جائیداد ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ باب سے تعلق یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف جو مسلمان تھے اور مدینہ میں تھے ان کی جائیداد دار الحرب میں تھی جس پر امیہ بن خلف کافر کو وکیل بنا دیا اور امیہ نے اپنی جائیداد پر جو مدینہ میں تھی حضرت عبدالرحمن کو وکیل بنا دیا، بظاہر یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کے علم میں تھا اور

آپ نے اس پر انکار نہیں کیا، لہذا کوئی مسلمان اپنی جائیداد وغیرہ پر حربی کافر کو وکیل بنا سکتا ہے اور حربی کافر مسلمان کو وکیل بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ عبدالرحمن اور امیہ ایک دوسرے کے وکیل بن گئے تھے۔ اور یہ شرط طے ہوگئی کہ میں تیرے اہل وعیال اور جائیداد کی حفاظت کروں گا اور تو دارالحرب میں میرے اہل وعیال اور جائیداد کی حفاظت کرے گا، امیہ جنگ بدر میں قابو آ گیا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے انصار صحابہ کرام سے کہا کہ امیہ کو ضرور مارنا ہے، کیونکہ اس نے مکہ میں حضرت بلال کو بہت تکلیفیں دی تھیں، تو حضرت عبدالرحمن نے وکالت کی وجہ سے اسے بچانا چاہا انہیں یہ خیال آیا کہ یہ بچ جائے تو ہو سکتا ہے مسلمان ہو جائے مسلمان ہو کر مرے تو کفر پر مرنے سے بہتر ہے اس لیے اسے بچانا چاہا پہلے تو اس کے بیٹے علی بن امیہ کو پیچھے کر دیا تا کہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہو جائیں، لیکن انہوں نے اسے قتل کر کے اس کا بھی پیچھا کیا، عبدالرحمن بن عوف اس پر لیٹ گئے تا کہ اسے بچائیں لیکن انہوں نے نیچے سے اسے مار دیا۔

حضرت عبدالرحمن نے انہیں یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے اسے پناہ دی ہے، اگر یہ کہہ دیتے تو کوئی بھی اسے نہ مارتا کیونکہ ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے، ویسے انہوں نے اپنے عہد وپیمان کو پورا کرنے کی کوشش کی تھی۔

قولہ فقتلوہ، ای قتلوا ابن امیة اسے عمار بن یاسر نے قتل کیا تھا، اور امیہ کو مارنے والے معاذ بن عفراء اور خارجہ بن زید اور خبیب بن اساف تھے، بعض کہتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو قتل کیا تھا، اور حباب بن منذر کی تلوار حضرت عبدالرحمان کے پاؤں پر بھی لگ گئی تھی جس سے وہ بھی زخمی ہو گئے تھے۔

۳۔ بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيزَانِ:

باب: صرافی اور ماپ تول میں وکیل کرنا

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ.

اور عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے «صرفی» میں وکیل کیا تھا۔

۲۳۰۲۔ ۲۳۰۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عنه: "أن رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ: أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا، فَقَالَ: إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ: لَا تَفْعَلْ، بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا". وَقَالَ: فِي الْمِيزَانِ مِثْلَ ذَلِكَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبدالمجید بن سہل بن عبدالرحمن بن عوف نے، انہیں سعید بن مسیب نے اور انہیں ابو سعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار بنایا۔ وہ عمدہ قسم کی کھجور لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی قسم کی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ہم اس طرح کی ایک صاع کھجور (اس سے گھٹیا قسم کی) دو صاع کھجور کے بدل میں اور دو صاع، تین صاع کے بدلے میں خریدتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ایسا نہ کر، البتہ گھٹیا کھجوروں کو پیسوں کے بدلے بیچ کر ان سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔ اور تولے جانے کی چیزوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم فرمایا۔

صرف سے مراد صرافی کی بیع ہے، یعنی نقدی کی نقدی سے بیع کرنا، اور روپوں، پیسوں کا تبادلہ کرنا، لہذا کرنسی کا تبادلہ کرنے اور ماپ تول میں کسی دوسرے کو وکیل بنانا جائز ہے، حافظ نے ابن المنذر سے نقل کیا ہے، کہ صرافی میں وکالت کے جائز ہونے پر اجماع ہے، اگر کوئی آدمی ایک شخص کو درہموں کی صرافی کے لیے بھیجے اور دوسرے کو دیناروں کی صرافی کے لیے بھیجے اور یہ دونوں افراد آپس میں ملاقات کریں اور بھیجنے والے کی شرط کے مطابق آپس میں ہی درہموں، دیناروں کا تبادلہ کرلیں تو یہ بھی جائز ہے۔

قولہ استعمل رجلاً۔ اس آدمی کا نام سواد بن غزیہ تھا، جیسا کہ حافظ نے ذکر کیا ہے۔

قولہ بتمرٍ جنیبٍ۔ عمدہ کھجوریں اور جمع سے مراد مخلوط کھجوریں، جن میں عمدہ کے ساتھ ردی بھی خلط ملط ہوں، ترجمہ باب سے تعلق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے "بع الجمع بالدراھم" کہہ کر خیبر کے عامل کو ماپ تول میں اپنی طرف سے وکیل بنایا ہے اور اس کام کو اس کے سپرد کر دیا ہے، اور صرافی کا بھی یہی حکم ہے۔

۴۔بَابُ إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيلُ شَاةً تَمُوتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ وَأَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ:

باب: چرانے والے نے یا کسی وکیل نے کسی بکری کو مرتے ہوئے یا کسی چیز کو خراب ہوتے دیکھ کر (بکری کو) ذبح کر دیا یا جس چیز کے خراب ہو جانے کا ڈر تھا اسے ٹھیک کر دیا، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

٢٣٠٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ، أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ: "أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ، فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِنَا مَوْتًا، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ، فَقَالَ لَهُمْ: لَا تَأْكُلُوا حَتَّى أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَسْأَلُهُ، وَأَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَاكَ أَوْ أَرْسَلَ، فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا". قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ، وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ، تَابَعَهُ عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ.

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے معتمر سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبید اللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہوں نے ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اپنے والد سے بیان کرتے تھے

کہ ان کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا۔ جو سلع پہاڑی پر چرنے جاتا تھا (انہوں نے بیان کیا کہ) ہماری ایک باندی نے ہمارے ہی ریوڑ کی ایک بکری کو (جب کہ وہ چر رہی تھی) دیکھا کہ مرنے کے قریب ہے۔ اس نے ایک پتھر توڑ کر اس سے اس بکری کو ذبح کر دیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب تک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں میں پوچھ نہ لوں اس کا گوشت نہ کھانا۔ یا (یوں کہا کہ) جب تک میں کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے بارے میں پوچھنے کے لیے نہ بھیجوں، چنانچہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا، یا کسی کو (پوچھنے کے لیے) بھیجا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گوشت کھانے کے لیے حکم فرمایا۔ عبید اللہ نے کہا کہ مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ باندی (عورت) ہونے کے باوجود اس نے ذبح کر دیا۔ اس روایت کی متابعت عبدہ نے عبید اللہ کے واسطہ سے کی ہے۔

یعنی جب کوئی چرواہا کسی جانور یا بکری کو مرتے ہوئے دیکھے اور اسے ذبح کردے یا وکیل کسی چیز کو خراب ہوتے ہوئے دیکھ کر اسے درست کر دے، تو یہ جائز ہے، گویا شرط کی جزاء محذوف ہے اور وہ "جاز" ہے۔

قولہ فذبحتھا بہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت بلکہ لونڈی کا ذبیحہ بھی جائز ہے اس حدیث میں اگرچہ چرواہے کا ذکر ہے۔ یہی حکم وکیل کا بھی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود اس باب سے یہ ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو چرواہے یا وکیل پر کوئی ضمان نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کعب بن مالک نے اس لونڈی سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔



۵۔بَابُ وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ:

باب: حاضر اور غائب دونوں کو وکیل بنانا جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ.

اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنے وکیل کو جو ان سے غائب تھا یہ لکھا کہ چھوٹے بڑے ان کے تمام گھر والوں کی طرف سے وہ صدقہ فطر نکال دیں۔

حاضر اور غائب دونوں کو وکیل بنانا جائز ہے، چونکہ موجود ہونے کی صورت میں حاضر کو وکیل بنانا جائز ہے تو غائب ہونے کی صورت میں بالاولیٰ وکیل بنایا جاسکتا ہے[1]۔



[1] حافظ نے یہی مناسبت ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: وموضع الترجمة منه لوكالة الحاضر واضح۔ وأما الغائب فيستفاد منه بطريق الأولي۔ لأن الحاضر إذا جاز له التوكيل مع اقتداره على المباشرة بنفسه فجوازه للغائب عنه اولي لاحتياجه اليه۔ لیکن عینی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا: قال بعضهم وأما الغائب فيستفادُ منه بطريق الاولي، قلت ليس فيه شيئ يدل على حكم الغائب فضلاً عن

قولہ إلی قهر مانه یعنی عبداللہ بن عمرو نے اپنے خزانچی کو خط لکھا جبکہ وہ خازن عبداللہ بن عمرو سے غائب تھا کہ ان کے چھوٹے، بڑے گھر والوں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

٢٣٠٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: أَعْطُوهُ فَطَلَبُوا سِنَّهُ، فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ: أَعْطُوهُ فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللهُ بِكَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً".

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا کہ ادا کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن نہیں ملا۔ البتہ اس سے زیادہ عمر کا (مل سکا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی انہیں دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض وغیرہ کو پوری طرح ادا کر دیتے ہیں۔

قولہ سن من الإبل، أی له سن معین من الإبل۔ یہ آپ نے اس سے قرض لیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اونٹوں میں بھی قرض چلتا ہے، احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک اونٹوں میں قرض نہیں چل سکتا، کیونکہ اونٹ ایک جیسے نہیں ہوتے، حدیث میں مذکور واقعہ اس وقت کا ہوگا جبکہ ابھی تک آیت ربا نازل نہیں ہوئی تھی، جب آیت ربا نازل ہوگئی تو اب ایک جنس میں نقد بنقد تبادلہ کرنا چاہیے، ادھار درست نہیں ہے، کیونکہ جانور کم و بیش ہوتے ہیں۔

دوسری تاویل یہ کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے اونٹ خریدا ہوگا، اور فرمایا ہوگا کہ تجھے اس طرح کا اونٹ لے

الأولوية۔ اور کرمانی سے مناسبت ذکر کرتے ہوئے کہا: قال الکرمانی الترجمة تستفادُ من لفظ "أعطوهُ" وهو وإن كان خطاباً للحاضرين لكونه بحسب العرف وقرائن الحال، شامل لكل واحد من وكلاء رسول الله ﷺ غيبًا وحضورًا (عمدۃ القاری ج ١٢، ص ١٨٨) جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حافظ رحمہ اللہ نے کرمانی کی ذکر کردہ مناسبت بھی ذکر کی ہے وہ لکھتے ہیں: "قال الکرمانی: لفظ "أعطوہ" یتناول وکلاء رسول اللہ ﷺ حضورًا وغیبًا (فتح الباری ج ٤، ص ٤٨٣)۔ عینی پر مذہبی تعصب اس قدر مسلط ہے کہ انہوں نے حافظ کی پہلی مناسبت کی تردید کر دی۔ اور دوسری مناسبت حافظ سے لے کر نقل کر دی اور اس کی صراحت کرنا گوارہ نہ کیا۔

دیں گے، ویسے آپ نے اس کے پیسے دینا تھے، لیکن مول لے کر دینا الگ کام ہے جو آپ نے کر دیا، انہوں نے اپنے مذہب کو ثابت رکھنے کے لیے یہ بات بنالی ہے، حالانکہ اونٹ ربویات میں داخل ہی نہیں ہے۔ اور اونٹوں میں قرض عاریہ کی طرح ہے، جیسے کوئی شخص دوسرے سے دس روپے بطور قرض لے تو وہ وہی دس روپے تو واپس نہیں کرتا، ان کے علاوہ دس روپے دے گا، یہ بیع نہیں ہوتی، شریعت نے اس میں کمی و بیشی جائز قرار دی ہے۔

٦-بَابُ الْوَكَالَةِ فِي قَضَاءِ الدُّيُونِ:

باب: قرض ادا کرنے کے لیے کسی کو وکیل کرنا

٢٣٠٦: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، ثُمَّ قَالَ: أَعْطُوهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، لَا نَجِدُ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ: أَعْطُوهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً".

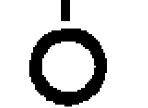


ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے قرض کا) تقاضا کرنے آیا، اور سخت گفتگو کرنے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غصہ ہو کر اس کی طرف بڑھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس کا کسی پر حق ہو تو وہ (بات) کہنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے قرض والے جانور کی عمر کا ایک جانور اسے دے دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے زیادہ عمر کا جانور تو موجود ہے۔ (لیکن اس عمر کا نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے وہی دے دو۔ کیونکہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو دوسروں کا حق پوری طرح ادا کر دے۔

٧-بَابُ إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيلٍ أَوْ شَفِيعِ قَوْمٍ جَازَ:



باب: اگر کوئی چیز کسی قوم کے وکیل یا سفارشی کو ہبہ کی جائے تو درست ہے



لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ هَوَازِنَ حِينَ سَأَلُوهُ الْمَغَانِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَصِيبِي لَكُمْ».



کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ہوازن کے وفد سے فرمایا، جب انہوں نے غنیمت کا مال واپس کرنے کے لیے کہا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حصہ تم لے سکتے ہو۔

اس ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ جب کسی قوم کے وکیل یا اس کے شفیع کو کوئی چیز بطورِ ہبہ دی جائے تو وہ چیز پوری

قوم کی ہوگی۔ صرف وکیل یا شفیع کے لیے نہیں ہوگی۔

قولہ نصیبی لکم۔ بظاہر یہ ہبہ ان لوگوں کو دیا گیا تھا جو اپنی قوم کی طرف سے وکیل اور سفارشی بن کر آئے تھے۔ لیکن درحقیقت ان کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ تمام ان لوگوں کے لیے تھا جن کی طرف سے وہ وکیل اور سفارشی بن کر آئے تھے، خواہ وہ حاضر تھے یا غائب تھے، کیونکہ جن کی یہ عورتیں اور بچے تھے ان کو ہی ملیں گے۔

۲۳۰۷-۲۳۰۸: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ، أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ: إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ، وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ، فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعُوا إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ، فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا".

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ عروہ یقین کے ساتھ بیان کرتے تھے اور انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (غزوہ حنین کے بعد) جب قبیلہ ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو انہوں نے درخواست کی کہ ان کے مال و دولت اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے۔ تمہیں اپنے دو مطالبوں میں سے صرف کسی ایک کو اختیار کرنا ہوگا، یا قیدی واپس لے لو، یا مال لے لو، میں اس پر غور کرنے کی وفد کو مہلت بھی دیتا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی کے بعد ان کا (جعرانہ میں) تقریباً دس رات تک انتظار کیا۔ پھر جب قبیلہ ہوازن کے وکیلوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ان کے مطالبہ کا صرف ایک ہی حصہ تسلیم کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف اپنے ان لوگوں کو واپس لینا چاہتے ہیں جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا، امابعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ اس لیے میں نے مناسب جانا کہ ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو اسے کر گزرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہم اس کے اس حصہ کو (قیمت کی شکل میں) اس وقت واپس کر دیں جب اللہ تعالیٰ (آج کے بعد) سب سے پہلا مال غنیمت کہیں سے دلا دے تو اسے بھی کر گزرنا چاہیے۔ یہ سن کر سب لوگ بول پڑے کہ ہم بخوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ان کے قیدیوں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح ہم اس کی تمیز نہیں کر سکتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لیے تم سب (اپنے اپنے ڈیروں میں) واپس جاؤ اور وہاں سے تمہارے وکیل تمہارا فیصلہ ہمارے پاس لائیں۔ چنانچہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ اور ان کے سرداروں نے (جو ان کے نمائندے تھے) اس صورت حال پر بات کی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بتایا کہ سب نے بخوشی دل سے اجازت دے دی ہے۔



مروان بن حکم بن ابی العاص اموی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا چچازاد تھا، ہجرت سے دو سال بعد پیدا ہوا، رسول اللہ ﷺ سے سماع یا صحبت ثابت نہیں ہے۔ اس نے آپ سے مرسل روایت کی ہے، اور مسور بن مخرمہ بن نوفل زہری ہجرت سے دو سال بعد پیدا ہوئے، اور مدینہ میں فتح مکہ آٹھ ہجری کو آئے۔ جبکہ ان کی عمر چھ سال تھی۔ اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے چند احادیث یاد کیں۔ جیسا کہ ان کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابو جہل کی بیٹی سے منگنی کرنے کے بارہ میں صحیحین وغیرہ میں ہے۔ لہٰذا اس کا آپ سے سماع ثابت ہے، جبکہ مروان کا آپ سے سماع نہیں ہے۔

شرح بخاری

قولہ واني رأيت أن أرد إليهم۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں جو غنائم واپس کیے تھے کیا وہ ہبہ تھے جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے سمجھا ہے یا رد تھا، جیسا کہ کوئی چیز خریدی جائے۔ پھر مبیع کو رد کر کے پیسے لے لیے جائیں۔ اس طرح یہ رد بیع کی صورت بن جائے، یا پھر اعتاق کی صورت ہے، یہ تین احتمال ہیں۔ حنفی کہتے ہیں کہ اعتاق کی صورت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان غلام اور لونڈیوں کو آزاد کر دیا۔ بعض روایات میں اعتاق اور رد کا لفظ بھی آتا ہے۔ ان تین احتمالات سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ہبہ کے احتمال کو لیا ہے۔ باقی احتمالات کو نظر انداز کر دیا ہے، انہوں نے اعتاق کے احتمال کو اس لیے رد کر دیا ہے کہ اس وقت کے غانمین کی فہرست نہیں بنائی گئی تھی کہ غانمین کتنے ہیں تاکہ آزاد



ہونے والوں کے وہ موالی بن جائیں، اور وہ معتق ہوں یہ کہیں ثابت نہیں ہے، اس لیے اعتاق کا معنی حقیقی نہیں ہے کہ وہ مالک بن کر آزاد کر رہے ہوں، جیسا کہ احناف نے سمجھا ہے۔

اور رد بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ رد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تملک کے ذریعہ کو باطل کردیا جائے جبکہ یہاں ذریعہ جہاد تھا اور وہ باطل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نہ یہ اعتاق ہوسکتا ہے اور نہ ہی اسے رد کہہ سکتے ہیں۔ باقی ہبہ رہ جاتا ہے، احراز سے مسلمانوں کا ملک قائم ہوگیا تھا اس کے بعد انہوں نے ہبہ کردیا۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ہبہ مراد لیا ہے۔

٨۔بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِي، فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ:

باب: ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو کچھ دینے کے لیے وکیل کیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کتنا دے، اور وکیل نے لوگوں کے جانے ہوئے دستور کے مطابق دے دیا

جب ایک شخص کسی دوسرے کو کچھ عطا کرنے کے لیے وکیل بنائے لیکن وہ یہ نہ بتائے کہ کتنا دینا ہے اور وکیل لوگوں کے دستور کے مطابق دیدے تو یہ جائز ہے۔ اس ترجمہ باب میں شرط کی جزاء محذوف ہے اور وہ "فھو جائز" ہے۔

٢٣٠٩: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ يزيد بعضهم على بعض، ولم يبلغه كلهم رجل واحد منهم، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ، إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ: جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: مَا لَكَ؟ قُلْتُ: إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ، قَالَ: أَمَعَكَ قَضِيبٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَعْطِنِيهِ، فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ فَكَانَ مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ، قَالَ: بِعْنِيهِ، فَقُلْتُ: بَلْ، هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: بَلْ بِعْنِيهِ قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ، وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ أَخَذْتُ أَرْتَحِلُ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا، قَالَ: فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ، قُلْتُ: إِنَّ أَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ خَلَا مِنْهَا، قَالَ: فَذَلِكَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، قَالَ: يَا بِلَالُ اقْضِهِ، وَزِدْهُ، فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَزَادَهُ قِيرَاطًا، قَالَ جَابِرٌ: لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَكُنِ الْقِيرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ".

ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح اور کئی لوگوں نے ایک دوسرے کی روایت میں زیادتی کے ساتھ۔ سب راویوں نے اس حدیث کو جابر رضی اللہ

عنہ تک نہیں پہنچایا بلکہ ایک راوی نے ان میں سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ وہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور میں ایک سست اونٹ پر سوار تھا اور وہ سب سے آخر میں رہتا تھا۔ اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر میری طرف سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا جابر بن عبداللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہوئی (کہ اتنے پیچھے رہ گئے ہو) میں بولا کہ ایک نہایت سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے پاس کوئی چھڑی بھی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مجھے دیدے۔ میں نے آپ کی خدمت میں وہ پیش کر دی۔ آپ نے اس چھڑی سے اونٹ کو جو مارا اور ڈانٹا تو اس کے بعد وہ سب سے آگے رہنے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے فروخت کر دے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے مجھے فروخت کر دے۔ یہ بھی فرمایا کہ چار دینار میں اسے میں خریدتا ہوں ویسے تم مدینہ تک اسی پر سوار ہو کر چل سکتے ہو۔ پھر جب مدینہ کے قریب ہم پہنچے تو میں (دوسری طرف) جانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی باکرہ سے کیوں نہ کی کہ تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی۔ میں نے عرض کیا کہ والد شہادت پا چکے ہیں۔ اور گھر میں کئی بہنیں ہیں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ کسی ایسی خاتون سے شادی کروں جو بیوہ اور تجربہ کار ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو ٹھیک ہے، پھر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال! ان کی قیمت ادا کر دو اور کچھ بڑھا کر دے دو۔ چنانچہ انہوں نے چار دینار بھی دیئے۔ اور فالتو ایک قیراط بھی دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انعام میں اپنے سے کبھی جدا نہیں کرتا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قیراط جابر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنی تھیلی میں محفوظ رکھا کرتے تھے۔



قولہ ولم یبلغہٗ کلھم رجلٌ واحد منھم یعنی ان میں سے کسی نے مکمل حدیث بیان نہیں کی۔ لفظ "رَجُلٌ" "کلھم" سے بدل بن جائے گا، یعنی ان میں سے کسی ایک آدمی نے بھی مکمل روایت بیان نہیں کی، ایک ٹکڑا عطاء نے ذکر کیا اور دوسرا ٹکڑا غیر عطاء نے بیان کیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ "رجل واحد منھم" کا "یبلغہ کلھم" سے تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ اس سے الگ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ صرف ایک آدمی نے مکمل بیان کی ہے۔ لیکن پہلا معنی معروف ہے۔

قولہ وزادہٗ قیراطاً ترجمہ باب سے اسی کا تعلق ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو چار دینار اور زیادہ دینے کا حکم دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کتنا زیادہ دینا ہے، حضرت ب ۲۳۱۴



لال ﷺ نے اپنی رائے سے رواج کے مطابق ایک قیراط زیادہ دیدیا۔

٩-بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْأَةِ الإِمَامَ فِي النِّكَاحِ:

باب: کسی عورت کا اپنا نکاح کرنے کے لیے بادشاہ کو وکیل بنانا

۲۳۱۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، "إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ رَجُلٌ: زَوِّجْنِيهَا، قَالَ: قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں ابوحازم نے، انہیں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے خود کو آپ کو بخش دیا۔ اس پر ایک صحابی نے کہا کہ آپ میرا ان سے نکاح کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارا نکاح ان سے اس مہر کے ساتھ کیا جو تمہیں قرآن یاد ہے۔



یعنی عورت امام کو اپنے نکاح میں وکیل بنا سکتی ہے کہ میرا جس سے چاہیں نکاح کر دیں، تو یہ جائز ہے۔

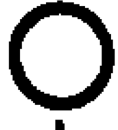
قولہ قد وھبتُ لك من نفسی من تاکید کے لیے زائد ہے، اور ترجمہ باب سے مطابقت یہ ہے کہ آنے والی عورت نے جب نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ میں نے خود کو آپ کے لیے ہبہ کیا تو گویا اس نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے نکاح پر وکیل کرلیا کہ آپ اس سے نکاح کرلیں یا جہاں مناسب ہے وہاں کر دیں۔

قولہ جاءت امرأة یہ خولہ بنت حکیم تھی یا ام شریک ازدیہ تھی۔

شرح بخاری

١٠-بَابُ إِذَا وَكَّلَ رَجُلاً، فَتَرَكَ الْوَكِيلُ شَيْئًا، فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ، فَهُوَ جَائِزٌ، وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى جَازَ:

باب: کسی نے ایک شخص کو وکیل بنایا پھر وکیل نے (معاملہ میں) کوئی چیز (خود اپنی رائے سے) چھوڑ دی (اور بعد میں خبر ہونے پر) موکل نے اس کی اجازت دے دی تو جائز ہے اسی طرح اگر مقرر مدت تک کے لیے قرض دے دیا تو یہ بھی جائز ہے





جب کوئی شخص دوسرے کو وکیل بنائے اور وکیل معاملہ کرتے ہوئے اپنی رائے سے کوئی چیز چھوڑ دے اور بعد میں وہ شخص اس کی اجازت دیدے تو جائز ہے، اسی طرح اگر وکیل مقررہ مدت کے لیے کسی کو قرض دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔ گویا وکیل مال میں تصرف کرسکتا ہے اگرچہ موکل کی طرف سے صریح اذن نہ ہو، لیکن حکمی اذن ہونا چاہیے۔ اور بعد میں اس کی اجازت بھی ضروری ہے، اگر وہ اس پر راضی ہو جائے تو درست ہے، شافعی کہتے ہیں بدونِ اذن درست



نہیں، حنفی کہتے ہیں اگر وہ راضی نہ ہو تو وہ معاملہ فسخ ہوگا، صحیح بات یہی ہے کہ یہ معاملہ موکل کی رضا پر موقوف ہے اگر وہ اجازت دیدے تو ٹھیک ہوگا ورنہ نہیں۔

۲۳۱۱: وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، وَقُلْتُ: وَاللهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ، وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ، قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُوَ ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ: اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورة البقرة آية ۲۵۵، حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: مَا هِيَ ؟ قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ: اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورة البقرة آية ۲۵۵، وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَا، قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ".






اور عثمان بن ہیثم ابوعمرو نے بیان کیا کہ ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے، اور ان سے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ (رات میں) ایک شخص اچانک میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپ بھربھر کر اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں بہت محتاج ہوں۔ میرے بال بچے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (اس کے اظہار معذرت پر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا، اے ابوہریرہ! گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے کہا یارسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا، اس لیے مجھے اس پر رحم آ گیا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ اور وہ پھر آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھ کو یقین تھا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ اس لیے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ اور جب وہ دوسری رات آ کے پھر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پھر پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کروں گا، لیکن اب بھی اس کی وہی التجا تھی کہ مجھے چھوڑ دے، میں محتاج ہوں۔ بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے۔ اب میں کبھی نہ آؤں گا۔ مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا یارسول اللہ! اس نے پھر اسی سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا۔ جس پر مجھے رحم آ گیا۔ اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ تیسری مرتبہ میں پھر اس کے انتظار میں تھا کہ اس نے پھر تیسری رات آ کر غلہ اٹھانا شروع کیا، تو میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچانا اب ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تیسرا موقع ہے۔ ہر مرتبہ تم یقین دلاتے رہے کہ پھر نہیں آؤ گے۔ لیکن تم باز نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں ایسے چند کلمات سکھا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا، جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی «اللہ لا إلہ إلا ھو الحی القیوم» پوری پڑھ لیا کرو۔ ایک نگراں فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے پاس کبھی نہیں آ سکے گا۔ اس مرتبہ بھی پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، گذشتہ رات تمہارے قیدی نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے مجھے چند کلمات سکھائے اور یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا۔ اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے بتایا تھا کہ جب بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لو، شروع «اللہ لا إلہ إلا ھو الحی القیوم» سے آخر تک۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر (اس کے پڑھنے سے) ایک نگراں فرشتہ مقرر رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آسکے گا۔ صحابہ خیر کو سب سے آگے بڑھ کر لینے والے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا کہ اگرچہ وہ جھوٹا تھا۔ لیکن تم سے یہ بات سچ کہہ گیا ہے۔ اے ابوہریرہ! تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہوا ہے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکاۃ رمضان کی حفاظت کے لیے وکیل بنایا تھا اور اس سے مراد صدقہ فطر ہے، اور آنے والے نے اس سے جو لیا تھا انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور یہ آنے والا شیطان تھا، جب نبی اکرم ﷺ کو اس کے بارہ میں بتلایا گیا تو آپ خاموش رہے اور یہ آپ کی طرف سے اجازت ہوگئی اور چور نے جب اپنی حاجت اور ضرورت کو ذکر کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا تو گویا کہ اسے ایک وقت تک کے لیے قرضہ دیدیا، کیونکہ حضرت ابوہریرہ کو ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہے۔

١١-بَابُ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُودٌ:

باب: اگر وکیل کوئی ایسی بیع کرے جو فاسد ہو تو وہ بیع واپس کی جائے گی



٢٣١٢: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَيْنَ هَذَا؟ قَالَ بِلَالٌ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: أَوَّهْ أَوَّهْ، عَيْنُ الرِّبَا، عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِهِ".

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، ان سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہ میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے سنا اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور (کھجور کی ایک عمدہ قسم) لے کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس خراب کھجور تھی، اس کے دو صاع اس کے ایک صاع کے بدلے میں دے کر ہم اسے لائے ہیں۔ تاکہ ہم یہ آپ کو کھلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ توبہ یہ تو سود ہے بالکل سود۔ ایسا نہ کیا کر البتہ (اچھی کھجور) خریدنے کا ارادہ ہو تو (خراب) کھجور بیچ کر (اس کی قیمت سے) عمدہ خریدا کر۔



اگر وکیل ایسی بیع کرے جو فاسد ہو۔ تو وہ بیع رد کردی جائے گی، یہ نہیں کہ موکل سے پوچھ کر اسے برقرار رکھا جائے، اگرچہ حدیث مذکور میں رد کرنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جو مسلم میں ہے، وہ باب الربا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی ان الفاظ سے مروی ہے۔

"فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الربا فردوہ"[1] یہ سود ہے اسے واپس لوٹا دو[2]۔

١٢-بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ:

باب: وقف کے مال میں وکالت اور وکیل کا خرچہ اور وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور خود بھی دستور کے موافق کھانا

٢٣١٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ، وَيُؤْكِلَ صَدِيقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا". فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ، يُهْدِي لِنَاسٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ.

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے باب میں جو کتاب لکھوائی تھی اس میں یوں ہے کہ صدقے کا متولی اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوست کو کھلا سکتا ہے لیکن روپیہ نہ جمع کرے اور عبداللہ

---

[1] صحیح مسلم (٩٧) ١٥٩٤

[2] یہی بات حافظ نے فتح الباری میں ذکر کی ہے۔ اور کہا کہ اس حدیث میں رد کرنے کی صراحت نہیں ہے لیکن مسلم میں "ھذا الربا فردوہ" وارد ہے جو رد پر دلالت کرتا ہے عینی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ مسلم کی حدیث میں اس بیع کا رد کرنا ایک مرتبہ مذکور ہے، جبکہ اس باب کے تحت مذکور حدیث سے یہ رد کئی الفاظ سے سمجھا جاتا ہے، اور وہ الفاظ یہ ہیں، ایک لفظ "اوہ" اوہ سے، دوسرا لفظ "عین الربا سے تیسرے لفظ "لاتفعل سے چوتھے لفظ "ولکن إذا أردتَ" آخر تک سے رد کرنا سمجھا جاتا ہے لیکن آپ ان الفاظ پر غور فرمائیں ان میں سے کسی سے بھی بیع فاسد کا رد کرنا نہیں سمجھ آتا، ان الفاظ میں سے پہلا لفظ آپ کے اس بیع فاسد پر افسوس کے اظہار پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا لفظ اس کے سود ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور لاتفعل کا لفظ آئندہ ایسی بیع سے روکنے کے بارہ میں ہے۔ اور اس کے بعد چوتھے جملہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آئندہ جب گھٹیا کھجوروں کا عمدہ کھجوروں سے تبادلہ کرنے کی نوبت آئے تو گھٹیا کھجوروں کو الگ بیچ کر اس کی قیمت کی عمدہ کھجوریں خرید لیا کر، لیکن جو بیع فاسد ہو چکی ہے اس کے رد کرنے اور واپس لوٹانے پر ان میں سے کوئی لفظ بھی دلالت نہیں کرتا۔ اس کے رد پر صرف مسلم کے لفظ ہی دلالت کرتے ہیں جیسا کہ حافظ نے کہا ہے۔ اس سے حافظ کے زیرک ہونے اور فہم حدیث میں عالی شان ہونے کی داد دینی پڑتی ہے۔

بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ کے صدقے کے متولی تھے۔ وہ مکہ والوں کو اس میں سے تحفہ بھیجتے تھے جہاں آپ قیام فرمایا کرتے تھے۔

یعنی وقف کے مال میں وکالت اور وکیل کے خرچہ کا بیان، اور وکیل کا اپنے دوست کو کھلانا اور دستور کے مطابق خود کھانا، یہاں وکیل سے مراد متولی ہے، اگر واقف کی طرف سے اجازت ہو تو وہ بوقت ضرورت اپنے دوستوں کو کھلا سکتا ہے اور خود بھی اس میں سے کھا سکتا ہے۔

قولہ فی صدقۃ عمر یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے بارہ میں جو کتاب لکھوائی تھی اس میں یہ بھی ہے جو آئندہ ذکر ہے۔

قولہ غیر متأثل "ای غیر جامع" مال جمع نہ کرے۔

۱۳- بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ:

باب: حد لگانے کے لیے کسی کو وکیل کرنا

۲۳۱۴-۲۳۱۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا".



ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو لیث بن سعد نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ نے، انہیں زید بن خالد اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ضحاک اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے انیس! اس خاتون کے یہاں جا۔ اگر وہ زنا کا اقرار کر لے تو اسے سنگسار کر دے۔

شرح بخاری

یہ لمبی حدیث کا ایک جزء ہے، حد لگانا امام کا کام تھا لیکن آپ نے حضرت انیس رضی اللہ عنہ کو حد لگانے کے لیے وکیل مقرر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حد لگانے کے لیے کسی دوسرے کو وکیل بنایا جا سکتا ہے۔

۲۳۱۶: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: "جِيءَ بِالنُّعَيْمَانِ، أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ شَارِبًا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوا"، قَالَ: فَكُنْتُ أَنَا فِيمَنْ ضَرَبَهُ، فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيدِ.



ہم سے ابن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالوہاب ثقفی نے خبر دی، انہیں ایوب نے، انہیں ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نعیمان یا ابن نعیمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ انہوں نے شراب پی لی تھی۔ جو لوگ اس وقت گھر میں موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو اسے مارنے کا حکم دیا۔ انہوں نے بیان کیا میں بھی مارنے والوں سے

تھا۔ ہم نے جوتوں اور چھڑیوں سے انہیں مارا تھا۔

قوله النعيمان أو ابن النعيمان اسماعیلی کی روایت میں "جئت النعيمان" بغیر شک کے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے گھر میں موجود لوگوں کو شرابی کو حد لگانے کے لیے وکیل بنایا ہے، یہی ترجمہ باب ہے۔

۱۴-بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا:

باب: قربانی کے اونٹوں میں وکالت اور ان کا نگرانی کرنے میں (بیان)

۲۳۱۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، "فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ، حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ".

ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، میں نے اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانوروں کو یہ قلادے اپنے ہاتھ سے پہنائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور میرے والد کے ساتھ (مکہ میں قربانی کے لیے) بھیجے۔ ان کی قربانی کی گئی۔ لیکن (اس بھیجنے کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسی چیز حرام نہیں ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کیا تھا۔

یعنی قربانی کے اونٹوں میں وکالت اور ان کی نگرانی کا بیان، نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانیاں روانہ کیں تو وہ وکیل ہوئے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ہار ڈالے، یہ نگرانی ہوئی۔

۱۵-بَابُ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ. وَقَالَ الْوَكِيلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ:

باب: اگر کسی نے اپنے وکیل سے کہا کہ جہاں مناسب جانو اسے خرچ کرو، اور وکیل نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے میں نے سن لیا

قوله قد سمعتُ، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحاء کے بارہ میں آپ کو وکیل بنایا۔ گویا قَدْ سَمِعْتُ کہنے سے آدمی وکیل بن جاتا ہے۔

۲۳۱۸: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ

سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ، فَلَمَّا نَزَلَتْ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ سورة آل عمران آية ٩٢، قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ سورة آل عمران آية ٩٢، وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ شِئْتَ، فَقَالَ: بَخٍ ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَائِحٌ، قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا، وَأَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ، قَالَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ". تَابَعَهُ إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مَالِكٍ، وَقَالَ رَوْحٌ، عَنْ مَالِكٍ: رَابِحٌ.

مجھ سے یحییٰ بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے امام مالک کے سامنے قرآت کی بواسطہ اسحاق بن عبداللہ کے کہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں انصار کے سب سے مالدار لوگوں میں سے تھے۔ بیرحاء (ایک باغ) ان کا سب سے زیادہ محبوب مال تھا۔ جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا نہایت میٹھا عمدہ پانی پیتے تھے۔ پھر جب قرآن کی آیت «لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون» اتری تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکتے جب تک نہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں وہ چیز جو تمہیں زیادہ پسند ہو تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے «لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون» اور مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ پسند میرا یہی باغ بیرحاء ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اس کی نیکی اور ذخیرہ ثواب کی امید میں صرف اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں۔ پس آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واہ واہ! یہ بڑا ہی نفع والا مال ہے۔ بہت ہی مفید ہے۔ اس کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا۔ اب میں تو یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے تو اپنے رشتہ داروں ہی میں تقسیم کر دے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ یہ کنواں انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس روایت کی متابعت اسماعیل نے مالک سے کی ہے۔ اور روح نے مالک سے (لفظ «رائح» کے بجائے) «رابح» نقل کیا ہے۔





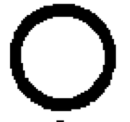
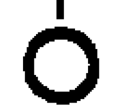
۱۶-بَابُ وَكَالَةِ الأَمِينِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَ

باب: خزانچی کا خزانہ میں وکیل ہونا

۲۳۱۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْخَازِنُ الأَمِينُ الَّذِي يُنْفِقُ، وَرُبَّمَا قَالَ: الَّذِي يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبًا نَفْسُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ".

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے برید بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوبردہ نے بیان کیا اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امانت دار خزانچی جو خرچ کرتا ہے۔ بعض دفعہ یہ فرمایا کہ جو دیتا ہے حکم کے مطابق کامل اور پوری طرح جس چیز (کے دینے) کا اسے حکم ہو اور اسے دیتے وقت اس کا دل بھی خوش ہو، تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔



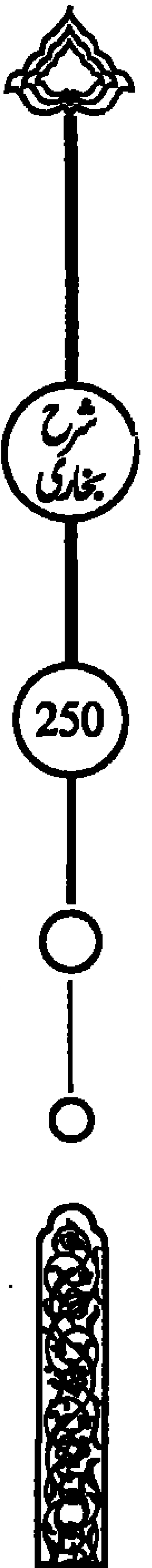




کتاب الحرث والمزارعہ

حرث کا معنی کھیتی باڑی کرنا اور مزارعت، زمین کو حصے یا ٹھیکے پر دینے کو کہتے ہیں، عموماً زراعت کا لفظ زمین کو حصے پر دینے کے لیے بولا جاتا ہے، مزارعت کی طرح مساقاۃ کا لفظ عام استعمال ہوتا ہے۔ ان کی تعریف علمی زبان میں یوں کی جاتی ہے: "المساقاة هي دفع شجر لهٔ ثمر إلي آخر ليقوم بسقيه وما يحتاج إليه بجزء معلوم مشاع من ثمر كالنصف أو الربع أو نحوهما والباقی للآخر" ایک شخص کا پھلدار درخت دوسرے شخص کے حوالے کرنا تاکہ وہ ان درختوں کی سیرابی اور گوڈی چوکی کا کام کرے اور اسے ان کے پھلوں کا معلوم اور معین حصہ دیا جائے۔ اور باقی پھل درختوں کے مالک کے لیے ہوں، یہ مساقاۃ ہے۔

المزارعة هي دفع أرض لمن يزرعها ويقوم عليها بجزء معلوم مشاع مما يخرج منها كالنصف أو الربع أو نحوهما والباقی لمالك الأرض۔

یعنی مالک زمین کا اپنا رقبہ اس شخص کے حوالے کرنا جو اس میں کاشتکاری کرے اور اس کی دیکھ بھال کرے اور اسے اس کی پیداوار سے نصف یا ربع یا اس کی مثل معلوم حصہ دیا جائے اور باقی پیداوار زمین کے مالک کے لیے ہو یہ مزارعت ہے۔



مساقات اور مزارعت کے جواز اور ان کی فضیلت پر مسلم کی حدیث دلالت کرتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ما من مسلم يغرس غرسًا إلا كان ما أكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة، وما أكل السبع فهو لهٔ صدقة وما أكلت الطيرُ فهو لهٔ صدقة، ولا يرزأه أحد إلا كان له صدقة"[1] اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "قال رسول الله ﷺ ما من مسلم يغرسُ غرسًا أو يزرعُ زرعًا فيأكل منه طير أو إنسانٌ أو بهيمة إلا كان لهٔ به صدقة"[2]

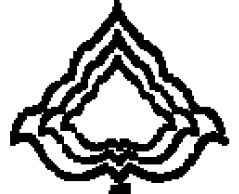
قولہ تعالیٰ أفرأيتم ما تحرثون، أی تبذرون، ءانتم تزرعونه، أی تنبتونه، أم نحن الزارعون[3]۔ أی

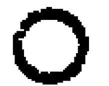
(1) صحیح مسلم: ۱۵۵۲

(2) صحیح بخاری: ۲۳۲۰

(3) اس آیت میں "حرث" یعنی کھیتی باڑی کو "تحرثون" میں بندوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور "نحن الزارعون" میں "زرع" کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اس لیے کہ "حرث" سے مراد بیج ڈالنا ہے جو بندوں کا فعل ہے اور زرع سے مراد اگانا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے متعلق ہے، ویسے ہر کام ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توفیق سے ہوتا ہے، اور اس آیت سے کھیتی باڑی کے جواز پر یوں استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھیتی کے اگانے کو ہم پر بطور احسان کے ذکر کیا ہے اور احسان جائز چیز کے ساتھ جتلایا جاتا ہے نہ کہ ممنوع چیز کے ساتھ۔ (ارشاد الساری: ج۴، ص ۱۷۰)

المنبتون۔ بونے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے یہاں اگانے کے معنی میں ہے اور کاشت کاروں پر بولا جاتا ہے جیسے یعجب الزراع،لونشاءُ لجعلناہُ حطامًا۔اگر ہم چاہیں تو اسے چوراچورا کردیں۔




کتاب المزارعة

کتاب کھیتی باڑی اور بٹائی کا بیان

١-بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ:

باب: کھیت بونے اور درخت لگانے کی فضیلت جس سے لوگ کھائیں

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: أَفَرَأَيْتُم مَا تَحْرُثُونَ ٦٣ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ٦٤ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا سورة الواقعة آية ٦٢-٦٤.

اور (سورۃ الواقعہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان «أفرأيتم ما تحرثون• أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون• لو نشاء لجعلناه حطاما» یہ تو بتاؤ جو تم بوتے ہو کیا اسے تم اگاتے ہو، یا اس کے اگانے والے ہم ہیں، اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا بنا دیں۔

٢٣٢٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ. ح وحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ". وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، (دوسری سند) اور مجھ سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا ان سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے مسلم نے بیان کیا کہ ہم سے ابان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے۔

٢-بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ أَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِي أُمِرَ بِهِ:

باب: کھیتی کے سامان میں بہت زیادہ مصروف رہنا یا حد سے زیادہ اس میں لگ جانا، اس کا انجام برا ہے



٢٣٢١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الأَلْهَانِيُّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ البَاهِلِيِّ، قَالَ: وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِنْ آلَةِ الحَرْثِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الذُّلَّ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَاسْمُ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن سالم حمصی نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد الہانی نے بیان کیا، ان سے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا آپ کی نظر پھالی اور کھیتی کے بعض دوسرے آلات پر پڑی۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم کے گھر میں یہ چیز داخل ہوتی ہے تو اپنے ساتھ ذلت بھی لاتی ہے۔

کھیتی کے آلات میں بہت زیادہ مصروف رہنے اور مامور بہ میں حد سے تجاوز کرنے کے برے انجام سے ڈرانے کا بیان، اس سے پہلے باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کھیتی باڑی کرنے کی اور مزارعت کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اور اس باب میں ابو امامہ کی حدیث میں اس کی مذمت پائی جاتی ہے۔ یہ دونوں احادیث بظاہر متعارض ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ ان دونوں احادیث میں تطبیق دینا چاہتے ہیں، اور ان کے محل کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ زراعت کا پیشہ قابلِ مدح ہے لیکن یہ قابلِ مذمت تب ہوتا ہے جبکہ انسان اس میں اس قدر زیادہ مشغول ہو جائے کہ دینی فرائض و واجبات کو بھی چھوڑ بیٹھے، اور اس کے حقوق ادا کرنے سے غافل ہو جائے اور اگر حد اعتدال میں رہ کر کھیتی باڑی کرے اور اپنے فرائض و واجبات کے ادا کرنے میں سستی نہ کرے تو یہ پیشہ قابل مدح ہے، بعض احادیث میں آتا ہے: "إذا أخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا"[1] ایک دفعہ آپ نے آلہ زرع دیکھ کر فرمایا: "لا يدخل هذا بيت قوم إلا أدخله الله الذل"[2] ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ جب حقوق اللہ ادا نہ کیے جائیں، یا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ حکومت وقت کے تابع ہوتے ہیں اور وہ ان پر تاوان وغیرہ لگا کر ان کو ذلیل کرتے ہیں۔

٣- بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ:

باب: کھیتی کے لیے کتا پالنا

٢٣٢٢: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ". قَالَ ابْنُ سِيرِينَ، وَأَبُو صَالِحٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ. وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

1. سنن ابی داود: ٣٤٦٢
2. صحیح بخاری: ٢٣٢١

وَسَلَّمَ، كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ.

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے یحیٰی بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے کوئی کتا رکھا، اس نے روزانہ اپنے عمل سے ایک قیراط کی کمی کرلی۔ البتہ کھیتی یا مویشی (کی حفاظت کے لیے) کتے اس سے الگ ہیں۔ ابن سیرین اور ابوصالح نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ بکری کے ریوڑ، کھیتی اور شکار کے کتے الگ ہیں۔ ابوحازم نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ شکاری اور مویشی کے کتے (الگ ہیں)۔

اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود کھیتی باڑی کی اباحت کو ثابت کرنا ہے، کیونکہ جب کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا جائز ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کھیتی اور کاشت کاری کا عمل بھی جائز ہے۔ مسلم وغیرہ کی حدیث سے ریوڑ اور کھیت کی حفاظت کے لیے اور شکار کے لیے بھی کتا رکھنے کی اباحت کا ذکر ہے[1]۔ حافظ نے کہا ہے کہ اس پر قیاس کرتے ہوئے باقی کسی ضرورت کے لیے بھی کتا رکھا جاسکتا ہے، بلا ضرورت رکھنا جائز نہیں ہے، لہٰذا شوقیہ کتا رکھنا جائز نہیں، کیونکہ کتا لوگوں کو خوفزدہ کرتا ہے اور گھر کے برتنوں میں منہ ڈالتا ہے اور دوسروں کو کاٹتا ہے اور اس کی وجہ سے رحمت کے فرشتے بھی گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

قولہ ینقص کل یوم بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو نیک اعمال کرتا ہے ان سے ایک قیراط اجر کم ہوتا ہے، ابن عبدالبر نے یہ معنی کیا ہے کہ جانوروں کو پالنے پر جو اجر ملتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: "فِي كل كبد رطبةٍ أجرٌ"[2] اس اجر سے ایک قیراط کم ہوتا ہے، اکثر علماء پہلا معنی مراد لیتے ہیں۔

٢٣٢٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ رَجُلًا مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا، نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطٌ". قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن خصیفہ نے، ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا کہ سفیان بن زہیر نے ازدشنوہ قبیلے کے ایک بزرگ سے سنا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی

1. سنن نسائی: ۴۲۸۸ (صحیح)
2. صحیح بخاری: ۲۳۶۳، صحیح مسلم (۱۵۳) ۲۲۴۴

اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جس نے کتا پالا، جو نہ کھیتی کے لیے ہے اور نہ مویشی کے لیے، تو اس کی نیکیوں سے روزانہ ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہاں! اس مسجد کے رب کی قسم! (میں نے ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے)۔

۴۔بَابُ اسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ:

باب: کھیتی کے لیے بیل سے کام لینا

۲۳۲۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقَرَةٍ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ، فَقَالَتْ: لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ، قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَأَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً، فَتَبِعَهَا الرَّاعِي، فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ، يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي، قَالَ: آمَنْتُ بِهِ أَنَا، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ". قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے انہوں نے ابوسلمہ سے سنا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص بیل پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اس بیل نے اس کی طرف دیکھا اور اس سوار سے کہا کہ میں اس کے لیے نہیں پیدا ہوا ہوں۔ میری پیدائش تو کھیت جوتنے کے لیے ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر اور عمر بھی ایمان لائے۔ اور ایک دفعہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پکڑ لی تھی تو گڈریے نے اس کا پیچھا کیا۔ بھیڑیا بولا! آج تو تو اسے بچاتا ہے۔ جس دن (مدینہ اجاڑ ہو گا) درندے ہی درندے رہ جائیں گے۔ اس دن میرے سوا کون بکریوں کا چرانے والا ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر اور عمر بھی۔ ابوسلمہ نے کہا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔

۵۔بَابُ إِذَا قَالَ اكْفِنِي مَئُونَةَ النَّخْلِ أَوْ غَيْرِهِ، وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ:

باب: باغ والا کسی سے کہے کہ تو سب درختوں وغیرہ کی دیکھ بھال کر، تو اور میں پھل میں شریک رہیں گے

۲۳۲۵: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْسِمْ

بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ، قَالَ: لَا، فَقَالُوا: تَكْفُونَا الْمَئُونَةَ وَنَشْرَكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ، قَالُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا".

ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے باغات آپ ہم میں اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ آپ لوگ درختوں میں محنت کرو۔ ہم تم میوے میں شریک رہیں گے۔ انہوں نے کہا اچھا ہم نے سنا اور قبول کیا۔

ان الفاظ کے ساتھ بھی مزارعت یا مساقاۃ کا معاملہ طے پاجاتا ہے کہ کھیت یا باغ والا دوسرے سے کہے کہ کھیت یا باغ میں محنت اور دیکھ بھال تو کرے گا اور پیداوار یا پھل ہم دونوں میں تقسیم ہوجائے گا، جیسا کہ انصار نے اپنی زمینوں اور باغات کو مہاجرین میں تقسیم کرنا چاہا تو آپ نے اسے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ مہاجرین ان کھیتوں اور باغات میں محنت کریں اور پیداوار تقسیم ہوجایا کرے گی اور اس شراکت کو قبول کرلیا گیا۔

قولہ و نشرککم فی الثمرۃ۔ ہم تمہارے ساتھ پھلوں میں شریک ہوں گے، گویا یہ مساقات کی صورت تھی۔

٦- بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ:

باب: میوہ دار درخت اور کھجور کے درخت کاٹنا

وَقَالَ أَنَسٌ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے۔

٢٣٢٦: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ، وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ"، وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ: وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجوروں کے باغ جلادیئے اور کاٹ دیئے۔ ان ہی کے باغات کا نام بویرہ تھا۔ اور حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر اسی کے متعلق ہے۔ بنی لوی (قریش) کے سرداروں پر (غلبہ کو) بویرہ کی آگ نے آسان بنادیا جو ہر طرف پھیلتی ہی جا رہی تھی۔

بعض احادیث میں پھلدار درختوں کو کاٹنے کی ممانعت آتی ہے، لیکن ضرورت کے وقت ایسے درختوں کو کاٹنا جائز ہے، مثلاً جب یہ درخت کفار کے لیے پناہ کا کام دیتے ہوں تو انہیں کاٹا جاسکتا ہے یا دشمن کا نقصان کرنے کے لیے یا

پرانے درخت اکھاڑ کر نئے لگانے کے لیے بھی کاٹنا جائز ہے، بلا ضرورت کاٹنا فساد فی الارض میں داخل ہے۔

قوله حرق نخل بني النضير وقطع انہوں نے قلعہ میں پناہ لی تھی اور درختوں کے پیچھے چھپ کر لڑائی بھی کرتے تھے، اس لیے آپ نے ان درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا، تاکہ ان کے لیے درختوں کا بچاؤ نہ رہے اور وہ سامنے آجائیں، یا وہ صلح کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

قوله على سراة بني لؤي، اس سے مراد کفار ہیں اور ان کے سردار ابوسفیان وغیرہ تھے جن کی حمایت میں یہ کفار تھے، ان سرداروں پر ان کھجوروں کا جلنا آسان تھا اور وہ ان کی امداد کے لیے نہیں آئے، یا اس سے مراد ابوبکر وعمر وغیرہ مسلمان ہیں، جن پر ان درختوں کا جلنا آسان ہو گیا۔

٧۔ بَابٌ:

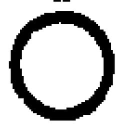
باب:...



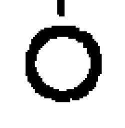
٢٣٢٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ، سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، قَالَ: "كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُزْدَرَعًا، كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ، قَالَ: فَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ، وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذَلِكَ، فَنُهِينَا وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ".

شرح بخاری

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو یحییٰ بن سعید نے خبر دی، انہیں حنظلہ بن قیس انصاری نے، انہوں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مدینہ میں ہمارے پاس کھیت دوسروں سے زیادہ تھے۔ ہم کھیتوں کو اس شرط کے ساتھ دوسروں کو جوتنے اور بونے کے لیے دیا کرتے تھے کہ کھیت کے ایک مقررہ حصے (کی پیداوار) مالک زمین لے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ خاص اسی حصے کی پیداوار ماری جاتی اور سارا کھیت سلامت رہتا۔ اور بعض دفعہ سارے کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور یہ خاص حصہ بچ جاتا۔ اس لیے ہمیں اس طرح کے معاملہ کرنے سے روک دیا گیا اور سونا اور چاندی کے بدلہ ٹھیکہ دینے کا تو اس وقت رواج ہی نہ تھا۔



یہ باب بلا ترجمہ ہے اور باب سابق سے فصل کے قائم مقام ہے، اور اس کے تحت آنے والی حدیث کا تعلق باب سابق سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زمین کسی دوسرے کو مدتِ معینہ کے لیے بٹائی پر دے، تو مدت پوری ہونے کے بعد زمین کا مالک مزارع سے کہہ سکتا ہے کہ اپنے درخت یا کھیتی کاٹ لے اور زمین خالی کر دے، لہٰذا ضرورت کے لیے درخت کاٹنا جائز ہے۔





قوله مما يصاب الأرض ويسلم ذلك فنهينا، کھیت کے ایک معین حصے کی پیداوار مالک زمین کے لیے خاص کرنے سے روک دیئے گئے، کیونکہ اس طرح حصے معین کرنا قمار کی صورت تھی، لیکن کل پیداوار کے حصے مقررہ

کیے جائیں کہ ساری پیداوار کا نصف مالک کے لیے اور نصف مزارع کے لیے، یا جیسے وہ متفق ہو جائیں، نصف پر یا ثلث یا رُبع پر تو یہ منع نہیں ہے، اور سونے، چاندی، درہم و دینار کے بدلے ٹھیکے پر دینا بھی منع نہیں ہے۔

٨-بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ:

باب: آدھی یا کم وزیادہ پیداوار پر بٹائی کرنا

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلاَّ يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ. وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيرِينَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ. وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطْرُ، وَإِنْ جَاءُوا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ لاَ بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الأَرْضُ لأَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيعًا فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا. وَرَأَى ذَلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ لاَ بَأْسَ أَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لاَ بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ. وَقَالَ مَعْمَرٌ لاَ بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى.



(یہ بلا تردد جائز ہے) اور قیس بن مسلم نے بیان کیا اور ان سے ابوجعفر نے بیان کیا کہ مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پر کاشتکاری نہ کرتا ہو۔ علی رضی اللہ عنہ اور سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود، اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ اور ابوبکر کی اولاد اور عمر کی اولاد اور علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ابن سیرین سب بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ کھیتی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگر بیج وہ خود (عمر رضی اللہ عنہ) مہیا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں اور اگر تخم ان لوگوں کا ہو جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے حصے کے وہ مالک ہوں۔

258

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشتکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لیں۔ زہری رحمہ اللہ نے بھی یہی فتوی دیا تھا۔ اور حسن نے کہا کہ کپاس اگر آدھی (لینے کی شرط) پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاگا اگر تہائی، چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معمر نے کہا کہ اگر جانور ایک معین مدت کے لیے اس کی تہائی یا چوتھائی کمائی پر دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔



مزارعت سے مراد یہ ہے کہ زمین والا کسی دوسرے کو کاشت کے لیے زمین دے، اور اس کی پیداوار میں حصے مقرر

کر لیے جائیں، اور اس کے مطابق پیداوار تقسیم کرلی جائے، بخاری رحمہ اللہ حدیث کی موافقت کرتے ہوئے ترجمہ باب میں "شطر" کا لفظ لائے ہیں، اور "نحوہ" کہہ کر غیر کو اس پر قیاس کیا ہے، کیونکہ دونوں کی موافقت نصف پر بھی ہوسکتی ہے اور ثلث یا ربع پر بھی۔

مزارعت یعنی بٹائی کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ تینوں ہی اسے ممنوع سمجھتے ہیں، احناف اس پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے: "نهى رسول الله ﷺ عن قفيز الطحان"[1] یعنی جس اجرت میں عامل کے عمل کو دخل ہو وہ اجرت منع ہوتی ہے، مزارعت میں بھی حفاظت اور پانی دینے سے اس کا دخل ہوتا ہے لہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔

امام مالک کہتے ہیں کہ مساقات کی صورت میں باغ کی زمین تیسرے حصے تک دی جاسکتی ہے، اور اس میں تیسرے حصے تک مزارعت کرسکتا ہے، لیکن سفید زمین بٹائی پر دینا جائز نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک تبعاً مزارعت جائز ہے، اگرچہ تیسرے حصے سے زائد پر ہو، لیکن مستقل مزارعت جائز نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مستقل مزارعت بھی جائز ہے، اور تبعاً بھی جائز ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ مزارعت جائز ہے خواہ تبعاً ہو یا استقلالاً ہو، اور ٹھیکے کے بارہ میں جمہور کا مذہب جواز کا ہے، ائمہ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں، حالانکہ ٹھیکہ میں یہ امکان ہوتا ہے کہ پیداوار نہ ہو اور عامل کو نقصان پہنچے، بخلاف خارج کے، اس میں دونوں کو نقصان پہنچتا ہے، بلکہ مزارعت تو مضاربت کی طرح ہے، مضاربت میں پیسے یا رقم ایک شخص کی ہوتی ہے، اور دوسرا شخص اس سے کاروبار کرتا ہے، اور اس سے حاصل ہونے والا منافع دونوں طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم کرلیتے ہیں، ورنہ نقصان کسی ایک کو نہیں ہوگا، صاحبین کہتے ہیں کہ اگر بیج زمین والا دے تو بٹائی جائز ہے اور اگر بیج عامل پر ڈالا جائے تو کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بٹائی مطلقاً جائز ہے خواہ بیج عامل پر ہو یا مالک پر یا دونوں پر ہو، اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے کچھ آثار ذکر کیے ہیں اور ان کے ذکر سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مزارعت کے جواز میں صحابہ کرام سے اختلاف منقول نہیں ہے۔

قولہ عن أبي جعفر یہ محمد بن علی بن حسین الباقر ہیں جو امام جعفر صادق کے والد ہیں اور سعد بن مالک یہ سعد بن ابی وقاص ہیں۔

قولہ كنت أشارك عبد الرحمن بن يزيد یہ عبدالرحمن بن یزید بن قیس نخعی کوفی ہیں جو کہ اسود بن یزید کے بھائی ہیں اور علقمہ بن قیس کے بھتیجے ہیں۔

قولہ وقال الحسن "لا بأس أن تكون" اس سے احناف کی بات کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ جس اُجرت میں

---

[1] شرح مشكل الآثار: ۷۰۹

عامل کے عمل کو دخل ہو وہ جائز نہیں ہے، حالانکہ روئی چننے میں عامل کے عمل کا دخل ہوتا ہے اور حسن بصری نے اسے جائز کہا ہے، اور فرمایا: لا بأس أن يجتنى القطن على النصف "کپاس اگر آدھی لینے کی شرط پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ لا بأس ان يعطى الثوب یعنی کپڑا بننے والوں کو دھاگہ اگر تہائی اور چوتھائی یا اس طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یا مراد یہ ہے کہ چوتھے حصے پر کپڑا بننے کے لئے سوت دیا جاسکتا ہے،

قولہ لا بأس أن تكرى الماشية اگر جانور معین مدت کے لئے اس کی تہائی یا چوتھائی کمائی پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یا مراد یہ ہے کہ پرورش کے لیے جانور حصے پر دینا یا چند سالوں کے لیے بکریاں وغیرہ معین حصے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۳۲۸: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ، فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ، ثَمَانُونَ وَسْقَ تَمْرٍ، وَعِشْرُونَ وَسْقَ شَعِيرٍ". فَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ، فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالأَرْضِ أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ، فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الأَرْضَ، وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الأَرْضَ.



ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خیبر کے یہودیوں سے) وہاں (کی زمین میں) پھل کھیتی اور جو بھی پیداوار ہو اس کے آدھے حصے پر معاملہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنی بیویوں کو سو وسق دیتے تھے۔ جس میں اسی وسق کھجور ہوتی اور بیس وسق جو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) جب خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات کو آپ نے اس کا اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں تو) انہیں بھی وہاں کا پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے۔ یا وہی پہلی صورت باقی رکھی جائے۔ چنانچہ بعض نے زمین لینا پسند کیا۔ اور بعض نے (پیداوار سے) وسق لینا پسند کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین ہی لینا پسند کیا تھا۔

مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں، اگر فی ایکڑ لگان بصورت روپیہ مقرر کرلیا جائے تو یہ بہر حال جائز ہے۔ اور اگر مزارع سے تہائی یا چوتھائی حصے پر معاملہ کیا جائے تو یہ صورت بھی بہر حال جائز ہے، اور یہاں اسی کا بیان مقصود ہے۔

لیکن اگر زمین کا مالک زمین کے کسی قطعہ کی پیداوار اپنے لیے خاص کرلے کہ اس رقبے کی پیداوار خاص میرے لیے ہوگی، یا یوں کہے کہ پیداوار جو بھی ہو میں اس قدر لوں گا۔ اور اپنے لیے خاص مقدار مقرر کرلے تو یہ صورتیں جائز



نہیں ہیں، کیونکہ اس طرح ایک فریق کو نقصان پہنچنے کا احتمال پایا جاتا ہے۔

قولہ فکان یعطی أزواجہ اتنی مقدار دینے کے باوجود بھی کئی دن آگ نہیں جلتی تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس مہمان آتے رہتے تھے۔ اس طرح دیئے ہوئے وسق ختم ہو جاتے تھے اور اس سے آپ قرض بھی ادا کرتے تھے۔

٩-بَابُ إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ:

باب: اگر بٹائی میں سالوں کے تعداد مقرر نہ کرے؟

٢٣٢٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "عَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے پھل اور اناج کی آدھی پیداوار پر وہاں کے رہنے والوں سے معاملہ کیا تھا۔

اگر بٹائی میں سالوں کی تعداد نہ مقرر کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ ایسی صورت میں مالک زمین کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے کاشتکار کو بے دخل کر سکتا ہے۔

١٠-بَابٌ:

باب:...

٢٣٣٠: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: "قُلْتُ لِطَاوُسٍ: لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ، قَالَ: أَيْ عَمْرُو، إِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُغْنِيهِمْ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: "أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہ عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے طاؤس سے عرض کیا، کاش! آپ بٹائی کا معاملہ چھوڑ دیتے، کیونکہ ان لوگوں (رافع بن خدیج اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ) کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس پر طاؤس نے کہا کہ میں تو لوگوں کو زمین دیتا ہوں اور ان کا فائدہ کرتا ہوں۔ اور صحابہ میں جو بڑے عالم تھے انہوں نے مجھے خبر دی ہے۔ آپ کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہیں روکا۔ بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو (اپنی زمین)

مفت دیدے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا محصول لے۔

یہ باب بلا ترجمہ ہے اور گزشتہ باب سے بمنزلہ فصل ہے۔

قوله ان یمنح أحدكم أخاهٔ خير له۔ یعنی مفت دے دینا بہتر ہے ورنہ کرائے پر دینا منع نہیں ہے، دراصل نہی کی بنیاد رافع بن خدیج کی حدیث پر ہے، اور اس میں اختلاف آتا ہے، کہیں وہ بلاواسطہ بیان کرتا ہے۔ کہیں کہتا ہے کہ میرے چچانے یہ خبر دی ہے، کہیں پڑوسیوں کا ذکر کرتا ہے، کہیں مطلقاً نہی آجاتی ہے، کہیں تفصیل آجاتی ہے کہ زمین کے حصے سے منع کیا ہے، بہرحال اس حدیث میں اس طرح اختلاف مروی ہے۔

قوله نهي عنه یہ نہی تب تھی جبکہ فاسد شرطیں لگائی جائیں، ورنہ مزارعت منع نہیں ہے۔

١١۔ بَابُ الْمُزَارَعَةِ مَعَ الْيَهُودِ:

باب: یہود کے ساتھ بٹائی کا معاملہ کرنا

٢٣٣١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا خَرَجَ مِنْهَا".



ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں عبیداللہ نے خبر دی، انہیں نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر سونپی تھی کہ اس میں محنت کریں اور جوتیں بوئیں اور اس کی پیداوار کا آدھا حصہ لیں۔

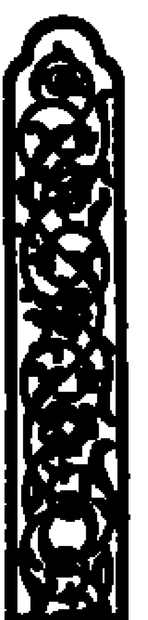
شرح بخاری

اس ترجمہ باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ بٹائی کا معاملہ جیسے مسلمانوں کا آپس میں جائز ہے۔ ویسے مسلمانوں اور کافروں میں بھی یہ معاملہ کرنا درست ہے۔ حدیث میں یہود کا ذکر آنے کی وجہ سے بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب میں یہود کے ساتھ بٹائی کے جواز کو ذکر کیا ہے ورنہ ہر غیر مسلم کے ساتھ بٹائی جائز ہے۔

قوله أعطى خيبر اليهود۔ یہود کے ساتھ یہ مزارعت کا معاملہ کیا گیا تھا، حنفی کہتے ہیں یہ مزارعت نہیں تھی۔ بلکہ زمین یہود کی ملکیت تھی، آپ نے ان پر خراج مقرر کیا تھا، اس کا نام خراج مقاسمہ ہے، حالانکہ اگر زمین ان کی تھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں انہیں اس زمین سے بے دخل کیوں کیا؟ معلوم ہوا کہ خیبر کی زمین فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کی تھی، وہ مزارع تھے اور نصف دیا کرتے تھے۔

١٢۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوطِ فِي الْمُزَارَعَةِ:

باب: بٹائی میں کون سی شرطیں لگانا مکروہ ہے



٢٣٣٢: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى، سَمِعَ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ، عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ حَقْلًا، وَكَانَ أَحَدُنَا

يُكْرِي أَرْضَهُ، فَيَقُولُ: هَذِهِ القِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو سفیان بن عیینہ نے خبر دی، انہیں یحییٰ بن سعید انصاری نے، انہوں نے حنظلہ زرقی سے سنا کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس مدینہ کے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زمین زیادہ تھی۔ ہمارے یہاں طریقہ یہ تھا کہ جب زمین بصورت جنس کرایہ پر دیتے تو یہ شرط لگادیتے کہ اس حصہ کی پیداوار تو میری رہے گی اور اس حصہ کی تمہاری رہے گی۔ پھر کبھی ایسا ہوتا کہ ایک حصہ کی پیداوار خوب ہوتی اور دوسرے کی نہ ہوتی۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس طرح معاملہ کرنے سے منع فرمادیا۔

بٹائی میں یہ شرط لگانا جائز نہیں ہے کہ جو رقبہ پانیوں کے قریب ہے اس کی پیداوار میری ہوگی اور جو قطعہ زمین پانی سے دور پڑتا ہے اس کی پیداوار تیری ہوگی، ہاں کل پیداوار آپس میں تقسیم کریں تو یہ جائز ہے۔

١٣۔ بَابُ إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلَاحٌ لَهُمْ:

باب: جب کسی کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر ہی کاشت کی اور اس میں ان کا ہی فائدہ رہا ہو

٢٣٣٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ، أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلهِ، فَادْعُوا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ، قَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ، فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ، وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ، فَوَجَدْتُهُمَا نَامَا، فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ، فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللهُ، فَرَأَوُا السَّمَاءَ. وَقَالَ الآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ عَلَيَّ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ، فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللهِ، اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي

فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً. فَفَرَجَ. وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أُرُزٍّ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ، قَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ، فَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا، فَجَاءَنِي، فَقَالَ: اتَّقِ اللهَ، فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرُعَاتِهَا فَخُذْ. فَقَالَ: اتَّقِ اللهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ. فَأَخَذَهُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ، فَفَرَجَ اللهُ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ: عَنْ نَافِعٍ، فَسَعَيْتُ.

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، ان سے ابوضمرہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین آدمی کہیں چلے جارہے تھے کہ بارش نے ان کو آلیا۔ تینوں نے ایک پہاڑ کی غار میں پناہ لے لی، اچانک اوپر سے ایک چٹان غار کے سامنے آگری، اور انہیں (غار کے اندر) بالکل بند کر دیا۔ اب ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم لوگ اب اپنے ایسے کاموں کو یاد کرو۔ جنہیں تم نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہو اور اسی کام کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ ممکن ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو ٹال دے، چنانچہ ایک شخص نے دعا شروع کی۔ اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لیے (جانور) چرایا کرتا تھا۔ پھر جب واپس ہوتا تو دودھ دوہتا۔ سب سے پہلے، اپنی اولاد سے بھی پہلے، میں والدین ہی کو دودھ پلاتا تھا۔ ایک دن دیر ہو گئی اور رات گئے گھر واپس آیا، اس وقت میرے ماں باپ سو چکے تھے۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور (اس کا پیالہ لے کر) میں ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں نے پسند نہیں کیا کہ انہیں جگاؤں۔ لیکن اپنے بچوں کو بھی (والدین سے پہلے) پلانا مجھے پسند نہیں تھا۔ بچے صبح تک میرے قدموں پر پڑے تڑپتے رہے۔ پس اگر تیرے نزدیک بھی میرا یہ عمل صرف تیری رضا کے لیے تھا تو (غار سے اس چٹان کو ہٹا کر) ہمارے لیے اتنا راستہ بنا دے کہ آسمان نظر آ سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستہ بنا دیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے کہا اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی۔ مرد عورتوں سے جس طرح کی انتہائی محبت کر سکتے ہیں، مجھے اس سے اتنی ہی محبت تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس بلانا چاہا لیکن وہ سو دینار دینے کی صورت راضی ہوئی۔ میں نے کوشش کی اور وہ رقم جمع کی۔ پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا، تو اس نے مجھ سے کہا، اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور اس کی مہر کو حق کے بغیر نہ توڑ۔ میں یہ سنتے ہی دور ہو گیا، اگر میرا یہ عمل تیرے علم میں بھی تیری رضا ہی کے لیے تھا تو (اس غار سے) پتھر کو ہٹا دے۔ پس غار کا منہ کچھ اور کھلا۔ اب تیسرا بولا کہ اے اللہ! میں نے ایک مزدور تین فرق چاول کی مزدوری پر






مقرر کیا تھا جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو مجھ سے کہا کہ اب میری مزدوری مجھے دیدے۔ میں نے پیش کر دی لیکن اس وقت وہ انکار کر بیٹھا۔ پھر میں برابر اس کی اجرت سے کاشت کرتا رہا اور اس کے نتیجہ میں بڑھنے سے بیل اور چرواہے میرے پاس جمع ہو گئے۔ اب وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ اللہ سے ڈر! میں نے کہا کہ بیل اور اس کے چرواہے کے پاس جا اور اسے لے لے۔ اس نے کہا اللہ سے ڈر! اور مجھ سے مذاق نہ کر، میں نے کہا کہ مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ (یہ سب تیرا ہی ہے) اب تم اسے لے جاؤ۔ پس اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا۔ الٰہی! اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیری خوشنودی ہی کے لیے کیا تھا تو تو اس غار کو کھول دے۔ اب وہ غار پورا کھل چکا تھا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ ابن عقبہ نے نافع سے (اپنی روایت میں «فبغیت» کے بجائے) «فسعیت» نقل کیا ہے۔

یہ انہی تین افراد سے متعلق حدیث ہے جنہوں نے بارش سے بچنے کے لیے پہاڑ کی ایک غار میں پناہ لی تھی اور پہاڑ کی ایک چٹان ان کی غار کے دہانے پر آن پڑی تھی اور انہوں نے اس مصیبت سے نجات کے لیے اپنے اپنے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے تھے، ترجمہ باب سے تیسرے شخص کے عمل کا تعلق ہے جو ناراض ہو کر اپنی مزدوری چھوڑ گیا تھا، اور مالک نے اس کی اجازت کے بغیر ہی اس کی مزدوری سے کاروبار کیا اور بہت سا منافع کما کر مزدور کے حوالے کر دیا۔ لہٰذا اس آدمی کا اپنے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا انہیں غار سے نجات دے دینا، اس بات کی دلیل ہے کہ کسی قوم کی اجازت کے بغیر ان کے مال کو کسی کام میں یا کاشت کاری میں لگایا جاسکتا ہے جس میں ان کا فائدہ ہو۔

١۴-بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ:

باب: صحابہ کرام کے اوقاف، خراجی زمین اور اس کی بٹائی کا بیان

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ، وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ فَتَصَدَّقَ بِهِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا (جب وہ اپنا ایک کھجور کا باغ للہ وقف کر رہے تھے) اصل زمین کو وقف کر دے، اس کو کوئی بیچ نہ سکے، البتہ اس کا پھل خرچ کیا جاتا رہے چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

صحابہ کرام کے اوقاف اور خراجی زمین اور اس کی بٹائی کا بیان، اس باب میں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ نے جو زمینیں وقف کی تھیں ان کا ذکر ہے، اور خراجی زمین کا ذکر ہے، یعنی جو علاقہ مسلمانوں نے فتح کیا ہو اور وہاں رہنے والے کافروں کو وہیں رہنے دیا جائے اور ان پر زمین کا جو لگان لگایا جائے اسے خراج کہا جاتا ہے۔

قولہ تصدق بأصلہ لا یباع یہ اس حدیث کا ایک جزء ہے جسے بخاری نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا ہے کہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ثمغ نامی باغ صدقہ کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا اصل صدقہ کر دیں کہ وہ بیچا نہ جائے اور نہ ہبہ ہو اور نہ ترکہ ہو، اور اس کا پھل خیرات ہوتا رہے[1]۔ تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس باغ کو غرباء، مساکین، مجاہدین وغیرہ کے لیے صدقہ کر دیا۔ یہ گویا مالِ وقف تھا، اور مالِ وقف دراصل مالک کے ملک سے خارج ہو جاتا ہے، اور وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ملک میں آجاتی ہے، اس کی بیع وغیرہ منع ہوتی ہے، اور اس کی پیداوار یا پھل ان مصارف میں خرچ کیا جائے گا جنہیں وقف کنندہ مقرر کرے۔

٢٣٣٤: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً، إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ".

ہم سے صدقہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے خبر دی، انہیں امام مالک نے، انہیں زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جتنے شہر بھی فتح کرتا، انہیں فتح کرنے والوں میں تقسیم کرتا جاتا، بالکل اسی طرح جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین تقسیم فرمادی تھی۔



قوله لولا اخر المسلمين حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سوادِ عراق فتح کیا تو لوگوں سے اس بارہ میں مشورہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ اس کی زمین تقسیم کر دی جائے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقسیم کرنے سے یہ زمین لوگوں کی جاگیر بن جائے گی، اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے کچھ نہیں بچے گا، اگر میں تمام مفتوحہ علاقوں کو مجاہدین میں تقسیم کرتا جاؤں تو آئندہ پیدا ہونے والے مسلمان محتاج اور محروم ہی رہیں گے۔

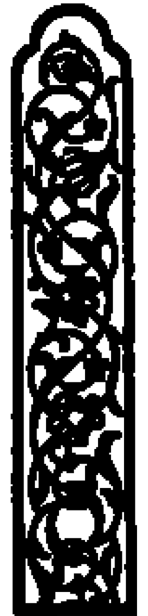
١٥۔بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا:

باب: اس شخص کا بیان جس نے بنجر زمین کو آباد کیا

وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ فِي أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوفَةِ مَوَاتٌ، وَقَالَ عُمَرُ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَيُرْوَى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيهِ حَقٌّ، وَيُرْوَى فِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



اور علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ویران علاقوں کو آباد کرنے کے لیے یہی حکم دیا تھا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی بنجر زمین کو آباد کرے، وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ البتہ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنی روایت میں) یہ زیادتی کی ہے کہ بشرطیکہ وہ (غیر آباد زمین) کسی مسلمان کی نہ ہو، اور ظالم رگ والے کا زمین میں کوئی حق نہیں ہے۔ اور اس سلسلے میں



[1] صحیح بخاری: ٢٧٦٤

جابر رضی اللہ عنہ کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی ہی روایت ہے۔

یعنی بنجر اور بے آباد زمین کو آباد کرنے کا کیا حکم ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ زمین آباد کرنے والے کی ہو جاتی ہے۔ احناف کے ہاں اگر کوئی شخص امام کی اجازت کے بغیر زمین آباد کرے گا تو اس کی نہیں ہوگی۔ امام ایسے شخص سے زمین چھین سکتا ہے، آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے: "من أحيا أرضا مواتا فهي له"[1] یہ آپ نے بطورِ امام کے فرمایا ہے، بطورِ شرع کے نہیں فرمایا، اب بھی اگر امام اس کا اعلان کردے کہ زمین آباد کرنے والے کی ہوگی تو زمین اس کی ہوگی، ورنہ بغیر اجازت کے آباد کرنے والے کی نہیں ہوگی۔ دیگر علماء کے نزدیک آپ کا یہ فرمان بطورِ شرعی حکم کے ہے، صحابہ کرام کے زمانہ میں اس پر عمل بھی ہوا ہے، جیسا کہ اس کے بعد بخاری نے ذکر کیا ہے۔

قولہ رأى ذلك علي حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی بے آباد زمین کے بارہ میں یہی رائے دی ہے۔

قولہ قال عمر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے بنجر زمین آباد کی وہ اسی کی ہے۔

قولہ في غير حق مسلم یعنی جس زمین کو آباد کیا جائے وہ پہلے کسی مسلمان کے ملک میں نہیں ہونی چاہیے۔

قولہ وليس لعرق ظالم فيه حق یعنی اگر کوئی شخص ایسی زمین آباد کرے جو دوسرے کا حق ہے وہ ظلم کرتا ہے، اس نے اس میں جو جڑ لگائی ہے وہ عرقِ ظالم ہے، بعض اسے اضافت سے پڑھتے ہیں، اور مراد اس سے یہ ہے کہ غیر کا اس میں حق نہیں بن جاتا۔



۲۳۳۵: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ". قَالَ عُرْوَةُ: قَضَى بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي خِلَافَتِهِ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الرحمٰن نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کوئی ایسی زمین آباد کی، جس پر کسی کا حق نہیں تھا تو اس زمین کا وہی حقدار ہے۔ عروہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔

۱۶۔ بَابٌ:

باب:۔۔۔

۲۳۳۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ".



[1] السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۷۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۸۷، المعجم الاوسط: ۴۱۰۲، ت ۱۳۷۹ صحیح

فَقَالَ مُوسَى: وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ وَسَطٌ مِنْ ذَلِكَ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ان کے باپ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ کے لیے تشریف لے جاتے ہوئے) جب ذوالحلیفہ میں نالہ کے نشیب میں رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں کہا گیا کہ آپ اس وقت ایک مبارک وادی میں ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ سالم (سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے بھی ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا۔ جہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بٹھایا کرتے تھے، تاکہ اس جگہ قیام کر سکیں، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ یہ جگہ وادی عقیق کی مسجد سے نالہ کے نشیب میں ہے۔ وادی عقیق اور راستے کے درمیان میں۔

یہ باب پہلے باب سے فصل کی طرح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ وہ مقامات جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ کے موقع پر ٹھہرے ہیں جیسے ذوالحلیفہ اور وادی عقیق وغیرہ، وہ مبارک مقامات ہیں۔ ایسے مقامات حصولِ برکت کے لیے سب کے لیے ہیں، ایسی جگہوں کو آباد کر کے ان پر ملک جمانا جائز نہیں ہے۔



قولہٗ عمرةٌ فی حجةٍ یعنی عمرہ حج میں داخل ہو گیا، اور حج کرنے سے عمرہ اس میں آجائے گا۔

٢٣٣٧: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اللَّيْلَةَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَبِّي وَهُوَ بِالْعَقِيقِ، أَنْ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ".

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وادی عقیق میں قیام کئے ہوئے تھے۔ (اور اس نے یہ پیغام پہنچایا کہ) اس مبارک وادی میں نماز پڑھ اور کہا کہ کہہ دیجئے! عمرہ حج میں شریک ہو گیا۔



١٧۔ بَابُ إِذَا قَالَ رَبُّ الأَرْضِ أُقِرُّكَ مَا أَقَرَّكَ اللهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَجَلاً مَعْلُومًا فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيهِمَا:

باب: اگر زمین کا مالک کاشتکار سے یوں کہے میں تجھ کو اس وقت تک رکھوں گا جب تک اللہ تجھ کو رکھے اور کوئی مدت مقرر نہ کرے تو معاملہ ان کی خوشی پر رہے گا (جب چاہیں فسخ کر دیں)

٢٣٣٨: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَجْلَى الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الحِجَازِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِينَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِينَ، وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ مِنْهَا، فَسَأَلَتِ الْيَهُودُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا، أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ؟ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا، فَقَرُّوا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ، وَأَرِيحَاءَ".

شرح بخاری

ہم سے احمد بن مقدام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ انہیں نافع نے خبر دی، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب خیبر پر) فتح حاصل کی تھی (دوسری سند) اور عبدالرزاق نے کہا کہ ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دیا تھا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فتح پائی تو آپ نے بھی یہودیوں کو وہاں سے نکالنا چاہا تھا۔ جب آپ کو وہاں فتح حاصل ہوئی تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہو گئی تھی۔ آپ کا ارادہ یہودیوں کو وہاں سے باہر کرنے کا تھا، لیکن یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں یہیں رہنے دیں۔ ہم (خیبر کی اراضی کا) سارا کام خود کریں گے اور اس کی پیداوار کا نصف حصہ لے لیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جب تک ہم چاہیں تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں رہے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں

تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

خیبر فتح ہونے کے بعد خیبر کی زمین اسلامی ملکیت میں آگئی تھی، اور آپ نے وہ زمین یہود کو بٹائی پر دے دی تھی اس ترجمہ باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اجل مقرر کیے بغیر بھی مزارعت ہو جاتی ہے، دونوں فریق جب تک رضا مندی سے چاہیں، مزارعت قائم رکھ سکتے ہیں، اور مالک جب چاہے مزارع کو بے دخل کر سکتا ہے، فتح خیبر کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے یہود کو برقرار رکھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کی مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں کی وجہ سے تَیماء اور اَرِیحاء کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔

١٨۔ بَابُ مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاسِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرَةِ:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کھیتی باڑی میں ایک دوسرے کی مدد کس طرح کرتے تھے



٢٣٣٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ، قَالَ ظُهَيْرٌ: "لَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا، قُلْتُ: مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ، قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ؟ قُلْتُ: نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرُّبُعِ، وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ. قَالَ: لَا تَفْعَلُوا، ازْرَعُوهَا أَوْ أَزْرِعُوهَا أَوْ أَمْسِكُوهَا". قَالَ رَافِعٌ: قُلْتُ: سَمْعًا وَطَاعَةً.

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں امام اوزاعی نے خبر دی، انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے غلام ابونجاشی نے، انہوں نے رافع بن خدیج بن رافع رضی اللہ عنہ سے سنا، اور انہوں نے اپنے چچا ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ سے، ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے منع کیا تھا جس میں ہمارا (بظاہر ذاتی) فائدہ تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی فرمایا وہ حق ہے۔ ظہیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے کھیتوں کا معاملہ کس طرح کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم اپنے کھیتوں کو (بونے کے لیے) نہر کے قریب کی زمین کی شرط پر دے دیتے ہیں۔ اسی طرح کھجور اور جو کے چند وسق پر۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ یا خود اس میں کھیتی کیا کرو یا دوسروں سے کراؤ۔ ورنہ اسے یوں خالی ہی چھوڑ دو۔ رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان) میں نے سنا اور مان لیا۔



لوگ زمین کا کرایہ یہ ٹھہراتے کہ نالیوں پر جو پیداوار ہوگی وہ زمین والا لے گا، اور باقی پیداوار کاشت کار کی ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے روک دیا، فرمایا خود کاشت کرو یا کاشت کراؤ یا خالی پڑی رہنے دو یا کاشت کے لیے اپنے کسی مسلمان بھائی کو مفت دیدو، یہ دراصل مواسات پر محمول ہے، یہ حکم نہیں ہے کہ ضرور مفت ہی دے، بٹائی پر دی جائے اور حصہ مقرر کرلیا جائے یا درہم و دینار کے عوض ٹھیکے پر دیدی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن متعین کرلینا کہ میں اس قدر غلہ لوں گا یہ منع ہے۔

٢٣٤٠: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانُوا يَزْرَعُونَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ".

ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام اوزاعی نے خبر دی، اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صحابہ تہائی، چوتھائی یا نصف پر بٹائی کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بوئے ورنہ دوسروں کو بخش دے۔ اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

٢٣٤١: وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ".

اور ربیع بن نافع ابوتوبہ نے کہا کہ ہم سے معاویہ بن سلام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے پاس زمین ہو تو وہ خود بوئے ورنہ اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو بخش دے، اور اگر یہ نہیں کرسکتا تو اسے یوں ہی خالی چھوڑ دے۔

قولہ فإن أبى فليمسك أرضه یعنی اگر کسی کو مفت دینے سے انکار کرے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے، خود کاشت کرے یا نہ کرے۔ ضبط کرنے کا ذکر نہیں آیا۔ ہاں اگر حکومت کسی کو زمین دے تو اس کے متعلق یہ ذکر آتا ہے کہ اگر وہ تین سال تک آباد نہ کرے تو زمین چھن جائے گی۔ اور کسی اور کو دیدی جائے گی۔

٢٣٤٢: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: "ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ، فَقَالَ: يُزْرِعُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ، وَلَكِنْ قَالَ: "أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مَعْلُومًا".

ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ

میں نے اس کا (یعنی رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کا) ذکر طاؤس سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (بٹائی وغیرہ پر) کاشت کرا سکتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں کیا تھا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اپنے کسی بھائی کو زمین بخشش کے طور پر دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر کوئی محصول لے۔ (یہ اس صورت میں کہ زمیندار کے پاس فالتو زمین بیکار پڑی ہو)۔

٢٣٤٣: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کھیتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد خلافت میں کرایہ پر دیتے تھے۔



٢٣٤٤: ثُمَّ حُدِّثَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ". فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ وَبِشَيْءٍ مِنَ التِّبْنِ.

شرح بخاری

پھر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بیان کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع کیا تھا۔ (یہ سن کر) ابن عمر رضی اللہ عنہما رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدل جو نالیوں پر ہو اور تھوڑی گھاس کے بدل دیا کرتے تھے۔





٢٣٤٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى، ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ، فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ".



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھے معلوم تھا کہ زمین کو بٹائی پر دیا جاتا تھا۔ پھر انہیں ڈر ہوا کہ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں کوئی نئی ہدایت فرمائی ہو جس کا علم انہیں نہ ہوا ہو۔ چنانچہ انہوں نے (احتیاطاً) زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔

١٩-بَابُ كِرَاءِ الأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ:

باب: نقدی لگان پر سونا چاندی کے بدل زمین دینا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنْتُمْ صَانِعُونَ، أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الأَرْضَ الْبَيْضَاءَ مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہتر کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ اپنی خالی زمین کو ایک سال سے دوسرے سال تک کرایہ پر دو۔

سونے، چاندی یعنی درہم ودینار کے عوض زمین ٹھیکے پر دینے کا بیان۔

قولہ إن أمثل ما تصنعون حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہتر کام جو تم کرنا چاہو یہ ہے کہ تم اپنی خالی زمین ایک سال کے لیے ٹھیکے پر دے دو۔

٢٣٤٦ - ٢٣٤٧: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ. قَالَ: حَدَّثَنِي عَمَّايَ، "أَنَّهُمْ كَانُوا يُكْرُونَ الأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الأَرْبِعَاءِ أَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الأَرْضِ، فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ". فَقُلْتُ لِرَافِعٍ: فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ؟ فَقَالَ رَافِعٌ: لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ، وَقَالَ اللَّيْثُ: وَكَانَ الَّذِي نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، لَمْ يُجِيزُوهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے حنظلہ بن قیس نے بیان کیا، ان سے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا (ظہیر اور مہیر رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین کو بٹائی پر نہر (کے قریب کی پیداوار) کی شرط پر دیا کرتے۔ یا کوئی بھی ایسا خطہ ہوتا جسے مالک زمین (اپنے لیے) چھانٹ لیتا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔ حنظلہ نے کہا کہ اس پر میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اگر درہم ودینار کے بدلے یہ معاملہ کیا جائے تو کیا حکم

ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر دینار و درہم کے بدلے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور لیث نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح کی بٹائی سے منع فرمایا تھا، وہ ایسی صورت ہے کہ حلال و حرام کی تمیز رکھنے والا کوئی بھی شخص اسے جائز نہیں قرار دے سکتا۔ کیونکہ اس میں کھلا دھوکہ ہے۔

قولہ فکیف بھا بالدینار والدرھم۔ حضرت رافع بن خدیج سے پوچھا گیا کہ نقدی کے بدلے زمین ٹھیکے پر دینا کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: درہم و دینار یا نقدی کے بدلے زمین ٹھیکے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ قال اللیثُ... حضرت لیث نے کہا جس بٹائی سے نبی ﷺ نے منع کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں حلال و حرام کو سمجھنے والے غور و فکر کریں تو اس میں دھوکے کی وجہ سے اُسے جائز قرار نہ دیں۔

٢٠ـ بَابٌ:

باب:۔۔۔

٢٣٤٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالٌ. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ، فَقَالَ لَهُ: أَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ، قَالَ: فَبَذَرَ، فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ، فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، فَيَقُولُ: اللهُ دُونَكَ يَا ابْنَ آدَمَ، فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا، فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ، وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".



ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، (دوسری سند) اور ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعامر نے بیان کیا، ان سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیان فرما رہے تھے ایک دیہاتی بھی مجلس میں حاضر تھا کہ اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی کرنے کی اجازت چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا اپنی موجودہ حالت پر تو راضی نہیں ہے؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! لیکن میرا جی کھیتی کرنے کو چاہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس نے بیج ڈالا۔ پلک جھپکنے میں وہ اگ بھی آیا۔ پک بھی گیا اور کاٹ بھی لیا گیا۔ اور اس کے دانے پہاڑوں کی طرح ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! اسے رکھ لے، تجھے کوئی چیز آسودہ نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر دیہاتی نے کہا کہ قسم اللہ کی وہ تو کوئی قریشی یا انصاری



ہی ہو گا۔ کیونکہ یہی لوگ کھیتی کرنے والے ہیں۔ ہم تو کھیتی ہی نہیں کرتے۔ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی۔

قولہ الا قرشیا کیونکہ انہیں خیبر وغیرہ میں زمین مل گئی تھی۔

اس حدیث کی مناسبت "فانهم اصحاب زرع" سے ہے، گویا حصے یا ٹھیکے پر کھیتی باڑی کرنا مذموم نہیں ہے۔ ایک کام ہمیشہ کرنے سے انسان کی عادت بن جاتا ہے، اسی لیے جنت میں بھی اسے اس کام کے کرنے کا خیال آجائے گا۔

٢١۔بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ:

باب: درخت بونے کا بیان

٢٣٤٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّا كُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُولِ سِلْقٍ لَنَا كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي أَرْبِعَائِنَا، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ، فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ".

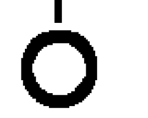
ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے، ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ جمعہ کے دن ہمیں بہت خوشی (اس بات کی) ہوتی تھی کہ ہماری ایک بوڑھی عورت تھیں جو اس چقندر کو اکھاڑ لاتیں جسے ہم اپنے باغ کی مینڈوں پر بو دیا کرتے تھے۔ وہ ان کو اپنی ہانڈی میں پکاتیں اور اس میں تھوڑے سے جَو بھی ڈال دیتیں۔ ابوحازم نے کہا میں نہیں جانتا کہ سہل نے یوں کہا نہ اس میں چربی ہوتی نہ چکنائی۔ پھر جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ اپنا پکوان ہمارے سامنے کر دیتیں۔ اور اس لیے ہمیں جمعہ کے دن کی خوشی ہوتی تھی۔ اور ہم دوپہر کا کھانا اور قیلولہ جمعہ کے بعد کیا کرتے تھے۔

٢٣٥٠: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "يَقُولُونَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ وَاللهُ الْمَوْعِدُ، وَيَقُولُونَ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ مِثْلَ أَحَادِيثِهِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا أَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ، وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَوْمًا لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ

يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ، ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا، وَاللهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدَ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى إِلَى قَوْلِهِ الرَّحِيمُ سورة البقرة آية ١٦٠".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں ابوہریرہ بہت حدیث بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ مجھے بھی اللہ سے ملنا ہے (میں غلط بیانی کیسے کر سکتا ہوں) یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار آخر اس کی طرح کیوں احادیث بیان نہیں کرتے؟ بات یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے اور میرے بھائی انصار کو ان کی جائیداد (کھیت اور باغات وغیرہ) مشغول رکھا کرتی تھی۔ صرف میں ایک مسکین آدمی تھا۔ پیٹ بھر لینے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہی میں برابر حاضر رہا کرتا۔ جب یہ سب حضرات غیر حاضر رہتے تو میں حاضر ہوتا۔ اس لیے جن احادیث کو یہ یاد نہیں کر سکتے تھے، میں انہیں یاد رکھتا تھا، اور ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص بھی اپنے کپڑے کو میری اس تقریر کے ختم ہونے تک پھیلائے رکھے پھر (تقریر ختم ہونے پر) اسے اپنے سینے سے لگالے تو وہ میری احادیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنی کملی کو پھیلا دیا۔ جس کے سوا میرا بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر ختم فرمائی تو میں نے وہ چادر اپنے سینے سے لگالی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث کیا، پھر آج تک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کی وجہ سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہیں بھولا) اللہ گواہ ہے کہ اگر قرآن کی دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تم سے کوئی حدیث کبھی بیان نہ کرتا آیت «إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات» سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد «الرحيم» تک۔ (جس میں) اس دین کے چھپانے والے پر، جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں بھیجا ہے، سخت لعنت کی گئی ہے۔




كتاب المساقاة

کتاب مساقات کے بیان میں

ابو ذر کے غیر نے یہاں "کتاب المساقاۃ" کا لفظ ذکر کیا ہے، لیکن اسے یہاں لانے کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ اس کے بعد جتنے تراجم آرہے ہیں ان میں سے کسی میں بھی مساقات کا ذکر نہیں ہے، ہاں ان میں پانی وغیرہ کے مسائل ذکر ہوئے ہیں، چونکہ مساقات میں پانی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے مساقات کا عنوان قائم کردیا ہے، مساقات کی تعریف جیسا کہ عنقریب ذکر ہوئی ہے یوں کی جاتی ہے: "هي دفع شجر له ثمر كالنخيل والعنب إلى أخر ليقوم بسقيه وما يحتاج إليه بجزء معلوم مشاع من ثمره كالنصف أو الربع أو نحوهما والباقی للآخر" ایک شخص کا پھلدار درخت کھجوریں یا انگور وغیرہ دوسرے شخص کے حوالے کرنا تاکہ وہ ان درختوں کو پانی لگائے اور ان کی دیکھ بھال اور ہر طرح کی اصلاح کرے اور پھل نصف و نصفی کرلیں یا چوتھائی حصے پر یا جیسے وہ رضا مند ہوں تقسیم کرلیں۔

مساقاۃ باب مفاعلہ سے ہے جو مشارکت کا معنی دیتا ہے اور یہ معاملہ بھی دو فریق کے درمیان طے پاتا ہے، اس لیے اسے مساقات سے تعبیر کرتے ہیں، یا یہاں باب مفاعلہ، مجرد کے معنی میں ہے، بعض لوگ زمین یا باغ کے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ اس کی سیرابی یا دیکھ بھال نہیں کرسکتے کیونکہ وہ یا تو اسے جانتے پہچانتے نہیں یا دوسرے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں یا یہ کام کرنے سے عاجز ہوتے ہیں، اور بعض لوگ یہ کام کرسکتے ہیں لیکن وہ باغ یا زرعی رقبے کے مالک نہیں ہوتے، لہٰذا فریقین کی مصلحت کے لیے اسلام نے مساقات اور مزارعت کو مباح قرار دیا ہے، تاکہ زمین آباد ہو، اور کام پر قادر لوگ فارغ نہ رہیں۔

طرفین کی رضامندی سے اس معاملے کی مدت معین ہونی چاہیے، اگرچہ مدت لمبی ہی ہو، ایک ہی باغ میں مساقات اور مزارعت جمع بھی ہوسکتے ہیں کہ مزارع زمین کو کھیتی کے معین حصے پر کاشت کرے اور معین پھلوں کے عوض باغ کی سیرابی اور دیکھ بھال کا کام کرے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: "أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم عامل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع" یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین اور باغات کا خیبر والوں سے نصف پیداوار دینے پر معاملہ کیا[1]۔

[1] صحیح بخاری: ۲۳۲۸، صحیح مسلم: ۱۵۵۱

١-بَابٌ فِي الشُّرْبِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾:

باب: کھیتوں اور باغوں کے لیے پانی میں سے اپنا حصہ لینا اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومنون میں فرمایا اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا، اب بھی تم ایمان نہیں لاتے

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ٦٨ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ٦٩ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ٧٠ سورة الواقعة آية ٦٨-٧٠. الْأُجَاجُ: الْمُرُّ، الْمُزْنُ: السَّحَابُ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان «أفرأيتم الماء الذي تشربون أأنتم أنزلتموه من المزن أم نحن المنزلون لو نشاء جعلناه أجاجا فلولا تشكرون» کہ دیکھا تم نے اس پانی کو جس کو تم پیتے ہو، کیا تم نے بادلوں سے اسے اتارا ہے، یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں۔ ہم اگر چاہتے تو اس کو کھارہ بنا دیتے۔ پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے۔ «اجاج» (قرآن مجید کی آیت میں) کھارہ پانی کے معنی میں ہے اور «مزن» بادل کو کہتے ہیں۔



الشربُ، شین کے کسرہ کے ساتھ پانی کے حصے کو کہتے ہیں، یعنی کھیتوں اور باغات کے لیے پانی سے اپنا حصہ لینا، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا، کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے[1]۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اس پانی کے بارہ میں بتاؤ جسے تم پیتے ہو اسے بادلوں سے تم اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنادیں، پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے[2]۔ الاجاج کڑوا یا کھاری پانی اور المزن سے مراد بادل ہے۔

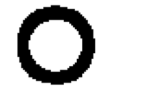
شرح بخاری

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ پانی میں تقسیم ہوسکتی ہے اور اس میں حصے مقرر کرنا جائز ہے، مثلاً نہری پانی تیسرے یا چوتھے دن یا ہفتہ بعد کھیتوں کو لگانا یا پانی لگانے کے لیے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے پانی لگانے کی باری مقرر کرنا جائز ہے۔

قولہ وجعلنا من الماء اس آیت میں بھی پانی کا ذکر ہے، اور نباتات پانی سے ہی زندہ رہ سکتی ہیں، لہٰذا باری سے پانی لگایا جاسکتا ہے، بلکہ ہر چیز کی زندگی پانی سے ہے۔



٢-بَابٌ فِي الشُّرْبِ، وَمَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً، مَقْسُومًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَقْسُومٍ:



باب: پانی کی تقسیم اور جو کہتا ہے پانی کا حصہ خیرات کرنا اور ہبہ کرنا اور اس کی وصیت کرنا جائز ہے وہ پانی بٹا ہوا ہو یا بن بٹا ہوا



---

[1] الانبیاء: ٣٠

[2] الواقعۃ ٦٨-٧٠

وَقَالَ عُثْمَانُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَكُونُ دَلْوُهُ فِيهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ، فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی ہے جو بیئر رومہ (مدینہ میں ایک مشہور کنواں) کو خرید لے اور اپنا ڈول اس میں اسی طرح ڈالے جس طرح اور مسلمان ڈالیں۔ (یعنی اسے واقف کر دے) آخر عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خریدا۔

مقصود یہ ہے کہ پانی کا صدقہ کرنا اور وصیت کرنا اور پانی ہبہ کرنا جائز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پانی پر ملک آسکتا ہے، لہٰذا جو تصرفات ملک پر جاری ہوتے ہیں وہ سب جائز ہیں جیسے پانی صدقہ یا ہبہ کرنا یا اس کی وصیت کرنا جائز ہے۔ اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو پانی پر ملک کے قائل نہیں ہیں۔ قولہ 'بئر رُومۃ' بعض کہتے ہیں کہ یہ کنواں کے مالک کی طرف نسبت ہے۔ جو کہ رومہ غفاری تھا، جیسا کہ ابن مندہ نے ذکر کیا ہے، یہ مسلمان تھا اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کے لیے اس کا پانی بیچا کرتا تھا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اس سے پینتیس ہزار درہم کا خرید کر تمام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ لیکن ابن بطال نے ذکر کیا ہے، بئر رومہ ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، اور وہ اسے تالا لگائے رکھتا تھا، مسلمان اس سے پانی لینے آتے تو ناکام واپس لوٹتے، مسلمانوں نے اس کی شکایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے فرمایا: "من يشتريها ويمنحها للمسلمين فله الجنة"[1] تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، جبکہ اس سے قبل یہودی مسلمانوں کو اگر پانی دیتا تو وہ پانی بیچتا تھا اور ہر مشکیزہ کا ایک درہم وصول کرتا تھا۔

قولہ فیکون دلوہ فیہا "يعني يوقفها ويكون حظه منها كحظ غيره منها من غير مزية"۔

٢٣٥١: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ".

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوغسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوحازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ اور پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف ایک نوعمر لڑکا بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے! کیا تو اجازت دے گا کہ میں پہلے یہ پیالہ بڑوں کو دے دوں۔ اس پر اس نے کہا، یارسول

[1] مسند احمد: ۵۵۵ (بمعناہ)

اللہ! میں تو آپ کے جھوٹے میں سے اپنے حصہ کو اپنے سوا کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ پہلے اسی کو دے دیا۔

قولہ أتی النبی ﷺ بقدح۔ اس میں پانی تھا یا پانی ملا ہوا دودھ تھا۔

قولہ وعن یمینه غلام یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے،

قولہ فأعطاه إیاه اس سے معلوم ہوا کہ پانی پر ملکیت ہو سکتی ہے۔ جبکہ دائیں جانب بیٹھنے سے وہ پانی کا حق دار ہو جاتا ہے، تو کنواں کھودنے والا یا نہر کے پانی کی باری والا بالاولیٰ اس پانی کا حق دار ہو جائے گا۔

٢٣٥٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَهِيَ فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَشِيبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي فِي دَارِ أَنَسٍ، فَأَعْطَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ، فَشَرِبَ مِنْهُ حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ مِنْ فِيهِ، وَعَلَى يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ عُمَرُ: وَخَافَ أَنْ يُعْطِيَهُ الْأَعْرَابِيَّ، أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ عِنْدَكَ، فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِي عَلَى يَمِينِهِ، ثُمَّ قَالَ: الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ".



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر میں پلی ہوئی ایک بکری کا دودھ دوہا گیا، جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کے گھر میں پلی تھی۔ پھر اس کے دودھ میں اس کنویں کا پانی ملا کر جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیا۔ جب اپنے منہ سے پیالہ آپ نے جدا کیا تو بائیں طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں طرف ایک دیہاتی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ ڈرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پیالہ دیہاتی کو نہ دے دیں۔ اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اسی دیہاتی کو دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا۔ اور فرمایا کہ دائیں طرف والا زیادہ حقدار ہے۔ پھر وہ جو اس کی داہنی طرف ہو۔

قولہ فأعطاه الأعرابی حدیث مذکور میں دائیں جانب والے لڑکے سے اجازت لینے کا ذکر ہے لیکن اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے اعرابی سے اجازت نہیں لی، کیونکہ یہ شریعت سے ناواقف تھا، اس لیے اس کی تالیف قلبی کے لیے اور اسے مانوس کرنے کے لیے اپنا بچا ہوا دودھ دیدیا، تاکہ وہ جاہلیت کے ساتھ قرب عہد کی وجہ سے اسلام سے دور نہ ہو جائے، حدیث مذکور میں ذکر ہونے والے غلام سے یہ ڈر نہیں تھا۔ اس لیے اس سے اجازت چاہی۔



٢-بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى:

باب: اس کے بارے میں جس نے کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حقدار ہے

حَتَّى يَرْوَى لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ.

یہاں تک وہ (اپنا کھیت باغات وغیرہ) سیراب کر لے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ضرورت سے زیادہ جو پانی ہو اس سے کسی کو نہ روکا جائے۔

٢٣٥٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچے ہوئے پانی سے کسی کو اس لیے نہ روکا جائے کہ اس طرح جو ضرورت سے زیادہ گھاس ہو وہ بھی رکی رہے۔

یعنی پانی کا مالک پانی کا زیادہ حقدار ہے یہاں تک کہ وہ اپنا کھیت وغیرہ سیراب کر لے، یا سیراب ہو کر پی لے۔

قولہ 'لا یمنع فضل الماء یعنی بچا ہوا پانی جو اس کی حاجت سے زیادہ ہو وہ دوسروں سے نہ روکا جائے۔ اور اس حاجت اور ضرورت میں اس کے بال بچوں، مویشیوں اور کھیتی باڑی کے لیے جو پانی درکار ہو وہ بھی شامل ہے۔ ان کی حاجت سے جو پانی زائد ہو اس کا روکنا منع ہے، بعض کہتے ہیں، کھیتی سے انسانوں کی حاجت مقدم ہے۔

قولہ لیمنع بہ الکلأ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی جگہ پر کسی شخص کا کنواں ہو، اور اس کے ارد گرد خود رَو گھاس ہو، اور وہ کسی کی ملکیت میں بھی نہ ہو، جہاں عام لوگ گھاس چرانے کے لیے اپنے جانوروں کو لیکر آئیں، اور کنواں والا گھاس اپنے لیے بچانے کے لیے کنواں سے چرواہوں کو پانی نہ لینے دے، کیونکہ لوگوں کو جب یہاں پانی نہیں ملے گا تو وہ اپنے جانور یہاں چرانے کے لیے نہیں لائیں گے۔ اور گھاس کنواں والے کے لیے محفوظ ہو جائے گی۔ اس حیلے سے روکا گیا ہے۔

٢٣٥٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابن مسیب اور ابوسلمہ نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فالتو پانی سے کسی کو اس غرض سے نہ روکو کہ جو گھاس ضرورت سے زیادہ ہو اسے بھی روک لو۔

شرح بخاری

٣-بَابُ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ:

باب: جس نے اپنی ملک میں کوئی کنواں کھودا، اس میں کوئی گر کر مر جائے تو اس پر تاوان نہ ہو گا

٢٣٥٥: حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ".

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبیداللہ بن موسیٰ نے خبر دی، انہیں اسرائیل نے، انہیں ابو حصین نے، انہیں ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان (میں مرنے والے) کا تاوان نہیں، کنویں (میں گر کر مر جانے والے) کا تاوان نہیں۔ اور کسی کا جانور (اگر کسی آدمی کو مارے تو اس کا) تاوان نہیں۔ گڑھے ہوئے مال میں سے پانچواں حصہ دینا ہو گا۔

جو شخص اپنے ملک میں کنواں کھودے اور اس میں کوئی شخص گر کر مر جائے۔ تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہو گا، کیونکہ اس نے اپنے ملک میں پانی حاصل کرنے کے لیے کنواں کھودا ہے، ہاں اگر وہ کسی غیر کے ملک میں یا راستے میں کنواں کھودے تو اس میں کسی کے مرنے سے ضامن ہو گا، کیونکہ اس میں اس کی تعدی اور زیادتی پائی جاتی ہے۔

٤-بَابُ الْخُصُومَةِ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءِ فِيهَا:

باب: کنویں کے بارے میں جھگڑنا اور اس کا فیصلہ

٢٣٥٦-٢٣٥٧: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلا سورة آل عمران آية ٧٧ الْآيَةَ". فَجَاءَ الْأَشْعَثُ، فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي، فَقَالَ لِي: شُهُودَكَ؟ قُلْتُ: مَا لِي شُهُودٌ، قَالَ: فَيَمِينُهُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذًا يَحْلِفَ فَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْحَدِيثَ، فَأَنْزَلَ اللهُ ذَلِكَ تَصْدِيقًا لَهُ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو حمزہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی ایسی جھوٹی

قسم کھائے جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان کے مال پر ناحق قبضہ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بہت زیادہ غضب ناک ہو گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے (سورۃ آل عمران کی یہ) آیت نازل فرمائی «إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا» جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی دولت خریدتے ہیں آخر آیت تک۔ پھر اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ یہ آیت تو میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا ایک کنواں میرے چچازاد بھائی کی زمین میں تھا۔ (پھر جھگڑا ہوا تو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تو اپنے گواہ لا۔ میں نے عرض کیا کہ گواہ تو میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر فریق مخالف سے قسم لے لے۔ اس پر میں نے کہا یارسول اللہ! یہ تو قسم کھا بیٹھے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارے میں یہ آیت نازل فرما کر اس کی تصدیق کی۔

اگرچہ ضرورت سے زائد پانی بیچنا منع ہے، مگر وہ پانی مالک کے ملک میں آجاتا ہے جس کی بنا پر کنوایں کے بارہ میں جھگڑا پیدا ہوسکتا ہے۔

۵-بَابُ إِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ مِنَ الْمَاءِ:

باب: اس شخص کا گناہ جس نے کسی مسافر کو پانی سے روک دیا

۲۳۵۸: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيقِ فَمَنَعَهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ، وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ". فَقَالَ: وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا، فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ، ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلا سورة آل عمران آية ۷۷.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے ابوصالح سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین طرح کے لوگ وہ ہوں گے جن کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر بھی نہیں اٹھائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور اس نے کسی مسافر کو اس کے استعمال سے روک

دیا۔ دوسرا وہ شخص جو کسی حاکم سے بیعت صرف دنیا کے لیے کرے کہ اگر وہ حاکم اسے کچھ دے تو وہ راضی رہے ورنہ خفا ہو جائے۔ تیسرے وہ شخص جو اپنا (بیچنے کا) سامان عصر کے بعد لے کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، مجھے اس سامان کی قیمت اتنی اتنی مل رہی تھی، اس پر ایک شخص نے اسے سچ سمجھا (اور اس کی بتائی ہوئی قیمت پر اس سامان کو خرید لیا) پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی «إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا» جو لوگ اللہ کو درمیان میں دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا تھوڑا سامال مول لیتے ہیں آخر تک۔

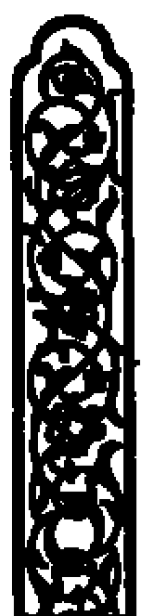
٦-بَابُ سَكْرِ الأَنْهَارِ:

باب: نہر کا پانی روکنا

٢٣٥٩-٢٣٦٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ: أَسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سورة النساء آية ٦٥".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حرہ کے نالے میں جس کا پانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے، اپنے جھگڑے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ انصاری زبیر سے کہنے لگا پانی کو آگے جانے دو، لیکن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ اور یہی جھگڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (پہلے اپنا باغ) سینچ لے پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لیے جلدی جانے دے۔ اس پر انصاری کو غصہ آگیا اور انہوں نے کہا، ہاں زبیر آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں نا۔ بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر! تم سیراب کر لو، پھر پانی کو اتنی دیر تک روکے رکھو کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! میرا تو خیال ہے کہ یہ آیت «فلا وربك لا يؤمنون حتى



يحكموك فيما شجر بينهم » اسی باب میں نازل ہوئی ہے ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھ کو حاکم نہ تسلیم کرلیں آخر تک۔

یعنی ضرورت کے لیے نہروں پر بند لگا کر پانی روکنا جائز ہے۔ مثلاً کسی کی زمین میں بند لگائے بغیر پانی نہ آتا ہو تو بند لگانا پڑے گا، خصوصاً جبکہ نالہ اُوپر سے نیچے گرتا ہو تو اوپر کی زمین والا بند لگا کر پانی سے اپنا کھیت سیراب کر سکے گا۔

قولہ أن رجلاً من الأنصار بعض نے کہا ہے کہ اس آدمی کا نام حمید تھا، لیکن اس پر اعتراض یہ ہے کہ وہ انصاری آدمی بدری تھا جبکہ حمید اہل بدر سے نہیں ہے، بعض نے کہا ہے کہ یہ ثابت بن قیس بن شماس تھا، بعض کا قول ہے کہ یہ حاطب بن ابی بلتعہ تھا، لیکن حاطب انصار میں سے نہیں تھے۔ بلکہ مہاجرین میں سے تھے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ "انصار" اپنے لغوی معنی پر محمول ہے، یعنی حاطب ان لوگوں میں سے تھے جو نبی اکرم ﷺ کی مدد کیا کرتے تھے۔

قولہ أن كان ابن عمتك آپ کی اس پھوپھی سے مراد حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہے۔

٧-بَابُ شُرْبِ الأَعْلَى قَبْلَ الأَسْفَلِ:

باب: جس کا کھیت بلندی پر ہو پہلے وہ اپنے کھیتوں کو پانی پلائے

٢٣٦١: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: "خَاصَمَ الزُّبَيْرَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا زُبَيْرُ، اسْقِ، ثُمَّ أَرْسِلْ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: إِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ يَبْلُغُ الْمَاءُ الْجَدْرَ، ثُمَّ أَمْسِكْ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: فَأَحْسِبُ هَذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سورة النساء آية ٦٥". قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: لَيْسَ أَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، إِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ.

ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا، کہ زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک انصاری رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبیر! پہلے تم (اپنا باغ) سیراب کرلو، پھر پانی آگے کے لیے چھوڑ دینا، اس پر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زبیر! اپنا باغ اتنا سیراب کرلو کہ پانی اس کی منڈیروں تک پہنچ جائے اتنے روک رکھو، زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ آیت «فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم» ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافات میں حکم نہ تسلیم کرلیں۔ اسی باب میں نازل ہوئی۔

یعنی جسکی زمین پہلے ہو یا جس کا کھیت بلندی پر ہونالے کے پانی سے اسکا حق پہلے ہے، وہ اتنا پانی اپنے کھیت میں دے سکتا ہے کہ پانی کھیت کی منڈیروں تک چڑھ جائے، پھر بعد والے اور نشیبی کھیت والے کی طرف پانی چھوڑ دے، اس حدیث میں جن نالیوں کا ذکر ہے یہ بارش کے پانی کی نالیاں ہوتی تھیں جنکا پانی چھوڑنے سے وہ جلد آگے بہہ جاتا تھا۔

٨۔بَابُ شِرْبِ الأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ:

باب: بلند کھیت والا ٹخنوں تک پانی بھر لے

٢٣٦٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، "أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ يَسْقِي بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوفِ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ. فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ. فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللهِ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ فِي ذَلِكَ فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سورة النساء آية ٦٥". قَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ: فَقَدَّرَتْ الْأَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ، وَكَانَ ذَلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.



ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو مخلد نے خبر دی کہا کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری مرد نے زبیر رضی اللہ عنہ سے حرہ کے ندی کے بارے میں جس سے کھجوروں کے باغ سیراب ہوا کرتے تھے، جھگڑا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبیر! تم سیراب کر لو۔ پھر اپنے پڑوسی بھائی کے لیے جلد پانی چھوڑ دینا۔ اس پر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جی ہاں! آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے زبیر! تم سیراب کرو، یہاں تک کہ پانی کھیت کی مینڈوں تک پہنچ جائے۔ اس طرح آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دلوا دیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ قسم اللہ کی یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی «لا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم» ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم! اس وقت تک یہ ایمان والے نہیں ہوں گے جب تک اپنے جملہ اختلافات میں آپ کو حکم نہ تسلیم کر لیں۔ ابن شہاب نے کہا کہ انصار اور تمام لوگوں نے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بنا پر کہ سیراب کرو اور پھر اس وقت تک رک جاؤ، جب تک پانی منڈیروں تک نہ پہنچ جائے۔ ایک اندازہ لگا لیا، یعنی پانی ٹخنوں تک بھر جائے۔



گویا یہ اصول ہے کہ کھیت میں ٹخنوں تک پانی کا بھر جانا اس کا سیراب ہونا ہے۔

قولہ فی شراج من الحرۃ حرہ مدینے میں ایک جگہ کا نام ہے اور شراج برساتی نالے کو کہتے ہیں۔

قولہ قدرتِ الأنصار یعنی انصار اور دیگر لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا کہ پانی کو روک لے یہاں تک کہ وہ منڈیروں پر چڑھ آئے، اندازہ لگایا کہ پانی ٹخنوں تک چڑھ جائے۔

۹۔بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ:

باب: پانی پلانے کے ثواب کا بیان

۲۳۶۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ بِي، فَمَلَأَ خُفَّهُ، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ، ثُمَّ رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا، قَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ". تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَالرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف تینسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سمی نے، انہیں ابوصالح نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے (اپنے دل میں) کہا، یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ (چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور) اپنے چمڑے کے موزے کو (پانی سے) بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا، اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر جاندار میں ثواب ہے۔ اس روایت کی متابعت حماد بن سلمہ اور ربیع بن مسلم نے محمد بن زیاد سے کی ہے۔

قولہ فشکر اللہ لہٗ فغفر لہٗ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اس کے علاوہ نیکیاں بھی تھیں، اس کے مرنے کے بعد جب اس کی نیکیوں اور بدیوں کا تقابل کیا گیا، تو وہ برابر ہوگئیں، اور کتے کو پانی پلانے کی نیکی سے اس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوگیا اور پانی پلانے کی نیکی سے اس کی بخشش ہوگئی، ورنہ یہ مراد نہیں ہے کہ صرف اس ایک نیکی سے ہی بخشش ہوگئی ہو۔

اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ کتے کو پانی پلانے کی نیکی کا اس آدمی پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ تمام برے کاموں سے تائب

ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی بخشش ہو گئی۔

٢٣٦٤: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوفِ، فَقَالَ: دَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ: أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ، فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قَالَ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ قَالُوا: حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا".

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملکیہ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز پڑھی پھر فرمایا (ابھی ابھی) دوزخ مجھ سے اتنی قریب آ گئی تھی کہ میں نے چونک کر کہا۔ اے رب! کیا میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ اتنے میں دوزخ میں میری نظر ایک عورت پر پڑی۔ (اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا) مجھے یاد ہے کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ) اس عورت کو ایک بلی نوچ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس پر اس عذاب کی کیا وجہ ہے؟ آپ کے ساتھ والے فرشتوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو اتنی دیر تک باندھے رکھا کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی۔



٢٣٦٥: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، قَالَ: فَقَالَ: وَاللهُ أَعْلَمُ لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے، اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک عورت کو عذاب، ایک بلی کی وجہ سے ہوا جسے اس نے اتنی دیر تک باندھے رکھا تھا کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔ اور وہ عورت اسی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ جب تو نے اس بلی کو باندھے رکھا اس وقت تک نہ تو نے اسے کھلایا نہ پلایا اور نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔



قولہ عذبت امرأة فی هرة اس حدیث کا مفہوم بھی حدیث مذکور کی مثل ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ عورت جو بنی اسرائیل سے تھی، بس ایک برائی کی وجہ سے جہنم رسید ہو گئی، بلکہ اس کی اس کے علاوہ بھی برائیاں تھیں، اس کے مرنے کے بعد اس کے نیک اعمال اور برے اعمال کا تقابل کیا گیا، تو اس کے نیک اور برے اعمال برابر

ہو گئے، اور جب اس کے گناہوں کے پلڑا میں بلی کو بھوکا پیاسا مارنے کا گناہ ڈالا گیا تو اس کی برائیوں کا پلڑا اس گناہ کی وجہ سے بھاری ہو گیا اور وہ جہنم رسید ہو گئی۔

اور اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اس عورت کے بلی کو بھوکا پیاسا مارنے کی وجہ سے اس کا دل اس قدر سخت ہو گیا کہ وہ مرتد ہو گئی، اور مرتد ہونے کی بنا پر جہنم رسید ہو گئی، ورنہ یہ معنی نہیں ہے کہ انسان ساری عمر شرک اور گناہ کرتا رہے اور پانی پلانے سے سب کچھ معاف ہو جائے۔ اور نہ ہی یہ مراد ہے کہ انسان ساری زندگی نیک اعمال کرے اور پانی نہ پلانے سے جہنم رسید ہو جائے، ان دو احادیث میں سے پہلی حدیث کا ترجمہ باب سے تعلق واضح ہے کہ ہر جاندار کو کھلانا، پلانا باعث اجر عمل ہے اور دوسری حدیث کا ترجمہ باب سے تعلق یہ ہے کہ اس عورت نے بلی کو باندھ دیا، اور نہ اسے کھلایا اور نہ پانی پلایا اور وہ بھوکی، پیاسی مر گئی جس کی وجہ سے وہ عورت عذاب کی گئی، لیکن اس کے برعکس اگر وہ اسے کھلاتی، پلاتی تو عذاب نہ کی جاتی، اس طرح اس حدیث کا ترجمہ باب سے تعلق واضح ہے اور ہر جاندار کو پانی پلانے کی فضیلت ثابت ہو جاتی ہے۔

١٠-بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ:

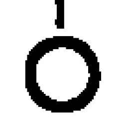
باب: جن کے نزدیک حوض والا اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حقدار ہے



٢٣٦٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ هُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، قَالَ: يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ الْأَشْيَاخَ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ".

شرح بخاری

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا۔ آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا جو حاضرین میں سب سے کم عمر تھا۔ بڑی عمر والے صحابہ آپ کی بائیں طرف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لڑکے! کیا تمہاری اجازت ہے کہ میں اس پیالے کا بچا ہوا پانی بوڑھوں کو دوں؟ اس نے جواب دیا، یارسول اللہ! میں تو آپ کا جھوٹا اپنے حصہ کا کسی کو دینے والا نہیں ہوں۔ آخر آپ نے وہ پیالہ اسی کو دے دیا۔



حوض والا اپنی کھیتی کو پانی دوسروں سے پہلے لگا سکتا ہے، اسی طرح مشکیزہ بھر کر لانے والے کے لیے پیسے لینا جائز ہے، لیکن یہ پیسے مشکیزہ اٹھا کر لانے کے عوض میں ہونے چاہئیں، پانی کے عوض نہ ہوں امام بخاری سہل بن سعد سے مروی حدیث کو لائے ہیں جس میں پانی کے پیالے کا ذکر ہے، جس کا حق دار ایک نو عمر لڑکا تھا جو اس میں پینے اور پلانے کے تصرف کا زیادہ حقدار تھا۔ بخاری نے صاحب حوض اور مشکیزے والے کو اس پر قیاس کیا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ یہ مناسبت مہلب پر مخفی رہ گئی اور اس نے کہا کہ اس حدیث میں دائیں جانب والے کے زیادہ حقدار ہونے کا



ہی ذکر ہے حوض وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ جس کا جواب ابن منیر نے دیا ہے کہ بخاری کی مراد یہ ہے کہ جب دائیں جانب والا صرف دائیں جانب بیٹھ جانے سے مشروب کا زیادہ حق دار ہو جاتا ہے تو جس کے قبضے میں کوئی چیز ہو وہ اس میں تصرف کا زیادہ حقدار کیونکر نہیں ہوگا۔

٢٣٦٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَذُودَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِي، كَمَا تُذَادُ الْغَرِيبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح ہانک دوں گا جیسے اجنبی اونٹ حوض سے ہانک دیئے جاتے ہیں۔

قولہ کما تزاد الغریبۃ من الإبل عن الحوض۔ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب حوض، حوض اور اس کے پانی پر زیادہ حق رکھتا ہے۔ اور وہ اپنے حوض پر وارد ہونے والے غیر کے اونٹوں کو اسی لیے دور ہٹا سکتا ہے کہ وہ اپنے حوض کے پانی کا زیادہ حقدار ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس پر انکار نہیں کیا جو اس کے جواز کی دلیل ہے۔



٢٣٦٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الآخَرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ، أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ، فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی کہا کہ ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ایوب اور کثیر بن کثیر نے، دونوں کی روایتوں میں ایک دوسرے کی بہ نسبت کمی اور زیادتی ہے، اور ان سے سعید بن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ علیہا السلام) پر اللہ رحم فرمائے کہ اگر انہوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا، یا یوں فرمایا کہ اگر وہ زمزم سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ ایک بہتا چشمہ ہوتا۔ پھر جب قبیلہ جرہم کے لوگ آئے اور (ہاجرہ علیہا السلام سے) کہا کہ آپ ہمیں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دیں تو انہوں نے اسے قبول کر لیا اس شرط پر کہ پانی پر ان کا کوئی حق نہ ہوگا۔ قبیلہ والوں نے یہ شرط مان لی تھی۔

قولہ أم إسماعیل اس سے مراد حضرت ہاجرہ ہیں، جب شام میں قحط پڑ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت



سارہ کے ساتھ غلہ کے لیے مصر کی طرف سفر کیا۔ وہاں کا حاکم سنان بن علوان تھا جو پہلا فرعون تھا۔ اس نے حضرت سارہ کے ساتھ برا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی شر سے نجات دی، اور اس نے انہیں خدمت کے لیے حضرت ہاجرہ عنایت کی، بعض کہتے ہیں کہ یہ مصر کے کسی بادشاہ کی بیٹی تھی، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ہود علیہ السلام کی اولاد سے تھی، حضرت سارہ نے یہ ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان سے جو بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام اسماعیل علیہ السلام تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ کو مکہ کی جگہ میں چھوڑ گئے تھے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لاتے ہوئے انہوں نے کیا تھا۔

قولہ ولا حق لكم في الماء حضرت ہاجرہ کا وہاں ٹھہرنے والے لوگوں سے یہ کہنا کہ تمہارا پانی پر حق نہیں ہوگا، اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ہاجرہ اس کی زیادہ حقدار تھیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے اس پر انکار نہیں کیا اور انہوں نے بھی انہیں پانی استعمال کرنے سے نہیں روکا تھا۔

٢٣٦٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَيَقُولُ اللهُ الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ". قَالَ عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح بخاری

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابوصالح سمان نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی سامان کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عصر کے بعد اس لیے کھائی کہ اس کے ذریعہ ایک مسلمان کے مال کو ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے بچے پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا فضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بنایا بھی نہ تھا۔

علی نے کہا کہ ہم سے سفیان نے عمرو سے کئی مرتبہ بیان کیا کہ انہوں نے ابوصالح سے سنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کی سند پہنچاتے تھے۔

قولہ رجلٌ مَنَعَ فَضْلَ مائِهِ۔ اس جملہ کی ترجمہ باب سے مناسبت ہے اور وہ یوں کہ ضرورت سے زائد پانی لوگوں

سے روکنے والا عذاب کا حقدار ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ کنواں یا حوض کے اصل پانی کا مالک ہے۔ اور اسے اپنی ضرورت کے لیے روک سکتا ہے، اور وہ اس پر دوسروں سے زیادہ حق رکھتا ہے، لیکن ضرورت سے زائد پانی نہیں روک سکتا بعض نے کہا ہے کہ ترجمہ باب سے مناسبت "مالم تعمل یداك" جملے کی ہے یعنی تو نے اس پانی سے لوگوں کو روکا جو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو پانی اس نے اپنی محنت سے نکالا ہو جیسے کنواں اور حوض کا پانی ہوتا ہے یا پانی کا مشکیزہ بھر کر لایا ہو، تو وہ اس کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہوتا ہے اور اس میں اپنی مرضی سے تصرف کرسکتا ہے۔

١١۔ بَابُ لاَ حِمَى إِلاَّ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

باب: اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی اور چراگاہ محفوظ نہیں کر سکتا

٢٣٧٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ يَحْيَى". وَقَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى السَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عتبہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چراگاہ اللہ اور اس کا رسول ہی محفوظ کر سکتا ہے۔ (ابن شہاب نے) بیان کیا کہ ہم تک یہ بھی پہنچا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع میں چراگاہ بنوائی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے سرف اور ربذہ کو چراگاہ بنایا۔

امام بخاری نے یہ ترجمہ باب اس کے تحت آنے والی حدیث کے عین مطابق قائم کیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی شخص چراگاہ اپنے لیے محفوظ نہیں کرسکتا، امام اور خلیفہ رسول کریم علیہ السلام کی نیابت میں بیت المال کے جانوروں کے لیے چراگاہ بنا سکتا ہے، جاہلیت کے زمانہ میں یہ عادت پائی جاتی تھی کہ امیر آدمی یا سردار کتے کو بھونکواتا تھا، اور جہاں جہاں تک اس کی آواز جاتی اس جگہ کو اپنے لیے محفوظ کرلیتا تھا، جس میں اسی کے جانور چرا کرتے تھے، کسی اور کے جانور اس میں داخل نہیں ہوسکتے تھے، اسلام نے اس رسم کو توڑ دیا، اور زمین میں سب کو مساوی قرار دیا، صرف اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لیے حمی ہوسکتی ہے، اسی لیے بیت اللہ اور اس کے اردگرد مقامات کو حرم بنایا گیا ہے، جہاں شکار نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی وہاں درخت یا گھاس کاٹا جاسکتا ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے بنایا ہے، بیت المال کی جانوروں کے لیے اب بھی چراگاہ بنائی جاسکتی ہے۔ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی ہی چراگاہ ہوگی۔ اور یہ چراگاہ بھی کسی دوسرے کی ملکیت میں نہیں بنائی جاسکتی،

پہاڑوں، ندی نالوں اور اس زمین میں بیت المال کی چراگاہ بنائی جاسکتی ہے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو، ہاں کوئی شخص اپنی زمین میں اپنے جانوروں کے لیے چراگاہ بنائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ قال: بلغنا ... قال کے قائل ابن شہاب ہیں اور یہ بلاغ انہی کا ہے، ابن شہاب نے اسے مرسل اور موصول دونوں طرح روایت کیا ہے، جیسا کہ انہوں نے کہا: "بلغنا أن النبي ﷺ حمى النقيع" اور موصول روایت سعید بن منصور سے مروی ہے:

قال حدثنا عبدالعزيز بن محمد عن عبدالرحمن بن الحارث عن ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله عن ابن عباس عن الصعب بن جثامه أن رسول الله ﷺ حمى النقيع وقال: لا حمى إلا لله[1]

نقیع مدینہ سے بیس فرسخ پر ایک مقام کا نام ہے، ربذہ اور الشرف بھی دو جگہوں کے نام ہیں اور الشرف معرف باللام ہے، جبکہ سرف مکہ کے قریب واقع ہے اور یہ بغیر الف ولام کے استعمال ہوتا ہے۔

۱۲- بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ مِنَ الأَنْهَارِ:

باب: نہروں میں سے آدمی اور جانور سب پانی پی سکتے ہیں

۲۳۷۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ، فَأَطَالَ بِهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ فَهِيَ لِذَلِكَ أَجْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لِذَلِكَ سِتْرٌ، وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ، وَسُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْحُمُرِ؟ فَقَالَ: مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۷ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۸ سورة الزلزلة آية ۷-۸".

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ابو صالح سمان نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

[1] سنن ابی داود: ۳۰۸۴، ج ۳، ص ۱۸۰ (حسن)

گھوڑا ایک شخص کے لیے باعث ثواب ہے، دوسرے کے لیے بچاؤ ہے اور تیسرے کے لیے وبال ہے۔
جس کے لیے گھوڑا اجر و ثواب ہے، وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ کے لیے اس کو پالے، وہ اسے کسی ہریالے میدان میں باندھے (راوی نے کہا) یا کسی باغ میں۔ تو جس قدر بھی وہ اس ہریالے میدان میں یا باغ میں چرے گا۔ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ اگر اتفاق سے اس کی رسی ٹوٹ گئی اور گھوڑا ایک یا دو مرتبہ آگے کے پاؤں اٹھا کر کودا تو اس کے آثار قدم اور لید بھی مالک کی نیکیوں میں لکھے جائیں گے اور اگر وہ گھوڑا کسی ندی سے گزرے اور اس کا پانی پیئے خواہ مالک نے اسے پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو بھی یہ اس کی نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ تو اس نیت سے پالا جانے والا گھوڑا انہیں وجوہ سے باعث ثواب ہے دوسرا شخص وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز رہنے اور ان کے سامنے دست سوال بڑھانے سے بچنے کے لیے گھوڑا پالے، پھر اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے حق کو بھی فراموش نہ کرے تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لیے پردہ ہے۔ تیسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر، دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی میں پالے۔ تو یہ گھوڑا اس کے لیے وبال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی حکم وحی سے معلوم نہیں ہوا۔ سوا اس جامع آیت کے «من یعمل مثقال ذرة خیرا یره * ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره» جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔



اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جو نہریں راستوں پر واقع ہیں ان سے انسان اور جانور پانی پی سکتے ہیں، ان پر کسی کا اتنا ملک نہیں ہوتا کہ وہ لوگوں یا جانوروں کو پانی پینے سے روک سکے۔

قوله لرجل ستر "أی ساتر لفقره ولحاله"

قوله فی مرج أو روضة یہ راوی کی شک ہے۔ اور مرج سے مراد وسیع زمین ہے جس میں بہت گھاس ہو۔

قوله ولو أنها مرّت بنهر... ترجمہ باب کا اسی جملہ سے تعلق ہے، اور جبکہ گھوڑے کے نہر سے خود بخود پانی پینے پر اجر ملتا ہے تو اسے قصداً پلانے پر بطریق اولی اجر ہے، اور اَجر کا حصول اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

قوله إلا هذه الأية الجامعة الفاذة، ای العامة الشاملة المنفردة، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص گدھوں پر یا ان کے ذریعہ کسی پر احسان کرے گا وہ آخرت میں اپنے احسان کا بدلہ پالے گا، اور جو شخص گدھوں سے برا و تیرہ کرے گا اور انہیں ان کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دے گا، وہ آخرت میں اپنی اس برائی کا بدلہ پائے گا۔

قوله فمن یعمل مثقال ذرة... سورج کی شعاع میں دکھائی دینے والا ذرہ کہلاتا ہے۔

٢٣٧٢: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَقَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا



وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا، قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا".

ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے لقطہ (راستے میں کسی کی گم ہوئی چیز جو پا گئی ہو) کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تھیلی اور اس کے بندھن کی خوب جانچ کر لو۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اس عرصے میں اگر اس کا مالک آ جائے (تو اسے دے دو) ورنہ پھر وہ چیز تمہاری ہے۔ سائل نے پوچھا، اور گمشدہ بکری؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا پھر بھیڑیئے کی ہے۔ سائل نے پوچھا اور گمشدہ اونٹ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اسے سیراب رکھنے والی چیز ہے اور اس کا کھر ہے، پانی پر بھی وہ جا سکتا ہے اور درخت (کے پتے) بھی کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پا جائے۔

قولہ ترد الماء نبی اکرم ﷺ نے اونٹ کو لقطہ بنانے سے روکا ہے۔ کیونکہ اس پر بھوک اور پیاس کا ڈر نہیں ہے، وہ پانیوں پر وارد ہوتا ہے اور پانی پی سکتا ہے۔ اور اسے کوئی روک نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پانی انسانوں اور جانوروں سب کے لیے پیدا کیا ہے۔

۱۳۔ بَابُ بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ:

باب: لکڑی اور گھاس بیچنا

۲۳۷۳: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا، فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَطَبٍ فَيَبِيعَ، فَيَكُفَّ اللهُ بِهِ وَجْهَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَمْ مُنِعَ".

ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ہاشم نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے زبیر بن عوام نے رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص رسی لے کر لکڑیوں کا گھٹا لائے، پھر اسے بیچے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی آبرو محفوظ رکھے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور (بھیک) اسے دی جائے یا نہ دی جائے۔ اس کی بھی کوئی امید نہ ہو۔

غیر ملکی زمین سے لکڑیاں یا گھاس کاٹ کر بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر وہ زمین کسی کے ملک میں ہو تو ملکی زمین سے لکڑیاں یا گھاس کاٹنا جائز نہیں ہے، آج کل سڑکوں کے کناروں پر جو درخت ہوتے ہیں وہ حکومت کی ملکیت میں

ہوتے ہیں انہیں نہیں کاٹنا چاہیے، جنگلات سے خود رو درخت یا گھاس کاٹی جاسکتی ہے۔ اور پانی، گھاس اور جنگل کی لکڑی سے فائدہ اٹھانے میں سب لوگ برابر ہیں، اور جب انسان گھاس اور ان لکڑیوں کا مالک بن جاتا ہے تو بنجر زمین کو آباد کرنے سے بالاولی اس کا مالک بن جائے گا۔

٢٣٧٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب، ان سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابوعبید نے، اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر (بیچنے کے لیے) لیے پھرے تو وہ اس سے اچھا ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ پھر خواہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔

٢٣٧٥: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أَنَّهُ قَالَ: "أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَارِفًا أُخْرَى، فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيعَهُ، وَمَعِي صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ عَلَى وَلِيمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ. فَقَالَتْ: أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ، فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ، فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ: وَمِنَ السَّنَامِ، قَالَ: قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِآبَائِي؟ فَرَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذَلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ".



ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، انہیں زید العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے، ان سے ان کے والد



حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی لڑائی کے موقع پر مجھے ایک جوان اونٹنی غنیمت میں ملی تھی اور ایک دوسری اونٹنی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی۔ ایک دن ایک انصاری صحابی کے دروازے پر میں ان دونوں کو اس خیال سے باندھے ہوئے تھا کہ ان کی پیٹھ پر اذخر (عرب کی ایک خوشبودار گھاس جسے سنار وغیرہ استعمال کرتے تھے) رکھ کر بیچنے لے جاؤں گا۔ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی میرے ساتھ تھا۔ اس طرح (خیال یہ تھا کہ) اس کی آمدنی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا (جن سے میں نکاح کرنے والا تھا ان) کا ولیمہ کروں گا۔ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اسی (انصاری کے) گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے جب یہ مصرعہ پڑھا: ہاں: اے حمزہ! اٹھو، فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف (بڑھ) حمزہ رضی اللہ عنہ جوش میں تلوار لے کر اٹھے اور دونوں اونٹنیوں کے کوہان چیر دیئے۔ ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کی کلیجی نکال لی (ابن جریج نے بیان کیا کہ) میں نے ابن شہاب سے پوچھا، کیا کوہان کا گوشت بھی کاٹ لیا تھا۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ ان دونوں کے کوہان کاٹ لیے اور انہیں لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ تشریف لائے۔ زید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ نبی کریم ﷺ جب حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی ظاہر فرمائی تو حمزہ نے نظر اٹھا کر کہا تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں لوٹ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا قصہ ہے۔

قولہ أن ابن جریج "ھو عبد الملك بن عبد العزیز المکی۔"

قولہ أصبتُ شارفًا، مسنہ اونٹ کو کہتے ہیں، مذکر کے لیے شارف اور مونث کیلئے شارفۃ آتا ہے جمع شُرف ہے۔

قولہ النواء، جمع ناویة، وھي السمینة، اس سے مراد موٹی اونٹنیاں ہیں۔ قسطلانی نے ان اشعار کو مکمل ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

ألا یا حمز للشرف النواء　　　　وھن معقلات بالفناء

ضع السکین فی اللبات منھا　　　　وضرجھن، حمزة، بالدماء

وعجل من أطایبھا الشرب　　　　قدیرًا من طبیخ أو شواء[1]

قدیراً، عجّل کا مفعول ہے، یہ قدر سے ہے، ہنڈیا میں پکے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں۔ یعنی اے حمزہ صحن میں بندھی ہوئی موٹی اونٹنیوں کی طرف اٹھو، ان کے حلق میں چھری چلاؤ، اے حمزہ انہیں خون میں آلودہ کرو، اور ہنڈیا میں ان کا عمدہ

[1] ارشاد الساری للقسطلانی، ج۴، ص۲۰۹۔

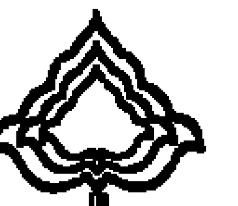
گوشت پکا کر اور بھون کر کھلانے میں جلدی کرو، حمزہ مدہوشی میں اٹھے شعر سنتے ہی تلوار لے کر ان دو اونٹنیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے کلیجے نکال کر اور کوہان کاٹ کر لے آئے، عربوں کے ہاں یہ گوشت عمدہ سمجھا جاتا تھا۔

قولہ هل انتم الا عبيد، عبد المطلب کو ان کا سردار اور سید قرار دیا اور پوتوں کو ان کے غلام کہہ دیا، اور کہا کہ غلام کا مال اپنا مال ہی ہوتا ہے اس لیے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نشہ میں تھے اس لیے آپ واپس لوٹ آئے، لیکن دوسری روایت میں ہے کہ ان کا نشہ اترنے کے بعد آپ نے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلوادی تھی[1]۔

قولہ أنا أريدُ أن أحمل عليهما إذخرًا لابيعه، یہ محل شاہد ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگل سے لکڑیاں یا گھاس کاٹنا جائز ہے اور انہیں آبادی میں لا کر بیچنا بھی جائز ہے۔

۱۴۔ بَابُ الْقَطَائِعِ:

باب: قطعات اراضی بطور جاگیر دینے کا بیان



۲۳۷۶: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا، قَالَ: سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي".

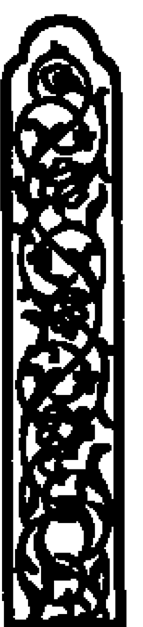
ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین میں کچھ قطعات اراضی بطور جاگیر (انصار کو) دینے کا ارادہ کیا تو انصار نے عرض کیا کہ ہم جب لیں گے کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطعات عنایت فرمائیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد (دوسرے لوگوں کو) تم پر ترجیح دی جایا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا، یہاں تک کہ ہم سے (آخرت میں آکر) ملاقات کرو۔



یہ قطیعۃ کی جمع ہے۔ جاگیر دینے کے معنی میں ہے، امام کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ویران زمین سے کسی لائق شخص کو کوئی قطعہ زمین بطورِ جاگیر دے سکتا ہے۔ اور اس کا عوض نہیں لیا جائے گا۔ لیکن جاگیر دار اس کا مالک نہیں ہوگا۔ اگر امام اسے مالک بنادے تو وہ مالک بن جائے گا۔

قولہ من البحرين من تبعيضيہ ہے اور بحرین تثنیہ کے لفظ پر ہے، اور یہ ایک علاقہ کا نام ہے۔

قولہ حتى تقطع کیونکہ انصار کا پیشہ ایثار تھا لیکن آپ نے مہاجرین کو جاگیریں نہیں دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس قدر مال نہیں تھا کہ انہیں بھی دے سکیں کیونکہ اس وقت فتوحات کی کمی تھی، ابن بطال نے کہا ہے کہ انہیں جاگیریں آپ



[1] ارشاد الساری، ج۴، ص۲۱۰۔

بنی نضیر کی زمینوں سے دے چکے تھے، لیکن ابن بطال کی یہ بات غریب ہے۔

بحرین سے جاگیریں دینے پر یہ اعتراض ہے کہ بحرین کا علاقہ تو ابھی فتح نہیں ہوا تھا، فتح ہونے سے پہلے جاگیریں کیسے دی جاسکتی ہیں۔ اس کے دو طرح کے جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ان سے مصالحت ہو چکی تھی۔ لہٰذا بحرین سے جو مال درآمد ہونا تھا وہ مال انصار کو دینا تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ علاقہ فتح ہوگا، اور مراد یہ تھی کہ فتح ہونے کے بعد یہ مال تمہاری ملک میں آجائے گا، لیکن پہلا معنی زیادہ واضح ہے۔

قولہ أثرۃ... ہمزہ اور ثا کی فتحہ کے ساتھ، بعض نے ہمزہ کے ضمہ اور ثا کے سکون سے بھی پڑھا ہے جس کا معنی حق تلفی کرنا ہے۔

١٥-بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ:

باب: قطعات اراضی بطور جاگیر دے کر ان کو سند لکھ دینا

٢٣٧٧ وَقَالَ اللَّيْثُ: عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي".

اور لیث نے یحییٰ بن سعید سے بیان کیا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلا کر بحرین میں انہیں قطعات اراضی بطور جاگیر دینے چاہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو ہمارے بھائی قریش (مہاجرین) کو بھی اسی طرح کی قطعات کی سند لکھ دیجئے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی زمین ہی نہ تھی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر مقدم کیا جائے گا۔ تو اس وقت تم مجھ سے ملنے تک صبر کئے رہنا۔

حکومت اگر بطورِ انعام کسی شخص کو جاگیر دے تو جاگیردار کو اس کی سند لکھ کر دینا بھی ضروری ہے، تاکہ نزاع اور اختلاف کے وقت اس کے کام آئے۔

قولہ فلم یکن ذلك... اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اتنا مال نہیں تھا کہ مہاجرین کو بطور جاگیر دے سکیں۔ کتاب الجزیۃ، باب ما أقطع النبی ﷺ من البحرین میں بخاری اس حدیث کو اس سند کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں:

حدثنا أحمد بن یونس حدثنا زهیر عن یحی بن سعید قال سمعت أنسا قال دعا النبی ﷺ الأنصار لیکتب لهم بالبحرین فقالوا: لا والله حتی تکتب لاخواننا من قریش بمثلها فقال ذاك لهم ماشاء الله علی ذلك یقولون له قال: فإنكم

ستروں بعدی أثرہ، فاصبروا حتّٰی تلقونی علی الحوض[1]۔

١٦۔بَابُ حَلَبِ الإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ:

باب: اونٹنی کو پانی کے پاس دوہنا

٢٣٧٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مِنْ حَقِّ الإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ".[2]

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فلیح نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اونٹ کا حق یہ ہے کہ ان کا دودھ پانی کے پاس دوہا جائے۔

اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ دوسرے یا تیسرے دن اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لئے گھاٹ پر لے جاتے تھے اور وہاں دودھ لینے کے لئے غریب اور مسکین جمع ہو جاتے تھے، اور جانوروں کے مالک دودھ دھو کر انہیں دے دیا کرتے تھے، اور اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ اس اچھی خصلت کو جاری رکھا جائے، ایسے ہی کھیتی کی کٹائی کے وقت بھی نادار لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ان سے بھی تعاون ہونا چاہیئے۔

١٧۔بَابُ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ مَمَرٌّ، أَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ فِي نَخْلٍ

باب: باغ میں سے گزرنے کا حق یا کھجور کے درختوں میں پانی پلانے کا حصہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، فَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتَّى يَرْفَعَ، وَكَذَلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص نے پیوندی کرنے کے بعد کھجور کا کوئی درخت بیچا تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہوتا ہے۔ اور اس باغ میں سے گزرنے اور سیراب کرنے کا حق بھی اسے حاصل رہتا ہے۔ یہاں تک کہ

---

[1] صحیح بخاری: ٣١٦٣

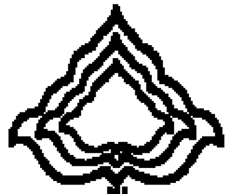
[2] حافظ نے کہا ہے کہ یہاں "علیٰ" عند کے معنی میں ہے۔ ای عند الماء اس پر عینی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہل لغت میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ "علیٰ" عند کے معنی میں آتا ہو، بلکہ علیٰ یہاں استعلاء کے لیے ہے۔ قسطلانی نے اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ بہت سے اہل لغت اور اہل عربیت سے ثابت ہے وہ کہتے ہیں: "إن حروف الجر تتناوب" حروفِ جارہ دوسرے الفاظ کے نائب بن کر آتے رہتے ہیں، لہٰذا یہاں بھی "علیٰ" عند کا نائب بن کر آسکتا ہے، اور اگر "علیٰ" کو استعلاء کے لیے بنایا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اونٹنی کو پانی کے اوپر دوہا جائے، اس طرح تو دودھ کا پانی میں واقع ہونا لازم آئے گا، اور ترجمہ باب سے یہ مراد نہیں ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ اونٹنی کو پانی کے پاس دوھا جائے تاکہ وہاں جمع ہونے والے غریب اور مسکین دودھ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ (ارشاد الساری: ٤، ٢١١)

اس کا پھل توڑ لیا جائے۔ صاحب عریہ کو بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے۔

اس ترجمہ باب میں "فی حائط" کا تعلق "ممر" کے ساتھ ہے اور "فی نخل" کا تعلق "شرب" سے ہے، یعنی اس شخص کا بیان جسے باغ سے گزرنے کا حق اور کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا حق حاصل ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص پیوند کاری کے بعد کھجور کا درخت بیچے تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہوتا ہے اور اس باغ سے گزرنے اور اسے سیراب کرنے کا بھی اسے حق حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا پھل توڑ لیا جائے، ایسے صاحب عرایا کو بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے، یعنی اسے بھی راستہ دیا جائے گا اور پانی کا حصہ بھی دیا جائے گا، وکذلک رب العریۃ سے یہی مراد ہے۔

قولہ فثمرتها للبائع۔ جبکہ پھل بائع کا ہے تو اسے گزرنے کے لیے راستہ کی بھی ضرورت ہوگی۔

٢٣٧٩ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ". وَعَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے سالم بن عبداللہ نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ پیوند کاری کے بعد اگر کسی شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچا تو (اس سال کی فصل کا) پھل بیچنے والے ہی کا رہتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے (کہ پھل بھی خریدار ہی کا ہوگا) تو یہ صورت الگ ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کوئی مال والا غلام بیچا تو وہ مال بیچنے والے کا ہوتا ہے۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے تو یہ صورت الگ ہے۔ یہ حدیث امام مالک سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اس میں صرف غلام کا ذکر ہے۔

شرح بخاری

٢٣٨٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: "رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے یحیٰی بن سعید نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ نے عریہ کے سلسلہ میں اس کی رخصت دی تھی کہ اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے بیچا جا سکتا ہے۔



٢٣٨١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ،

سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَأَنْ لَا تُبَاعَ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ، محاقلہ، اور مزابنہ سے منع فرمایا تھا۔ اسی طرح پھل کو پختہ ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا تھا، اور یہ کہ میوہ یا غلہ جو درخت پر لگا ہو، دینار و درہم ہی کے بدلے بیچا جائے۔ البتہ عرایا کی اجازت دی ہے۔

۲۳۸۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ، فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ". شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ.

ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں داؤد بن حصین نے، انہیں ابواحمد کے غلام ابوسفیان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عرایا کی اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے پانچ وسق سے کم، یا (یہ کہا کہ) پانچ وسق کے اندر اجازت دی ہے اس میں شک داؤد بن حصین کو ہوا (بیع عریہ کا بیان پیچھے مفصل ہو چکا ہے)۔



۲۳۸۳-۲۳۸۴: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ، وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا فَإِنَّهُ أَذِنَ لَهُمْ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي بُشَيْرٌ مِثْلَهُ.

ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابواسامہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے ولید بن کثیر نے خبر دی، کہا کہ مجھے بنی حارثہ کے غلام بشیر بن یسار نے خبر دی، ان سے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ یعنی درخت پر لگے ہوئے کھجور کو خشک کی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا، عریہ کرنے والوں کے علاوہ کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تھی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے بشیر نے اسی طرح یہ حدیث بیان کی تھی۔ (یہ تعلیق ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کو نہیں پایا۔ حافظ نے کہا کہ مجھ کو یہ تعلیق موصولاً نہیں ملی۔)



کتاب الاستقراض وأداء الدیون والحجر والتفلیس

قرض لینے اور قرض واپس کرنے اور تصرف سے روکنے اور دیوالیہ قرار دینے کا بیان۔ حجر کے متعدد اسباب ہیں جیسے رِق اور جنون متفق علیہ اسباب ہیں۔ اور سفیہ ہونا بھی اس کا ایک سبب ہے۔ اور سفہ سے مراد یہ ہے کہ اسے تصرف کرنے کی سمجھ نہ ہو، امام شافعی رحمہ اللہ "ولا تؤتوا السفهاء اموالکم" سے اس پر استدلال کرتے ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جب وہ پچیس سال کا ہو جائے تو اسے اس کا مال دے دینا چاہیے تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھالے، اور ان کے نزدیک "لا توتوا السفهاء اموالکم" سے مراد یہ ہے کہ اپنے مال انہیں نہ دو، یہ مراد نہیں ہے کہ ان کا مال بھی انہیں نہ دو، حالانکہ یہ نسبت عرفی یا نوعی لحاظ سے کر دی گئی ہے۔

قولہ والتفلیس حجر کے بعد تفلیس ہوتی ہے، بعض دفعہ تفلیس کے وقت حجر ہوتا ہے، یعنی قاضی حکم لگا دے کہ فلاں شخص تصرف نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد قاضی اس کا مال بیچ دیتا ہے، یا اسے بیچنے پر مجبور کر دیتا ہے، اور اس سے قرض لینے والوں کے قرضے ادا کر دیتا ہے۔

١۔ بَابُ مَنِ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ، أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ:

باب: جو شخص کوئی چیز قرض خریدے اور اس کے پاس قیمت نہ ہو یا اس وقت موجود نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

٢٣٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ، أَتَبِيعُنِيهِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيرِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ".

ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے اونٹ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم اسے بیچو گے؟ میں نے کہا ہاں، چنانچہ اونٹ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ دیا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے۔ تو صبح اونٹ کو لے کر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی قیمت ادا کر دی۔

یعنی جو شخص ادھار کوئی چیز خریدے اور اس کے پاس اس کی قیمت بالکل نہ ہو یا بروقت موجود نہ ہو تو اس کی بیع جائز ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سفر میں ادھار اونٹ خریدا تھا اور اس کی قیمت مدینہ میں آکر ادا کی

تھی، اور اس حدیث کا ترجمہ باب کے دوسرے جزء سے تعلق ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کا تعلق باب کے پہلے جزء سے ہے، اس لیے کہ اگر آپ کے پاس اس طعام کی قیمت موجود ہوتی تو آپ بروقت اس کی ادائیگی کر دیتے۔ یہ باب لا کر امام بخاری عبداللہ بن عباس سے مروی حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو سنن ابی داود میں بایں الفاظ مرفوع مروی ہے: "لا أشتری بعدھا شیئًا إلّا و عندی ثمنہ"[1]

قولہ بحضرتہ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چیز کی قیمت اس کے پاس موجود نہ ہو، اور "عندہ" سے مراد یہ ہوگا کہ قیمت اس کے ملک میں نہ ہو، اس طرح "عِنْدَ" عام ہوگا اور دوسرا لفظ خاص ہوگا، لہٰذا پہلی حدیث میں قیمت کا پاس نہ ہونا اور دوسری حدیث میں ملکیت میں نہ ہونا ثابت کیا ہے۔

٢٣٨٦: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ".

ہم سے معلٰی بن اسد نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ابراہیم کی خدمت میں ہم نے بیع سلم میں رہن کا ذکر کیا، تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اسود نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ ایک خاص مدت (کے قرض پر) خریدا، اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔



٢۔ بَابُ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَوْ إِتْلَافَهَا:

باب: جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو ہضم کرنے کی نیت سے لے

٢٣٨٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ".







ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے ثور بن زید نے، ان سے ابوغیث نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی لوگوں کا مال قرض کے طور پر ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے ادا کرے گا اور جو کوئی نہ دینے کے لیے لے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو تباہ کر دے گا۔





[1] سنن ابی داود: ٣٣٤٤ (ضعیف)

أی من أخذ أموال الناس بطريق القرض يريد أداءها، أدى الله عنه أو يريد إتلافها، أتلفه الله، أی فی معاشه أی يذهبه من يده فلا ينتفع به لسوء نيته ويبقى عليه الدين فيعاقبه به يوم القيامة۔

لہٰذا کسی سے قرض لیتے وقت اسے اداء کرنے کی نیت ہونی چاہیے، ہضم کرنے کی نیت سے قرض نہ لیا جائے۔

۳-بَابُ أَدَاءِ الدُّيُونِ:

باب: قرضوں کا ادا کرنا

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا سورة النساء آية ٥٨.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نساء میں) فرمایا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں اچھی ہی نصیحت کرتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ بہت سننے والا، بہت دیکھنے والا ہے۔

قرضوں کے ادا کرنے کا بیان، اس آیت کریمہ میں امانت کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دین یعنی قرض بھی امانات میں داخل ہے جس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور امانت اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب الاداء ہو، اگرچہ اس کے بدلے میں کوئی چیز لی ہو یا نہ لی ہو۔

شرح بخاری

٢٣٨٨: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَبْصَرَ يَعْنِي أُحُدًا، قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّهُ يُحَوَّلُ لِي ذَهَبًا يَمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا دِينَارًا أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الأَكْثَرِينَ هُمُ الأَقَلُّونَ، إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا، وَأَشَارَ أَبُو شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَعَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، وَقَلِيلٌ مَا هُمْ، وَقَالَ: مَكَانَكَ، وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا فَأَرَدْتُ أَنْ آتِيَهُ، ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ مَكَانَكَ حَتَّى آتِيَكَ، فَلَمَّا جَاءَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، الَّذِي سَمِعْتُ أَوْ قَالَ الصَّوْتُ الَّذِي سَمِعْتُ، قَالَ: وَهَلْ سَمِعْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: نَعَمْ".

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوشہاب نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے زید بن وہب نے اور ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ

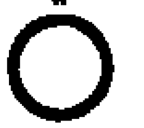
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا، آپ کی مراد احد پہاڑ (کو دیکھنے) سے تھی۔ تو فرمایا کہ میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ احد پہاڑ سونے کا ہو جائے تو اس میں سے میرے پاس ایک دینار کے برابر بھی تین دن سے زیادہ باقی رہے۔ سوا اس دینار کے جو میں کسی کا قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔ پھر فرمایا، (دنیا میں) دیکھو جو زیادہ (مال) والے ہیں وہی محتاج ہیں۔ سوا ان کے جو اپنے مال و دولت کو یوں اور یوں خرچ کریں۔ ابو شہاب راوی نے اپنے سامنے اور دائیں طرف اور بائیں طرف اشارہ کیا، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہیں ٹھہرے رہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دور آگے کی طرف بڑھے۔ میں نے کچھ آواز سنی (جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے باتیں کر رہے ہوں) میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آیا کہ یہیں اس وقت تک ٹھہرے رہنا جب تک میں نہ آجاؤں اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ابھی میں نے کچھ سنا تھا۔ یا (راوی نے یہ کہا کہ) میں نے کوئی آواز سنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے بھی سنا! میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ تمہاری امت کا جو شخص بھی اس حالت میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے پوچھا کہ اگرچہ وہ اس طرح (کے گناہ) کرتا رہا ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہاں۔



قولہ إلا دینارًا أرصدہ لدین۔ اس جملہ سے ترجمہ باب کا تعلق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو جس پر قرض ہو اپنا قرض ادا کرنے کی فکر ہونی چاہیے اور قرض کی ادائیگی صدقہ و خیرات کرنے پر مقدم ہے۔

شرح بخاری

۲۳۸۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِي أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ، إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ". رَوَاهُ صَالِحٌ، وَعُقَيْلٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.



ہم سے احمد بن شبیب بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے یونس نے کہ ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس (سونے) کا کوئی حصہ میرے پاس رہ جائے۔ سوا اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔ اس کی روایت صالح اور عقیل نے زہری سے کی ہے۔



۴-بَابُ اسْتِقْرَاضِ الإِبِلِ:

باب: اونٹ قرض لینا

۲۳۹۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَغْلَظَ لَهُ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، وَاشْتَرُوا لَهُ بَعِيرًا فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ وَقَالُوا: لَا نَجِدُ إِلَّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ: "اشْتَرُوهُ فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہیں سلمہ بن کہیل نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا، وہ ہمارے گھر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت سست کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کہنے دو۔ صاحب حق کے لیے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ کو قرض دیا تھا) اچھی عمر ہی کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی خرید کے اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں اچھا وہی ہے جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔ (حدیث اور باب کی مطابقت ظاہر ہے)

۵-بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِي:

باب: تقاضے میں نرمی کرنا

۲۳۹۱: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَاتَ رَجُلٌ، فَقِيلَ لَهُ: قَالَ: كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوسِرِ وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ، فَغُفِرَ لَهُ". قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبدالملک نے، ان سے ربعی بن حراش نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا (قبر میں) اس سے سوال ہوا، تمہارے پاس کوئی نیکی ہے؟ اس نے کہا کہ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ (اور جب کسی پر میرا قرض ہوتا) تو میں مالداروں کو مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ دستوں کے قرض کو معاف کر دیا کرتا تھا اس پر اس کی بخشش ہو گئی۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

٦-بَابُ هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهِ:

باب: کیا بدلہ میں قرض والے اونٹ سے زیادہ عمر والا اونٹ دیا جاسکتا ہے؟

٢٣٩٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ بَعِيرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوهُ فَقَالُوا: مَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَعْطُوهُ فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ قطان نے، ان سے سفیان ثوری نے کہ مجھ سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا قرض کا اونٹ مانگنے آیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اسے اس کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا ہی اونٹ مل رہا ہے۔ اس پر اس شخص (قرض خواہ) نے کہا مجھے تم نے میرا پورا حق دیا۔ تمہیں اللہ تمہارا حق پورا پورا دے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے وہی اونٹ دے دو کیونکہ بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ بہتر طریقہ پر اپنا قرض ادا کرتا ہو۔



٧-بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ:

باب: قرض اچھی طرح سے ادا کرنا

٢٣٩٣: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوهُ فَطَلَبُوا سِنَّهُ، فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ: أَعْطُوهُ، فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي وَفَى اللهُ بِكَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا۔ وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کرنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اونٹ دے دو۔ صحابہ نے تلاش کیا لیکن ایسا ہی اونٹ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی دے دو۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے میرا حق پوری طرح دیا اللہ آپ کو بھی اس کا بدلہ پورا پورا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو قرض



ادا کرنے میں بھی سب سے بہتر ہو۔

٢٣٩٤: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ مِسْعَرٌ: أُرَاهُ قَالَ: ضُحًى، فَقَالَ: "صَلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي".

ہم سے خلاد نے بیان کیا، ان سے مسعر نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔ مسعر نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے چاشت کے وقت کا ذکر کیا۔ (کہ اس وقت خدمت نبوی میں حاضر ہوا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ لو۔ میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ادا کیا، بلکہ زیادہ بھی دے دیا۔

٨- بَابُ إِذَا قَضَى دُونَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ:

باب: اگر مقروض قرض خواہ کے حق میں کم ادا کرے

٢٣٩٥: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ "أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُمْ، أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي، فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي، وَقَالَ: سَنَغْدُو عَلَيْكَ، فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ فَجَدَدْتُهَا، فَقَضَيْتُهُمْ وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا".

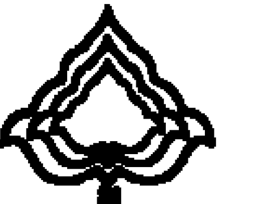
ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے بیان کیا، ان سے کعب بن مالک نے بیان کیا، اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان کے والد (عبداللہ رضی اللہ عنہ) احد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے۔ ان پر قرض چلا آ رہا تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے حق کے مطالبے میں سختی اختیار کی تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمالیا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں۔ اور میرے والد کو معاف کر دیں۔ لیکن قرض خواہوں نے اس سے انکار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں میرے باغ کا میوہ نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ ہم صبح کو تمہارے باغ میں آئیں گے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے باغ میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درختوں میں پھرتے

رہے۔ اور اس کے میوے میں برکت کی دعا فرماتے رہے۔ پھر میں نے کھجور توڑی اور ان کا تمام قرض ادا کرنے کے بعد بھی کھجور باقی بچ گئی۔

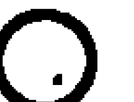
یعنی اگر مقروض، قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے (جبکہ قرض خواہ اس پر راضی ہو جائے) یا قرض خواہ اسے معاف کردے، تو جائز ہے، جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شہید کے قرض خواہوں سے کچھ قرض معاف کرنے کا فرمایا۔ لیکن وہ نہ مانے تو آپ نے برکت کی دعاء کی، آپ کی دعاء کی برکت سے سارا قرض ادا ہو گیا، بلکہ قرض ادا ہونے کے بعد بھی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

۹-بَابُ إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ:

باب: اگر قرض ادا کرتے وقت کھجور کے بدل اتنی ہی کھجور یا اور کوئی میوہ یا اناج کے بدل برابر ناپ تول کر یا اندازہ کر کے دے تو درست ہے



۲۳۹۶: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ "أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ، فَأَبَى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ. فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِي لَهُ، فَأَبَى. فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ فَمَشَى فِيهَا، ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ: جُدَّ لَهُ، فَأَوْفِ لَهُ الَّذِي لَهُ، فَجَدَّهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَوْفَاهُ ثَلَاثِينَ وَسْقًا، وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَجَاءَ جَابِرٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ: أَخْبِرْ ذَلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ، فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ عَلِمْتُ حِينَ مَشَى فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا".







ہم سے ابراہیم بن المنذر نے کہا کہ ہم سے انس نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جب ان کے والد شہید ہوئے تو ایک یہودی کا تیس وسق قرض اپنے اوپر چھوڑ گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مہلت مانگی، لیکن وہ نہیں مانا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی (ابو شحم) سے (مہلت دینے کی) سفارش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہودی سے یہ فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھل (جو بھی ہوں) اس قرض کے بدلے میں لے لے۔ جو ان کے والد کے اوپر اس کا ہے، اس نے اس سے بھی انکار کیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باغ میں داخل ہوئے اور اس میں چلتے رہے پھر جابر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باغ کا پھل توڑ کے اس کا قرض ادا کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو انہوں نے باغ کی کھجوریں توڑیں اور یہودی کا تیس وسق ادا کر دیا۔ سترہ وسق اس میں سے بچ بھی رہا۔ جابر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو بھی یہ اطلاع دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی خبر ابن خطاب کو بھی کر دو۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں چل رہے تھے کہ اس میں ضرور برکت ہو گئی۔

یعنی جب قرض ادا کرتے وقت کھجور کے بدلے اتنی ہی کھجور یا اور کوئی پھل یا اناج کے بدلے برابر ناپ تول کر یا اندازہ کر کے دے تو یہ جائز ہے "قاصّ" سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی نے دوسرے کسی شخص سے سو روپے لینا ہیں اس نے اس سے کسی چیز کا سودا کیا، کہ اس کے ذمہ سو روپے آ گئے، تو پہلے سو کے مقابلہ میں سو روپے کاٹ لیے جائیں گے، یہ ضروری نہیں ہے کہ سو روپے اسے دے کر پھر اس سے لے۔

قولہ أو جازفہ۔ کسی نے دوسرے سے دس من کھجوریں لینا تھیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ کھجوروں کا ڈھیر دس من ہے یا اس سے کچھ کم و پیش ہے۔ تو دس من کے عوض یہ ڈھیر لینا جائز ہے۔

١٠- بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ:

باب: قرض سے اللہ کی پناہ مانگنا

٢٣٩٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. ح وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ، وَيَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ يَا رَسُولَ اللهِ مِنَ الْمَغْرَمِ ؟ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ، فَكَذَبَ، وَوَعَدَ، فَأَخْلَفَ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، وہ زہری سے روایت کرتے ہیں (دوسری سند) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے، ان سے محمد بن ابی عتیق نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تو یہ بھی کہتے اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ قرض سے

اتنی پناہ مانگتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب آدمی مقروض ہوتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

۱۱۔بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا:

باب: قرض دار کی نماز جنازہ کا بیان

۲۳۹۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (اپنے انتقال کے وقت) مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو قرض چھوڑے تو وہ ہمارے ذمہ ہے۔

۲۳۹۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ سورة الأحزاب آية ٦، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ".



ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوعامر نے بیان کیا، ان سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مومن کا میں دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو «النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم» نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اس لیے جو مومن بھی انتقال کر جائے اور مال چھوڑ جائے تو چاہئے کہ ورثاء اس کے مالک ہوں۔ وہ جو بھی ہوں اور جو شخص قرض چھوڑ جائے یا اولاد چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں کہ ان کا ولی میں ہوں۔



۱۲۔بَابُ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ:

باب: ادائیگی میں مالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا ظلم ہے



۲۴۰۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام بن منبہ، وہب بن منبہ کے بھائی نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مالدار کی طرف سے (قرض کی ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

۱۳۔ بَابٌ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ:

باب: جس شخص کا حق نکلتا ہو وہ تقاضا کر سکتا ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ. قَالَ سُفْيَانُ: عِرْضُهُ يَقُولُ مَطَلْتَنِي وَعُقُوبَتُهُ الْحَبْسُ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ (قرض کے ادا کرنے پر) قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرنا، اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔ سفیان نے کہا کہ عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کہے تم صرف ٹال مٹول کر رہے ہو اور اس کی سزا قید کرنا ہے۔

٢٤٠١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ، فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: "دَعُوهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سلمہ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص قرض مانگنے اور سخت تقاضا کرنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی گوشمالی کرنی چاہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، حقدار ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔

۱۴۔ بَابٌ إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيعَةِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ:

باب: اگر بیع یا قرض یا امانت کا مال بجنسہ دیوالیہ شخص کے پاس مل جائے تو جس کا وہ مال ہے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ اس کا حقدار ہو گا

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ، وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

اور حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ جب کوئی دیوالیہ ہو جائے اور اس کا (دیوالیہ ہونا حاکم کی عدالت میں) واضح ہو جائے تو نہ اس کا اپنے کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہو گا اور نہ اس کی خرید و فروخت صحیح مانی جائے گی۔ سعید بن مسیب نے کہا کہ

عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ جو شخص اپنا حق دیوالیہ ہونے سے پہلے لے لے تو وہ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی اپنا ہی سامان اس کے ہاں پہچان لے تو وہی اس کا مستحق ہوتا ہے۔

یعنی اگر بیع یا قرض یا امانت کا مال بعینہٖ دیوالیہ شخص کے پاس پائے تو جس کا وہ مال ہے دیگر قرض خواہوں سے وہ اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔[1]

قولہ وقال الحسن: حسن نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے اور اس کا دیوالیہ ہونا حاکم کی عدالت میں واضح ہو جائے۔ تو اب نہ اس کا اپنے کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہوگا، اور نہ اس کا خرید وفروخت کرنا درست ہوگا۔

قولہ وقضي عثمان: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جو شخص اپنا حق دیوالیہ ہونے سے پہلے لے لے تو وہ اسی کا ہوتا ہے، اور جو شخص اپنا سامان اس کے ہاں پہچان لے تو وہ اس کا حقدار ہوتا ہے۔

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا دیوالیہ ہو جائے اور اس کے پاس کسی کی امانت یا عاریت یا لقطہ پایا جائے تو دوسرے لوگ اس کے ساتھ اس میں شریک نہیں ہوں گے، مثلاً کسی سے اس نے گائے خریدی تھی اور اس نے اس کی قیمت ادا نہیں کی۔ اور اس کا دیوالیہ ہو گیا تو گائے والا اپنی گائے واپس لے لے گا۔ دیگر غرماء اس میں شریک نہیں ہوں گے، حنفی کہتے ہیں کہ بیع کی صورت میں دیگر اس کے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔ عاریہ اور امانت میں شریک نہیں ہوں گے، وہ آنے والی حدیث کو عاریہ پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں اس حدیث میں بیع کا لفظ آتا ہے[2]۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عام رکھا ہے لہٰذا یہ حدیث بیع کو بھی شامل ہے۔ بعض حنفی حضرات کہتے ہیں کہ بیع کی صورت میں دیانۃً تو اسی کا حق ہوتا ہے، لیکن قضاءً اس میں سب شریک ہو جائیں گے۔ بیع میں چیز مشتری کے ملک میں منتقل ہو جاتی ہے، لہٰذا قاضی فیصلہ کرے گا تو سب شریک ہو جائیں گے۔

٢٤٠٢: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ".

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان

---

[1] مولانا راز نے اس کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے، مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا امانت رکھا یا اس کے ہاتھ ادھار بیچا، یا قرض دیا، اب عمرو نادار ہو گیا، گھوڑا جوں کا توں عمرو کے پاس ملا۔ تو زید اسے لے لے گا۔ دوسرے قرض خواہوں کا اس میں حصہ نہیں ہوگا۔

[2] مسلم (٢٣)١٥٥٩۔

کیا، کہا کہ مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی۔ انہیں عمر بن عبدالعزیز نے خبر دی، انہیں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے خبر دی، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا یہ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جو شخص ہو بہو اپنا مال کسی شخص کے پاس پالے جب کہ وہ شخص دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو تو صاحب مال ہی اس کا دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہے۔

اس حدیث کے راوی قاضی ہیں گویا مشہور حدیث ہے، ہوسکتا ہے امام ابوحنیفہ کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو۔ انور شاہ اس کی تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ حدیث اس حالت پر محمول ہوسکتی ہے کہ جو چیز خریدی ہے وہ ابھی بائع کے پاس ہی ہو۔ ابھی اس پر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو۔ تو جب وہ بائع کے پاس ہی ہے تو وہ بائع کی ہوگی۔

١٥-بَابُ مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيمَ إِلَى الْغَدِ أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَٰلِكَ مَطْلاً:

باب: اگر کوئی مالدار ہو کر کل پرسوں تک قرض ادا کرنے کا وعدہ کرے تو یہ ٹال مٹول کرنا نہیں سمجھا جائے گا

وَقَالَ جَابِرٌ: اشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ فِي دَيْنِ أَبِي، فَسَأَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي، فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمُ الْحَائِطَ وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ، وَقَالَ: سَأَغْدُو عَلَيْكَ غَدًا، فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَضَيْتُهُمْ.

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد کے قرض کے سلسلے میں قرض خواہوں نے اپنا حق مانگنے میں شدت اختیار کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ صورت رکھی کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کر لیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ نہیں دیا اور نہ پھل تڑوائے بلکہ فرمایا کہ میں تمہارے پاس کل آؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے اور پھلوں میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور میں نے (اسی باغ سے) ان سب کا قرض ادا کر دیا۔

اگر کوئی مالدار شخص قرض خواہ سے کل تک یا دو، تین دن تک قرض ادا کرنے کا وعدہ کرے تو اسے ٹال مٹول کرنا نہیں سمجھا جائے گا، جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میرے والد کے قرض خواہوں نے اپنا قرض لینے میں سختی کی، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہ میرے باغ کا پھل لے لیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں باغ نہیں دیا۔ اور نہ ہی پھل توڑ کر دیا، بلکہ فرمایا کہ میں تمہارے پاس کل آؤں گا، دوسرے دن آپ صبح ہی ہمارے پاس تشریف لائے، اور آپ نے پھلوں میں برکت کی دعا کی، اور میں نے اسی باغ سے ان سب کا قرض ادا کر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرض دینے میں یا بیع میں اَجل مقرر کرے کیونکہ بیع میں بھی دین ہوتا ہے، تو اَجل سے پہلے اسے مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہوگا، احناف کے ہاں قرض میں اَجل نہیں ہوتی، انور

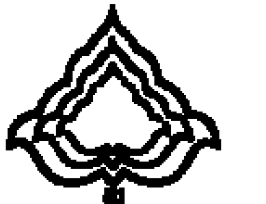
شاہ نے کہا ہے کہ اس سے احناف کی مراد یہ ہے کہ اَجل لازم نہیں ہوتی، حالانکہ مقروض کی طرف سے اَجل لازم ہوتی ہے، اداء کرنے والے کی طرف سے لازم نہیں ہوتی۔ وہ پہلے بھی اداء کرسکتا ہے۔

١٦۔ بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ أَوِ الْمُعْدِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ، أَوْ أَعْطَاهُ حَتَّى يُنْفِقَ عَلَى نَفْسِهِ:

باب: دیوالیہ یا محتاج کا مال بیچ کر قرض خواہوں کو بانٹ دینا یا خود اس کو ہی دے دینا کہ اپنی ذات پر خرچ کرے

٢٤٠٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَعْتَقَ رَجُلٌ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، فَأَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے حسین معلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا، اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنی موت کے ساتھ آزاد کرنے کے لیے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ نعیم بن عبد اللہ نے اسے خرید لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت (آٹھ سو درہم) وصول کر کے اس کے مالک کو دے دی۔



شرح بخاری

یعنی دیوالیہ یا محتاج کا مال بیچ کر قرض خواہوں میں تقسیم کر دینا یا خود اس محتاج کو دے دینا تاکہ وہ اپنی ذات پر خرچ کرے، تو اس کے جواز کی دلیل حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک آدمی مفلس ہوگیا، اور اس کا سرمایہ ایک غلام ہی تھا اور اس نے اپنے مرنے کے بعد اسے آزاد کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس سے اس کے دیگر مستحقین کی حق تلفی ہوتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو مدبر بنانے والے کی زندگی میں بیچ کر اس کی قیمت اس کے حوالے کی تاکہ وہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرے۔

ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ترجمہ باب، حدیث مذکور سے سمجھ نہیں آتا، کیونکہ ترجمہ باب میں مفلس کا مال بیچنے کے بعد اسے قرض خواہوں میں تقسیم کرنے کا ذکر ہے، جبکہ حدیث میں مال تقسیم کرنے کا ذکر نہیں ہے، بلکہ محتاج پر قرض لازم ہونے کا ذکر بھی نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب ذاتی ضروریات کے لیے محتاج کا مال بیچا جاسکتا ہے تو قرض خواہوں کے قرضے ادا کرنے کے لیے بالاولیٰ مال کا بیچنا جائز ہے، حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تقسیم کرنے کا تعلق مفلس سے اور دینے کا تعلق محتاج سے ہے اور ترجمہ باب سے مراد یہ ہے کہ جو مفلس کا مال بیچ کر اس کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دے اور محتاج کا مال بیچ کر اسی کو دیدے تاکہ وہ اپنی ضروریات پر خرچ کر لے، لہٰذا ترجمہ باب کی عبارت لف ونشر مرتب پر مشتمل ہے۔



١٧-بَابُ إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ:

باب: ایک معین مدت کے وعدہ پر قرض دینا یا بیع کرنا

قَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ. وَقَالَ عَطَاءٌ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ: هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کسی مدت معین تک کے لیے قرض میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس کے درہموں سے زیادہ کھرے درہم اسے ملیں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس کی شرط نہ لگائی ہو۔ عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا کہ قرض میں، قرض لینے والا اپنی مقررہ مدت کا پابند ہو گا۔

٢٤٠٤: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ".

لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اسرائیلی شخص کا تذکرہ فرمایا جس نے دوسرے اسرائیلی شخص سے قرض مانگا تھا اور اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اسے قرض دے دیا۔ (جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے)۔

١٨-بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ:

باب: قرض میں کمی کی سفارش کرنا

٢٤٠٥: حَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أُصِيبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا، فَطَلَبْتُ إِلَى أَصْحَابِ الدَّيْنِ أَنْ يَضَعُوا بَعْضًا مِنْ دَيْنِهِ، فَأَبَوْا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ، فَأَبَوْا، فَقَالَ: صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلَى حِدَتِهِ، عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ، وَاللِّينَ عَلَى حِدَةٍ، وَالْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتَّى آتِيَكَ. فَفَعَلْتُ، ثُمَّ جَاءَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، وَكَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ.

ہم سے موسیٰ نے بیان کیا کہا کہ ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے مغیرہ نے، ان سے عامر نے، اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (میرے والد) عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے بال بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں قرض خواہوں کے پاس گیا کہ اپنا کچھ قرض معاف کر دیں، لیکن انہوں نے انکار

کیا، پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سفارش کروائی۔ انہوں نے اس کے باوجود بھی انکار کیا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اپنے باغ کی) تمام کھجور کی قسمیں الگ الگ کر لو۔ عذق بن زید الگ، لین الگ، اور عجوہ الگ (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں) اس کے بعد قرض خواہوں کو بلاؤ اور میں بھی آؤں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا کر دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمان کے ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اور ہر قرض خواہ کے لیے ماپ شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سب کا قرض پورا ہو گیا اور کھجور اسی طرح باقی بچ رہی جیسے پہلے تھی۔ گویا کسی نے اسے چھوا تک نہیں۔

۲٤٠٦: وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاضِحٍ لَنَا، فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ، قَالَ: بِعْنِيهِ، وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ: ثَيِّبًا أُصِيبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ، ثُمَّ قَالَ: ائْتِ أَهْلَكَ، فَقَدِمْتُ، فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِي، فَأَخْبَرْتُهُ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَكْزِهِ إِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ، فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ، وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ".



اور ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں ایک اونٹ پر سوار ہو کر گیا۔ اونٹ تھک گیا۔ اس لیے میں لوگوں سے پیچھے رہ گیا۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیچھے سے مارا اور فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔ مدینہ تک اس پر سواری کی تمہیں اجازت ہے۔ پھر جب ہم مدینہ سے قریب ہوئے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ابھی نئی شادی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کنواری سے کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا کہ بیوہ سے۔ میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے کئی چھوٹی بچیاں چھوڑ گئے ہیں۔ اس لیے میں نے بیوہ سے کی تاکہ انہیں تعلیم دے اور ادب سکھاتی رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ چنانچہ میں گھر گیا۔ میں نے جب اپنے ماموں سے اونٹ بیچنے کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے ملامت کی۔ اس لیے میں نے ان سے اونٹ کے تھک جانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمکے واقعہ کا بھی ذکر کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کو مارنے کا بھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو میں بھی صبح کے وقت اونٹ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی دے دی، اور وہ اونٹ بھی مجھے واپس بخش دیا اور



قوم کے ساتھ میرا (مال غنیمت کا) حصہ بھی مجھ کو بخش دیا۔

بے جا، خلافِ شریعت مال خرچ کرنا اسے ضائع کرنا ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے، اسی طرح بیع اور سودا کرتے وقت منہ مانگی قیمت دے دینا بھی مال ضائع کرنا ہے۔ لہٰذا جتنی کوئی قیمت مانگے اتنی ہی نہیں دے دینا چاہیے۔ بلکہ تحقیق کرکے ادائیگی کرنی چاہیے۔

قولہ قُل لا خلابة۔ نبی اکرم ﷺ نے مال ضائع کرنے کو برا سمجھا اسی لیے اس آدمی کو حکم دیا کہ خرید و فروخت کرتے وقت "لَا خَلَابَةَ" کہا کرو، کہ دھوکہ، فریب نہیں ہونا چاہیے۔

١٩۔ بَابُ مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ:

باب: مال کو تباہ کرنا یعنی بے جا اسراف منع ہے

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ سورة البقرة آية ٢٠٥، وَلَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ سورة يونس آية ٨١، وَقَالَ فِي قَوْلِهِ: أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ سورة هود آية ٨٧، وَقَالَ: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ سورة النساء آية ٥، وَالْحَجْرِ فِي ذَلِكَ، وَمَا يُنْهَى عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں فرمایا کہ «وَاللہ لا يحب الفساد» اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور (اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۃ یونس میں کہ) «لا يصلح عمل المفسدين» اور اللہ فسادیوں کا منصوبہ چلنے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ ہود میں) فرمایا ہے «أصلواتك تأمرك أن نترك ما يعبد آباؤنا أو أن نفعل فى أموالنا ما نشاء» کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں۔ یا اپنے مال میں اپنی طبیعت کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ نساء میں) ارشاد فرمایا «ولا تؤتوا السفهاء أموالكم» اپنا روپیہ بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دو اور بے وقوفی کی حالت میں حجر کرنا اور دھوکہ سے منع کرنا۔

٢٤٠٧: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي أُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ، فَقَالَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ"، فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُولُهُ.

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ خرید و فروخت میں مجھے دھوکا دے دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خرید و فروخت کیا کرو، تو کہہ دیا کر کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔ چنانچہ پھر وہ شخص اسی طرح کہا کرتا تھا۔

٢٤٠٨: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى

الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ".

ہم سے عثمان بن ابی شبیہ نے بیان کیا، ان سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے شعبی نے، ان سے مغیرہ بن شعبہ کے غلام وراد نے اور ان سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں (اور باپ) کی نافرمانی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، (واجب حقوق کی) ادائیگی نہ کرنا اور (دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر) دبالینا حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول بکواس کرنے اور کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

قولہ ومنع وهاتِ یعنی واجب الاداء حقوق ادانہ کرنا، اور وہ چیز طلب کرنا جس کا وہ مستحق نہیں ہے۔ قولہ قیل وقال: یعنی فضول اور لغو باتیں کرنا۔

۲۰۔ بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ:

باب: غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اس کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی تصرف نہ کرے



٢٤٠٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"، قَالَ: فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا انہیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس



سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

یعنی غلام کے پاس جو مال ہوتا ہے اس کا مالک اس کا سید ہوتا ہے، اور غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف نہیں کر سکتا، احناف کے ہاں اگر وہ تجارت میں ماذون ہو، تو تصرف کر سکتا ہے، لیکن اس میں بھی حکمی طور پر اذن پایا جانا چاہیے۔

شرح بخاری

کتاب الخصومات

کتاب نالشوں اور جھگڑوں کے بیان میں

۱۔بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الإِشْخَاصِ وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِ:

باب: قرض دار کو پکڑ کر لے جانا اور مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہونے کا بیان

۲۴۱۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ: أَخْبَرَنِي، قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ، يَقُولُ: "سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ". قَالَ شُعْبَةُ: أَظُنُّهُ قَالَ: لَا تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا.

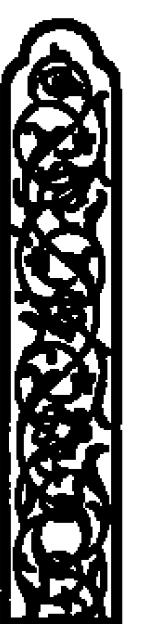


ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ عبدالملک بن میسرہ نے مجھے خبر دی کہا کہ میں نے نزال بن سمرہ سے سنا، اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کی آیت اس طرح پڑھتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کے خلاف سنا تھا۔ اس لیے میں ان کا ہاتھ تھامے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرا اعتراض سن کر) فرمایا کہ تم دونوں درست ہو۔ شعبہ نے بیان کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اختلاف نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔

شرح بخاری

یعنی باہمی اختلافات اور جھگڑوں کا بیان، اور مقروض وغیرہ کو ایک جگہ سے پکڑ کر دوسری جگہ لے جانا، اور مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہو جانے کا بیان۔

خصومات جمع ہے خصومۃ کی، جس سے مراد جھگڑنا اور لین دین میں دعویٰ کرنا ہے اور اشخاص کا معنی گرفتار کر کے حاضر کرنا ہے، حدیث مذکور میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ لہٰذا جب قرآن کریم غلط پڑھنے کی وجہ سے کسی کو پکڑ کر حاضر کرنا جائز ہے تو بندوں کے حقوق میں سے کسی حق تلفی پر پکڑ کر امیر یا قاضی کے پاس حاضر کرنا بھی جائز ہے۔



۲۴۱۱: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "اسْتَبَّ رَجُلَانِ، رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، قَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى

مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِينَ، فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ، فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ، فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي، أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ".

ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ اور عبدالرحمٰن اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی، ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اور یہودی نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے طمانچہ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان کے ساتھ اپنے واقعہ کو بیان کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس سے واقعہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفصیل بتا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا، مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دو۔ لوگ قیامت کے دن بیہوش کر دیئے جائیں گے۔ میں بھی بیہوش ہو جاؤں گا۔ بے ہوشی سے ہوش میں آنے والا سب سے پہلا شخص میں ہوں گا، لیکن موسیٰ علیہ السلام کو عرش الٰہی کا کنارہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بیہوش ہونے والوں میں ہوں گے اور مجھ سے پہلے انہیں ہوش آ جائے گا۔ یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں میں رکھا ہے جو بے ہوشی سے مستثنیٰ ہیں۔

قولہ رجلٌ من المسلمین۔ یہ آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، لیکن اس سے اگلی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں انہیں "رجل من الأنصار" کہا گیا ہے حالانکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجر صحابہ کرام سے ہیں، اس لیے اس حدیث میں "انصار" کا لغوی معنی مراد ہے، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرنے والے صحابہ کرام۔

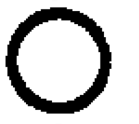
٢٤١٢: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ، فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِكَ. فَقَالَ: مَنْ؟ قَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: ادْعُوهُ، فَقَالَ: أَضَرَبْتَهُ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ

بِالسُّوقِ يَحْلِفُ، وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ، قُلْتُ: أَيْ خَبِيثُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ. فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ. فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ أَمْ حُوسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُولَى".

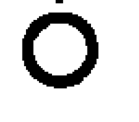
ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ یحییٰ بن عمارہ نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی آیا اور کہا کہ اے ابوالقاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کس نے؟ اس نے کہا کہ ایک انصاری نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے اسے مارا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے بازار میں یہ قسم کھاتے سنا۔ اس ذات کی قسم! جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر بزرگی دی۔ میں نے کہا، او خبیث! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی! مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو انبیاء میں باہم ایک دوسرے پر اس طرح بزرگی نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت میں بیہوش ہو جائیں گے۔ اپنی قبر سے سب سے پہلے نکلنے والا میں ہی ہوں گا۔ لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بھی بیہوش ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا انہیں پہلی بے ہوشی جو طور پر ہو چکی ہے وہی کافی ہو گی۔



۲۴۱۳: حَدَّثَنَا مُوسَى. حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، قِيلَ: مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكِ؟ أَفُلَانٌ، أَفُلَانٌ، حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ".



ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تھا۔ (اس میں کچھ جان باقی تھی) اس سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، فلاں نے؟ جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) یہودی پکڑا گیا اور اس نے بھی جرم کا اقرار کر لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔



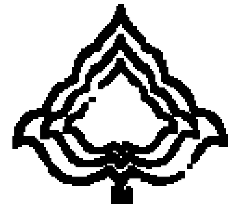


قولہ قال ادعوہ[1] آپ نے فرمایا اس مسلمان کو بلاؤ جس نے اسے مارا ہے، اسے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اسے مارا ہے، اس نے اسے مارنے کا سبب بیان کیا تب آپ نے فرمایا انبیاء کو ایک دوسرے پر اس طرح فضیلت نہ دیا کرو کہ دوسرے نبی کی تحقیر لازم آئے۔

قولہ رأس جاریة قسطلانی نے کہا ہے کہ یہ لڑکی انصار سے تھی، اور اس لڑکی کا اور قاتل یہودی کا نام ذکر نہیں ہوا۔ اور یہ لڑکی چاندی کے زیور پہنے ہوئے تھی، زیور ہتھیانے کے لیے یہودی نے اسے مار دیا تھا۔

قولہ فرض رأسه اس سے معلوم ہوا کہ جیسے کوئی کسی شخص کو مارے ویسے ہی وہ مارا جائے گا، احناف کے ہاں قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ کیونکہ حدیث میں ہے: "لا قود إلا بالسیف"[2] لیکن وہ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح ثابت نہیں ہے، اس میں ایک جابر جعفی ہے اور دوسرا قیس بن ربیع ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ جابر جعفی کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے "ما رایت اکذب منه" حنفی اس روایت کو صحیح بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جو شخص جیسے کسی کو قتل کرے گا اسے ویسے ہی قتل کیا جائے گا۔

٢-بَابُ مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيهِ وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الإِمَامُ:

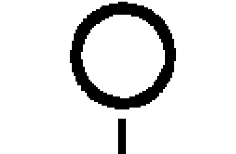


باب: ایک شخص نادان یا کم عقل ہو گو حاکم اس پر پابندی نہ لگائے مگر اس کا کیا ہوا معاملہ رد کیا جائے گا

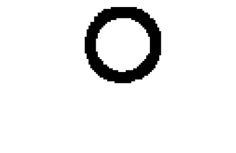
،وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ، ثُمَّ نَهَاهُ وَقَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ وَلَهُ عَبْدٌ لَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ، وَمَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَنَحْوِهِ

شرح بخاری

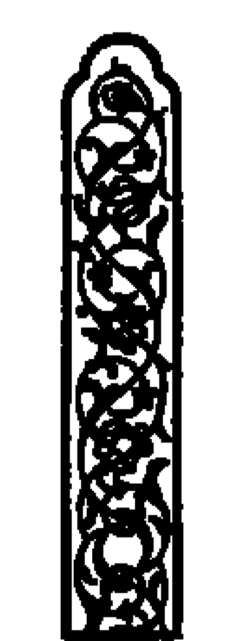
اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا صدقہ رد کر دیا، پھر اس کو ایسی حالت میں صدقہ کرنے سے منع فرما دیا اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر کسی کا کسی دوسرے پر قرض ہو اور مقروض کے پاس صرف ایک ہی غلام ہو۔ اس کے سوا اس کے پاس کچھ بھی جائیداد نہ ہو تو اگر مقروض اپنے اس غلام کو آزاد کر دے تو اس کی آزادی جائز نہ ہو گی۔



نادان اور کم عقل کے معاملہ کو (پابندی لگائے بغیر بھی) رد کرنے کا بیان یعنی اگرچہ امام نے اس پر حجر نہ کیا ہو اور مال والے کی طرف سے مال ضائع کرنے کا ڈر ہو، تو امام اس کے تصرف کو رد کر سکتا ہے۔



قولہ رد علی المتصدق۔ امام بخاری نے اس سے اُس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی



[1] علامہ قسطلانی نے کہا ہے کہ باب اور حدیث میں مطابقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کو بلاؤ جس نے اسے مارا ہے، لہٰذا اس مسلمان کو آپ کے پاس حاضر کیا گیا، اور اسے آپ کے پاس حاضر کرنا ہی اس کی سزا تھی۔

[2] سنن ابن ماجہ: ٢٦٦٧، ٢٦٦٨ (ضعیف)

ہے کہ ایک شخص مرغی کے انڈے کی مثل سونا لے کر آیا، اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول یہ مجھ سے صدقہ وصول فرما لیں، اور میرے پاس اس کے سوا کوئی مال نہیں ہے۔ آپ نے اس سے اعراض کرلیا، گویا آپ اس تنگدست کا صدقہ نہیں لینا چاہتے تھے، اس نے پھر ایسے ہی کہا تو آپ نے سونے کی ڈلی اس کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص خود نادار ہوتا ہے، اور اپنا مال جس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا، صدقہ کر دیتا ہے اور پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے، آپ نے فرمایا صدقہ تب کرنا چاہیے جب آدمی کے پاس صدقہ کرنے کے بعد مال باقی رہے[1]۔ حافظ نے یہ قصہ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ پھر میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی کہ بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس آدمی کی طرف اشارہ کرنا ہے جس نے اپنا غلام مدبر بنا دیا تھا، حالانکہ اس کے پاس اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہیں تھا، اور آپ نے وہ غلام بیچ کر اس کی قیمت اس کی حوالے کی تاکہ وہ اپنی ضروریات پر خرچ کرے۔

قولہ وقال مالك امام مالک نے یہ استنباط مدبر بنانے والے کی حدیث سے کیا ہے۔

٣۔ بَابُ مَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَنَحْوِهِ:

باب: اور اگر کسی نے کسی کم عقل کی کوئی چیز بیچ کر اس کی قیمت اسے دے دی



فَدَفَعَ ثَمَنَهُ إِلَيْهِ، وَأَمَرَهُ بِالإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ بِشَأْنِهِ، فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدُ مَنَعَهُ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَقَالَ لِلَّذِي يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ.

اور اس نے اپنی اصلاح کرنے اور اپنا خیال رکھنے کے لیے کہا، لیکن اس نے اس کے باوجود مال برباد کر دیا تو اسے اس کے خرچ کرنے سے حاکم روک دے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جو خریدتے وقت دھوکا کھا جایا کرتا تھا فرمایا تھا کہ جب تو کچھ خرید و فروخت کرے تو کہا کر کہ کوئی دھوکے کا کام نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مال اپنے قبضے میں نہ لیا۔



ضعیف سے مراد ضعیف العقل ہے اور "نحوہ" سے مراد سفیہ یعنی بے وقوف ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ کم عقل یا بے وقوف کا مال بیچ کر اس کی قیمت اُسے دے دی جائے تاکہ اس سے وہ اپنی اصلاح کرلے اور اسے اپنی ضروریات پر خرچ کرلے تو یہ جائز ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ اپنا مال ضائع کرے تو اسے اپنا مال خرچ کرنے سے روک دیا جائے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے، اور آپ نے اس شخص سے جو خرید و فروخت کے وقت دھوکا کھا جاتا تھا، فرمایا تھا کہ تو خرید و فروخت کرتے وقت "لا خلابۃ"[2] کہہ دیا کر یعنی کوئی دھوکا فریب نہیں ہوگا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مال اپنے قبضہ میں نہیں لیا تھا۔



قولہ نهي عن إضاعة المال اور یہ مطلق ہے، حجر ہو یا نہ ہو مال ضائع کرنا منع ہے۔

---

① صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۴۱۔

② صحیح بخاری: ۲۱۱۷۔

قولہ ولم یأخذ النبی ﷺ مالہ یعنی آپ نے کم سمجھ بوجھ رکھنے والے کا مال اپنے قبضہ میں نہیں لیا، اور اسے "لا خلابة" کہنے کی تلقین کی ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو اصلاح کا حکم دیا جائے اگر پھر بھی نہ رُکے تو اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا جائے۔

٢٤١٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا بَايَعْتَ، فَقُلْ لَا خِلَابَةَ"، فَكَانَ يَقُولُهُ.

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مسلم نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک صحابی کوئی چیز خریدتے وقت دھوکا کھا جایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تو خریدا کرے تو یہ کہہ دے کہ کوئی دھوکا نہ ہو۔ پس وہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

٢٤١٥: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ".

ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کیا، لیکن اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہ تھا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کا غلام واپس کرا دیا۔ اور اسے نعیم بن نحام نے خرید لیا۔

٤- بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ:

باب: مدعی یا مدعی علیہ ایک دوسرے کی نسبت جو کہیں

یعنی جھگڑنے والے ایک دوسرے کے خلاف بات کر سکتے ہیں، اور یہ غیبت میں شمار نہیں ہوگا، بشرطیکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ایسی بات نہ کریں جس سے حد یا تعزیر لازم آتی ہو، ورنہ سزا دی جائے گی۔

٢٤١٦ - ٢٤١٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ"، قَالَ: فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذَلِكَ، كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِي، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: احْلِفْ، قَالَ: قُلْتُ: يَا

رَسُولَ اللهِ، إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا سورة آل عمران آية ۷۷. إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

ہم سے محمدؒ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں شقیق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کوئی جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھائی تاکہ کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر حاصل کر لے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں حاضر ہو گا کہ اللہ پاک اس پر نہایت ہی غضبناک ہو گا۔ راوی نے بیان کیا کہ اس پر اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ سے ہی متعلق ایک مسئلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ اس نے انکار کیا تو میں نے مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ پھر تو قسم کھا۔ اشعث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پھر تو یہ جھوٹی قسم کھالے گا اور میرا مال اڑا لے جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی «إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا» بیشک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔ آخر آیت تک۔



قولہ اذن یحلف اس حدیث میں یہ ذکر ہوا ہے کہ حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس یہودی کے متعلق کہا کہ یہ جھوٹی قسم اٹھا کر میرا مال لے جائے گا، اور آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا لہٰذا مدعی اور مدعی علیہ ایک دوسرے کے خلاف بات کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ حدی یا تعزیری بات نہ ہو۔

شرح بخاری

۲٤١٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، فَنَادَى يَا كَعْبُ، قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ، قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: قُمْ فَاقْضِهِ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ اور دونوں کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھر میں سن لی۔ آپ



صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر پکارا اے کعب! انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے قرض میں سے اتنا کم کر دے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا قرض کم کر دینے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کم کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھ اب قرض ادا کر دے۔

قولہ فارتفعت أصواتهما... اس حدیث کے بعض طرق میں "فتلاحیا" آتا ہے یعنی وہ دونوں آپس میں جھگڑنے لگے، ان دونوں میں سے کسی ایک سے ایسی چیز واقع ہوئی ہے جس سے جھگڑے کی نوبت پیش آئی ہے اور آپ نے اس پر اعتراض نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ مدعی اور مدعی علیہ ایک دوسرے کے خلاف بات کر سکتے ہیں۔

۲۴۱۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا، وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ، فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا، فَقَالَ لِي: أَرْسِلْهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقْرَأْ، فَقَرَأَ، قَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ لِي: اقْرَأْ، فَقَرَأْتُ، فَقَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ، إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے، انہیں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان ایک دفعہ اس قرآت سے پڑھتے سنا جو اس کے خلاف تھی جو میں پڑھتا تھا۔ حالانکہ میری قرآت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں فوراً ہی ان پر کچھ کر بیٹھوں، لیکن میں نے انہیں مہلت دی کہ وہ (نماز سے) فارغ ہو لیں۔ اس کے بعد میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر ان کو گھسیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے انہیں اس قرآت کے خلاف پڑھتے سنا ہے جو آپ نے مجھے سکھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ پہلے انہیں چھوڑ دے۔ پھر ان سے فرمایا کہ اچھا اب تم قرآت سناؤ۔ انہوں نے وہی اپنی قرآت سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تم بھی پڑھو، میں نے بھی پڑھ کر سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی۔ قرآن سات قراتوں میں نازل ہوا ہے۔ تم کو جس میں آسانی ہو اسی طرح

سے پڑھ لیا کرو۔

قولہ ثم لببتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ پر اپنے قول سے بھی انکار کیا اور بالفعل بھی، اور یہ ان کا اجتہاد تھا جس پر مواخذہ نہیں ہوا۔

٥-بَابُ إِخْرَاجِ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُومِ مِنَ الْبُيُوتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ:

باب: جب حال معلوم ہو جائے تو مجرموں اور جھگڑے والوں کو گھر سے نکال دینا

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِينَ نَاحَتْ.

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن ام فروہ رضی اللہ عنہا نے جب وفات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں (ان کے گھر سے) نکال دیا۔

قولہ وقد أخرج عمر... یعنی حقیقتِ حال واضح ہونے کے بعد مجرموں اور جھگڑالو لوگوں کو گھر سے نکالنے کی سزا دی جاسکتی ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر جب ان کی بہن ام فروہ نوحہ کرنے لگی۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دُرہ لگا کر گھر سے نکال دیا تھا، جیسا کہ طبقات ابن سعد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔



٢٤٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے حمید بن عبد الرحمٰن نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ نماز کی جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر خود ان لوگوں کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر کو جلاؤں۔

شرح بخاری

قولہ ثم أحرق عليهم... اس سے معلوم ہوا کہ اہل معصیت اور جرائم پیشہ لوگوں کو گھروں سے نکال باہر کرنے کی سزا دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت سے پیچھے رہنے والوں کے گھروں کو آگ سے جلا دینے کا ارادہ کیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب ان مجرموں کے گھروں کو جلایا جائے گا تو نماز سے پیچھے رہنے والے اپنے گھروں سے باہر نکلیں گے۔ لہٰذا اہل معصیت وغیرہ کو گھروں سے نکالنا جائز ہوا۔





٦-بَابُ دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ:

باب: میت کا وصی اس کی طرف سے دعویٰ کر سکتا ہے



٢٤٢١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ أَنْ أَنْظُرَ ابْنَ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنِي، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي: وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي، فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ زمعہ کی ایک باندی کے لڑکے کے بارے میں عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنا جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے بھائی نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ جب میں (مکہ) آؤں اور زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھوں تو اسے اپنی پرورش میں لے لوں۔ کیونکہ وہ انہیں کا لڑکا ہے۔ اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے۔ میرے والد ہی کے فراش میں اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے اندر (عتبہ کی) واضح مشابہت دیکھی۔ لیکن فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ! لڑکا تو تمہاری ہی پرورش میں رہے گا کیونکہ لڑکا فراش کے تابع ہوتا ہے اور سودہ تو اس لڑکے سے پردہ کیا کر۔

شرح بخاری

یعنی میت کا وصی میت کی طرف سے دعویٰ کرسکتا ہے اور مرنے والا جس کو کوئی وصیت کر جائے، وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے دعوی کرسکتا ہے، جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے کافر بھائی کی طرف سے وصی تھے۔ اس لیے انہوں نے مرنے والے بھائی کی طرف سے دعویٰ کیا، اس میں کچھ اصلیت تھی، لیکن قانون کی رو سے یہ دعویٰ درست نہیں تھا، کیونکہ اسلامی قانون "الولد للفراش وللعاصر الحجر" کا متقاضی ہے، اس لیے آپ نے اس دعویٰ کو خارج کردیا اور "اتقوا الشبهات" کے تحت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

۷۔ بَابُ التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ:

باب: اگر شرارت کا ڈر ہو تو ملزم کا باندھنا درست ہے

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِكْرِمَةَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن، حدیث اور دین کے فرائض سیکھنے کے لیے قید کیا۔

جس شخص سے شرارت کا ڈر ہو اسے باندھنا (قید کرنا) جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام (عکرمہ) کو قرآن وحدیث اور دین کے فرائض سیکھنے کے لیے باندھ دیا تھا۔

۲۴۲۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ،

فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ ؟ قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی سعید نے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور جو اہل یمامہ کا سردار تھا، پکڑ لائے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون میں باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، ثمامہ! تو کس خیال میں ہے؟ انہوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اچھا ہوں۔ پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔



٨-بَابُ الرَّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ:

باب: حرم میں کسی کو باندھنا اور قید کرنا

وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِلسِّجْنِ بِمَكَّةَ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ عَلَى أَنَّ عُمَرَ إِنْ رَضِيَ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ، وَإِنْ لَمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُ مِائَةِ دِينَارٍ، وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ.

شرح بخاری

اور نافع بن عبدالحارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک مکان جیل خانہ بنانے کے لیے اس شرط پر خریدا کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ اس خریداری کو منظور کریں گے تو بیع پوری ہو گی، ورنہ صفوان کو جواب آنے تک چار سو دینار تک کرایہ دیا جائے گا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں لوگوں کو قید کیا۔

حرم میں کسی کو باندھنا اور قید کرنا بھی جائز ہے، نافع بن حارث نے مکہ میں صفوان بن امیہ سے ایک مکان جیل بنانے کے لیے اس شرط پر خریدا تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر رضامند ہو گئے تو یہ بیع پوری ہو گی، ورنہ صفوان کو ان کی طرف سے جواب آنے تک چار سو دینار کرایہ دیا جائے گا۔ مدینہ منورہ بھی چونکہ حرم ہے لہٰذا اس کا حکم بھی وہی ہے جو حرم مکی کا ہے۔

٢٤٢٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا جو بنو حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے۔ اور مسجد کے ایک ستون سے اس کو باندھ دیا۔

٩-بَابُ الْمُلاَزَمَةِ:

باب: قرض داروں کے ساتھ رہنے کا بیان

٢٤٢٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَقَالَ غَيْرُهُ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهُ، فَلَزِمَهُ، فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا كَعْبُ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ، وَتَرَكَ نِصْفًا.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، اور یحییٰ بن بکیر کے علاوہ نے بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے، ان سے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے، اور ان سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر ان کا قرض تھا، ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا۔ پھر دونوں کی گفتگو تیز ہونے لگی۔ اور آواز بلند ہو گئی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے کعب! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے گویا یہ فرمایا کہ آدھے قرض کی کمی کر دے۔ چنانچہ انہوں نے آدھا لے لیا اور آدھا قرض معاف کر دیا۔

١٠-بَابُ التَّقَاضِي:

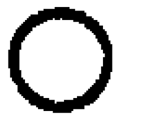
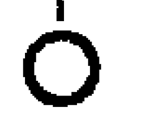
باب: تقاضا کرنے کا بیان

٢٤٢٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: "كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ: لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ، فَقُلْتُ: لَا، وَاللهِ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ، ثُمَّ يَبْعَثَكَ، قَالَ: فَدَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ، ثُمَّ أُبْعَثَ، فَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا، ثُمَّ

أَقْضِيَكَ، فَنَزَلَتْ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا سورة مريم آية ۷۷ الْآيَةَ".

ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے وہب بن جریر بن حازم نے بیان کیا، انہیں شعبہ نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابوالضحیٰ نے، انہیں مسروق نے، اور ان سے خباب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہے کا کام کرتا تھا اور عاص بن وائل (کافر) پر میرے کچھ روپے قرض تھے۔ میں اس کے پاس تقاضا کرنے گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض ادا نہیں کروں گا۔ میں نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کبھی نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مارے اور پھر تم کو اٹھائے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر مجھ سے بھی تقاضا نہ کر۔ میں جب مر کے دوبارہ زندہ ہوں گا تو مجھے (دوسری زندگی میں) مال اور اولاد دی جائے گی تو تمہارا قرض بھی ادا کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی «أفرأیت الذی کفر بآیاتنا وقال لأوتین مالا وولدا» تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی۔ آخر آیت تک۔




کتاب فی اللقطة

کتاب لقطہ یعنی گری پڑی چیزوں کے بارے میں احکام

قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ لقطہ، لام کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور قاف کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن محدثین کے ہاں مشہور قاف کو فتحہ سے پڑھنا ہے، ازھری نے کہا ہے عرب سے فتحہ ہی منقول ہے، اور اسی پر اہل لغت اور اہل حدیث کا اجماع ہے۔

گری پڑی چیز یعنی ساقطہ کو لُقطہ کہا جاتا ہے، اور اسے مایئول الیہ کے اعتبار سے لقطہ کہہ دیتے ہیں ورنہ اسے "ساقطہ" کہنا چاہیے۔[1]

---

[1] لقطہ وہ مال یا مخصوص چیز جو اس کے مالک سے گم ہو جائے اور کوئی غیر اسے اٹھالے۔ لہٰذا وہ چیز جس کے مالک کا علم نہ ہو اگر وہ کوئی انسان ہو تو اُسے لقیط کہتے ہیں، اور اگر وہ چیز حیوان ہو تو اسے "ضالۃ" کہتے ہیں اور وہ چیز ان کے علاوہ ہو تو اسے لقطہ کہا جاتا ہے۔

لقطہ کو اٹھالینا اور اس کے مالک تک پہنچانے کے لیے اس کی تعریف اور شناخت کرانا اسلام کے محاسن اور خوبیوں میں سے ہے، کیونکہ اس طرح لوگوں کے مال کی حفاظت ہو جاتی ہے اور اسے محفوظ کرنے والا اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

لہٰذا لقطہ کو مالک تک نہ پہنچانا اور اسے تملک کے ارادے سے پکڑنا حرام ہے۔ ضائع ہونے والے مالوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ معمولی اموال جن کا لوگ عام طور پر پیچھا نہیں کرتے، جیسے لاٹھی، کوڑا اور پھل وغیرہ۔ ایسی چیز کو اگر اس کا مالک نہ ملے تو اپنا ملک بنایا جاسکتا ہے۔ اس کی تعریف واجب نہیں ہے، بہتر ہے کہ اسے صدقہ کردے۔

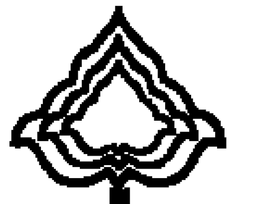
۲۔ وہ گم شدہ جانور جو چھوٹے درندوں سے بچ سکتے ہیں، جیسے اونٹ، گائے، گھوڑا، ہرن اور پرندے وغیرہ۔ انہیں لقطہ بنانا جائز نہیں ہے، بلکہ انہیں لقطہ بنانے والا گمراہ شمار ہوگا، کیونکہ وہ انہیں اپنے مالک سے غائب کر دیتا ہے، پھر بھی جو شخص انہیں پکڑ لے وہ ان کا ضامن ہوگا اور اس پر ان کی ہمیشہ تعریف کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے: "عن زید بن خالد الجھنی قال قال رسول اللہ ﷺ من أوی ضالة فھو ضالٌ مالم یعرفھا۔(۱۷۲۵)

۳۔ ان کے علاوہ باقی اموال، جیسے نقدی، بیگ، تھیلے اور وہ حیوانات جو بذاتِ خود درندوں سے نہیں بچ سکتے، جیسے بکری اور جانوروں کے چھوٹے بچے، ایسی چیزوں کو ان کی حفاظت کی نیت سے پکڑ لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ ان کی تعریف اور تشہیر کرے۔ اس پر دو عادل لوگوں کو گواہ بنالے۔ اور ان کے تھیلے، تسمہ اور تعداد کی شناخت کرلے۔ اور عام مجمعوں میں سال تک ان کا اعلان کرتا رہے جیسے مارکیٹوں، بازاروں اور مساجد کے گیٹوں پر ان کا اعلان کرے۔ آج کل کے وسائل اعلام سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ جیسے ریڈیو اور اخبارات وغیرہ۔ لقطہ کو حکومت کی مقرر کردہ تنظیموں کے حوالے کر دینے سے اٹھانے والا بریٔ الذمہ ہو جاتا ہے۔ جب ایک سال مکمل لقطہ کا اعلان کیا جائے اور اس کا مالک مل جائے تو علامات کے بارہ میں

لقطہ میں امانت کا معنیٰ پایا جاتا ہے اور ولایت کا بھی، کیونکہ اسے اٹھانے والا امانت سمجھ کر اٹھاتا ہے اور وہ امین کے مرتبہ

پوچھ کر لقطہ اس کے مالک کے حوالے کر دیا جائے۔ گواہ طلب کرنے یا قسم لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر اس کا مالک نہ ملے تو اسے اپنے استعمال میں لے آئے لیکن اس کا مالک آنے پر اسے وہ چیز دینا ہوگی، اور اگر وہی چیز نہ ہو تو اس کی مثل ادا کرنا ہوگی۔ اگر تعریف کے دوران لقطہ بغیر کسی زیادتی اور کوتاہی کے ہلاک یا ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا۔ اگر لقطہ بنائی ہوئی چیز بکری ہو یا اونٹنی کا بچہ یا اس کی مثل گم شدہ جانور ہو یا خراب ہونے والی چیز ہو جیسے کھانا وغیرہ، تو لقطہ بنانے والا وہ کام کرے جو مالک کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو یا اسے کھالے اور مالک کے آنے پر اس کی قیمت ادا کر دے، یا اسے بیچ کر اس کی قیمت محفوظ کر لے۔ یا سال تک اس چیز کو ہی محفوظ کرے اور اس پر جو خرچہ آئے گا وہ لقطہ کے مالک پر ڈالا جائے گا۔ بچے یا کم عقل کے لقطہ کی تعریف اس کا ولی کرے گا، اور لقطہ بنانے والا خود تعریف کرے یا کسی کو اس پر نائب بنالے۔ حدیث نبوی میں زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "قال سُئِلَ رَسول الله ﷺ عن اللقطة، الذهب أو الورق، فقال اعرف وِكاءَها وعفاصها ثم عرفها سنة فإن لم تعرف فاستنفقها ولتكن وديعةً عندك فإن جاء طالبها يومًا من الدهر فأدها إليه..." (بخاری ۹۱، مسلم (۱) ۱۷۲۲)

حرم کی گری پڑی چیز کو لقطہ بنانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر اس کے ہلاک یا ضائع ہونے کا ڈر ہو تو اسے اٹھالے اور جب تک مکہ میں رہے اس کا اعلان کرتا رہے، یا امارتِ مکہ یا حرم کی پولیس کے حوالے کر دے، اور جب مکہ سے جانے کا ارادہ ہو تو امیر مکہ یا اس کے نائب کے حوالے کر کے آئے، مکہ مکرمہ کی گری پڑی چیز کو وہی شخص لقطہ بنائے جو ہمیشہ اس کا اعلان کر سکتا ہو۔ یہی حکم حاجی کے لقطہ کا ہے، حاجی کی گری چیز کو لقطہ نہ بنایا جائے خواہ وہ حل میں ہو یا حرم میں۔ ہاں وہ شخص اٹھالے جو ہمیشہ اس کا اعلان کرتا رہے، حدیث میں ہے: ولا تلقط لقطتها إلا لمعرف خ ۱۳۴۹۔ لقیط سے مراد وہ بچہ ہے جو راستہ بھٹک گیا ہو یا کہیں پھینکا ہوا ملا ہو، اور اس کے نسب یا غلامی کے بارہ میں علم نہ ہو سکے۔ اسے اٹھالینا فرض کفایہ ہے اور اس کی پرورش کرنے والے کے لیے اجر عظیم ہے، کیونکہ کسی جان کو ہلاک ہونے سے بچانا اور اس کی تربیت کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تیار کرنا نیکی کا کام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله..." (المائدہ: ۲) لقیط کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ دار الاسلام میں پایا جائے تو اسے مسلمان اور آزاد ہی سمجھا جائے گا، کیونکہ یہی اصل ہے، اور اس کے خلاف ثابت نہیں ہے اور اُسے اٹھانے والا اُسے اپنی طرف منسوب نہیں کرے گا۔ بلکہ اس کا عام نام رکھے گا۔ جیسے محمد بن مسلم یا عامر بن مسلم اور حکومتی اداروں میں بھی اس کا ایسا نام ہی درج کرائے گا، لقیط کو پانے والا اس کی پرورش کرے گا۔ اور اس کا خرچہ بیت المال سے دیا جائے گا، اور اگر لقیط کے ساتھ کوئی مال ملے تو وہی اس پر خرچ کیا جائے گا، لقیط کی وراثت اور دیت بیت المال کے لیے ہوگی جبکہ اس کا کوئی وارث نہ ہو۔



اور قتل عمد میں اس کا ولی مسلمانوں کا امیر ہوگا، اور اسے قصاص لینے میں یا دیت لینے میں اختیار حاصل ہوگا۔ اور دیت بیت المال میں جائے گی۔

جب کوئی مرد یا مسلمان یا کافر کی بیوی اسے اپنانے کا اقرار کرے تو لقیط اس سے ملا دیا جائے گا، اور اگر ایک جماعت اس کا دعویٰ کرے تو بینہ پیش کرنے والے سے ملایا جائے گا، اور اگر بینہ نہ ہو تو قیافہ شناس جس سے ملا دے اسی کا ہوگا۔ (الفقہ الاسلامی)



میں ہوتا ہے۔ لقطہ کا مالک نہیں بنتا، بلکہ اسے اس کے مالک تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور شریعت نے اسے اس کی حفاظت کا والی اور سرپرست بنایا ہے، اس لیے اس میں ولایت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔

۱-بَابُ إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلاَمَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ:

باب: اور جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتادے تو اسے اس کے حوالہ کر دے

۲۴۲۶: حَدَّثَنَا آدَمُ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ، سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ، قَالَ: "لَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَخَذْتُ صُرَّةً مِائَةَ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلاَثًا، فَقَالَ: احْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا. فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا". فَاسْتَمْتَعْتُ، فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: لَا أَدْرِي ثَلاَثَةَ أَحْوَالٍ، أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا.

ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے غندر نے، ان سے شعبہ نے، ان سے سلمہ نے کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے سو دینار کی ایک تھیلی (کہیں راستے میں پڑی ہوئی) پائی۔ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اسے پہچان سکتا۔ اس لیے میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ میں نے پھر (سال بھر) اعلان کیا۔ لیکن ان کا مالک مجھے نہیں ملا۔ تیسری مرتبہ حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تھیلی کی بناوٹ، دینار کی تعداد اور تھیلی کے بندھن کو محفوظ رکھ۔ اگر اس کا مالک آجائے تو (علامت پوچھ کے) اسے واپس کر دینا، ورنہ اپنے خرچ میں اسے استعمال کر لے چنانچہ میں اسے اپنے اخراجات میں لایا۔ (شعبہ نے بیان کیا کہ) پھر میں نے سلمہ سے اس کے بعد مکہ میں ملاقات کی تو انہوں کہا کہ مجھے یاد نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث میں) تین سال تک (اعلان کرنے کے لیے فرمایا تھا) یا صرف ایک سال کے لیے۔

جب لقطہ کا مالک لقطہ کی علامات بتادے اور یقین حاصل ہو جائے کہ یہ چیز اسی کی ہے تو اس کی چیز اس کے حوالے کر دینی چاہیے، احناف کی رائے یہ ہے کہ اُسے چیز دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ اس نے کسی سے سن کر لقطہ کی علامات بتادی ہوں۔ لہٰذا اسے گواہ پیش کرنے کا حکم دیا جاسکتا ہے، جو گواہی دیں کہ یہ مال اسی

کا ہے، اور اگر وہ علامات بتانے پر چیز دے گا تو اس کے بعد دیگر آدمی کے دعوے کا یہ ذمہ دار ہوگا، جبکہ دوسرا آنے والا گواہ قائم کردے تب یہ ضامن ہوگا۔

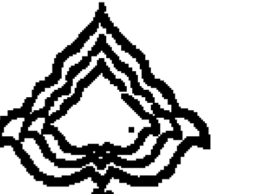
امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ علامات بتانے پر چیز اُسے دے دی جائے گی، اور اگر اسے دینے کے بعد دیگر آدمی آجائے جو اس کا دعویٰ کرے کہ وہ چیز میری ہے تو اُسے اس کے پیچھے لگادے اور وہ دعویٰ دائر کرکے چیز پہلے سے لے سکتا ہے۔

قولہ صرة فيها مائة دينار ایک نسخہ میں "صرة مائة دينار" ہے اس صورت میں "مائة دينار" صرة سے بدل بن جائے گا۔

قولہ عرفها حولاً یعنی وہ اعلان کرے کہ جس کی کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ مجھ سے رابطہ کرے، قسطلانی نے کہا ہے کہ یہ اعلان بازاروں میں، اور لوگوں کے اجتماعات میں اور مسجدوں کے دروازوں کے پاس کرے گا، جب لوگ مسجد سے نکل رہے ہوں تو ان میں اعلان کرے، لیکن مساجد کے اندر اعلان نہ کرے، اس طرح لقطہ کے مالک کا ملنا ممکن ہے اور یہ تعریف لقطہ دستیاب ہونے کے مقام میں کی جائے گی۔

قولہ ثم أتيتُهُ ثلاثًا اي مجموع اتيانه ثلاث مراتٍ، لا أنه أتى بعد المرتين الأولیين ثلاثًا۔ یعنی وہ کل تین دفعہ آیا تھا یہ نہیں کہ پہلی دوبار کے بعد پھر تین مرتبہ آیا ہو جیسا کہ ظاہر لفظ سے سمجھا جاتا ہے۔

قولہ احفظ وعاءها بكسر الواو، وہ چمڑا یا ٹاٹ کی جس میں لقطہ ہوتا ہے، اور "وِكاء" سے مراد وہ رسی یا دھاگا جس سے تھیلی کا منہ باندھا جاتا ہے۔ ان چیزوں کی شناخت کا اس لیے حکم دیا گیا ہے تاکہ لقطہ کے دعویدار کا صدق معلوم کیا جاسکے، اور لقطہ اپنے مال سے خلط ملط نہ ہو جائے، اور تھیلی اور اس کی رسی وغیرہ محفوظ رکھی جائیں ورنہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ اصل چیز نکال کر باقی چیزیں پھینک دیتے ہیں۔ لیکن یہ امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے۔ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ قسطلانی نے ذکر کیا ہے۔



قولہ فإن جاء صاحبها یہ شرط ہے اور اس کی جزاء "فارْدُدْها إليه" محذوف ہے۔

قولہ وإلا، أي وإن لم يجئ صاحبها فاستمتع بها۔

قولہ فاستمتعت، أي قال أبي فاستمتعت بالصرة۔

قولہ فلقيته بعد۔ اس کا قائل شعبہ بن حجاج ہے، اور "لا أدري" کہنے والے شعبہ کے استاذ سلمہ بن کہیل ہیں۔

قولہ ثلاثة أحوال أو حولاً واحدًا۔ صحیح یہی ہے کہ ایک سال ہی لقطہ کی تعریف کی جائے گی، لیکن ابی بن کعب ایک سال میں ہی تین مرتبہ پوچھنے کے لیے آگئے تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: "عرفها حولاً" یعنی سال پورا کر، سلمة بن کھیل نے تین مرتبہ آنے کو تین سال سمجھ کر شک والی کلام بول دی ہے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا ہے: "ولم يقل أحدٌ بأن اللقطة تعرف ثلاثة أحوال. والشك يوجب سقوط المشكوك فيه وهو الثلاثة فوجب العمل بالجزم وهو رواية العام الواحد" یعنی تین سال تعریف کرنے کا کوئی بھی قائل



نہیں ہے۔ اور شک سے مشکوک فیہ خود ہی ساقط ہو جاتا ہے، اور مشکوک فیہ تین سال تعریف کرنا ہے، لہٰذا یقینی چیز پر عمل کرنا واجب ہے، اور یقینی چیز ایک سال اعلان کرنا ہے۔ اور اگر بعض روایات میں تین سال اعلان کرنے کا ذکر آیا بھی ہے تو یہ زیادہ تورع اور زیادہ احتیاط پر محمول کیا جائے گا۔

٢-بَابُ ضَالَّةِ الإِبِلِ:

باب: بھولے بھٹکے اونٹ کا بیان

٢٤٢٧: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ ؟ فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ احْفَظْ عِفَاصَهَا، وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا، وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ ؟ قَالَ: لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: ضَالَّةُ الْإِبِلِ ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا، وَسِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ".

ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، ان سے ربیعہ نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی حاضر ہوا۔ اور راستے میں پڑی ہوئی کسی چیز کو اٹھانے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ۔ اگر کوئی ایسا شخص آئے جو اس کی نشانیاں ٹھیک ٹھیک بتا دے (تو اسے اس کا مال واپس کر دے) ورنہ اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ صحابی نے پوچھا، یارسول اللہ! ایسی بکری کا کیا کیا جائے جس کے مالک کا پتہ نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یا تو تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی (مالک) کو مل جائے گی یا پھر بھیڑیئے کا لقمہ بنے گی۔ صحابہ نے پھر پوچھا اور اس اونٹ کا کیا کیا جائے جو راستہ بھول گیا ہو؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھر ہیں۔ (جن سے وہ چلے گا) اس کا مشکیزہ ہے، پانی پر وہ خود پہنچ جائے گا۔ اور درخت کے پتے وہ خود کھالے گا۔

اُونٹ کو لقطہ بنانے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ وہ بھیڑیئے سے محفوظ ہوتا ہے اور درختوں کے پتے کھا کر اور کسی گھاٹ سے پانی پی کر زندہ رہ سکتا ہے۔ اور جو جانور بھی اونٹ کی طرح اپنے آپ کو چھوٹے درندوں سے بچا سکتے ہیں وہ بھی اونٹ کے حکم میں ہیں جیسے بیل، گھوڑا وغیرہ۔

٣-بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ:

باب: گمشدہ بکری کے بارے میں بیان

امام بخاری رحمہ اللہ یہ باب لا کر اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ بکری کا حکم اونٹ سے مختلف ہے اونٹ کو لقطہ نہیں بنایا جاسکتا۔ لیکن گم شدہ بکری کو لقطہ بنالینا چاہیے کیونکہ وہ اپنے آپ کو بھیڑیئے وغیرہ سے محفوظ نہیں رکھ سکتی اور وہ پکڑنے والے کے پاس امانت ہوگی۔ اس کے مالک کے آنے پر اسے ادا کرنا ہوگی امام مالک کہتے ہیں کہ بکری پکڑنے والے کی ہی ہوگی اور اس کی تعریف اور اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اور ان کا استدلال حدیث میں آنے والے لفظ "فإنما هي لك" سے ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ لام تملیک کے لیے ہے اور پکڑنے والا اس کا مالک بن جاتا ہے لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لام تو "للذِّئْبِ" پر داخل ہوا ہے حالانکہ بھیڑیا مالک نہیں بنتا۔

٢٤٢٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: "سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، يَقُولُ يَزِيدُ: إِنْ لَمْ تُعْرَفْ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا، وَكَانَتْ وَدِيعَةً عِنْدَهُ، قَالَ يَحْيَى: فَهَذَا الَّذِي لَا أَدْرِي، أَفِي حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهِ، ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ يَزِيدُ: وَهِيَ تُعَرَّفُ أَيْضًا، ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَقَالَ: دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا، وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا".



ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان تیمی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، انہوں نے زید بن خالد سے سنا، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے متعلق پوچھا گیا۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھ، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ یزید بیان کرتے تھے کہ اگر اسے پہچاننے والا (اس عرصہ میں) نہ ملے تو پانے والے کو اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا چاہیے۔ اور یہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہوگا۔ اس آخری ٹکڑے (کہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہوگا) کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے یا خود انہوں نے اپنی طرف سے یہ بات کہی ہے۔ پھر پوچھا، راستہ بھولی ہوئی بکری کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ یا تمہاری ہوگی (جب کہ اصل مالک نہ ملے) یا تمہارے بھائی (مالک) کے پاس پہنچ جائے گی، یا پھر اسے بھیڑیا اٹھالے جائے گا۔ یزید نے بیان کیا کہ اس کا بھی اعلان



کیا جائے گا۔ پھر صحابی نے پوچھا، راستہ بھولے ہوئے اونٹ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے آزاد رہنے دو، اس کے ساتھ اس کے کھر بھی ہیں اور اس کا مشکیزہ بھی، خود پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ جائے گا۔

۴۔بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا:

باب: پکڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال تک نہ ملے تو وہ پانے والے کی ہو جائے گی

گم شدہ چیز کا پانے والا ایک سال تعریف کرنے کے بعد اس کا مالک بن جاتا ہے جبکہ اس کا اصل مالک نہ ملے، لیکن یہ چیز اس کے پاس بطورِ امانت رہے گی اس کے بعد اس کا مالک آجائے تو وہ چیز اسے دینا پڑے گی اگر وہ چیز موجود ہو، اور اگر سال بعد وہ اسے استعمال کر چکا ہو تو بعض کی رائے یہ ہے کہ اس پر اس کا دینا کوئی ضروری نہیں ہے، جیسا کہ باب ضالۃ الابل میں زید بن خالد کی حدیث میں: "وإلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا" اس پر دلالت کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر حال میں اس کا دینا اس پر لازم ہے۔

٢٤٢٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ ؟ فَقَالَ: "اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا". قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ ؟ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا، وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا".

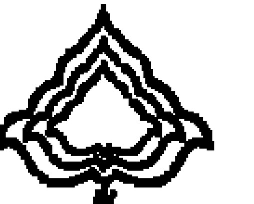
ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے، انہیں منبعث کے غلام یزید نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں یاد رکھ کر ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ اگر مالک مل جائے (تو اسے دیدے) ورنہ اپنی ضرورت میں خرچ کر۔ انہوں نے پوچھا اور اگر راستہ بھولی ہوئی بکری ملے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی ہو گی۔ ورنہ پھر بھیڑیا اسے اٹھالے جائے گا صحابی نے پوچھا اور اونٹ جو راستہ بھول جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کا مشکیزہ ہے، اس کے کھر ہیں، پانی پر وہ خود ہی پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا۔ اور اس طرح کسی نہ کسی دن اس کا مالک اسے خود پالے گا۔

٥.بَابُ إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ:

باب: اگر کوئی سمندر میں لکڑی یا ڈنڈا یا اور کوئی ایسی ہی چیز پائے تو کیا حکم ہے؟

٢٤٣٠: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ "ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ، فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ".

اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک مرد کا ذکر کیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی (جو اس سے پہلے گزر چکی ہے) کہ (قرض دینے والا) باہر یہ دیکھنے کے لیے نکلا کہ ممکن ہے کوئی جہاز اس کا روپیہ لے کر آیا ہو۔ (دریا کے کنارے پر جب وہ پہنچا) تو اسے ایک لکڑی ملی جسے اس نے اپنے گھر کے ایندھن کے لیے اٹھالیا۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں روپیہ اور خط پایا۔



یعنی جب دریا یا سمندر میں کوئی لکڑی پائے یا خشکی میں کوڑا وغیرہ پائے تو اسے اٹھا سکتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں "فَأَخَذَهَا" لفظ آیا ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے، لیکن اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ہم سے پہلے انبیاء کرام کی شریعت ہمارے لیے حجت ہے یا نہیں۔ اس میں اگرچہ علماء کا اختلاف ہے حدیث مذکور میں نبی اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ان دو آدمیوں کی تعریف کی ہے، اس لیے ان کا عمل ہمارے لیے قابل استدلال ہے۔

قولہ وَجَدَ الْمَالَ۔ اسے بنی اسرائیل کے ان نیک آدمیوں کی کرامت سمجھا جائے گا، ورنہ عام حالات میں ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔ یہ لکڑی پانے والا آدمی اسے ایندھن سمجھ کر لے گیا تھا، اس نے لقطہ سمجھ کر نہیں اٹھایا تھا، ورنہ حکم اس کے علاوہ ہوتا۔

شرح بخاری

٦-بَابُ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ:

باب: کوئی شخص راستے میں کھجور پائے؟

٢٤٣١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، قَالَ: "لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا". وَقَالَ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، وَقَالَ زَائِدَةُ: عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ.



ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے منصور بن معتمر نے، ان سے طلحہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راستے میں ایک کھجور پر نظر پڑی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کا ڈر نہ ہوتا کہ صدقہ کی ہے تو میں خود اسے

کھالیتا۔

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ کھانے پینے کی معمولی چیز گھریا راستے میں پڑی ہوئی ملے تو اس کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ اس کی تعریف یا اعلان کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کھجور کے کھانے۔ سے اس لیے پرہیز کیا کہ کہیں صدقہ کی کھجور نہ ہو اور صدقہ کھانا آپ پر بلکہ بنو ہاشم پر حرام تھا، ورنہ ایسی معمولی اشیاء لقطہ کے حکم میں نہیں ہیں۔

٢٤٣٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي، فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا".

اور یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا مجھ سے منصور نے بیان کیا، اور زائدہ بن قدامہ نے بھی منصور سے بیان کیا، اور ان سے طلحہ نے، کہا کہ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں ہمام بن منبہ نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے گھر جاتا ہوں، وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے۔ میں اسے کھانے کے لیے اٹھالیتا ہوں۔ لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں صدقہ کی کھجور نہ ہو۔ تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔

٧۔ بَابُ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ:

باب: اہل مکہ کے لقطہ کا کیا حکم ہے؟

وَقَالَ طَاوُسٌ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا" وَقَالَ خَالِدٌ: عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ".

اور طاؤس نے کہا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کے لقطہ کو صرف وہی شخص اٹھائے جو اعلان کرے، اور خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکہ کے لقطہ کو اٹھانا صرف اسی کے لیے درست ہے جو اس کا اعلان بھی کرے۔

قولہ قال طاؤس ... یہ اس حدیث کا ایک جزء ہے جسے بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحج، باب لا یحل القتال بمکۃ میں موصول بیان کیا ہے۔ اس میں یہ بات مذکور ہے کہ حرم مکی کا لقطہ اس کی تشہیر کرنے والا ہی اٹھاسکتا ہے، یہ تعریف و

تشہیر کا حکم ہر جگہ کے لقطہ کے بارہ میں ہے، لیکن یہاں ہمیشہ تعریف کرنا مراد ہے، بعض کے نزدیک مکہ کے لقطہ کا حکم بھی دیگر لقطوں کی طرح ہی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ مکہ کے لقطہ کی تعریف ہمیشہ کرنا ہوگی[1]۔

قولہ وقال خالد عن عكرمة۔ اسے بخاری رحمہ اللہ نے کتاب البیوع، باب ما قیل فی الصواغ میں موصول بیان کیا ہے، کسی کے جانور کا دودھ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب سنن ابی داود میں وارد حدیث کے خلاف قائم کیا ہے۔ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں حسن کی سمرۃ سے روایت میں مرفوع مروی ہے: "إذا أتى أحدكم على ماشية فإن لم يكن صاحبها فيها فليصوت ثلاثًا فإن أجاب فليستأذنه فإن أذن له وإلا فليحلب وليشرب ولا يحمل"[2] لیکن اس حدیث میں حسن کے سمرۃ سے سماع میں اختلاف ہے، جن علماء کے نزدیک حسن کا سمرہ سے سماع ثابت ہے ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور جن علماء کے نزدیک حسن کا سمرۃ سے سماع صرف عقیقہ کی حدیث میں ثابت ہے باقی روایات میں سماع ثابت نہیں ان کے نزدیک یہ روایت منقطع ہے جو کہ ضعیف ہے، بعض نے کہا ہے کہ یہ اجازت شروع میں تھی۔ بعد میں منع کر دیا گیا تھا، بعض کے نزدیک یہ اجازت مضطر کے لیے ہے۔

قولہ اطعماتھم یہ اطعمۃ کی جمع ہے جو کہ طعام کی جمع ہے، اور یہاں اس سے مراد لبن (دودھ) ہے۔



٢٤٣٣: وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُعْضَدُ عِضَاهُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ؟ فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ".

اور احمد بن سعد نے کہا، ان سے روح نے بیان کیا، ان سے زکریا نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکہ کے درخت نہ کاٹے جائیں، وہاں کے شکار نہ چھیڑے جائیں، اور وہاں کے لقطہ کو صرف وہی اٹھائے جو اعلان کرے، اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! اذخر کی اجازت دے دیجئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کی اجازت دے دی۔

٢٤٣٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ،



[1] صحیح بخاری: ١٣٤٩۔
[2] سنن ابی داود: ٢٦١٩۔ سنن ترمذی: ١٢٩٦، صحیح

وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ، وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يُفْدَى، وَإِمَّا أَنْ يُقِيدَ". فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَامَ أَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ: اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ. قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللهِ ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، ان سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کرادیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کے لشکر کو مکہ سے روک دیا تھا، لیکن اپنے رسول اور مسلمانوں کو اسے فتح کرادیا۔ دیکھو! یہ مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا تھا (یعنی وہاں لڑنا) اور میرے لیے صرف دن کے تھوڑے سے حصے میں درست ہوا۔ اب میرے بعد کسی کے لیے درست نہیں ہو گا۔ پس اس کے شکار نہ چھیڑے جائیں اور نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں۔ یہاں کی گری ہوئی چیز صرف اسی کے لیے حلال ہو گی جو اس کا اعلان کرے۔ جس کا کوئی آدمی قتل کیا گیا ہو اسے دو باتوں کا اختیار ہے یا (قاتل سے) فدیہ (مال) لے لے، یا جان کے بدلے جان لے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر کاٹنے کی اجازت ہو، کیونکہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اذخر کاٹنے کی اجازت ہے۔ پھر ابوشاہ یمن کے ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا، یارسول اللہ! میرے لیے یہ خطبہ لکھوادیجئے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ ابوشاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔ میں نے امام اوزاعی سے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے کہ میرے لیے اسے لکھوادیجئے تو انہوں نے کہا کہ وہی خطبہ مراد ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مکہ میں) سنا تھا۔

٨۔ بَابُ لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنٍ:

باب: کسی جانور کا دودھ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے

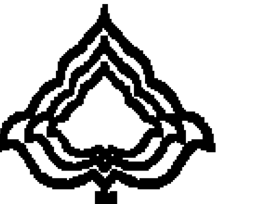
٢٤٣٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ

امْرِئٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ، فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص کسی دوسرے کے دودھ کے جانور کو مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ ایک غیر شخص اس کے گودام میں پہنچ کر اس کا ذخیرہ کھولے اور وہاں سے اس کا غلہ چرالائے، لوگوں کے مویشی کے تھن بھی ان کے لیے کھانا یعنی (دودھ کے) گودام ہیں۔ اس لیے انہیں بھی مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔

٩- بَابُ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ:

باب: پڑی ہوئی چیز کا مالک اگر ایک سال بعد آئے تو اسے اس کا مال واپس کر دے کیونکہ پانے والے کے پاس وہ امانت ہے



٢٤٣٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ اللُّقَطَةِ ؟ قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ ؟ قَالَ: خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا، وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن عبدالرحمٰن نے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ اس کا مالک اگر اس کے بعد آئے تو اسے واپس کر دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو، کیونکہ وہ یا تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی ہو گی یا پھر بھیڑیئے کی ہو گی۔ صحابہ نے پوچھا، یارسول اللہ!



راستہ بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غصہ ہو گئے اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا (یا راوی نے «وجنتاہ» کے بجائے) «احمر وجهه» کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ خود اس کے کھر اور اس کا مشکیزہ ہے۔ اسی طرح اسے اس کا اصل مالک مل جائے گا۔

مال کی حفاظت کے لیے لقطہ کو محفوظ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ورنہ کوئی نااہل شخص اٹھالے گا اور ہضم کرلے گا، لیکن اگر کوئی معمولی چیز ملے جو زیادہ قیمتی نہ ہو تو اسے استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "قال رخص لنا رسول الله ﷺ في العصا والسوط والحبل وأشباهه يلتقطه الرجل ينتفع به"[1] امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ایسی چیزوں کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے، بعض نے کہا ہے کہ تین دن تک ان کا اعلان کرنا چاہیے۔

١٠ - بَابُ هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ، وَلاَ يَدَعُهَا تَضِيعُ، حَتَّى لاَ يَأْخُذَهَا مَنْ لاَ يَسْتَحِقُّ:

باب: پڑی ہوئی چیز کا اٹھالینا بہتر ہے ایسا نہ ہو وہ خراب ہو جائے یا کوئی غیر مستحق اس کو لے بھاگے

٢٤٣٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ، قَالَ: "كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَزَيْدِ بْنِ صُوحَانَ فِي غَزَاةٍ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا، فَقَالَا لِي: أَلْقِهِ، قُلْتُ: لَا، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ، فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ، فَقَالَ: اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا". حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بِهَذَا، قَالَ: فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: لَا أَدْرِي أَثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا کہ میں نے سوید بن غفلہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک جہاد میں شریک تھا۔ میں نے ایک کوڑا پایا (اور اس کو اٹھالیا) دونوں میں سے ایک نے مجھ سے

[1] سنن ابی داؤد: ١٧١٧۔

کہا کہ اسے پھینک دے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے مجھے اس کا مالک مل جائے۔ (تو اس کو دے دوں گا) ورنہ خود اس سے نفع اٹھاؤں گا۔ جہاد سے واپس ہونے کے بعد ہم نے حج کیا۔ جب میں مدینے گیا تو میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا، انہوں نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھ کو ایک تھیلی مل گئی تھی۔ جس میں سو دینار تھے۔ میں اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا اور پھر حاضر ہوا۔ (کہ مالک ابھی تک نہیں ملا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اور اعلان کر، میں نے ایک سال تک اس کا پھر اعلان کیا، اور حاضر خدمت ہوا۔ اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا پھر اعلان کر، میں نے پھر ایک سال تک اعلان کیا اور جب چوتھی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقم کے عدد، تھیلی کا بندھن، اور اس کی ساخت کو خیال میں رکھ، اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے دیدے ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ ہم سے عبدان نے بیان کیا کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی شعبہ سے اور انہیں سلمہ نے یہی حدیث، شعبہ نے بیان کیا کہ پھر اس کے بعد مکہ میں سلمہ سے ملا، تو انہوں نے کہا کہ مجھے خیال نہیں (اس حدیث میں سوید نے) تین سال تک بتلانے کا ذکر کیا تھا یا ایک سال کا۔



یعنی لقطہ کو اٹھالینا چاہیے، تاکہ غیر مستحق نہ لے جائے اور لقطہ کو اٹھانا تملک کے لیے نہیں ہوتا، اگر تملک کے لیے اٹھائے گا تو قطعاً ضامن ہوگا۔

١١-بَابُ مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ، وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ:

باب: لقطہ کو بتلانا لیکن حاکم کے سپرد نہ کرنا

٢٤٣٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ اللُّقَطَةِ؟ قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا، وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا، وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: مَالَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا، وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، دَعْهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا، وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ربیعہ سے، ان سے منبعث کے غلام یزید نے، اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے متعلق پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، اگر کوئی ایسا شخص آجائے جو اس کی بناوٹ اور بندھن کے بارے میں صحیح صحیح بتائے (تو اسے دیدے) ورنہ



اپنی ضروریات میں اسے خرچ کر۔ انہوں نے جب ایسے اونٹ کے متعلق بھی پوچھا جو راستہ بھول گیا ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ اور اس کے کھر موجود ہیں۔ وہ خود پانی تک پہنچ سکتا ہے۔ اور درخت کے پتے کھا سکتا ہے اور اس طرح وہ اپنے مالک تک پہنچ سکتا ہے۔ انہوں نے راستہ بھولی ہوئی بکری کے متعلق بھی پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی (اصل مالک) کو مل جائے گی۔ ورنہ اسے بھیڑیا اٹھالے جائے گا۔

احناف کی رائے یہ ہے کہ سال کے بعد لقطہ سلطان کو دے دیا جائے۔ یا کسی مسکین کو دیدے، خود نہیں کھا سکتا۔

۱۲۔ بَابٌ:

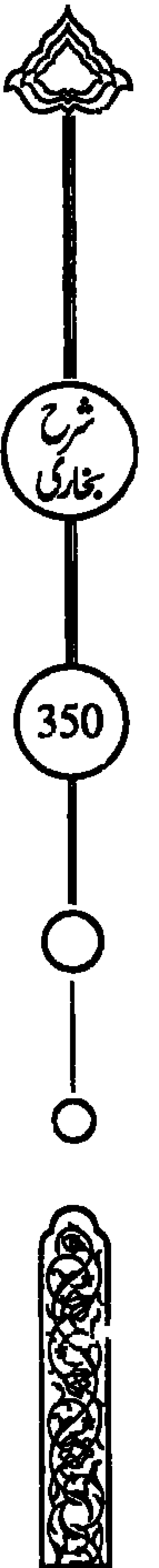
باب:۔۔۔

۲۴۳۹: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "انْطَلَقْتُ. فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوقُ غَنَمَهُ، فَقُلْتُ: لِمَنْ أَنْتَ ؟ قَالَ: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ، فَقُلْتُ: هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لِي ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرْتُهُ، فَاعْتَقَلَ شَاةً مِنْ غَنَمِهِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ، ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَنْفُضَ كَفَّيْهِ، فَقَالَ: هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدَى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرَى، فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ، وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً عَلَى فَمِهَا خِرْقَةٌ، فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ".

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو نضر نے خبر دی، کہا کہ ہم کو اسرائیل نے خبر دی ابو اسحاق سے کہ مجھے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خبر دی (دوسری سند) ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا ابو اسحاق سے، اور انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہ (ہجرت کر کے مدینہ جاتے وقت) میں نے تلاش کیا تو مجھے ایک چرواہا ملا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا کہ قریش کے ایک شخص کا۔ اس نے قریشی کا نام بھی بتایا، جسے میں جانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے ریوڑ کی بکریوں میں دودھ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! میں نے اس سے کہا کیا تم میرے لیے دودھ دوہ لو گے؟ اس نے کہا، ہاں ضرور! چنانچہ میں نے اس سے دوہنے کے لیے کہا۔ وہ اپنے ریوڑ سے ایک بکری پکڑ لایا۔ پھر میں نے اس

سے بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کرنے کے لیے کہا۔ پھر میں نے اس سے اپنا ہاتھ صاف کرنے کے لیے کہا۔ اس نے ویسا ہی کیا۔ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مار کر صاف کر لیا۔ اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میں نے ایک برتن ساتھ لیا تھا۔ جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ میں نے پانی دودھ پر بہایا۔ جس سے اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا پھر دودھ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دودھ حاضر ہے۔ یارسول اللہ! پی لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیا، یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔

یہ باب بلا ترجمہ ہے اور اس کے تحت آنے والی حدیث کا تعلق کتاب اللقطہ سے یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ریوڑ کے چرواہے سے کہا کہ اس برتن میں دودھ دوہدے، اور یہ دودھ ضائع ہو جانے والے مال کی طرح تھا کیونکہ دودھ والی بکریاں زیادہ تھیں اور بکریوں کا مالک دور تھا اس کو یہ دودھ پہنچایا نہیں جاسکتا تھا، تو پھر یہ دودھ ضائع ہونا تھا، لہٰذا یہ لقطہ کی طرح ہو گیا، اور جبکہ دودھ بکریوں کے مالک کو نہیں پہنچایا گیا حالانکہ اس کا بادشاہ اور سلطان سے زیادہ حق ہے تو بادشاہ کی طرف دودھ کیسے پہنچایا جاسکتا ہے۔



کتاب المظالم والغصب

کتاب ظلم اور مال غصب کرنے کے بیان میں

مظالم جمع ہے مظلمۃ کی جو کہ ظلم یظلم کا مصدر میمی ہے، یعنی لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنے اور ناحق اُن کے مال غصب کرنے کے بارے میں، یہ کتاب ہے، مظلمۃ لام کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے لیکن لام کے کسرہ کے ساتھ اکثر استعمال ہوتا ہے، جس سے مراد ظلم وزیادتی کرنا اور غصب سے مراد ناحق لوگوں کے مال مار لینا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ ظالموں اور غاصبوں کا انجام دنیا اور آخرت میں بہت برا ہونے والا ہے، کسی کی حق تلفی کرنا ظلم ہے اور ”وضع الشئی علی غیر محلہ“ کو بھی ظلم کہتے ہیں۔

قولہ المقنع والمقمح واحدٌ یعنی دونوں کا معنی ”رفع الرأس“ سر اٹھانا ہے، مجاہد نے کہا ہے: ”مُهْطِعِيْنَ“ کا معنی برابر نظر ڈالنے والے، بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی داعی کی طرف جلدی بھاگنے والے ہے۔

قولہ هواء أی جُوفًا جیم کے ضمہ کے ساتھ، ای خاویۃ، خالیۃ، یعنی ان کے دل عقل سے خالی ہوں گے۔ اور یہ اس دن کی دہشت اور حیرت کی وجہ سے ہوگا۔

کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ظالم کا لفظ بولا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اکثر علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہو سکتا، کیونکہ ظلم سے مراد ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کرنا، اور اللہ تعالیٰ کا ملک تو ہر چیز پر ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کو ظالم نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اس کا ہر تصرف اپنے ملک میں ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَمَا أنا بظلّام للعبید“[1] ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ظلم کا تصور ہو سکتا ہے، اسی لیے اس سے ظلم کی نفی کی گئی ہے، اگر ظلم ہے ہی نہیں تو نفی کس چیز کی گئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ظلم کرتا نہیں ہے، لہٰذا وہ ظالم نہیں ہے، اشاعرہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرے وہ ظلم نہیں ہو سکتا، حدیث میں آتا ہے: ”لو أن اللہ عذب أهل السموات والأرض لعذبهم وهو غیر ظالم“[2] اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے، وہ اپنے ملک میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے، جس طرح کسی شخص کا جانور ہو تو وہ اپنے جانور کو ذبح کرے تو ظالم نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کا مالک ہے، ہاں غیر کا جانور ذبح کرے تو ظالم ہوگا، ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب کرے گا تو اس کے کسی قصور اور کوتاہی پر کرے گا، اگر اس کا کوئی جرم اور قصور نہ ہو تو عذاب نہیں کرے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ قصوروار نہیں ہے، ہر شخص قصوروار ہوتا ہے، اس

---

1. ق ۲۹
2. القضاء والقدر للبیہقی: ۴۸۳

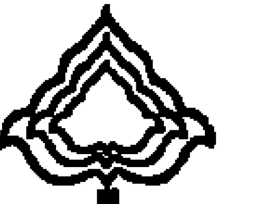
لیے اللہ تعالیٰ کسی شخص کو عذاب کرے تو اسے ظالم نہیں کہہ سکتے، کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: "لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ"[1] یعنی ابھی تک کسی نے اللہ تعالیٰ کے مامورات کو پورا نہیں کیا۔

قولہ والغصب... کسی سے چیز چھین لینا یا کسی چیز پر دوسرے کا قبضہ اٹھا کر اپنا قبضہ جما لینا غصب کہلاتا ہے، احناف کے ہاں غصب سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کی چیز اپنی جگہ پر منتقل کر لینا، اور زمین چونکہ منتقل نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس میں غصب نہیں ہوتا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ زمین پر غصب ہو سکتا ہے وہ اس طرح کہ دوسرے کا قبضہ اٹھا کر اُس پر اپنا قبضہ جما لیا جائے۔ علماء میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اَرض مغصوبہ میں نماز پڑھی جائے تو کیا نماز قبول ہو جاتی ہے یا نہیں، اور یہ مسئلہ تب ہی پیش آسکتا ہے جبکہ زمین میں غصب ہو سکتا ہے، اگر زمین میں غصب نہ ہوتا ہو تو ارض مغصوبہ کا مسئلہ کیسے پیش آسکتا ہے، وہ کہتے ہیں اس صورت میں ارضِ مغصوبہ وہ ہے کہ جگہ والے کو دھکیل کر پیچھے ہٹا دے اور خود وہاں نماز شروع کر دے، حالانکہ یہ تو دوسرے کا قبضہ اٹھا کر اپنا قبضہ جمانا ہی ہے۔

١-بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ:

باب: ظلموں کا بدلہ کس کس طور پر لیا جائے گا

٢٤٤٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ، حُبِسُوا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّونَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا نُقُّوا وَهُذِّبُوا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا". وَقَالَ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ.



ہم سے اسحٰق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو معاذ بن ہشام نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابوالمتوکل ناجی نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مومنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی تو انہیں ایک پل پر جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہو گا روک لیا جائے گا اور وہیں ان کے مظالم کا بدلہ دے دیا جائے گا۔ جو وہ دنیا میں باہم کرتے تھے۔ پھر جب پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، ان میں سے ہر شخص اپنے جنت کے گھر کو اپنے دنیا کے گھر سے بھی بہتر طور پر پہچانے گا۔ یونس بن محمد نے بیان کیا کہ



[1] عبس: ٢٣

ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے ابوالمتوکل نے بیان کیا۔

قولہ إذا نُقُّوا وهذبوا۔ یعنی جب وہ پاک صاف ہو جائیں گے تب انہیں جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔

قولہ أدلُّ بمنزلہ... یعنی ان میں سے ہر شخص اپنے جنت کے گھر کو اپنے دنیا کے گھر سے بہتر طور پر پہچانے گا، کیونکہ عالم برزخ میں اسے اپنا جنت کا گھر دکھایا جاتا ہے، اس لیے وہ اسے زیادہ جاننے والا ہوگا۔

٢-بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ}:

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ ہود میں یہ فرمانا کہ سن لو! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے

٢٤٤١: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ، قَالَ: "بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، آخِذٌ بِيَدِهِ، إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ، فَقَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي النَّجْوَى، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ، فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ، فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، فَيَقُولُ: نَعَمْ، أَيْ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ، وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ، قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُونَ، فَيَقُولُ: الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ، أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظَّالِمِينَ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا کہ مجھے قتادہ نے خبر دی، ان سے صفوان بن محرز مازنی نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جا رہا تھا۔ کہ ایک شخص سامنے آیا اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے (قیامت میں اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والی) سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلا لے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں، اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں، چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی، لیکن کافر اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائکہ، انبیاء، اور تمام جن و انس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔

یعنی ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے اور ظالم کا لفظ عام ہے، جو متسلط بالجبروت کو بھی شامل ہے جو دھونس اور دھاندلی کر کے لوگوں پر مسلط ہو جاتے ہیں، وہ بھی ملعون ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے: "ستۃ لعنھم اللہ"[1] اور ان میں متسلط بالجبروت بھی شامل ہے، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔

قولہ فی النجوٰی۔ نجوٰی سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی بندے کے ساتھ قیامت کے دن جو سرگوشی ہوگی۔ اسے نجوٰی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے آخری الفاظ ترجمہ باب سے متعلق ہیں اور اس حدیث میں معتزلہ کا رد ہے جو گناہوں کی بخشش کے قائل نہیں ہیں اور خوارج کا بھی رد ہے جو معصیت کے ارتکاب سے اہل ایمان کو کافر قرار دیتے ہیں۔

٣۔بَابُ لاَ يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلاَ يُسْلِمُهُ:

باب: کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ کسی ظالم کو اس پر ظلم کرنے دے

٢٤٤٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".



ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سالم نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔

٤۔بَابُ أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا:

باب: ہر حال میں مسلمان بھائی کی مدد کرنا چاہیے وہ ظالم ہو یا مظلوم

٢٤٤٣: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ. وَحُمَيْدُ الطَّوِيلُ، سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا".



[1] موارد الظمآن ٥٢ ج ١۔ ص ٤٢۔ باب فی الکبائر۔

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید طویل نے خبر دی، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

حدیث مذکور میں "انْصُرْ" کا لفظ وارد ہے، لیکن بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ باب "اعانت" کے لفظ سے قائم کیا ہے، اور اس سے انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں "أَعِنْ أُخاك" بھی آیا ہے۔ اور یہ لفظ یعنی "أعِنْ اخاك ظالمًا أو مظلوما" زمانہ جاہلیت سے استعمال ہو رہا تھا، لیکن اس سے مراد ان کی یہ ہوتی تھی کہ حلیف کی ہر حال میں مدد کرنی چاہیے خواہ ظالم ہی ہو، اسلام نے اس لفظ کو ویسے ہی رہنے دیا مگر اس کے مفہوم کی اصلاح کردی، کہ ظالم کی اعانت اور مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روکا جائے۔

٢٤٤٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ".



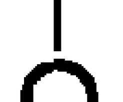
ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے اس کا ہاتھ پکڑ لو (یہی اس کی مدد ہے)۔

٥- بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُومِ:

باب: مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے

٢٤٤٥: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ، سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ، فَذَكَرَ: عِيَادَةَ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيتَ الْعَاطِسِ، وَرَدَّ السَّلَامِ، وَنَصْرَ الْمَظْلُومِ، وَإِجَابَةَ الدَّاعِي، وَإِبْرَارَ الْمُقْسِمِ".





ہم سے سعید بن ربیع نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اشعث بن سلیم نے بیان کیا، کہ میں نے معاویہ بن سوید سے سنا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا تھا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم فرمایا تھا اور سات ہی چیزوں سے منع بھی فرمایا تھا (جن چیزوں کا حکم فرمایا تھا ان میں) انہوں نے مریض کی عیادت، جنازے کے پیچھے چلنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، سلام کا جواب دینے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے (کی دعوت)



قبول کرنے، اور قسم پوری کرنے کا ذکر کیا۔

٢٤٤٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ".

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے برید نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ایک عمارت کے حکم میں ہے کہ ایک کو دوسرے سے قوت پہنچتی ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کیا۔

٦۔ بَابُ الِانْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ:

باب: ظالم سے بدلہ لینا



لِقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: لا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللهُ سَمِيعًا عَلِيمًا سورة النساء آية ١٤٨ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ سورة الشورى آية ٣٩. قَالَ إِبْرَاهِيمُ: كَانُوا يَكْرَهُونَ أَنْ يُسْتَذَلُّوا. فَإِذَا قَدَرُوا عَفَوْا.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ «لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم وكان الله سميعا عليما» اللہ تعالیٰ بری بات کے اعلان کو پسند نہیں کرتا۔ سوا اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو، اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ) «والذين إذا أصابهم البغي هم ينتصرون» اور وہ لوگ کہ جن پر ظلم ہوتا ہے تو وہ اس کا بدلہ لے لیتے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ سلف ذلیل ہونا پسند نہیں کرتے تھے، لیکن جب انہیں (ظالم پر) قابو حاصل ہو جاتا تو اسے معاف کر دیا کرتے تھے۔

٧۔ بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُومِ:

باب: ظالم کو معاف کر دینا

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا سورة النساء آية ١٤٩ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ إِنَّهُ لا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ٤٠ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ٤١ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٤٢ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الأُمُورِ ٤٣ وَمَنْ يُضْلِلِ



اللهُ فَمَالَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِنْ بَعْدِهِ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَى مَرَدٍّ مِنْ سَبِيلٍ ٤٤ سورة الشورى آية ٤٠-٤٤.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ «إن تبدوا خيرا أو تخفوه أو تعفوا عن سوء فإن الله كان عفوا قديرا» اگر تم کھلم کھلا طور پر کوئی نیکی کرو یا پوشیدہ طور پر یا کسی کے برے معاملہ پر معافی سے کام لو، تو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بہت بڑی قدرت والا ہے۔ (سورۂ شوریٰ میں فرمایا) «وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا وأصلح فأجره على الله إنه لا يحب الظالمين ٭ ولمن انتصر بعد ظلمه فأولئك ما عليهم من سبيل٭ إنما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون فى الأرض بغير الحق أولئك لهم عذاب أليم٭ ولمن صبر وغفر إن ذلك لمن عزم الأمور. وترى الظالمين لما رأوا العذاب يقولون هل إلى مرد من سبيل» اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی سے بھی ہو سکتا ہے، لیکن جو معاف کر دے اور درستگی معاملہ کو باقی رکھے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جس نے اپنے پر ظلم کئے جانے کے بعد اس کا (جائز) بدلہ لیا تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ گناہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق فساد کرتے ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جن کو دردناک عذاب ہوگا۔ لیکن جس شخص نے (ظلم پر) صبر کیا اور (ظالم کو) معاف کیا تو یہ نہایت ہی بہادری کا کام ہے۔ اور اے پیغمبر! تو ظالموں کو دیکھے گا جب وہ عذاب دیکھ لیں گے تو کہیں گے اب کوئی دنیا میں لوٹ جانے کی بھی صورت ہے؟

٨-بَابُ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

باب: ظلم، قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے

٢٤٤٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْمَاجِشُونُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز ماجشون نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی، اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔

٩-بَابُ الاِتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ:

باب: مظلوم کی بددعا سے بچنا اور ڈرتے رہنا

٢٤٤٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: "اتَّقِ

دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ".

ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن اسحاق مکی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن عبداللہ صیفی نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد نے، اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب (عامل بنا کر) یمن بھیجا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس (دعا) کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

١٠۔بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ، هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ:

باب: اگر کسی شخص نے دوسرے پر کوئی ظلم کیا ہو اور اس سے معاف کرائے تو کیا اس ظلم کو بیان کرنا ضروری ہے

٢٤٤٩:حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِأَنَّهُ كَانَ نَزَلَ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ، وَسَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ: هُوَ مَوْلَى بَنِي لَيْثٍ، وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ وَاسْمُ أَبِي سَعِيدٍ كَيْسَانُ.





ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرا لے جس دن نہ دینار ہوں گے، نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے (مظلوم) ساتھی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ اسماعیل بن ابی اویس نے کہا سعید مقبری کا نام مقبری اس لیے ہوا کہ قبرستان کے قریب انہوں نے قیام کیا تھا۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ سعید مقبری ہی بنی لیث کے غلام ہیں۔ پورا نام سعید بن ابی سعید ہے اور (ان کے والد) ابو سعید کا نام کیسان ہے۔



اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص پر ظلم کیا ہو اور اس نے اس مظلوم سے معاف کرانا ہو، تو کیا اس ظلم کو بیان کرنا ضروری ہے؟ مثال کے طور پر کسی کو برا بھلا کہا ہو یا کسی کی حق تلفی کی ہو، پھر اس سے معافی طلب کرے تو کیا اپنے ظلم وزیادتی کو بیان کر کے معافی طلب کرے یا صرف یہ کہہ دے کہ ہم اتنا عرصہ اکٹھے رہے ہیں لہٰذا اگر کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو معاف کرنا۔ یا اس کے کچھ پیسے کھائے ہوں کیا اسے بھی بیان کرے یا مجمل لفظ ہی بول دے تو کافی ہے بعض کہتے ہیں کہ مجمل لفظ میں وہ روپیہ پیسہ بھی آجائے گا۔ بعض کہتے ہیں وہ ہضم کیا ہوا مال اس میں نہیں آئے گا، کیونکہ اگر اسے اس رقم کا علم ہو جائے جو اس نے چرائی یا کھائی ہے تو وہ اسے معاف نہیں کرے گا، اس لیے جو چیز معاف کرانا چاہتا ہے اسے ذکر کر کے معاف کرانا چاہیے۔

١١- بَابُ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلاَ رُجُوعَ فِيهِ:

باب: جب کسی ظلم کو معاف کر دیا تو پھر واپسی کا مطالبہ باقی نہیں رہتا

٢٤٥٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فِي هَذِهِ الآيَةِ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا سورة النساء آية ١٢٨، قَالَتْ: "الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ المَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا، فَتَقُولُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ"، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي ذَلِكَ.

ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو ہشام بن عروہ نے خبر دی، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قرآن مجید کی آیت) «وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضا» اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے نفرت یا اس کے منہ پھیرنے کا خوف رکھتی ہو کے بارے میں فرمایا کہ کسی شخص کی بیوی ہے لیکن شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں بلکہ اسے جدا کرنا چاہتا ہے اس پر اس کی بیوی کہتی ہے کہ میں اپنا حق تمہیں معاف کرتی ہوں۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

شرح بخاری

یعنی جب کوئی شخص دوسرے کا ظلم معاف کردے تو اب اس میں رجوع نہیں کر سکتا، مثال کے طور پر اگر کسی آدمی کی دو بیویاں ہوں، ان میں سے ایک خاوند سے اپنی باری کو معاف کر دے تو معاف کرنے کے بعد یا اپنی باری دوسری بیوی کو ہبہ کرنے کے بعد واپس نہیں لے سکتی، احناف کی رائے یہ ہے کہ وہ رجوع کر سکتی ہے، کیونکہ تحلیل ماضی میں ہوتی ہے، مستقبل میں نہیں ہوتی، حالانکہ قرآن کریم میں جس صلح کا ذکر ہے اس کا مستقبل سے تعلق ہے، ارشاد ہے: "فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا"[1] اور صلح تو آئندہ کے لیے ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ صلح کے بعد رجوع کا حق نہیں ہوتا۔

---

[1] النساء:١٢٨

۱۲۔بَابُ إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ أَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ:

باب: اگر کوئی شخص دوسرے کو اجازت دے یا اس کو معاف کر دے مگر یہ بیان نہ کرے کہ کتنے کی اجازت اور معافی دی ہے

۲۴۵۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ، فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا، وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوحازم بن دینار نے اور انہیں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ یا پانی پینے کو پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ لڑکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ ان لوگوں کو یہ (پیالہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! یارسول اللہ! آپ کی طرف سے ملنے والے حصے کا ایثار میں کسی پر نہیں کر سکتا۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔



شرح بخاری

یعنی اگر کوئی شخص دوسرے کو اجازت دیدے یا اسے اپنا حق معاف کردے مگر یہ بیان نہ کرے کہ کس قدر اجازت یا معافی دی ہے، تو اس کا حکم کیا ہے؟ مثلاً کسی فقیر کو کچھ دینے کا حکم دے اور یہ نہ بتائے کہ کتنا مال دینا ہے تو عرف کے مطابق دیا جاسکتا ہے۔

حدیث مذکور کی ترجمہ باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس مشروب لایا گیا آپ نے اسے پیا، اور آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے اور بائیں جانب بزرگ صحابہ تشریف فرما تھے، آپ کے بچے ہوئے مشروب کے زیادہ حق دار عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو دائیں جانب تھے، لیکن آپ نے بزرگ حضرات کو دینے کی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اجازت طلب کی اگرچہ انہوں نے اجازت نہیں دی۔ لیکن اگر وہ اجازت دیدیتے تو یہ اجازت ایسی ہوتی جس کی مقدار بیان نہیں ہوئی، یعنی یہ بیان نہیں ہوا کہ کس قدر دودھ کی اجازت ہے۔

قولہ أتأذن لي۔ آپ نے اسے دکھایا نہیں تھا کہ کتنا دودھ باقی ہے جس سے معلوم ہوا کہ بغیر بیان کرنے کے بھی تحلیل یا اذن ہوسکتا ہے۔



١٣۔ بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الأَرْضِ:

باب: اس شخص کا گناہ جس نے کسی کی زمین ظلم سے چھین لی

٢٤٥٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ ظَلَمَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے طلحہ بن عبداللہ نے بیان کیا، انہیں عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل نے خبر دی اور ان سے سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کی زمین ظلم سے لے لی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

زمین کے کسی حصے پر دوسرے کے قبضہ کو ہٹا کر اپنا قبضہ جمالینا بھی غصب ہے جو کہ حرام ہے، حنفی کہتے ہیں کہ یہ غصب نہیں ہے، ہاں اس سے وہ گناہگار ہوتا ہے، غصب میں مغصوبہ چیز کے ہلاک ہونے پر غاصب ذمہ دار ہوتا ہے، اور یہ چیز زمین والی صورت میں نہیں پائی جاتی۔ [1]

قولہ قال أبو عبدالله هذا الحديث۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن مبارک کی اس کتاب میں نہیں جو انہوں نے خراسان میں لکھی تھی، انہوں نے یہ حدیث بصرہ میں اپنے شاگردوں کو لکھوائی تھی، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ان کی خراسان کی کتاب دیکھ کر بخاری کی غلطی کہہ دے کہ ان کی خراسان کی کتاب میں تو یہ حدیث نہیں ہے، جبکہ یہ حدیث انہوں نے بصرہ میں ہوتے ہوئے لکھوائی ہے۔

قولہ خُسِفَ بِهِ۔ یعنی اسے ساتوں زمینوں میں دھنسایا جائے گا، اور زمین اس کے گلے کا طوق بن جائے گی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اُسے تکلیف مالایطاق دی جائے گی۔

٢٤٥٣: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُومَةٌ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ، اجْتَنِبِ الأَرْضَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ".

---

[1] حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے زمین کے لیے غصب کا لفظ استعمال کیا ہے: "قال رسول الله ﷺ من غصب رجلا ارضا ظلما لقی الله وهو عليه غضبان." المعجم الكبير للطبرانی ٢٥ عن علقمة بن وائل عن أبيه۔

شرح بخاری

ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے حسین نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ ان کے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان (زمین کا) جھگڑا تھا۔ اس کا ذکر انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو انہوں نے بتلایا، ابوسلمہ! زمین سے پرہیز کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق (قیامت کے دن) اس کے گردن میں ڈالا جائے گا۔

٢٤٥٤: حَدَّثَنَا مُسلِمُ بنُ إِبرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبدُ اللهِ بنُ المُبَارَكِ، حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ عُقبَةَ، عَن سَالِمٍ، عَن أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "مَن أَخَذَ مِنَ الأَرضِ شَيئًا بِغَيرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَومَ القِيَامَةِ إِلَى سَبعِ أَرَضِينَ". قَالَ عَبدِ اللهِ: هَذَا الحَدِيثُ لَيسَ بِخُرَاسَانَ فِي كِتَابِ ابنِ المُبَارَكِ أَملَاهُ عَلَيهِم بِالبَصرَةِ.

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا سالم سے اور ان سے ان کے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے ناحق کسی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا، تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ یہ حدیث عبداللہ بن مبارک کی اس کتاب میں نہیں ہے جو خراسان میں تھی۔ بلکہ اس میں تھی جسے انہوں نے بصرہ میں اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا۔

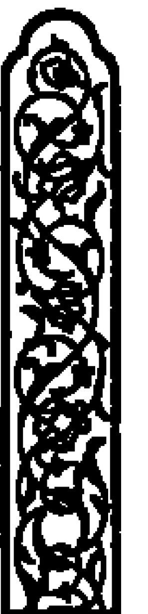


١٤-بَابُ إِذَا أَذِنَ إِنسَانٌ لآخَرَ شَيئًا جَازَ:

باب: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی چیز کی اجازت دیدے تو وہ اسے استعمال کر سکتا ہے

٢٤٥٥: حَدَّثَنَا حَفصُ بنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعبَةُ، عَن جَبَلَةَ، كُنَّا بِالمَدِينَةِ فِي بَعضِ أَهلِ العِرَاقِ فَأَصَابَنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابنُ الزُّبَيرِ يَرزُقُنَا التَّمرَ، فَكَانَ ابنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنهُمَا يَمُرُّ بِنَا، فَيَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الإِقرَانِ، إِلَّا أَن يَستَأذِنَ الرَّجُلُ مِنكُم أَخَاهُ".

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہم بعض اہل عراق کے ساتھ مدینہ میں مقیم تھے۔ وہاں ہمیں قحط میں مبتلا ہونا پڑا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کھانے کے لیے ہمارے پاس کھجور بھجوایا کرتے تھے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب ہماری طرف



سے گزرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے وقت) دو کھجور کو ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔

٢٤٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، "أَنَّ رَجُلًا مِنَ الأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ. فَقَالَ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ: اصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةٍ لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ، وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ فَدَعَاهُ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يُدْعَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا قَدِ اتَّبَعَنَا أَتَأْذَنُ لَهُ، قَالَ: نَعَمْ".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہ انصار میں ایک صحابی جنہیں ابوشعیب رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا، کا ایک قصائی غلام تھا۔ ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر دے، کیونکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار دیگر اصحاب کے ساتھ دعوت دوں گا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے بتلایا۔ ایک اور شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بن بلائے چلا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ سے فرمایا یہ آدمی بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ کیا اس کے لیے تمہاری اجازت ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں اجازت ہے۔

١٥- بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ}:

باب: اللہ تعالیٰ کا (سورۃ البقرہ میں) یہ فرمانا اور وہ بڑا سخت جھگڑالو ہے

٢٤٥٧: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الأَلَدُّ الْخَصِمُ".

ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسند وہ آدمی ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

شرح بخاری

ألدّ اسم تفضیل ہے جو کہ "لَدَد" سے ہے، جس کا معنی سخت جھگڑنا ہے، اور خصام بمعنی مخاصمۃ ہے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ خصم کی جمع ہو، اور ألدُّ یہاں اسم تفضیل کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اسم فاعل کے معنی میں ہے أی لَدِیدُ الخصام أی شدید المخاصمة، آیت مذکور، اخنس بن شریق ثقفی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آیا اور بظاہر مسلمان ہو گیا اور باطن میں منافق تھا۔

قولہ الألد الخصم۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو بلا دلیل فضول جھگڑنے والا ہو۔

١٦۔بَابُ إِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ:

باب: اس شخص کا گناہ جو جان بوجھ کر جھوٹ کے لیے جھگڑا کرے

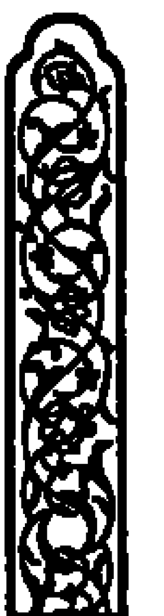
٢٤٥٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ سَمِعَ خُصُومَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ، فَأَقْضِيَ لَهُ بِذَلِكَ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ فَلْيَتْرُكْهَا".

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہیں زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے کے سامنے جھگڑے کی آواز سنی اور جھگڑا کرنے والوں کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔ اس لیے جب میرے یہاں کوئی جھگڑا لے کر آتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ (فریقین میں سے) ایک فریق کی بحث دوسرے فریق سے عمدہ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ وہ سچا ہے۔ اور اس طرح میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں، لیکن اگر میں اس کو (اس کے ظاہری بیان پر بھروسہ کر کے) کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو دوزخ کا ایک ٹکڑا اس کو دلا رہا ہوں، وہ لے لے یا چھوڑ دے۔



قولہ یعلمہٗ ای یعلم أنه باطلٌ۔ یعنی اس شخص کے گناہ کا بیان جو جان بوجھ کر ناحق بات پر جھگڑے۔

قولہ فانما ھي (ای القصة أو الحالة) قطعة من النار۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: میرا فیصلہ بھی اگر نفس الامر کے خلاف ہو تو اس سے حرام، حلال نہیں ہو جائے گا۔ احناف کے ہاں قاضی کے فیصلے سے حرام چیز حلال ہو جاتی ہے، ان کے ہاں قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے، اور وہ یہ بات نکاح طلاق یا عتاق میں کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص جھوٹا دعویٰ کر دے کہ فلاں میری بیوی ہے، اور اس پر دو جھوٹے گواہ قائم کر دے اور قاضی اس کا فیصلہ کر دے کہ فلاں عورت واقعی اس کی بیوی ہے تو اس کے لیے حلال ہو جائے گی، اسی طرح اگر عورت دو جھوٹے گواہ قائم کر دے کہ فلاں نے مجھے طلاق دی ہے، اور قاضی گواہوں کی گواہی پر طلاق کا فیصلہ کر دے تو طلاق ہو جائے



گی، گویا قاضی کی قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے، شوافع کے نزدیک قضاء قاضی ظاہر میں نافذ ہوتی ہے باطناً نہیں، اور وہ اس چیز کے استعمال سے مجرم ہو گا۔

١٧۔ بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ:

باب: اس شخص کا بیان کہ جب اس نے جھگڑا کیا تو بدزبانی پر اتر آیا

٢٤٥٩: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا أَوْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ".

ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا کہا ہم کو محمد نے خبر دی شعبہ سے، انہیں سلیمان نے، انہیں عبداللہ بن مرہ نے، انہیں مسروق نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی وہ ہوں گی، وہ منافق ہو گا۔ یا ان چار میں سے اگر ایک خصلت بھی اس میں ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے [illegible] دے۔ جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، جب معاہدہ کرے تو بے وفائی کرے، اور جب جھگڑے تو بدزبانی پر اتر آئے۔

١٨۔ بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُومِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ:

باب: مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنے مال کے موافق اس میں سے لے سکتا ہے

مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ ظالم کے مال سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے جیسا کہ ابن سیرین نے کہا ہے کہ وہ قصاص یعنی اپنا حق لے سکتا ہے، اور یہ مسئلہ، مسئلہ ظفر کے نام سے مشہور ہے، امام بخاری کی رائے بھی یہی ہے کہ اگر مظلوم کو اپنے اوپر ظلم کرنے والے کا مال مل جائے تو اس سے وہ اپنا حق لے سکتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے: "لا تخن من خانك"[1] اس کا تعلق ودیعت سے ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ استحباب پر محمول ہے، ویسے اپنا حق لینا جائز ہے، احناف کے ہاں اگر اس نے ظالم سے روپے، پیسے لینا ہیں اور اسے اپنے ظالم کے پیسے ملے ہیں، تو اپنے حق کی بقدر پیسے وصول کر سکتا ہے، اگر اس کے علاوہ کوئی چیز لینا ہو تو وہ چیز کسی دیگر جنس سے نہیں لے سکتا۔ لیکن آج کل احناف کا فتویٰ جواز کا ہے کہ اپنا حق لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ معاملات میں بڑا بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ: يُقَاصُّهُ، وَقَرَأَ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ سورة النحل آية ١٢٦.

---

[1] ترمذی: ١٢٦٤، سنن ابی داود: ٣٥٣٥۔

اور محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے کہا اپنا حق برابر لے سکتا ہے۔ پھر انہوں نے (سورۃ النحل کی) یہ آیت پڑھی، «وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به» اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تمہیں ستایا گیا ہو۔

٢٤٦٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، فَقَالَتْ "يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ. فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا ؟ فَقَالَ: لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِيهِمْ بِالْمَعْرُوفِ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہند رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ! ابوسفیان (جو ان کے شوہر ہیں وہ) بخیل ہیں۔ تو کیا اس میں کوئی حرج ہے اگر میں ان کے مال میں سے لے کر اپنے بال بچوں کو کھلایا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دستور کے مطابق ان کے مال سے لے کر کھلاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

قولہ لا حرج عليك ... نبی اکرم ﷺ نے ہند بنت عتبہ کو اپنے خاوند کے مال سے بقدرِ ضرورت مال لینے کی اجازت دی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حق نہ دینے والے سے یا حق کا انکار کرنے والے سے اپنا حق لیا جاسکتا ہے۔

٢٤٦١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ. قَالَ: قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُونَا، فَمَا تَرَى فِيهِ ؟ فَقَالَ: لَنَا إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ".



ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید نے بیان کیا، ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ ہمیں مختلف ملک والوں کے پاس بھیجتے ہیں اور (بعض دفعہ) ہمیں ایسے لوگوں کے پاس جانا پڑتا ہے کہ وہ ہماری ضیافت تک نہیں کرتے۔ آپ کی ایسے مواقع پر کیا ہدایت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا، اگر تمہارا قیام کسی قبیلے میں ہو اور تم سے ایسا برتاؤ کیا جائے جو کسی مہمان کے لیے مناسب ہے تو تم اسے قبول کر لو، لیکن اگر وہ نہ کریں تو تم خود مہمانی کا حق ان سے وصول کر لو۔

١٩- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ:

باب: چوپالوں کے بارے میں

وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بنو ساعدہ کے چوپالوں میں بیٹھے تھے۔



٢٤٦٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: "حِينَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الأَنْصَارَ اجْتَمَعُوا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا، فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ".

ہم سے یحیٰی بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا (دوسری سند) اور مجھ کو یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب نے کہا، مجھ کو خبر دی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی تو انصار بنو ساعدہ کے «سقیفة» چوپال میں جمع ہوئے۔ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمیں بھی وہیں لے چلیے۔ چنانچہ ہم انصار کے یہاں سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچے۔

شرح بخاری

سقائف جمع ہے سقیفة کی، ڈیوڑھی کو کہتے ہیں، یعنی وہ جگہ جو دروازے کے پاس بنائی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ راستے میں ہوتی ہے جس میں گزرنے والوں کا حق ہوتا ہے لیکن یہ جائز ہے جبکہ گزرنے والوں کے لیے رکاوٹ نہ بنے، لیکن اگر اس کے بنانے سے گزرنے والوں کے لیے جگہ نہ رہے تو جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اس ڈیوڑھی کی چھت اونچی ہو کہ گزرنے والے اس کے نیچے سے گزر سکتے ہوں، پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہ وجلس النبی ﷺ وأصحابه۔ امام بخاری اس حدیث کو کتاب الاشربۃ میں موصول لائے ہیں جو کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فأقبل النبي ﷺ يومئذٍ حتّٰى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بني ساعدة هو وأصحابه ثم قال: اسقنا يا سهل... الخ[1]

٢٠- بَابُ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ:

باب: کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے

٢٤٦٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ"، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ، وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ.

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے اعرج نے، اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص اپنے

[1] صحیح بخاری: ۵۶۳۷۔

پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے نہ روکے۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس سے منہ پھیرنے والا پاتا ہوں۔ قسم اللہ! اس کھونٹی کو تمہارے کندھوں کے درمیان گاڑ دوں گا۔

یعنی کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی یا شہتیر گاڑنے سے نہ روکے، اور دوسرے کی دیوار پر لکڑی رکھنا جائز ہے، امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ امام احمد کے نزدیک یہ حکم وجوباً ہے۔ اور اگر اس کے قابض ہونے کا خطرہ ہو تو اس سے لکھوایا جاسکتا ہے کہ لکڑی رکھنے سے دیوار تیری نہیں ہو جائے گی، میں جب چاہوں گا اپنی دیوار گرا سکتا ہوں، تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ اجازت تب ہے جبکہ دیوار اس کی متحمل ہو۔

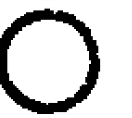
٢١-بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ:

باب: راستے میں شراب کا بہا دینا درست ہے

٢٤٦٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي، أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، قَالَ: فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا، فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ، فَأَنْزَلَ اللهُ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا سورة المائدة آية ٩٣ الْآيَةَ".



ہم سے ابو یحییٰ محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو عفان بن مسلم نے خبر دی، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت نے بیان کیا، اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا۔ ان دنوں کھجور ہی کی شراب پیا کرتے تھے۔ (پھر جونہی شراب کی حرمت پر آیت قرآنی اتری) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی سے ندا کرائی کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا (یہ سنتے ہی) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ باہر لے جا کر اس شراب کو بہا دے۔



چنانچہ میں نے باہر نکل کر ساری شراب بہا دی۔ شراب مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی، تو بعض لوگوں نے کہا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس حالت میں قتل کر دیئے گئے ہیں کہ شراب ان کے پیٹ میں موجود تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی «ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا» وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے، ان پر ان چیزوں کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ جو پہلے کھا چکے ہیں (آخر آیت تک)۔





راستے کی زمین سب لوگوں میں مشترکہ ہوتی ہے، لہٰذا راستوں میں شراب وغیرہ بہا دینا جائز ہے بشرطیکہ وہاں سے

گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، اور اس قدر پانی وغیرہ نہ ڈالا جائے کہ راستے سے گزرنا مشکل ہو جائے اور شراب گلیوں اور راستوں میں اس لیے بہائی گئی تا کہ لوگوں کو تنبیہ ہو جائے کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔

٢٢-بَابُ أَفْنِيَةِ الدُّورِ وَالْجُلُوسِ فِيهَا وَالْجُلُوسِ عَلَى الصُّعُدَاتِ:

باب: گھروں کے صحن کا بیان اور ان میں بیٹھنا اور راستوں میں بیٹھنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَابْتَنَى أَبُو بَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مشرکوں کی عورتوں اور بچوں کی وہاں بھیڑ لگ جاتی اور سب بہت متعجب ہوتے۔ ان دنوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ میں تھا۔

٢٤٦٥: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ. فَقَالُوا: مَا لَنَا بُدٌّ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، قَالَ: فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ".

هم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عمر حفص بن میسرہ نے بیان کیا، اور ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا، اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو وہاں بیٹھنے پر مجبور ہیں۔ وہی ہمارے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے کہ جہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہاں بیٹھنے کی مجبوری ہی ہے تو راستے کا حق بھی ادا کرو۔ صحابہ نے پوچھا اور راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نگاہ نیچی رکھنا، کسی کو ایذاء دینے سے بچنا، سلام کا جواب دینا، اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا۔

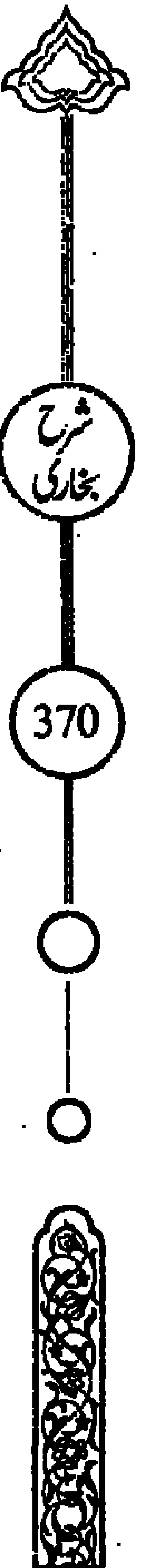
٢٣-بَابُ الْآبَارِ عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا:

باب: راستوں میں کنواں بنانا جب کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ ہو

٢٤٦٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

"بَيْنَا رَجُلٌ بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا، فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے ابوبکر کے غلام سمی نے، ان سے ابوصالح سمان نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے پیاس لگی۔ پھر اسے راستے میں ایک کنواں ملا اور وہ اس کے اندر اتر گیا اور پانی پیا۔ جب باہر آیا تو اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی سختی سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس وقت یہ کتا بھی پیاس کی اتنی ہی شدت میں مبتلا ہے جس میں میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اس نے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ عمل مقبول ہوا۔ اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔ صحابہ نے پوچھا، یارسول اللہ کیا جانوروں کے سلسلہ میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے۔



یعنی راستوں کے قریب لوگوں کے پانی لینے کے لیے کنواں کھودا جاسکتا ہے، بشرطیکہ وہ لوگوں کی اذیت کا باعث نہ بنے، ورنہ کھودنے والا ذمہ دار ہوگا۔

۲۴۔بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذَى:

باب: راستے میں سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا

وَقَالَ هَمَّامٌ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "يُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ".

اور ہمام نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کیا کہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

۲۵۔بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعُلِّيَّةِ الْمُشْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوحِ وَغَيْرِهَا:

باب: اونچے اور پست بالاخانوں میں چھت وغیرہ پر رہنا جائز ہے نیز جھروکے اور روشندان بنانا

۲٤٦٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ

أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى؟ إِنِّي أَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا، ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے۔ پھر فرمایا، کیا تم لوگ بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں کہ (عنقریب) تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برس رہے ہوں گے جیسے بارش برستی ہے۔

مکان کے اوپر بنائے ہوئے مکان کو غرفہ کہتے ہیں، اور اونچے مکان کو علیہ کہا جاتا ہے، جبکہ وہ ایک ہی مکان ہو، کبھی غرفہ کو بھی علیہ کہا جاتا ہے، اور "مشرفہ" سے مراد ایسے بالا خانے جن پر چڑھنے سے دوسروں کے مکان یا صحن میں نظر پڑتی ہو، اور غیر مشرفہ وہ ہے جس سے نظر نہ پڑتی ہو۔

اگر کسی کے پاس جگہ کھلی اور وسیع ہو اور اسے بالا خانہ بنانے کی ضرورت نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ چبارہ بنا کر دوسروں کو تکلیف نہ دے، اور اگر اس کے ہاں جگہ تنگ پڑ جائے تو وہ مجبور ہو کر مکان پر مکان یا چبارہ بنا سکتا ہے، لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پردے کا انتظام کریں، اور مکان بنانے والے کو بھی چاہیے کہ وہ ان کے گھروں کی طرف کھڑکی وغیرہ نہ رکھے تاکہ ان پر نظر نہ پڑے۔

٢٤٦٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ، قَالَ اللهُ لَهُمَا: إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا سورة التحريم آية ٤ فَحَجَجْتُ مَعَه. فَعَدَلَ، وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ. فَتَبَرَّزَ حَتَّى جَاءَ، فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا: إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا سورة التحريم آية ٤، فَقَالَ: وَا عَجَبِي لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ: عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ، فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْأَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ،

فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ، فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي، فَقَالَتْ: وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ، فَوَاللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ، فَأَفْزَعَنِي، فَقُلْتُ: خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ، ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: أَيْ حَفْصَةُ أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ، فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: خَابَتْ وَخَسِرَتْ، أَفَتَأْمَنُ أَنْ يَغْضَبَ الله لِغَضَبِ رَسُولِهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَهْلِكِينَ، لَا تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ، وَلَا تَهْجُرِيهِ وَاسْأَلِينِي مَا بَدَا لَكِ، وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَائِشَةَ، وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ عِشَاءً، فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: أَنَائِمٌ هُوَ، فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، وَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قُلْتُ: مَا هُوَ، أَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ، طَلَّقَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ، قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ هَذَا يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي، فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيهَا، فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي، قُلْتُ: مَا يُبْكِيكِ، أَوَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ أَطَلَّقَكُنَّ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: لَا أَدْرِي، هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ، فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ، فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي هُوَ فِيهَا، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِينَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ الْغُلَامَ، فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا، فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي، قَالَ: أَذِنَ لَكَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهُ إِلَيَّ، فَقَالَ: لَا، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ:





أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَذَكَرَهُ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُلْتُ: لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَائِشَةَ، فَتَبَسَّمَ أُخْرَى، فَجَلَسْتُ حِينَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ، ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ، فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِيهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ، فَقُلْتُ: ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ، وَالرُّومَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللهَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَغْفِرْ لِي، فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ حِينَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ: مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ عَاتَبَهُ اللهُ، فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّا أَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيرِ، فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ، فَقَالَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا، وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ، قَالَتْ: قَدْ أَعْلَمُ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِكَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ قَالَ: يَأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِلَى قَوْلِهِ عَظِيمًا سورة الأحزاب آية ٢٨-٢٩، قُلْتُ: أَفِي هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ، فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ، فَقُلْنَ: مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ".

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے اور ان سے ابن شہاب نے کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور نے خبر دی اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ اس بات کا آرزو مند رہتا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو بیویوں کے نام پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورۃ التحریم میں) فرمایا ہے «إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما» اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کہ تمہارے دل بگڑ گئے ہیں۔ پھر میں ان کے ساتھ حج کو گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ راستے سے قضائے حاجت کے لیے ہٹے تو میں بھی ان کے ساتھ (پانی کا ایک) چھاگل لے کر گیا۔ پھر وہ قضائے حاجت کے لیے چلے گئے۔ اور جب واپس آئے تو میں نے ان کے دونوں ہاتھوں پر چھاگل سے پانی ڈالا۔ اور انہوں نے وضو کیا، پھر میں نے پوچھا، یا

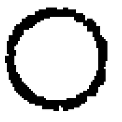
امیر المومنین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں وہ دو خواتین کون سی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ «إن تتوبا إلى الله» تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو انہوں نے فرمایا، ابن عباس! تم پر حیرت ہے۔ وہ تو عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہو کر پورا واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ نے بتلایا کہ بنوامیہ بن زید کے قبیلے میں جو مدینہ سے ملا ہوا تھا۔ میں اپنے ایک انصاری پڑوسی کے ساتھ رہتا تھا۔ ہم دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے اور ایک دن میں۔ جب میں حاضری دیتا تو اس دن کی تمام خبریں وغیرہ لاتا۔ (اور ان کو سناتا) اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔ ہم قریش کے لوگ (مکہ میں) اپنی عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم (ہجرت کر کے) انصار کے یہاں آئے تو انہیں دیکھا کہ ان کی عورتیں خود ان پر غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان کا طریقہ اختیار کرنا شروع کر دیا۔ میں نے ایک دن اپنی بیوی کو ڈانٹا تو انہوں نے بھی اس کا جواب دیا۔ ان کا یہ جواب مجھے ناگوار معلوم ہوا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں اگر جواب دیتی ہوں تو تمہیں ناگواری کیوں ہوتی ہے۔ قسم اللہ کی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تک آپ کو جواب دے دیتی ہیں اور بعض بیویاں تو آپ سے پورے دن اور پوری رات خفا رہتی ہیں۔ اس بات سے میں بہت گھبرایا اور میں نے کہا کہ ان میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہو گا وہ بہت بڑے نقصان اور خسارے میں ہے۔ اس کے بعد میں نے کپڑے پہنے اور حفصہ رضی اللہ عنہا (عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المومنین) کے پاس پہنچا اور کہا اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پورے دن رات تک ناراض رہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! میں بول اٹھا کہ پھر تو وہ تباہی اور نقصان میں رہیں۔ کیا تمہیں اس سے امن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کی وجہ سے (تم پر) غصہ ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ چیزوں کا مطالبہ ہرگز نہ کیا کرو، نہ کسی معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کا جواب دو اور نہ آپ پر خفگی کا اظہار ہونے دو، البتہ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو، وہ مجھ سے مانگ لیا کرو، کسی خود فریبی میں مبتلا نہ رہنا، تمہاری یہ پڑوسن تم سے زیادہ جمیل اور نظیف ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیاری بھی ہیں۔ آپ کی مراد عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ان دنوں یہ چرچا ہو رہا تھا کہ غسان کے فوجی ہم سے لڑنے کے لیے گھوڑوں کو سم لگا رہے ہیں۔ میرے پڑوسی ایک دن اپنی باری پر مدینہ گئے ہوئے تھے۔ پھر عشاء کے وقت واپس لوٹے۔ آکر میرا دروازہ انہوں نے بڑی زور سے کھٹکھٹایا، اور کہا کیا آپ سو گئے ہیں؟ میں بہت گھبرایا ہوا باہر آیا انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیا غسان کا لشکر آگیا؟ انہوں نے کہا بلکہ اس سے بھی بڑا اور سنگین حادثہ، وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ

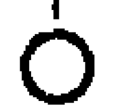




نے فرمایا، حفصہ تو تباہ و برباد ہو گئی۔ مجھے تو پہلے ہی کھٹکا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے (عمر رضی اللہ عنہ نے کہا) پھر میں نے کپڑے پہنے۔ صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی (نماز پڑھتے ہی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالاخانہ میں تشریف لے گئے اور وہیں تنہائی اختیار کر لی۔ میں حفصہ کے یہاں گیا، دیکھا تو وہ رو رہی تھیں، میں نے کہا، رو کیوں رہی ہو؟ کیا پہلے ہی میں نے تمہیں نہیں کہہ دیا تھا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ پھر میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا۔ وہاں کچھ لوگ موجود تھے اور بعض رو بھی رہے تھے۔ تھوڑی دیر تو میں ان کے ساتھ بیٹھا رہا۔ لیکن مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا، اور میں بالاخانے کے پاس پہنچا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سیاہ غلام سے کہا، (کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو) کہ عمر اجازت چاہتا ہے۔ وہ غلام اندر گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر کے واپس آیا اور کہا کہ میں نے آپ کی بات پہنچا دی تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، چنانچہ میں واپس آ کر انہیں لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس موجود تھے۔ پھر مجھ پر رنج غالب آیا اور میں دوبارہ آیا۔ لیکن اس دفعہ بھی وہی ہوا۔ پھر آ کر انہیں لوگوں میں بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ لیکن اس مرتبہ پھر مجھ سے نہیں رہا گیا اور میں نے غلام سے آ کر کہا، کہ عمر کے لیے اجازت چاہو۔ لیکن بات جوں کی توں رہی۔ جب میں واپس ہو رہا تھا کہ غلام نے مجھ کو پکارا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس پر کوئی بستر بھی نہیں تھا۔ اس لیے چٹائی کے ابھرے ہوئے حصوں کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں پڑ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کھڑے ہی کھڑے عرض کی، کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ میری طرف کر کے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے آپ کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کہنے لگا.... اب بھی میں کھڑا ہی تھا.... یا رسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی بیویوں پر غالب رہتے تھے، لیکن جب ہم ایک ایسی قوم میں آ گئے جن کی عورتیں ان پر غالب تھیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے تفصیل ذکر کی۔ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ پھر میں نے کہا میں حفصہ کے یہاں بھی گیا تھا اور اس سے کہہ آیا تھا کہ کہیں کسی خود فریبی میں نہ مبتلا رہنا۔ یہ تمہاری پڑوسن تم سے زیادہ خوبصورت اور پاک ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب بھی ہیں۔ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ اس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مسکرا دیئے۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو









مسکراتے دیکھا، تو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) بیٹھ گیا۔ اور آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بخدا! سوائے تین کھالوں کے اور کوئی چیز وہاں نظر نہ آئی۔ میں نے کہا۔ یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا فرمادے۔ فارس اور روم کے لوگ تو پوری فراخی کے ساتھ رہتے ہیں۔ دنیا انہیں خوب ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں ابھی کچھ شبہ ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھی سمجھتا ہے) یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اچھے اعمال (جو وہ معاملات کی حد تک کرتے ہیں ان کی جزا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہے۔ (یہ سن کر) میں بول اٹھا۔ یارسول اللہ! میرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی ازواج سے) اس بات پر علیحدگی اختیار کرلی تھی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حفصہ رضی اللہ عنہ نے پوشیدہ بات کہہ دی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انتہائی خفگی کی وجہ سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تھی، فرمایا تھا کہ میں اب ان کے پاس ایک مہینے تک نہیں جاؤں گا۔ اور یہی موقعہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا تھا۔ پھر جب انیتس دن گزر گئے تو آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں کے یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے تو عہد کیا تھا کہ ہمارے یہاں ایک مہینے تک نہیں تشریف لائیں گے۔ اور آج ابھی انتیسویں کی صبح ہے۔ میں تو دن گن رہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ مہینہ انیتس دن کا ہے اور وہ مہینہ انیتس ہی دن کا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر وہ آیت نازل ہوئی جس میں (ازواج النبی کو) اختیار دیا گیا تھا۔ اس کی بھی ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ ہی سے کی اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اور یہ ضروری نہیں کہ جواب فوراً دو، بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کرلو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ میرے ماں باپ کبھی آپ سے جدائی کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو اللہ تعالیٰ کے قول عظیما تک۔ میں نے عرض کیا کیا اب اس معاملے میں بھی میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے جاؤں گی! اس میں تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔



قولہ لا بَلْ اعظم مِنہ۔ انصاری نے بھی سنی سنائی بات کردی کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ اس نے یہ بات کسی سے سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بتادی تھی۔

قولہ قد أثر الرمالُ بجنبہ۔ یعنی چٹائی کے تنکوں نے آپ کی کروٹ میں اثر کر دیا تھا۔



قوله أَوَفي شكٍّ أنت۔ یعنی اے ابن الخطاب کیا تجھے ہمارے حق پر ہونے میں شک ہے؟

٢٤٦٩: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "آلَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ فَجَلَسَ فِي عُلِّيَّةٍ لَهُ، فَجَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنِّي آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا، فَمَكَثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ".

ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے مروان بن معاویہ فزاری نے بیان کیا، ان سے حمید طویل نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے پاس ایک مہینہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی، اور (ایلاء کے واقعہ سے پہلے ۵ھ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں موچ آگئی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالا خانہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ (ایلاء کے موقع پر) عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ ایک مہینے کے لیے ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتیس دن تک بیویوں کے پاس نہیں گئے (اور انتیس تاریخ کو ہی چاند ہو گیا تھا) اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانے سے اترے اور بیویوں کے پاس گئے۔

قوله وكانت انفكت قدمه۔ ظاہر بات یہی ہے کہ پاؤں کا اترنا یعنی موچ آنا، اور بیویوں سے ناراض ہونا یہ دونوں ایک ہی سال کے واقعہ ہیں، جیسا کہ حافظ کا خیال ہے، احناف کی رائے یہ ہے کہ پاؤں میں موچ گھوڑی سے گرنے کی وجہ سے آئی تھی اور یہ ۵ھ کا واقعہ ہے، اور آپ کا اپنی بیویوں سے ناراض ہونے کا واقعہ ۹ھ کا ہے۔ حافظ نے کہا ہے کہ موچ آنے کا واقعہ بھی ۹ھ کا ہوسکتا ہے۔ ابن حبان نے ۵ھ کا لکھا ہے، حالانکہ حدیث میں راوی دونوں کو اکٹھا ذکر کر رہا ہے، بعض نے کہا ہے دونوں کو اکٹھا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں واقعہ میں آپ چبارے پر بیٹھے تھے، ظاہر بات یہی ہے کہ آپ نے موچ آنے کے وقت ہی بیویوں سے حلف اُٹھایا تھا، پھر شہد پینے کا واقعہ اور بیویوں کا زیادہ خرچہ لینے کا مطالبہ دونوں اکٹھے ہیں، اس لیے چبارے سے اتر کر آپ نے اپنی ازواج کو یہ آیت سنائی تھی: يا أيها النبي قل لأزواجك إن كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين أمتعكن وأسرحكن سراحًا جميلاً[1]۔ لہٰذا یہ بھی ۹ھ کا واقعہ ہوسکتا ہے کیونکہ اس وقت فتوحات کی بناء پر بیت المال میں فراوانی ہوگئی تھی، اس لیے ازواج مطہرات نے زیادہ خرچ کا مطالبہ کر دیا ویسے بھی ۵ھ میں آپ کی نو بیویاں نہیں تھیں، ۹ھ میں آپ کی بیویوں کی تعداد نو تھی۔

[1] الاحزاب: ٢٨

٢٦-بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْبَابُ الْمَسْجِدِ:

باب: مسجد کے دروازے پر جو پتھر بچھے ہوتے ہیں وہاں یا دروازے پر اونٹ باندھ دینا

٢٤٧٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ. حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ. حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ، قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ. فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ. فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ، فَخَرَجَ، فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ، قَالَ: الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعقیل نے بیان کیا، ان سے ابوالمتوکل ناجی نے بیان کیا کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اس لیے میں بھی مسجد کے اندر چلا گیا۔ البتہ اونٹ بلاط کے ایک کنارے پر باندھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کا اونٹ حاضر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اونٹ کے چاروں طرف ٹہلنے لگے۔ پھر فرمایا کہ قیمت بھی لے اور اونٹ بھی لے جا۔

یعنی مسجد کے پاس لگے ہوئے پتھروں پر یا مسجد کے دروازے پر اونٹ باندھ دینا جائز ہے، اگرچہ یہ لوگوں کی گزر گاہ ہوتی ہے لیکن مسجد کے سامنے فرش پر اونٹ باندھنا ایک وقتی چیز ہے، اونٹ وہاں ہمیشہ بندھا ہوا نہیں رہتا، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔



٢٧-بَابُ الْوُقُوفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ:

باب: کسی قوم کے کوڑے کے پاس ٹھہرنا اور وہاں پیشاب کرنا

٢٤٧١: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا".

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے منصور نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، یا یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔



کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ غلاظت ڈالنے کے لیے ہوتی ہے، لہٰذا اس پر بول وبراز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۸۔بَابُ مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيقِ فَرَمَى بِهِ:

باب: اس کا ثواب جس نے شاخ یا کوئی اور تکلیف دینے والی چیز راستے سے ہٹائی

یعنی راستے سے کانٹے دار جھاڑی یا جو چیز بھی لوگوں کو تکلیف دینے والی ہو اسے اٹھا کر پرے پھینک دینا کارِ ثواب ہے۔

۲۴۷۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَذَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سمی نے، انہیں ابوصالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اس نے وہاں کانٹے دار ڈالی دیکھی۔ اس نے اسے اٹھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی۔

قولہٗ فشکر اللہ لہٗ فغفر لہٗ۔ اس آدمی نے راستے سے کانٹے دار جھاڑی اٹھا کر دور پھینک دی، تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ دے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کی قدر کی اور اُسے معاف کر دیا[1]۔



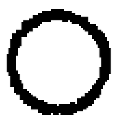
۲۹۔بَابُ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ۔ وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُونُ بَيْنَ الطَّرِيقِ۔ ثُمَّ يُرِيدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ، فَتُرِكَ مِنْهَا الطَّرِيقُ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ:

باب: اگر عام راستہ میں اختلاف ہو اور وہاں رہنے والے کچھ عمارت بنانا چاہیں تو سات ہاتھ زمین راستہ کے لیے چھوڑ دیں

شرح بخاری

۲۴۷۳: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے زبیر بن خریت نے اور ان سے عکرمہ نے کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا تھا جب کہ راستے (کی زمین) کے بارے میں جھگڑا ہو تو سات ہاتھ راستہ چھوڑ دینا چاہئے۔



[1] اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کی زندگی بھر کی ایک ہی نیکی تھی جس کی وجہ سے اس آدمی کی بخشش ہوگئی، بلکہ کتاب و سنت کے باقی دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی دیگر بہت سی نیکیاں اور بدیاں تھیں جن کا اس نے ارتکاب کیا تھا، لیکن راستے سے موذی چیز ہٹانے کی نیکی سے اس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوگیا جس کی وجہ سے اس کی بخشش ہوگئی، یعنی یہ نیکی اس کے میزان میں نیک اعمال کے وزنی ہونے کا سبب بن گئی اور اس طرح اس کی نجات ہوگئی۔

یعنی جب عام راستہ میں اختلاف ہو تو کیا کریں، مثلاً وسیع جگہ میں مکان بنانا چاہتے ہوں تو پھر اگر پیچھے سے گلی آرہی ہو تو اس کے مطابق گلی چھوڑ کر مکان بنائیں گے، لیکن اگر گلی نئی رکھنی ہو اور اس میں لوگوں کا اختلاف ہو جائے تو سات ہاتھ راستہ چھوڑ کر مکان وغیرہ بنائیں گے اور اگر اختلاف نہیں پڑتا تو جس قدر مناسب ہو راستہ چھوڑ دیں، اور میتاء، مفعال کے وزن پر ہے۔ اور یہ لفظ "اتیان" سے ہے اور میم زائد ہے۔

٣٠-بَابُ النُّهْبَى بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ:

باب: مالک کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی مال اٹھالینا

وَقَالَ عُبَادَةُ: بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا نَنْتَهِبَ.

اور عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی بیعت کی تھی کہ ہم لوٹ مار نہیں کیا کریں گے۔

٢٤٧٤: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ".



ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عدی بن ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا، جو عدی بن ثابت کے نانا تھے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

شرح بخاری

یعنی مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال اٹھالینا جائز نہیں ہے، گویا اس کی اجازت سے اٹھانا جائز ہے بعض علماء مطلقاً نھبی کو منع سمجھتے ہیں، اور بعض مطلقاً منع نہیں سمجھتے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک شادی جیسے موقع پر پیسے یا چھوہارے پھینکنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ نھبی میں داخل ہے جس سے روکا گیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مالک کی اجازت کے بغیر نھبی منع ہے، اگر اس کی اجازت ہو تو جائز ہے۔ اور شادی وغیرہ کے موقع پر لوگوں کے اٹھانے کے لیے پیسے پھینکے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کے اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام بخاری مالک کی اجازت سے نھبی کو جائز سمجھتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی لوگوں نے ان کی آمد کی خوشی میں درہم و دینار پھینکے تھے، بعض علماء اس لیے منع سمجھتے ہیں کہ پھینکی ہوئی چیز اٹھانے والے بعض مستحق ہوتے ہیں۔ اور بعض مستحق نہیں ہوتے اور وہ بھی اٹھالیتے ہیں، اور بعض دفعہ اس پر جھگڑے بھی شروع ہو جاتے ہیں اس لیے نہیں پھینکنا چاہیے، ابو یوسف اپنے استاد ابن ابی لیلیٰ کے پاس پڑھا کرتے تھے، ایک دفعہ ابو یوسف ایسی شادی میں شریک ہوئے جس میں کوئی چیز پھینکی گئی، تو ابو یوسف نے اٹھالی، جب ابن ابی لیلیٰ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اسے پڑھانا چھوڑ دیا، تو زفر نے ابو یوسف سے کہا کہ ہمارے استاذ اسے جائز سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس چلے جاؤ، کیونکہ امام ابوحنیفہ نھبی کو جائز سمجھتے تھے۔



قوله نهي النبي ﷺ عن النهبى۔ اس حدیث میں مالک کی اجازت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن ترجمہ باب میں اذن صاحب کی قید لگائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترجمہ باب سے حدیث مذکور کی شرح کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں نہبیٰ کی ممانعت کا ذکر ہے اور یہ تب منع ہے جبکہ صاحب مال کی اجازت نہ ہو۔ اور اگر وہ اس کی اجازت دے یا پھینکے ہی لوگوں کے اٹھانے کے لیے تو اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

٢٤٧٥: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ". وَعَنْ سَعِيدٍ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا النُّهْبَةَ.

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوبکر بن عبد الرحمٰن نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زانی مومن رہتے ہوئے زنا نہیں کر سکتا۔ شراب خوار مومن رہتے ہوئے شراب نہیں پی سکتا۔ چور مومن رہتے ہوئے چوری نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص مومن رہتے ہوئے لوٹ اور غارت گری نہیں کر سکتا کہ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھی ہوئی ہوں اور وہ لوٹ رہا ہو، سعید اور ابوسلمہ کی بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحوالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روایت ہے۔ البتہ ان کی روایت میں لوٹ کا تذکرہ نہیں ہے۔

قوله يرفع الناس إليه فيها أبصارهم۔ یعنی مالکوں کے سامنے ڈاکو ان کا مال لوٹتے ہیں اور مالکوں کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ ڈاکوؤں کو روک سکیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ مالکوں کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرتے ہیں اور صاحب مال کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرنا منع ہے۔

شرح بخاری

٣١- بَابُ كَسْرِ الصَّلِيبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيرِ:

باب: صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا مارنا

٢٤٧٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ".

ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے

بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک ابن مریم کا نزول ایک عادل حکمران کی حیثیت سے تم میں نہ ہو جائے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سوروں کو قتل کر دیں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ (اس دور میں) مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی قبول نہیں کرے گا۔

صلیب کو توڑ دینے اور خنزیر کو مار دینے کا بیان، امام بخاری کا اس باب کو لانے سے مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صلیب کو توڑ دے جو کہ عیسائیوں کی مذہبی علامت ہے یا خنزیر کو مار دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے راوی بڑے ثقہ اور اپنے وقت کے امام ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر موجود ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس پر بھی کہ وہ قیامت کے قریب دنیا میں آئیں گے اور دین اسلام کی پیروی کریں گے، اور عیسائیوں کے مذہبی شعار کا خاتمہ کریں گے۔

۳۲۔ بَابُ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ أَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ:

باب: کیا کوئی ایسا مٹکا توڑا جا سکتا ہے یا ایسی مشک پھاڑی جا سکتی ہے جس میں شراب موجود ہو؟



فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيبًا أَوْ طُنْبُورًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ، وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ.

اگر کسی شخص نے بت، صلیب یا ستار یا کوئی بھی اس طرح کی چیز جس کی لکڑی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو توڑ دی؟ قاضی شریح رحمہ اللہ کی عدالت میں ایک ستار کا مقدمہ لایا گیا، جسے توڑ دیا تھا، تو انہوں نے اس کا بدلہ نہیں دلوایا۔

شراب کے مٹکوں کو توڑنے اور شراب کے مشکیزے پھاڑ دینے کا بیان، شراب کے مٹکے توڑنے سے متعلق حدیث ترمذی میں آتی ہے، حضرت ابو طلحہ نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے یتیموں کے لیے شراب خریدی ہے جو میری پرورش میں ہیں، آپ نے فرمایا شراب کو گرا دے اور مٹکے توڑ دے [1]۔ اور شراب کے مشکیزے پھاڑنے کی حدیث مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھری لے کر بازار کی طرف نکلے اور وہاں شراب کے مشکیزے تھے جو شام سے آئے تھے۔ آپ نے چھری سے ان مشکیزوں کو پھاڑ دیا۔ مٹکے توڑنے اور شراب کے مشکیزے پھاڑنے میں کوئی چیز لازم نہیں آئے گی۔ یہ توڑنا سزا کے طور پر تھا ورنہ ایسے برتنوں کو دھو کر استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔



قولہ فإن كسر صنمًا۔۔۔ یعنی اگر کوئی شخص بت توڑ دے یا صلیب اور طنبورا (کنگ) یا ایسی چیز توڑے جس کی لکڑی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو اس میں کوئی تاوان نہیں آئے گا، شریح قاضی کے پاس طنبور یعنی کنگ توڑنے کا مقدمہ آیا تو انہوں نے اس میں تاوان دلانے کا فیصلہ نہیں کیا۔

[1] سنن دار قطنی: ۴/۲۰۶

٢٤٧٧: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نِيرَانًا تُوقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ، قَالَ: عَلَى مَا تُوقَدُ هَذِهِ النِّيرَانُ ؟ قَالُوا: عَلَى الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ، قَالَ: اكْسِرُوهَا، وَأَهْرِقُوهَا، قَالُوا: أَلَا نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا ؟ قَالَ: اغْسِلُوا". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: كَانَ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ يَقُولُ: الْحُمُرِ الْأَنْسِيَّةِ بِنَصْبِ الْأَلِفِ وَالنُّونِ.

ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر دیکھا کہ آگ جلائی جارہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ آگ کس لیے جلائی جارہی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ گدھے (کا گوشت پکانے) کے لیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ برتن (جس میں گدھے کا گوشت ہو) توڑ دو اور گوشت پھینک دو۔ اس پر صحابہ بولے ایسا کیوں نہ کرلیں کہ گوشت تو پھینک دیں اور برتن دھولیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برتن دھولو۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) کہتے ہیں ابن ابی اویس «الحمر الأنسية» کو الف اور نون کو نصب کے ساتھ کہا کرتے تھے۔



٢٤٧٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ، وَجَعَلَ يَقُولُ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ سورة الإسراء آية ٨١" الْآيَةَ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی نجیح نے بیان کیا، ان سے مجاہد نے بیان کیا، ان سے ابومعمر نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ دن جب) مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بتوں پر مارنے لگے اور فرمانے لگے کہ «جاء الحق وزهق الباطل» حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔

٢٤٧٩: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ، فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا".

ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے،



ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے، ان سے ان کے والد قاسم نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے اپنے حجرے کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب دیکھا تو) اسے اتار کر پھاڑ ڈالا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) پھر میں نے اس پردے سے دو گدے بنا ڈالے۔ وہ دونوں گدے گھر میں رہتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

۳۳۔بَابُ مَنْ قَاتَلَ دُونَ مَالِهِ:

باب: جو شخص اپنا مال بچانے کے لیے لڑے

۲۴۸۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ".

ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔



جو شخص لٹیروں سے اپنا مال بچاتا ہوا مارا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی کسی شخص کا مال چھیننے کے لیے ڈاکو آجائیں اور صاحب مال ان سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا جائے تو یہ شہید ہوگا، اور ڈاکو مارا جائے تو اس کا خون ہدر یعنی رائیگاں ہوگا، ویسے اگر بغیر قتل کے روکنے کی کوشش کرے تو بہتر ہے اور قتل کے بغیر چارہ نہ ہو تو مار سکتا ہے۔

شرح بخاری

۳۴۔بَابُ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهِ:

باب: جس کسی شخص نے کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی تو کیا حکم ہے؟

۲۴۸۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ، وَقَالَ: كُلُوا، وَحَبَسَ الرَّسُولَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوا، فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ". وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے یہاں تشریف رکھتے

تھے۔ امہات المومنین میں سے ایک نے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خادم کے ہاتھ ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھجوائی۔ انہوں نے ایک ہاتھ اس پیالے پر مارا، اور پیالہ (گر کر) ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کو جوڑا اور جو کھانے کی چیز تھی اس میں دوبارہ رکھ کر صحابہ سے فرمایا کہ کھاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لانے والے (خادم) کو روک لیا اور پیالہ بھی نہیں بھیجا۔ بلکہ جب (کھانے سے) سب فارغ ہو گئے تو دوسرا اچھا پیالہ بھجوا دیا اور جو ٹوٹ گیا تھا اسے نہیں بھجوایا۔ ابن ابی مریم نے بیان کیا کہ ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی، ان سے حمید نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اگر کوئی کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی دیگر چیز توڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ قصعہ لکڑی کے پیالے کو کہتے ہیں۔ اگر توڑی ہوئی چیز مثلی ہو تو اس کا مثل دینا پڑے گا۔ ورنہ اس کی قیمت دی جائے گی، پیالہ بھی مثلی چیز ہے، بعض کہتے ہیں پیالہ مثلی نہیں ہے، لہٰذا اس کی قیمت دی جائے گی۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے تو پیالے کے بدلہ میں پیالہ ہی دیا تھا، ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے: "إناءٌ بإناءٍ وطعامٌ بطعامٍ"[1] لہٰذا پیالہ بھی مثلی چیز ہے۔

٣٥۔ بَابُ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ:

باب: اگر کسی نے کسی کی دیوار گرا دی تو اسے ویسی ہی بنوانی ہو گی

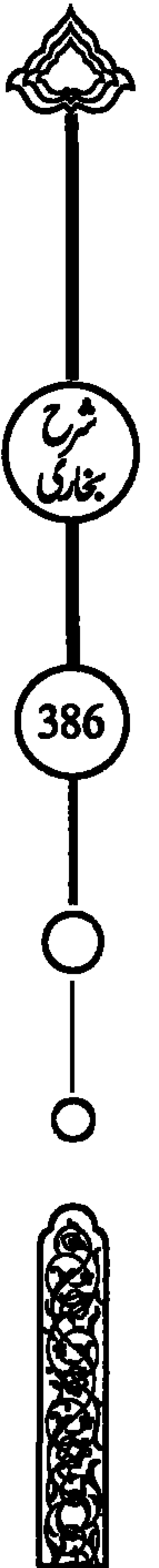
٢٤٨٢: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي، ثُمَّ أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوهَ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ، فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ: الرَّاعِي، قَالُوا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے، جن کا نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بددعا کر گئیں، اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں

[1] سنن ترمذی: ١٣٥٩ (صحیح)

رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جریج کے عبادت خانے کے پاس اپنی مویشی چرایا کرتی تھی اور فاحشہ تھی) کہا کہ جریج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی، لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جریج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ (اللہ کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا! (قوم خوش ہو گئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنوادیں۔ جریج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی دیوار یا اس کا مکان ناحق گرادے تو اسے اس کی دیوار ویسی بنا کر دینا پڑے گی، امام بخاری کی یہ رائے ہے بعض مالکی کہتے ہیں اس کی قیمت دینا ہوگی۔



کتاب الشرکۃ

کتاب شراکت کے مسائل کے بیان میں

شراکت کا بیان، شراکت کی کئی قسمیں ہیں جیسا کہ سنن نسائی میں ذکر ہوئی ہیں، جیسے شرکت عنان، شرکتِ مضاربہ، شرکت وجوہ، شرکتِ ابدان، اور شرکتِ تفویض [1]۔

---

[1] شرکت سے مراد دو یا زیادہ افراد کا تصرف یا مالی حق میں جمع ہونا ہے، تصرف جیسے بیع و شراء میں شریک ہونا اور استحقاق یا حق مالی جیسے وراثت یا عطیہ میں شریک ہونا۔

شراکت کی دو قسمیں ہیں، شرکتِ املاک اور شرکتِ عقود۔

ا۔ شرکتِ املاک سے مراد ہے، دو یا زیادہ افراد کا کسی مالی حق میں شریک ہونا، جیسے پراپرٹی اور کارخانے میں اشتراک ہوتا ہے۔ اس شراکت میں شرکاء میں سے کوئی بھی اپنے شریک کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا تصرف نہیں کرسکتا اگر اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے گا تو وہ اسی کے حصے میں نافذ ہوگا ہاں اگر اس کا ساتھی اس کے تصرف کو جاری کر دے تو وہ تمام مال میں نافذ ہوگا۔

۲۔ شرکتِ عقود: یہ بیع و شراء وغیرہ جیسے تصرف میں شراکت کا نام ہے۔

شرکتِ عقود کی چند اقسام ہیں جو کہ جائز ہیں۔

ا۔ شرکتِ عنان: یعنی دو یا زیادہ افراد کا اپنی جسمانی محنت اور اپنے معین نالوں کے ساتھ شراکت کرنا خواہ ان کے مال کم و بیش ہوں، تاکہ دونوں شریک محنت کریں یا ان میں سے ایک یہ کام کرے اور اس کے لیے منافع میں دوسرے شریک سے زیادہ حصہ رکھا جائے۔

۲۔ شرکتِ مضاربہ: دو شریکوں میں سے ایک شریک دوسرے کو مال دے تاکہ وہ منافع میں سے معین حصے کے عوض اس مال سے تجارت کرے۔ اور باقی منافع فریق ثانی کے لیے ہو۔ اور اگر بجائے منافع کے نقصان ہو جائے تو وہ نقصان رأس المال پر ڈالا جائے، عامل پر کچھ نہ ڈالا جائے۔ شراکت کی اس قسم میں مضاربت کرنے والا مال میں امین ہوتا ہے اور تصرف میں وکیل ہوتا ہے اور کام میں اجیر ہوتا ہے۔ اور منافع میں شریک ہوتا ہے۔

۳۔ شرکتِ ابدان: اس سے مراد یہ ہے کہ دو یا زیادہ افراد اپنی حلال کمائی میں شرکت کریں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ انہیں عطا کرے اسے طے شدہ شرط کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں۔

۴۔ شرکتِ وجوہ: شرکتِ وجوہ یہ ہے کہ دو شرکت کرنے والوں میں سے کسی کے پاس سرمایہ نہ ہو، اور بعض تاجر حضرات ان پر اعتماد کرتے ہوں، اور وہ دونوں اپنے اُوپر تاجروں کے اعتماد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے ہاں اپنے جاہ و مرتبہ کے بل بوتے پر ان تاجروں سے مال خرید کر اس سے تجارت کریں اور اس سے تاجروں کا قرض ادا کرنے کے بعد جو منافع ہو اُسے حسب اتفاق آپس میں تقسیم کرلیں۔ اس صورت میں خسارہ بھی دونوں کی ملکیت کے مطابق دونوں پر آئے گا اور نفع بھی

اور شرعی اصطلاح میں شرکت سے مراد ہے: دو یا زیادہ افراد کا ایک چیز میں حق ثابت ہونا۔

١۔بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوضِ:

باب: کھانے، سفرخرچ اور اسباب میں شرکت کا بیان

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوزَنُ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً لَمَّا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ يَأْكُلَ هَذَا بَعْضًا وَهَذَا بَعْضًا، وَكَذَلِكَ مُجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ.

اور جو چیزیں ناپی یا تولی جاتی ہیں تخمینے سے بانٹنا یا مٹھی بھر بھر کر تقسیم کر لینا، کیونکہ مسلمانوں نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کیا کہ مشترک زاد سفر (کی مختلف چیزوں میں سے) کوئی شریک ایک چیز کھالے اور دوسرا دوسری چیز، اسی طرح سونے چاندی کے بدل بن تولے ڈھیر لگا کر بانٹنے میں، اسی طرح دو دو کھجور اٹھا کر کھانے میں۔

کھانے میں اور سفر خرچ میں اور سامان میں شراکت کا بیان، نہد سے مراد یہ ہے کہ تمام رفقاء سفر اپنا اپنا طعام جو ان کے پاس ہے اکٹھا کر لیں، اور کھاتے وقت ہر ایک کو حسب ضرورت دے دیا جائے۔ اگرچہ ایسی شراکت میں کسی کو کم کسی کو زیادہ ملے گا۔ لیکن یہ جائز ہے۔ اور ضرورت کے لیے اس کی، بیشی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قولہٗ وکیف قسمة ما یکال۔ یعنی جو چیزیں ماپی یا تولی جاتی ہیں وہ کیسے تقسیم کی جائیں؟ اندازے سے یا مٹھی بھر بھر کر

طے شدہ شرطوں کے مطابق ان میں تقسیم ہو جائے گا۔

۵۔ شرکتِ تفویض: یعنی شرکاء میں سے ہر ایک بیع وشراء وغیرہ میں مالی اور بدنی تصرف اپنے ساتھی کے سپرد کر دے، منافع ان میں طے شدہ شرطوں کے مطابق تقسیم ہو جائے، اور خسارہ ہو جائے تو وہ ہر ایک پر اس کی ملکیت کے مطابق ڈالا جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شرکتِ عنان میں مال اور عمل طرفین سے معین ہوتا ہے، اور شرکتِ مضاربت میں ایک فریق کا مال اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے، شرکتِ ابدان میں دونوں فریق محنت کرتے ہیں، اور شرکتِ وجوہ میں دونوں فریق اپنی وجاہت سے لوگوں سے مال لیتے ہیں۔

شراکت کی یہ اقسام مال کی نشوونما کے لیے اور رزق کے حصول کے لیے بہترین ذریعہ ہیں۔ جنہیں اپنا کر سود کی لعنت سے اور لوگوں کا مال ناحق کھانے سے بچا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جیسے انفرادی طور پر مال کمانا جائز ہے ویسے ہی غیر کے ساتھ شراکت کر کے بھی کمائی کی جا سکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وتعاونوا علی البر والتقوىٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب۔ (المائدہ)

شراکت کی شرطیں: وہ شراکت جسے شریعت اسلامیہ نے مباح قرار دیا ہے اس کی چند شرطیں ہیں:

١۔ راس المال حلال پاک ہو، اور یہ بھی معلوم ہو کہ ہر شریک کا راس المال کس قدر ہے۔

٢۔ منافع، شرکاء میں ان کے مالوں کے مطابق تقسیم ہوں، یا جیسے وہ رضامند ہوں تقسیم کر لیں۔

٣۔ شراکت کا عمل شرعی اعتبار سے مباح چیزوں میں ہونا چاہیے۔

تقسیم کرنا۔ کیونکہ اہل اسلام زادِ راہ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی ایک چیز کھالے اور دوسرا دوسری چیز کھالے۔
قولہ و كذلك مجازفة الذهب و الفضة۔ ایسے ہی سونے، چاندی کا تبادلہ اندازے سے کرنا جائز ہے، مثلاً اٹکل سے ایک مٹھی دراہم ایک کو دے دیئے جائیں، اسی طرح دوسرے کو دیدیئے جائیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ خرید و فروخت نہیں ہے، بلکہ مواساۃ کی شکل ہوتی ہے اس میں مساوات کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، جبکہ یہ بیع نہیں ہے تو اس میں مجازفہ ہوسکتا ہے۔

۲٤٨٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: "بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ، فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَأَنَا فِيهِمْ، فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ، فَجُمِعَ ذَلِكَ كُلُّهُ، فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ، فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتَّى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ، فَقُلْتُ: وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ، قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ، فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ، فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں وہب بن کیسان نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رجب ۸ھ میں) ساحل بحر کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ اور اس کا امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ فوجیوں کی تعداد تین سو تھی اور میں بھی ان میں شریک تھا۔ ہم نکلے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہوگیا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ تمام فوجی اپنے توشے (جو کچھ بھی باقی رہ گئے ہوں) ایک جگہ جمع کردیں۔ سب کچھ جمع کرنے کے بعد کھجوروں کے کل دو تھیلے ہوسکے اور روزانہ ہمیں اسی میں سے تھوڑی تھوڑی کھجور کھانے کے لیے ملنے لگی۔ جب اس کا بھی اکثر حصہ ختم ہوگیا تو ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی رہی۔ میں (وہب بن کیسان) نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا بھلا ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا؟ انہوں نے بتلایا کہ اس کی قدر ہمیں اس وقت معلوم ہوئی جب وہ بھی ختم ہوگئی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آخر ہم سمندر تک پہنچ گئے۔ اتفاق سے سمندر میں ہمیں ایک ایسی مچھلی مل گئی جو (اپنے جسم میں) پہاڑ کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ سارا لشکر اس مچھلی کو اٹھارہ راتوں تک کھاتا رہا۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی دونوں پسلیوں کو کھڑا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اونٹوں کو ان کے تلے سے چلنے کا حکم دیا۔ اور وہ ان پسلیوں کے نیچے سے ہو کر گزرے، لیکن اونٹ نے ان کو چھوا تک نہیں۔

٢٤٨٤: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَادِ فِي النَّاسِ فَيَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، فَبُسِطَ لِذَلِكَ نِطَعٌ وَجَعَلُوهُ عَلَى النِّطَعِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ، فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ".

ہم سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبیدہ نے اور ان سے سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (غزوہ ہوازن میں) لوگوں کے توشے ختم ہو گئے اور فقرو محتاجی آ گئی، تو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے (تاکہ انہیں کے گوشت سے پیٹ بھر سکیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ راستے میں عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ان سے ہو گئی تو انہیں بھی ان لوگوں نے اطلاع دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اونٹوں کو کاٹ ڈالو گے تو پھر تم کیسے زندہ رہو گے۔ چنانچہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، یا رسول اللہ! اگر انہوں نے اونٹ بھی ذبح کر لیے تو پھر یہ لوگ کیسے زندہ رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا، تمام لوگوں میں اعلان کر دو کہ ان کے پاس جو کچھ توشے بچ رہے ہیں وہ لے کر یہاں آ جائیں۔ اس کے لیے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا گیا۔ اور لوگوں نے توشے اسی دستر خوان پر لا کر رکھ دیئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سب لوگوں کو اپنے اپنے برتنوں کے ساتھ بلایا اور سب نے دونوں ہاتھوں سے توشے اپنے برتنوں میں بھر لیے۔ جب سب لوگ بھر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔



٢٤٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَنَنْحَرُ جَزُورًا فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ، فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے



ابوالنجاشی نے بیان کیا کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اونٹ ذبح کرتے تو انہیں دس حصوں میں تقسیم کرتے اور پھر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہم اس کا پکا ہوا گوشت بھی کھالیتے۔

٢٤٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ، فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ".

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید نے، ان سے ابوبردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قبیلہ اشعر کے لوگوں کا جب جہاد کے موقع پر توشہ کم ہو جاتا یا مدینہ (کے قیام) میں ان کے بال بچوں کے لیے کھانے کی کمی ہو جاتی تو جو کچھ بھی ان کے پاس توشہ ہوتا تو وہ ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں۔ پھر آپس میں ایک برتن سے برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

٢-بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ:

باب: جو مال دو ساجھیوں کے ساجھے کا ہو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر لین دین کر لیں

٢٤٨٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ".

ہم سے محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرض زکوٰۃ کا بیان تحریر کیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی مال میں دو آدمی ساجھی ہوں تو وہ زکوٰۃ میں ایک دوسرے سے برابر برابر مجرا کر لیں (یعنی زکوٰۃ کی رقم آپس میں برابر تقسیم کر لیں)۔

٣-بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ:

باب: بکریوں کا بانٹنا

٢٤٨٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ، فَأَصَابُوا إِبِلًا وَغَنَمًا، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ، فَعَجِلُوا، وَذَبَحُوا، وَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَأَهْوَى رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا". فَقَالَ جَدِّي: إِنَّا نَرْجُو أَوْ نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ: فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ: فَمُدَى الْحَبَشَةِ.



ہم سے علی بن حکم انصاری نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسروق نے، ان سے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے اور ان سے ان کے دادا (رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام ذوالحلیفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگوں کو بھوک لگی۔ ادھر (غنیمت میں) اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے پیچھے کے لوگوں میں تھے۔ لوگوں نے جلدی کی اور (تقسیم سے پہلے ہی) ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھادیں۔ لیکن بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ ہانڈیاں اوندھادی گئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ ایک اونٹ اس میں سے بھاگ گیا تو لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اس نے سب کو تھکا دیا۔ قوم کے پاس گھوڑے کم تھے۔ ایک صحابی تیر لے کر اونٹ کی طرف جھپٹے۔ اللہ نے اس کو ٹھہرادیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح سرکشی ہوتی ہے۔ اس لیے ان جانوروں میں سے بھی اگر کوئی تمہیں عاجز کر دے تو اس کے ساتھ تم ایسا ہی معاملہ کیا کرو۔ پھر میرے دادا نے عرض کیا کہ کل دشمن کے حملہ کا خوف ہے، ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں (تلواروں سے ذبح کریں تو ان کے خراب ہونے کا ڈر ہے جب کہ جنگ سامنے ہے) کیا ہم بانس کے کھپچی سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو چیز بھی خون بہادے اور ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو، تو اس







کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ سوائے دانت اور ناخن کے۔ اس کی وجہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

یعنی قسمة الغنم بالعدل، بکریاں ایک جیسی ہوں تو گن کر تقسیم ہو سکتی ہیں، اگر وہ بڑی، چھوٹی ہوں تو مشکل ہے، عربوں میں مرغی کی بقدر بکری بھی پائی جاتی ہے۔

حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا ہے۔

۴۔بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ:

باب: دو دو کھجوریں ملا کر کھانا کسی شریک کو جائز نہیں جب تک دوسرے ساتھ والوں سے اجازت نہ لے

۲۴۸۹: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ".

ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا ہم سے جبلہ بن سحیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر (دستر خوان پر) دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر کھائے۔

۲۴۹۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ، قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا، فَيَقُولُ: لَا تَقْرُنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ".

ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے جبلہ نے بیان کیا کہ ہمارا قیام مدینہ میں تھا اور ہم پر قحط کا دور دورہ ہوا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں کھجور کھانے کے لیے دیتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گزرتے ہوئے یہ کہہ کر جایا کرتے تھے کہ دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر نہ کھانا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۔بَابُ تَقْوِيمِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيمَةِ عَدْلٍ:

باب: مشترک چیزوں کی انصاف کے ساتھ ٹھیک قیمت لگا کر اسی شریکوں میں بانٹنا

۲۴۹۱: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ أَوْ شِرْكًا أَوْ قَالَ نَصِيبًا وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ". قَالَ: لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ، قَوْلٌ مِنْ نَافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عمران بن میسرہ ابوالحسن بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے، کہا ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مشترک (ساجھے) کے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس سارے غلام کی قیمت کے موافق مال ہو تو وہ پورا آزاد ہو جائے گا۔ اگر اتنا مال نہ ہو تو بس جتنا حصہ اس کا تھا اتنا ہی آزاد ہوا۔ ایوب نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ روایت کا یہ آخری حصہ غلام کا وہی حصہ آزاد ہو گا جو اس نے آزاد کیا ہے یہ نافع کا اپنا قول ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں داخل ہے۔

یعنی مشترکہ چیزیں تقسیم کرنی ہوں تو پہلے ان کی عادلانہ قیمت لگوائی جائے اس کے بعد انہیں شرکاء میں تقسیم کیا جائے، حدیث کی ترجمہ باب سے مطابقت "بقیمۃ العدل" کے لفظ سے ہے۔



قولہ من أعتق شقصا لہ۔ یعنی جو شخص مشترکہ غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے، اور اس کے پاس سارے غلام کی قیمت کے موافق مال ہو۔ تو اس پر پورا غلام آزاد ہو جائے گا، اور غلام کی غلامی کی حالت میں قیمت لگائیں گے۔ یعنی اس کا جو حصہ آزاد ہوا ہے اگر وہ بھی آزاد نہ ہوتا تو اس کی قیمت کیا ہوتی، تو اس کے موافق اس کے پاس مال ہو تو اس پر پورا غلام آزاد ہو جائے گا، اور اگر اتنا مال نہ ہو تو جتنا حصہ اس کا آزاد ہے بس اتنا ہی آزاد ہو گا۔

٢٤٩٢: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ، ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ".

ہم سے بشیر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو سعید بن ابی عروبہ نے خبر دی، انہیں قتادہ نے، انہیں نضر بن انس نے، انہیں بشیر بن نہیک نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مال سے غلام کو پوری آزادی دلا دے۔ لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو انصاف کے ساتھ غلام کی قیمت لگائی جائے۔ پھر غلام سے کہا جائے کہ (اپنی آزادی کی) کوشش میں وہ



باقی حصہ کی قیمت خود کما کر ادا کرلے۔ لیکن غلام پر اس کے لیے کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔

قولہ فعلیہ خلاصہ...یعنی مشترک غلام سے ایک شخص اپنا حصہ آزاد کر دیتا ہے، اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ باقی حصہ بھی آزاد کرسکتا ہے تو سارا غلام اس پر آزاد ہوگا، جبکہ وہ موسر یعنی مالدار ہو، اور اگر وہ معسر یعنی تنگدست ہو تو پھر جتنا وہ غلام آزاد ہوا ہے وہی ہوگا۔ اس کے بعد اس سے سعی کرائی جائے گی، امام ابوحنیفہ کہتے ہیں۔ موسر ہونے کی صورت میں دوسرے شریک کو اختیار ہے وہ خود آزاد کرے یا اس کو ضامن بنائے یا غلام سے سعی کرائے، وہ تین چیزوں کے قائل ہیں، حدیث میں صرف ایک چیز کا ذکر ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ موسر پر ہی آزاد ہونا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں دوسرا بھی آزاد کرسکتا ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اثر پیش کرتے ہیں کہ ایک غلام نے جہاد میں بڑے کارنامے دکھائے وہ مشترک غلام تھا اس کا مالک اسے آزاد کرنا چاہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنا حصہ آزاد کردو، جب دوسرا آئے گا تو اسے اختیار ہوگا، چاہے وہ آزاد کردے یا تمہیں ضامن بنادے یا سعی کرائے، دیگر علماء کہتے ہیں کہ جب موسر نے اپنا حصہ آزاد کیا تھا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ باقی بھی اسی پر آزاد ہوگا۔ دوسرے کو کیا اختیار رہا، وہ تو پہلے ہی آزاد ہوچکا ہے، لہٰذا اس کو کوئی اختیار نہیں، یہاں استسعاء کا مسئلہ امام ابوحنیفہ نے بڑھادیا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ آزاد اس کا ملک تھا اس لیے اس کو آزاد کرنے کا اختیار ہے، استسعاء کی بات ٹھیک نہیں ہے، صاحبین کہتے ہیں، دو ہی چیزیں ہیں، تضمین اور استسعاء امام شافعی یسار کی صورت میں صرف تضمین کے قائل ہیں، اور اعسار کی صورت میں ان کے نزدیک جو آزاد ہوا ہے وہی ہوگا۔ طحاوی نے صاحبین کے مذہب کو ترجیح دی ہے، انور شاہ نے کہا ہے کہ طحاوی بڑا سمجھ دار آدمی ہے، حدیث امام صاحب کے خلاف آئی تو اس نے صاحبین کا مذہب لے لیا ہے، نووی نے کہا ہے شافعیوں کا مذہب حدیث کے زیادہ موافق ہے، اور کہا ہے کہ نطق کے اعتبار سے صاحبین کا قول ٹھیک ہے، ویسے تفقہ قوی امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ہے، اور وہ تفقہ یہ ہے کہ جبکہ وہ اس کا غلام ہے وہ آزاد کرسکتا ہے، تو سعی بھی وہ کراسکتا ہے، یہ بات بنالی ہے، ہاں اعسار کی صورت میں شافعیوں کا قول درست نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں استسعاء کا ذکر بھی آتا ہے، بعض شافعی کہتے ہیں کہ وہ قتادہ کا قول ہے کیونکہ راوی کہتا ہے کہ نامعلوم قتادہ نے اپنے پاس سے کہا ہے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، حالانکہ قتادہ کے علاوہ بھی راوی اسے ذکر کرتے ہیں، اس لیے بخاری بھی حنفیوں کی طرح استسعاء کا قائل ہے۔

قولہ ثم استسعی غیر مشقوق علیہ۔ یہ استسعاء کا مسئلہ ہے، بخاری کے نزدیک یہ مرفوع ثابت ہے، سعید بن ابی عروبہ قتادہ کے پہلے شاگردوں سے ہے، آخر میں اسے بھی اختلاط ہوگیا تھا، آگے جاکر بخاری جریر کی روایت لائے گا، حافظ نے اپنے مقدمہ میں استسعاء کی حدیث کو ضعیف کہا ہے، آگے شرح میں استسعاء اور عتق دونوں کو صحیح قرار دیا ہے۔ استسعاء کے بارہ میں بعض نے کہا ہے کہ ایک دن مالک کی خدمت کرنا اور ایک دن آزاد رہنا استسعاء ہے، لیکن بخاری اس کا قائل نہیں ہے۔

٦- بَابُ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيهِ:

باب: کیا تقسیم میں قرعہ ڈالا جاسکتا ہے؟

٢٤٩٣: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا. فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ. فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا. فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا".

ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا نے، کہا میں نے عامر بن شعبہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔



شرح بخاری

یعنی حصے مقرر کرنے کے بعد قرعہ اندازی کی ضرورت ہے یا نہیں، حصے اگرچہ برابر بھی کیے جائیں پھر بھی بعض کو دوسرے پر مزیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لیے قرعہ اندازی کر لینی چاہیے۔

٧- بَابُ شَرِكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ الْمِيرَاثِ:

باب: یتیم کا دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک ہونا



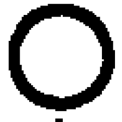
٢٤٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَامِرِيُّ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، "أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا إِلَى وَرُبَاعَ سورة النساء آية ٣. فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي، هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي



صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوا أَنْ يُنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ". قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ، فَأَنْزَلَ اللهُ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ إِلَى قَوْلِهِ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ سورة النساء آية ۱۲۷، وَالَّذِي ذَكَرَ اللهُ أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَى الَّتِي قَالَ فِيهَا وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ سورة النساء آية ۳، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللهِ فِي الْآيَةِ الْأُخْرَى: وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ سورة النساء آية ۱۲۷ يَعْنِي هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيمَتِهِ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجْرِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ، إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ عامری اویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا (دوسری سند) اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۃ نساء میں) اس آیت کے بارے میں پوچھا «وإن خفتم» سے «ورباع» اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ کرنے کا ڈر ہو تو جو عورتیں پسند آئیں دو دو تین تین چار چار نکاح میں لاؤ انہوں نے کہا میرے بھانجے یہ آیت اس یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے ولی (محافظ رشتہ دار جیسے چچیرا بھائی، پھوپھی زاد یا ماموں زاد بھائی) کی پرورش میں ہو اور ترکے کے مال میں اس کی ساجھی ہو اور وہ اس کی مالداری اور خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر اس سے نکاح کر لینا چاہے لیکن پورا مہر انصاف سے جتنا اس کو اور جگہ ملتا وہ نہ دے، تو اسے اس سے منع کر دیا گیا کہ ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرے۔ البتہ اگر ان کے ساتھ ان کے ولی انصاف کر سکیں اور ان کی حسب حیثیت بہتر سے بہتر طرز عمل مہر کے بارے میں اختیار کریں (تو اس صورت میں نکاح کرنے کی اجازت ہے) اور ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ان کے سوا جو بھی عورت انہیں پسند ہو ان سے وہ نکاح کر سکتے ہیں۔ عروہ بن زبیر نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا، پھر لوگوں نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد (ایسی لڑکیوں سے نکاح کی اجازت کے بارے میں) مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی «ويستفتونك في النساء» اور آپ سے عورتوں کے بارے میں یہ لوگ سوال کرتے ہیں۔ آگے فرمایا اور تم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔ یہ جو اس آیت میں ہے اور جو قرآن میں







تم پر پڑھا جاتا ہے اس سے مراد پہلی آیت ہے یعنی اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ ہو سکنے کا ڈر ہو تو دوسری عورتیں جو بھلی لگیں ان سے نکاح کر لو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ جو اللہ نے دوسری آیت میں فرمایا اور تم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اس سے یہ غرض ہے کہ جو یتیم لڑکی تمہاری پرورش میں ہو اور مال اور جمال کم رکھتی ہو اس سے تو تم نفرت کرتے ہو، اس لیے جس یتیم لڑکی کے مال اور جمال میں تم کو رغبت ہو اس سے بھی نکاح نہ کرو مگر اس صورت میں جب انصاف کے ساتھ ان کا پورا مہر ادا کرو۔

یعنی یتیم کا دوسرے وارثوں کے ساتھ شراکت کرنے کا بیان، حافظ نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں شراکت کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے ہاں اگر یتیم کے مفاد کے لیے مصلحت راجح ہو تو شرکت ہو سکتی ہے۔

قولہ وإن خفتم أن لا تقسطوا۔ اگر تم یتیم عورتوں کے بارہ میں ناانصافی ہونے سے ڈرو تو دیگر عورتوں سے نکاح کرلو۔ ان یتیم لڑکیوں کا ولی فوت ہو چکا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو ان کا مہر زیادہ باندھتا جس کی یہ مستحق ہیں، اور ایسے آدمی سے نکاح نہ کرنا جو تھوڑے سے مہر پر نکاح کرنا چاہتا ہے۔

بعض نے اس آیت کا یہ معنی کیا ہے کہ اگر تمہیں یتیم لڑکیوں سے ناانصافی کرنے کی بات سمجھ آگئی ہے اور تم اس ناانصافی سے ڈر گئے ہو، اور ان سے نکاح کرنے سے پرہیز کرنے لگے ہو تو دیگر عورتوں سے، دو، دو، تین، تین اور چار، چار سے نکاح کرلو۔

قولہ ثم إن الناس استفتوا... یعنی لوگوں نے کہا کہ اس سختی کے بعد کچھ نرمی ہونی چاہیے۔

قولہ تعالیٰ۔ ویستفتونك فی النساء قل اللہ یفتیکم فیهن وما یتلي علیکم فی الکتاب فی یتامي النساء... اس آیت میں "وَمَا يُتْلٰي عَلَيْكُمْ" کا عطف اس سے قبل لفظ "اللہ" پر ہے۔ اور اس متلو سے سورۃ نساء کے شروع میں آنے والی آیت: "وإن خفتم ألا تقسطوا فی الیتامیٰ..." مراد ہے۔

اور بعض کے ہاں "وما یتلیٰ علیکم فی الکتاب" الگ جملہ ہے اور "قل اللہ یفتیکم" میں اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کا بیان ہے۔

قولہ تعالیٰ "وترغبون أن تنکحوهن" "رغِبَ یرغَبُ کا صلہ "عنْ" آئے تو اس کا معنی اعراض کرنا ہوتا ہے، اور اگر اس کا صلہ "فِیْ" ہو تو یہ بمعنی رغبت کرنا ہوتا ہے، اس آیت میں یہاں دونوں معانی ہو سکتے ہیں یعنی وترغبون عن أن تنکحون جبکہ یتامي قلیلة المال والجمال ہوں تو تم ان سے نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو، یا ترغبون فِي أن تنکحوهن۔ یعنی جب وہ کثیرۃ المال والجمال ہوں تو تم ان سے نکاح کرنے میں رغبت کرتے ہو، یہ دونوں معانی ہو سکتے ہیں۔

٨۔ بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الأَرَضِينَ وَغَيْرِهَا:

باب: زمین مکان وغیرہ میں شرکت کا بیان

٢٤٩٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ

أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ".

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابوسلمہ نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق ایسے اموال (زمین جائیداد وغیرہ) میں دیا تھا جن کی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی بدل دیے جائیں تو پھر شفعہ کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔

یعنی زمینوں اور باغات وغیرہ میں شراکت کا بیان، ترجمہ باب میں "وغیرھا" سے مراد مکانات اور باغات ہیں، اور ترجمہ باب سے مطابقت "مالم یقسم" سے لی گئی ہے، کیونکہ جو چیز تقسیم نہ کی گئی ہو، وہ شرکاء میں مشترکہ ہوتی ہے یعنی اس میں شرکاء کی شراکت ہوتی ہے، اور وہی شرکاء میں تقسیم ہوتی ہے اور جب ان میں تقسیم ہو جائے اور حدیں واقع ہو جائیں یعنی ہر ایک کی ملکیت دوسروں سے جدا ہو جائے اور ان کے راستے الگ ہو جائیں تو اب شفعہ شراکت ساقط ہو جائے گا۔

٩-بَابُ إِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّورَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوعٌ وَلَا شُفْعَةٌ:

باب: جب شریک لوگ گھروں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو اب اس سے پھر نہیں سکتے اور نہ ان کو شفعہ کا حق رہے گا

٢٤٩٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس جائیداد میں شفعہ کا حق دیا تھا جس کی شرکاء میں ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن اگر حد بندی ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا۔

جب شرکاء مکانات وغیرہ تقسیم کر لیں تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتے، اور نہ ہی حق شفعہ کر سکتے ہیں یعنی جب شرکاء مکانوں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں دوبارہ تقسیم کراؤں گا ہاں اگر پہلی تقسیم میں ناانصافی ہوئی ہو تو پھر دوبارہ تقسیم ہو سکتی ہے بلاوجہ نہیں کہہ سکتا کہ میں پہلی تقسیم پر راضی نہیں ہوں۔ تو اسے یہ حق حاصل

نہیں ہے، اور تقسیم کے بعد شفعہ بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ شفعہ تب ہوتا ہے جب باہمی شرکت پائی جائے۔ تقسیم کے بعد شرکت ختم ہوجاتی ہے لہٰذا شفعہ نہیں ہوسکے گا۔

قولہ فلا شفعة۔ حدیث مذکور میں صرف شفعہ کا ذکر ہے۔ رجوع کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ ترجمہ باب میں شفعہ کے ساتھ رجوع کا بھی ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تقسیم کے بعد رجوع کرنا جائز ہوجائے اور تقسیم باطل ہوجائے تو جائیداد پھر مشترکہ ہوجائے گی، اور مشترکہ جائیداد میں شفعہ کا حق پیدا ہوجائے گا، لیکن جب "فلا شفعة" کہہ کر شفعہ کی نفی ہوگئی تو اس سے رجوع کی نفی بھی ہوجائے گی۔

١٠۔بَابُ الاِشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا يَكُونُ فِيهِ الصَّرْفُ:

باب: سونے، چاندی اور ان تمام چیزوں میں شرکت جن میں بیع صرف ہوتی ہے

٢٤٩٧ - ٢٤٩٨: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ الأَسْوَدِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ، فَقَالَ: اشْتَرَيْتُ أَنَا وَشَرِيكٌ لِي شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيئَةً، فَجَاءَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ: فَعَلْتُ أَنَا وَشَرِيكِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ، وَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: "مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوهُ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَذَرُوهُ".



ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، ان سے عثمان نے جو اسود کے بیٹے ہیں، کہا کہ مجھے سلیمان بن ابی مسلم نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالمنہال سے بیع صرف نقد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک شریک نے کوئی چیز (سونے اور چاندی کی) خریدی نقد پر بھی اور ادھار پر بھی۔ پھر ہمارے یہاں براء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے شریک زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ بیع کی تھی اور ہم نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو نقد ہو وہ لے لو اور جو ادھار ہو اسے چھوڑ دو۔

قولہ اشتریت انا وشریك لي شيئا۔ کتاب البیوع میں ہے: "كنتُ أتّجر في الصرف" ابو المنہال اور ان کا شریک نقد اور ادھار سونے، چاندی کے خریدنے میں ہی شرکت کیا کرتے تھے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ بیع صرف نقد جائز ہے۔ اور اس میں ادھار سے آپ نے منع کیا ہے۔

١١۔بَابُ مُشَارَكَةِ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِينَ فِي الْمُزَارَعَةِ:

باب: مسلمان کا مشرکین اور ذمیوں کے ساتھ مل کر کھیتی باڑی کرنا

٢٤٩٩: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَ ٢٥٠٤



سُمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا".

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر دے دی تھی کہ وہ اس میں محنت کریں اور بوئیں جوتیں۔ پیداوار کا آدھا حصہ انہیں ملا کرے گا۔

ترجمہ باب میں "والمشرکین" کی واؤ عاطفہ ہے بمعنی مع نہیں ہے، مراد اس سے یہ ہے کہ مسلمان کا ذمی سے مشارکت کرنا اور مسلمان کا مشرکین سے مشارکت کرنا، لیکن حربی کافروں اور مشرکوں سے مشارکت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جب کھیتی میں شرکت کرنا جائز ہے تو دیگر حلال چیزوں میں بھی شرکت کرنا جائز ہے۔

۱۲۔بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ وَالْعَدْلِ فِيهَا:

باب: بکریوں کو انصاف کے ساتھ تقسیم کرنا

۲۵۰۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ، فَذَكَرَهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بکریاں دی تھیں کہ قربانی کے لیے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیں۔ پھر ایک سال کا بکری کا بچہ بچ گیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ سے فرمایا تو اس کی قربانی کر لے۔

۱۳۔بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ:

باب: اناج وغیرہ میں شرکت کا بیان

وَيُذْكَرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ آخَرُ، فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ لَهُ شَرِكَةً.

اور منقول ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز چکائی، دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا، تب اس نے مول لے لیا، اس سے عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ شریک ہے۔

یعنی اناج میں شرکت کرنا جائز ہے، کیونکہ شراکت بھی بیع کی ایک قسم ہے، لہٰذا غلہ وغیرہ میں بھی یہ بیع جائز ہے۔
قولہ فغمزہ آخر... یعنی ایک شخص نے خریدنے کے لیے ایک چیز کا ریٹ لگایا تو دوسرے شخص نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا، تو اس نے اسے خرید لیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے سمجھ گئے کہ اس کی اس میں شراکت ہے۔

۲۵۰۱-۲۵۰۲: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي

سَعِيدٌ، عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، بَايِعْهُ، فَقَالَ: هُوَ صَغِيرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ. وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَيَقُولَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ، فَيَشْرَكُهُمْ، فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ، فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ".

ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبداللہ بن وہب نے خبر دی، کہا مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی، انہیں زہرہ بن معبد نے، انہیں ان کے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا تھا۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس سے بیعت لے لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ابھی بچہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی اور زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ انہیں اپنے ساتھ بازار لے جاتے۔ وہاں وہ غلہ خریدتے۔ پھر عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ان سے ملتے تو وہ کہتے کہ ہمیں بھی اس اناج میں شریک کر لو۔ کیونکہ آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن ہشام انہیں بھی شریک کر لیتے اور کبھی پورا ایک اونٹ (مع غلہ) نفع میں پیدا کر لیتے اور اس کو گھر بھیج دیتے۔



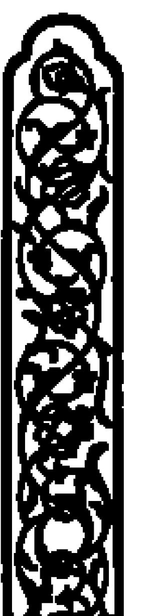
قولہ فیقولان لہ أشرکنا۔ اس سے ترجمہ باب سے مطابقت ثابت ہوتی ہے، کہ ان دو صحابہ نے ان سے خریدے ہوئے غلہ میں شرکت کا سوال کیا، اور انہوں نے انہیں شریک کر لیا۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو ملکیت میں آ سکتی ہے اس میں شراکت جائز ہے۔ خواہ وہ گندم ہو یا چاول یا باقی غلہ جات۔

حافظ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے سر پر دست شفقت پھیرنا جائز ہے، اور نابالغ بچے سے بیعت نہیں لی جا سکتی، اور طلب معاش کے لیے بازار جانا مشروع ہے، اور صحابہ کرام حصولِ برکت کے لیے اپنی اولاد کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے تھے۔



۱۴- بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الرَّقِيقِ:

باب: غلام لونڈی میں شرکت کا بیان



۲۵۰۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ وَجَبَ

عَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَ كُلَّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرَ ثَمَنِهِ يُقَامُ قِيمَةَ عَدْلٍ، وَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَّتَهُمْ، وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی ساجھے کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اگر غلام کی انصاف کے موافق قیمت کے برابر اس کے پاس مال ہو تو وہ سارا غلام آزاد کرا دے۔ اس طرح دوسرے ساجھیوں کو ان کے حصے کی قیمت ادا کر دی جائے اور اس آزاد کیے ہوئے غلام کا پیچھا چھوڑ دیا جائے۔

٢٥٠٤: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ فِي عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا يُسْتَسْعَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے نضر بن انس نے، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی (ساجھے کے) غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر اس کے پاس مال ہے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ باقی حصوں کو آزاد کرانے کے لیے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے۔ لیکن اس سلسلے میں اس پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔

شرح بخاری

قولہ غیر مشقوقٍ علیہ۔ یعنی غلام پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا کہ مہینہ میں اتنی رقم کما کر دے، وہ جتنی ادا کر سکتا ہے وہی درست ہے۔

١٥۔ بَابُ الاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ، وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي هَدْيِهِ بَعْدَ مَا أَهْدَى:

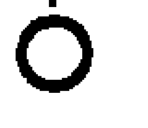
باب: قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت اور اگر کوئی مکہ کو قربانی بھیج چکے پھر اس میں کسی کو شریک کر لے تو جائز ہے

٢٥٠٥-٢٥٠٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، وَعَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً، وَأَنْ نَحِلَّ إِلَى نِسَائِنَا فَفَشَتْ فِي ذَلِكَ الْقَالَةُ. قَالَ عَطَاءٌ: فَقَالَ جَابِرٌ: فَيَرُوحُ أَحَدُنَا إِلَى مِنًى، وَذَكَرُهُ

يَقْطُرُ مَنِيًّا، فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ أَقْوَامًا يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا، وَاللهِ لَأَنَا أَبَرُّ وَأَتْقَى لِلَّهِ مِنْهُمْ، وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ، فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هِيَ لَنَا أَوْ لِلْأَبَدِ، فَقَالَ: لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ، قَالَ: وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَقُولُ لَبَّيْكَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: وَقَالَ الْآخَرُ: لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ، وَأَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہیں عبدالملک بن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء نے اور انہیں جابر رضی اللہ عنہ نے اور (ابن جریج اسی حدیث کی دوسری روایت) طاؤس سے کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی ذی الحجہ کی صبح کو حج کا تلبیہ کہتے ہوئے جس کے ساتھ کوئی اور چیز (عمرہ) نہ ملاتے ہوئے (مکہ میں) داخل ہوئے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہم نے اپنے حج کو عمرہ کر ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ (عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد حج کے احرام تک) ہماری بیویاں ہمارے لیے حلال رہیں گی۔ اس پر لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔ عطاء نے بیان کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کچھ لوگ کہنے لگے کیا ہم میں سے کوئی منیٰ اس طرح جائے کہ منی اس کے ذکر سے ٹپک رہی ہو۔ جابر نے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے زیادہ نیک اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ اگر مجھے وہ بات پہلے ہی معلوم ہوتی جو اب معلوم ہوئی ہے تو میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں بھی احرام کھول دیتا۔ اس پر سراقہ بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ! کیا یہ حکم (حج کے ایام میں عمرہ) خاص ہمارے ہی لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (یمن سے) آئے۔ اب عطاء اور طاؤس میں سے ایک تو یوں کہتا ہے علی رضی اللہ عنہ نے احرام کے وقت یوں کہا تھا۔ «لبیک بما اھل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.» اور دوسرا یوں کہتا ہے کہ انہوں نے «لبیک بحجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم» کہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں (جیسا بھی انہوں نے باندھا ہے) اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کر لیا۔




البُدن با کے ضم اور دال کے سکون کے ساتھ، یہ خاص ہے جس کا عام پر عطف ہے۔

قوله وأشركه في الهدي... اسی جملہ کا ترجمہ باب سے تعلق ہے، نبی اکرم ﷺ مدینہ سے تریسٹھ اُونٹ قربانی کے لیے لائے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے سینتیس اونٹ لائے، اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان قربانیوں میں شریک کرلیا۔ اور تعیین کے بعد شریک کیا ہے احناف کے نزدیک قربانی کے جانوروں میں شراکت جائز نہیں ہے۔

١٦-بَابُ مَنْ عَدَلَ عَشْرًا مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُورٍ فِي الْقَسْمِ:

باب: تقسیم میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر سمجھنا

٢٥٠٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَإِبِلًا، فَعَجِلَ الْقَوْمُ، فَأَغْلَوْا بِهَا الْقُدُورَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ عَدَلَ عَشْرًا مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُورٍ، ثُمَّ إِنَّ بَعِيرًا نَدَّ وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا، قَالَ: قَالَ جَدِّي: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَرْجُو أَوْ نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، فَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: اعْجَلْ أَوْ أَرْنِي مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ، فَكُلُوا لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ".

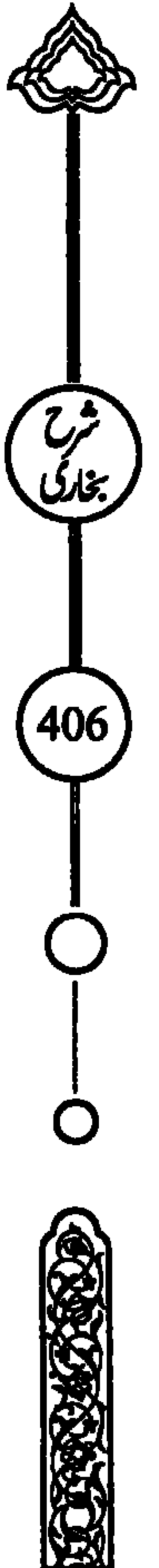
ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں سفیان ثوری نے، انہیں ان کے والد سعید بن مسروق نے، انہیں عبایہ بن رفاعہ نے اور ان سے ان کے دادا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے مقام ذوالحلیفہ میں تھے (غنیمت میں) ہمیں بکریاں اور اونٹ ملے تھے۔ بعض لوگوں نے جلدی کی اور (جانور ذبح کر کے) گوشت کو ہانڈیوں میں چڑھا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گوشت کی ہانڈیوں کو الٹ دیا گیا۔ پھر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم میں) دس بکریوں کا ایک اونٹ کے برابر حصہ رکھا۔ ایک اونٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ قوم کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی۔ ایک شخص نے اونٹ کو تیر مار کر روک لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان جانوروں میں بھی جنگی جانوروں کی طرح وحشت ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک ان کو نہ پکڑ سکو تو تم ان کے ساتھ ہی ایسا سلوک کیا کرو۔ عبایہ نے بیان کیا کہ میرے دادا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمیں امید ہے یا خطرہ ہے کہ کہیں کل دشمن سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے اور چھری ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ کیا دھار دار لکڑی سے ہم ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، لیکن ذبح کرنے میں جلدی کرو۔ جو چیز خون بہادے (اسی سے کاٹ ڈالو) اگر اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کو کھاؤ اور ناخن اور دانت سے ذبح نہ کرو۔ اس کی وجہ میں بتلاتا ہوں دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔

جزور جیم کی فتحہ کے ساتھ بمعنی "بعیر" ہے، اس ترجمہ باب سے مقصود یہ ہے کہ اگر شرکاء اس تقسیم پر رضامند ہو جائیں تو دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دے کر تقسیم کرلیں، اور اگر وہ سمجھیں کہ دس بکریاں ایک اونٹ کے مساوی نہیں ہیں تو قیمت ڈال کر تقسیم کرلیں، حدیث میں مذکور تقسیم اس وقت کی ہے جبکہ دس بکریاں ایک اونٹ کی قیمت ہوتی تھی۔

قولہ أوابد یہ آبدۃ کی جمع ہے بمعنی ہمیشہ رہنے والے، عموماً وحشی جانور مرے ہوئے دیکھے نہیں جاتے، اس لیے ان کا نام أوابد پڑ گیا۔

قولہ ولیس معنا مدیً۔ حالانکہ ان کے پاس تلواریں تھیں، لیکن اگر تلواروں سے جانور ذبح کئے جائیں تو تلواریں کند ہو جاتی ہیں، اس لیے سوال کیا کہ ہم تلواریں استعمال نہیں کر سکتے لہٰذا چھریاں نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟



کتاب الرھن

کتاب رہن کے بیان میں

رَھْن راء کی فتحہ اور ھا کے سکون کے ساتھ، لغۃً احتباس یعنی کسی چیز کو روکنا، اور گروی کے معنی میں آتا ہے۔ اور شرع میں رَھْن سے مراد ہے: "جعل مالٍ وثیقۃ علیٰ دینٍ" یعنی قرض کے بدلے کوئی چیز اعتماد کے لیے رکھ دینا، جس شخص کے پاس گروی رکھی جائے اُسے "مُرْتَہِن" کہتے ہیں۔ اور رہن رکھی ہوئی چیز کے مالک کو "رَاھِن" کہتے ہیں اور رہن رکھی ہوئی چیز کو "مرھون" کہتے ہیں، اور گروی اس لیے رکھی جاتی ہے تاکہ اگر راہن قرض ادا نہ کرے تو مرتہن، مرہون چیز سے اپنا قرضہ وصول کرلے۔

۱۔ بَابٌ فِی الرَّھْنِ فِی الْحَضَرِ:

باب: آدمی اپنی بستی میں ہو اور گروی رکھے

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ سورة البقرة آية ۲۸۳.

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں فرمایا «وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتبا فرهان مقبوضة» اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن قبضہ میں رکھ لو۔

شرح بخاری

وقول اللہ تعالیٰ وان کنتم علی سفر... یہ باب لاکر بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں سفر کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں ہے، اس لیے کہ اکثر سفر میں گروی رکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ورنہ سفر کی طرح حضر میں بھی گروی رکھی جاسکتی ہے، اور حضر میں گروی کے جواز پر آئندہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

۲۵۰۸: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ، يَقُولُ: مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا صَاعٌ، وَلَا أَمْسَى، وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ جَو کے بدلے گروی رکھی تھی۔ ایک دن میں خود آپ کے پاس جَو کی روٹی اور باسی چربی لے کر حاضر ہوا تھا۔ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ آل محمد پر کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں آئی کہ ایک صاع سے زیادہ کچھ اور موجود رہا ہو، حالانکہ آپ کے نوگھر تھے۔

اس حدیث میں حضر کا ذکر نہیں ہے، لیکن یہی حدیث اس سے قبل کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئۃ۔ کے تحت آچکی ہے اور اس میں مدینہ میں زرہ گروی رکھنے کا ذکر ہے [1]۔ لہٰذا ترجمہ باب ثابت ہے کہ بوقتِ ضرورت حضر میں بھی قرض کے بدلہ کوئی چیز گروی رکھی جاسکتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ابو شحم یہودی کے پاس زرہ گروی رکھ کر اس سے اپنے اہل بیت کے لیے تیس صاع جَو لیے تھے، لیکن ترمذی وغیرہ میں آتا ہے کہ بیس صاع جَو تھے، حافظ نے تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ جَو تیس صاع سے کم ہوں گے اور بیس صاع کہنے والے راوی نے کسر گرا کر بیس کہا ہے اور کبھی کسر کو پورا کرتے ہوئے تیس صاع کہہ دیا ہے۔

سفر میں گروی رکھنے کا ذکر قرآن کریم میں آگیا ہے اور حضر میں گروی کے جواز کے بارہ میں حدیث آگئی ہے، بعض کہتے ہیں کہ گروی کا جواز سفر میں ہے، حضر میں نہیں، ایسے لوگ حدیث نبوی کی مخالفت کرتے ہیں۔

٢۔بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ:

باب: زرہ کو گروی رکھنا

٢٥٠٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيلَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ".



ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ ہم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے یہاں قرض میں رہن اور ضامن کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم سے اسود نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ خریدا ایک مقررہ مدت کے قرض پر اور اپنی زرہ اس کے ہاں گروی رکھی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کے پاس ہتھیار گروی رکھا جاسکتا ہے۔ اس خطرے کی وجہ سے منع نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا۔

٣۔بَابُ رَهْنِ السِّلاَحِ:

باب: ہتھیار گروی رکھنا



٢٥١٠: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَنَا، فَأَتَاهُ فَقَالَ: أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، فَقَالَ: ارْهَنُونِي نِسَاءَكُمْ،





[1] صحیح بخاری: ٢٠٦٩

قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ ؟ قَالَ: فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَ كُمْ، قَالُوا: كَيْفَ نَرْهَنُ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ ؟ فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ". قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلاَحَ، فَوَعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ.

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف (یہودی اسلام کا پکا دشمن) کا کام کون تمام کرے گا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف دے رکھی ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (یہ خدمت انجام دوں گا) چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ ایک یا دو وسق غلہ قرض لینے کے ارادے سے آیا ہوں۔ کعب نے کہا لیکن تمہیں اپنی بیویوں کو میرے یہاں گروی رکھنا ہوگا۔ محمد بن مسلمہ اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم اپنی بیویوں کو تمہارے پاس کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں جب کہ تم سارے عرب میں خوبصورت ہو۔ اس نے کہا کہ پھر اپنی اولاد گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی اولاد کس طرح رہن رکھ سکتے ہیں اسی پر انہیں گالی دی جایا کرے گی کہ ایک دو وسق غلے کے لیے رہن رکھ دیے گئے تھے تو ہمارے لیے بڑی شرم کی بات ہوگی۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے یہاں رہن رکھ سکتے ہیں۔ سفیان نے کہا کہ لفظ «لأمة» سے مراد ہتھیار ہیں۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے (چلے آئے اور رات کو اس کے یہاں پہنچ کر) اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔

۴۔ بَابُ الرَّهْنُ مَرْكُوبٌ وَمَحْلُوبٌ:

باب: گروی جانور پر سواری کرنا اس کا دودھ پینا درست ہے

وَقَالَ مُغِيرَةُ: عَنْ إِبْرَاهِيمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا، وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

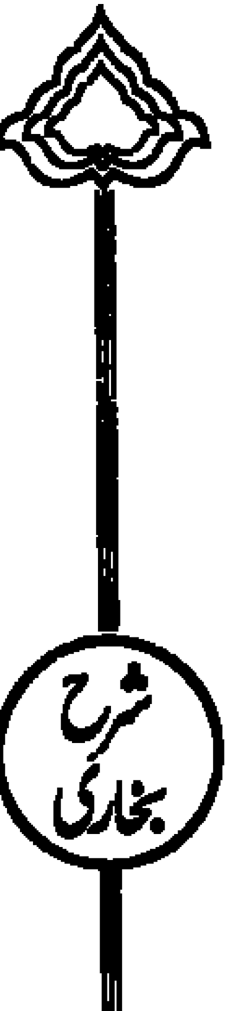
اور مغیرہ نے بیان کیا اور ان سے ابراہیم نخعی نے کہ گم ہونے والے جانور پر (اگر وہ کسی کو مل جائے تو) اس پر چارہ دینے کے بدلے سواری کی جائے (اگر وہ سواری کا جانور ہے) اور (چارے کے مطابق) اس کا دودھ بھی دوہا جائے (اگر وہ دودھ دینے کے قابل ہے) ایسے ہی گروی جانور پر بھی۔

٢٥١١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: "الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ، وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا بن ابی زائدہ نے بیان کیا، ان سے عامر شعبی نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گروی جانور پر اس کا خرچ نکالنے کے لیے سواری کی جائے، دودھ والا جانور گروی ہو تو اس کا دودھ پیا جائے۔

گروی چیز اگر سواری ہو تو مرتھن اس پر سواری کرسکتا ہے اور مرہونہ چیز دودھ کا جانور ہو تو اس کا دودھ پی سکتا ہے، کیونکہ ان کا خرچ اور چارہ وغیرہ بھی مرتھن پر آتا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ اسے جائز سمجھتے ہیں، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیل کو بھی اس پر قیاس کیا ہے کہ اگر بیل گروی رکھا جائے تو اس سے کاشت کاری کی جاسکتی ہے، اوزاعی کی رائے یہ ہے کہ مرہون چیز سے تب فائدہ اٹھاسکتے ہیں جبکہ راہن اس پر خرچ نہ کرتا ہو، اور خرچہ مرتھن کرتا ہو تو وہ اپنے خرچہ کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے [1]۔

امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرہون چیز سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، گویا مرتھن قرض سے نفع حاصل نہیں کرسکتا، کیونکہ حدیث میں آتا ہے: "کل قرضٍ جر منفعۃ فھو ربا" یعنی جس قرض سے کچھ فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے، دیگر علماء اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے راہن مراد ہے، مرہونہ چیز سے اس کا انتفاع ختم نہیں ہوتا، وہ اس پر خرچ کرکے فائدہ اٹھائے گا، حالانکہ مرتھن کا فائدہ اٹھانا خرچ کے مقابلہ میں ہوتا ہے، اور راہن ملک کی بنا پر فائدہ اٹھاتا ہے، اور حدیث میں "بنفقتہٖ" کے ساتھ نفقہ یعنی خرچہ کا ذکر ہے، جبکہ دوسرے مقام میں مرتھن کے فائدہ اٹھانے کا ذکر صراحت کے ساتھ آتا ہے اور وہ صریح حدیث ہے [2]۔



بعض اس پر زمین کو قیاس کرکے زمین سے فائدہ اٹھاتے ہیں، مولوی عبدالوہاب نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ حالانکہ گروی رکھی ہوئی زمین بغیر خرچہ کے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، اور اگر گروی رکھی ہوئی زمین ٹھیکے پر دی جائے تو ٹھیکے کی رقم قرض سے وضع کرتا جائے، جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے، اور جب قرضہ پورا ہو جائے تو زمین چھوڑ دے۔

---

(1) مرہونہ چیز اگر سواری کا جانور ہو یا دودھ کا جانور ہو تو چونکہ مرتھن اس پر خرچ کرتا ہے اور اس پر جانور کا چارہ اور گھاس وغیرہ آتا ہے لہٰذا اس کے عوض وہ اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے سواری کے جانور پر سواری کرسکتا ہے اور دودھ والے جانور کا دودھ پی سکتا ہے، اور اگر مرہونہ چیز پر کوئی خرچ نہیں ہوتا بلکہ وہ بغیر خرچ کیے محفوظ رکھی جاسکتی ہے جیسے زیور وغیرہ تو ایسی چیز سے مرتھن کوئی فائدہ نہیں اٹھاسکتا، اور اگر مکان گروی رکھا ہے اور مرتھن اسے کرایہ پر دیتا ہے تو وہ کرایہ راہن کا ہوگا، اور اگر مرتھن خود اس مکان میں رہائش رکھے تو عرفِ عام کے مطابق وہ راہن کو اس کا کرایہ ادا کرے گا۔

اور اگر زمین گروی رکھی جائے۔ اور مرتھن اسے کاشت کرے تو وہ مزارع کی حیثیت سے اپنا حصہ لے گا اور زمین کا حصہ راہن کو دے گا جو زمین کا اصل مالک ہے، اور اگر کسی اور کو کاشت کے لیے دے تو بھی زمین کا حصہ راہن (مقروض) کے قرضہ سے وضع کیا جائے گا۔

(2) سنن دار قطنی: ۲۹۲۹

٢٥١٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ".

ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں زکریا نے خبر دی، انہیں شعبی نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گروی جانور پر اس کے خرچ کے بدل سواری کی جائے۔ اسی طرح دودھ والے جانور کا جب وہ گروی ہو تو خرچ کے بدل اس کا دودھ پیا جائے اور جو کوئی سواری کرے یا دودھ پیئے وہی اس کا خرچ اٹھائے۔

٥- بَابُ الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُودِ وَغَيْرِهِمْ:

باب: یہود وغیرہ کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا

٢٥١٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مدت ٹھہرا کر ایک یہودی سے غلہ خریدا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

٦- بَابُ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ:

باب: راہن اور مرتہن میں اگر کسی بات پر اختلاف ہو جائے یا انکی طرح دوسرے لوگوں میں تو گواہی پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے، ورنہ (منکر) مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی

٢٥١٤: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، "فَكَتَبَ إِلَيَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ".

ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں (دو عورتوں کے مقدمہ میں) لکھا تو اس کے جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا کہ (اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے) تو

مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔

یہ اختلاف دو طرح کا ہوسکتا ہے، گروی میں اختلاف ہوسکتا ہے مثلاً مرہونہ جانور مر جائے تو اس کی قیمت میں اختلاف ہوسکتا ہے کہ وہ کتنی قیمت کا تھا، دوسرا یہ کہ قرض میں اختلاف ہو جائے کہ وہ دو ہزار تھا یا چار ہزار، تو ایسے میں مدعی پر بینہ قائم کرنا لازم ہے، ورنہ مدعی علیہ پر قسم آئے گی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے جس کا یہاں بھی لحاظ کیا جائے گا، اگر قرض میں اختلاف ہو جائے اور جو زیادہ قرض کا دعویٰ کرے مثلاً دو ہزار کی بجائے چار ہزار کا، تو وہ مدعی ہوگا جو گواہ قائم کرے گا، اگر یہ گواہ قائم نہ کر سکے تو دوسرے سے قسم لی جائے گی، اور یہ اصول رَہن میں بھی جاری ہوگا۔

اور اگر مرہون چیز مر جائے، تو اسے قرض میں کاٹا جائے گا[1]، اور اگر اس کی قیمت میں اختلاف ہو جائے تو مالک جو زیادہ قیمت بتائے گا اس سے بینہ طلب کیا جائے گا۔ لہٰذا یہ قانون ہر جگہ نافذ ہوگا۔

۲۵۱۵-۲۵۱۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلا فَقَرَأَ إِلَى عَذَابٌ أَلِيمٌ سورة آل عمران آية ٧٧، ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا، فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: فَحَدَّثْنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ لَفِيَّ، وَاللهِ أُنْزِلَتْ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ، فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ؟ قُلْتُ: إِنَّهُ إِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلا إِلَى وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ سورة آل عمران آية ٧٧".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابووائل نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص جان بوجھ کر اس نیت سے جھوٹی قسم کھائے کہ اس

---

[1] یہ ایک رائے ہے جسے محدث گوندلوی نے ذکر کیا ہے، اور دوسری رائے جسے بعض علماء نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرہون جانور مر جائے تو یہ نقصان اصل مالک کا ہوگا، مرتھن اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، اس طرح اگر مرہون جانور بچہ جنے تو وہ بھی جانور کے مالک کا ہوگا، جس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے دار قطنی، بیہقی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے: "لا یغلق الرھن من صاحبہ الذی رَھَنَہ لہ غُنْمُہ، وعلیہ غرمُہ" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: گروی رکھی ہوئی چیز اس کے مالک سے روکی نہیں جاسکتی، اس کا فائدہ بھی اس کے لیے ہے۔ اور اس کا تاوان بھی اسی پر ہے۔ سنن دار قطنی: ۲۹۲۰، ۲۹۲۷۔

طرح دوسرے کے مال پر اپنی ملکیت جمائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہو گا۔ اس ارشاد کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے (سورۃ آل عمران میں) یہ آیت نازل فرمائی «إن الذین یشترون بعهد الله وأیمانهم ثمنا قلیلا» وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی پونجی خریدتے ہیں آخر آیت تک انہوں نے تلاوت کی۔ ابووائل نے کہا اس کے بعد اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ ابوعبدالرحمٰن (ابومسعود رضی اللہ عنہ) نے تم سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے حدیث بالا ان کے سامنے پیش کر دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ انہوں نے سچ بیان کیا ہے۔ میرا ایک (یہودی) شخص سے کنویں کے معاملے میں جھگڑا ہوا تھا۔ ہم اپنا جھگڑا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گواہ لاؤ ورنہ دوسرے فریق سے قسم لی جائے گی۔ میں نے عرض کیا پھر یہ تو قسم کھا لے گا اور (جھوٹ بولنے پر) اسے کچھ پرواہ نہ ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر کسی کا مال ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر نہایت غضبناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی۔ اس کے بعد انہوں نے وہی آیت پڑھی «إن الذین یشترون بعهد الله وأیمانهم ثمنا قلیلا» جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔ آیت «ولهم عذاب ألیم» تک۔

قولہ لقی الله وهو علیه غضبان۔ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ اگر جھوٹی قسم اٹھا کر دوسرے کا مال ہضم کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مجرم، ملعون ہوگا، اگرچہ وہ جھوٹی قسم اٹھا کر دوسرے کا مال ہتھیا لے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے عذاب کا حق دار ہوگا۔ لہٰذا اسے جھوٹی قسم اٹھانے سے گریز کرنا چاہیے۔

کتاب العتق

کتاب غلاموں کی آزادی کے بیان میں

۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ:

باب: غلام آزاد کرنے کا ثواب

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: فَكُّ رَقَبَةٍ ١٣ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ١٤ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ١٥ سورة البلد آية ١٣-١٥.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ البلد میں) فرمایا «فك رقبة • أو إطعام في يوم ذي مسغبة • يتيما ذا مقربة» کسی گردن کو آزاد کرنا یا بھوک کے دنوں میں کسی قرابت دار یتیم بچے کو کھانا کھلانا۔

غلاموں کی آزادی کا بیان، غلامی کا دور اگرچہ ختم ہوچکا ہے۔ اور اس کے احکام موقوف ہوگئے ہیں، لیکن اب بھی کسی برحق مقروض کا قرض ادا کردینا اور مظلوم قیدیوں کو چھڑانا اور انہیں جیلوں سے آزاد کرانا، اور یتیموں، مسکینوں کی دیکھ بھال کرنا اور ان کی اپنے مالوں سے پرورش کرنا باعث اجر و ثواب کام ہیں۔

بعض علماء نے اعتاق اور "فَكُّ رَقَبَةٍ" میں فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ اِعتاق سے مراد پورا غلام آزاد کرنا ہے اور فک رَقَبَۃ سے مراد مشترکہ غلام سے اپنا حصہ آزاد کرنا ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک ان دونوں لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

٢٥١٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَنْقَذَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ". قَالَ سَعِيدُ بْنُ مَرْجَانَةَ: فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِلَى عَبْدٍ لَهُ قَدْ أَعْطَاهُ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ أَوْ أَلْفَ دِينَارٍ، فَأَعْتَقَهُ.

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے واقد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن حسین کے ساتھی سعید بن مرجانہ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ سعید بن مرجانہ نے بیان کیا کہ پھر

میں علی بن حسین (زین العابدین رحمہ اللہ) کے یہاں گیا (اور ان سے حدیث بیان کی) وہ اپنے ایک غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی عبداللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت دے رہے تھے اور آپ نے اسے آزاد کر دیا۔

قولہ قال سعید بن مرجَانَۃَ۔ یہ مذکورہ سند کے ساتھ ہی موصول ہے، سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو زین العابدین علی بن حسین کے پاس لے کر گیا اور ان سے بیان کی تو انہوں نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے ایک غلام کی طرف قصد کیا، جس کا نام مطرف تھا اور اسے آزاد کر دیا حالانکہ انہیں عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اس غلام کے دس ہزار درہم یا ہزار دینار دیتے تھے، لیکن انہوں نے دنیا کے پیسے پر اس کی آزادی کو ترجیح دی اور اسے "اذھب انت حرٌّ لوجه الله" کہہ کر آزاد کر دیا۔

اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ لونڈی کی بنسبت غلام کو آزاد کرنا افضل ہے، کیونکہ لونڈی کو آزاد کرنے سے وہ ضائع اور بے سہارا ہو جائے گی، جبکہ غلام کو آزاد کیا جائے تو وہ متعدد اوصاف کا حامل ہو جاتا ہے اور وہ منصب قضاء پر فائز ہو سکتا ہے، جبکہ لونڈی کی آزادی کو ترجیح دینے والوں کے ہاں وہ آزاد ہو گی تو اس کی ہونے والی اولاد بھی آزاد ہو گی خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام ہو۔

٢۔ بَابٌ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ:

باب: کیسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟

٢٥١٨: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ: إِيمَانٌ بِاللهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ، قُلْتُ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ: أَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا، قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ ؟ قَالَ: تُعِينُ ضَايِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ ؟ قَالَ: تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ".

ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابومراوح نے اور ان سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا اور کس طرح کا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور مالک کی نظر میں جو بہت زیادہ پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مجھ سے یہ نہ ہو سکا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ پھر کسی مسلمان کاریگر کی مدد کر یا کسی بے ہنر کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں یہ بھی نہ کر سکا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کر دے کہ یہ

بھی ایک صدقہ ہے جسے تم خود اپنے اوپر کرو گے۔

٣۔بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوفِ وَالآيَاتِ:

باب: سورج گرہن اور دوسری نشانیوں کے وقت غلام آزاد کرنا مستحب ہے

٢٥١٩: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: "أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ". تَابَعَهُ عَلِيٌّ، عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، عَنْ هِشَامٍ.

ہم سے موسیٰ بن مسعود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدۃ بن قدامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بن منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو علی بن مدینی نے بھی عبد العزیز دراوردی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ہشام سے۔

٢٥٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عَثَّامٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: "كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْخُسُوفِ بِالْعَتَاقَةِ".

ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عثام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے فاطمہ بنت منذر نے بیان کیا اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔



٤۔بَابُ إِذَا أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ أَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَاءِ:

باب: اگر مشترک غلام یا لونڈی کو آزاد کر دیا جائے

٢٥٢١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُعْتَقُ".

ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ساجھیوں کے درمیان ساجھے کے غلام کو اگر کسی ایک ساجھی نے آزاد کیا، تو اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو باقی حصوں کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا۔ پھر (اسی کی طرف سے) پورے غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔



امام بخاری رحمہ اللہ ترجمہ باب میں "عَبْد" کے ساتھ "أَمة" کا لفظ لائے ہیں، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں

کے آزاد کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، اگرچہ احادیث میں "عبد" کا لفظ آیا ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی آنے والی حدیث میں لونڈی کا لفظ آیا ہے، بعض احادیث میں "أمة" کا لفظ مرفوع بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ دار قطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "قال رسول الله ﷺ من كان له شريك في عبدٍ أو أمةٍ"[1] (الحدیث)۔ اسحاق بن راہویہ کا قول یہ ہے کہ یہ حکم لونڈی کو شامل نہیں ہے، کیونکہ احادیث میں "عبد" کا لفظ آیا ہے۔ لونڈی کے متعلق یہ حکم نہیں آیا۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ لفظ "عبد" کا اطلاق "أمة" پر بھی ہو جاتا ہے، اور قرآن کریم میں بھی آتا ہے: "إن كل من في السموات والأرض إلا آتي الرحمٰن عبداً"[2] اس آیت میں عبد کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کو شامل ہے، لیکن یہ بات لغت عربیہ کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے، ہاں آنے والی ایک حدیث میں "مملوک" کا لفظ عام[3] ہے، لفظ "عبد" عام نہیں ہے، قرآنِ کریم کی آیت مذکورہ میں عبد کا لفظ عبودیت کے لحاظ سے عام ہے۔

حدیث میں ذکر ہونے والا حکم تب مراد ہے جبکہ کوئی شخص مشترکہ غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے، لیکن اگر از خود آزاد ہو جائے جیسا کہ ذی رحم کو خریدنے سے وہ آزاد ہو جاتا ہے[4]، وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے، ایسے ہی مدبر غلام جس کے بارہ میں مالک وصیت کر جائے کہ یہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہے، وہ بھی اس میں داخل نہیں ہے۔

۲۵۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ، قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مشترک غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ غلام کی پوری قیمت ادا ہو سکے تو اس کی قیمت انصاف کے ساتھ لگائی جائے گی اور باقی ساجھیوں کو ان کے حصے کی قیمت (اسی کے مال سے) دے کر غلام کو اسی کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا۔ ورنہ غلام کا جو حصہ آزاد ہو چکا وہ ہو چکا۔ باقی حصوں کی آزادی کے لیے غلام کو خود کوشش کر کے قیمت ادا کرنی ہو گی۔

قولہ یَبْلُغُ ثَمَنَ العبد۔ اس سے مراد وہ قیمت ہے جو عام مقومین ڈالیں، یعنی باقی شرکاء کو ان کی قیمت دیدے تو غلام

---

① سنن دار قطنی: ۴۲۱۸۔
② مریم: ۹۳
③ صحیح بخاری: ۲۵۲۳
④ مسند احمد: ۲۰۲۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۴ (صحیح)

اس پر آزاد ہو جائے گا، اور یہ تب ہے جبکہ اپنا حصہ آزاد کرنے والا موسر یعنی مالدار ہو، اور اگر وہ پورا غلام آزاد نہیں کرا سکتا، بلکہ مثلاً وہ نصف غلام آزاد کرا سکتا ہے تو نصف ہی آزاد کرا دے۔

٢٥٢٣: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، فَأُعْتِقَ مِنْهُ مَا أَعْتَقَ". حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ اخْتَصَرَهُ.

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مشترک غلام کے اپنے حصے کو آزاد کیا اور اس کے پاس غلام کی پوری قیمت ادا کرنے کے لیے مال بھی ہے تو پورا غلام اسے آزاد کرانا لازم ہے لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے پورے غلام کی صحیح قیمت ادا کی جا سکے۔ تو پھر غلام کا جو حصہ آزاد ہو گیا وہی آزاد ہوا۔ ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے بشر نے بیان کیا اور ان سے عبید اللہ نے اختصار کے ساتھ۔



٢٥٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ أَوْ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، وَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ". قَالَ نَافِعٌ: وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ، قَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي أَشَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ، أَوْ شَيْءٌ فِي الْحَدِيثِ.

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی (ساجھے) غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) یہ الفاظ فرمائے «شرکا لہ فی عبد» (شک راوی حدیث ایوب سختیانی کو ہوا) اور اس کے پاس اتنا مال بھی تھا جس سے پورے غلام کی مناسب قیمت ادا کی جا سکتی تھی تو وہ غلام پوری طرح آزاد سمجھا جائے گا۔ (باقی حصوں کی قیمت اس کو دینی ہو گی) نافع نے بیان کیا ورنہ اس کا جو حصہ آزاد ہو گیا بس وہ آزاد ہو گیا۔ ایوب نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں یہ (آخری ٹکڑا) خود نافع نے اپنی طرف سے کہا تھا یا یہ بھی حدیث میں شامل ہے۔

قولہ "لا أدري أشئ قاله نافع"۔ ایوب نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ "وإلا فقد عتق منهٗ ما عتق" نافع نے اپنے پاس سے کہا ہے یا یہ لفظ نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں داخل ہے، اور یہ شک ایوب راوی کو ہے، صحیح بات یہ ہے کہ



یہ لفظ حدیث میں داخل ہے اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بخاری، مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث پہلے لائے ہیں جو کہ اقویٰ ہے اور بغیر شک کے روایت کرتا ہے۔ اس کے بعد تائید کے لیے عبیداللہ کی حدیث لائے ہیں، اس کے بعد ایوب کی حدیث نقل کی ہے۔

٢٥٢٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ، حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي فِي الْعَبْدِ أَوِ الْأَمَةِ يَكُونُ بَيْنَ شُرَكَاءَ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمْ نَصِيبَهُ مِنْهُ، يَقُولُ: قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ إِذَا كَانَ لِلَّذِي أَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ، يُقَوَّمُ مِنْ مَالِهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ، وَيُدْفَعُ إِلَى الشُّرَكَاءِ أَنْصِبَاؤُهُمْ، وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ". يُخْبِرُ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ اللَّيْثُ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَصَرًا.

ہم سے احمد بن مقدام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو نافع نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غلام یا باندی کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ اگر وہ کئی ساجھیوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اس شخص پر پورے غلام کے آزاد کرانے کی ذمہ داری ہو گی لیکن یہ اس صورت میں جب شخص مذکور کے پاس اتنا مال ہو جس سے پورے غلام کی قیمت ادا کی جا سکے۔ غلام کی مناسب قیمت لگا کر دوسرے ساجھیوں کو ان کے حصوں کے مطابق ادائیگی کر دی جائے گی اور غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے اور لیث بن ابی ذئب، ابن اسحاق، جویریہ، یحییٰ بن سعید اور اسماعیل بن امیہ بھی نافع سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر طور پر۔

قولہٗ یخبر بذلك ابن عمر... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث میں لونڈی کے لفظ کو نبی اکرم ﷺ سے مرفوع بیان کیا ہے۔

قولہ مختصراً۔ یعنی لیث اور ابن ابی ذئب وغیرہ اگرچہ "عتق منهٗ ما عتق" کا لفظ ذکر نہیں کرتے۔ لیکن امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ ان کا اس لفظ کو ذکر نہ کرنا اختصار کی بنا پر ہے، دیگر احادیث کے خلاف نہیں ہے کہ ترجیح دی جائے۔

٥- بَابُ إِذَا أَعْتَقَ نَصِيبًا فِي عَبْدٍ، وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ، اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ، عَلَى نَحْوِ الْكِتَابَةِ:

باب: اگر کسی شخص نے ساجھے کے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور وہ نادار ہے تو دوسرے ساجھے والوں کے لیے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے گی جیسے مکاتب سے کراتے ہیں، اس پر سختی نہیں کی جائے گی

٢٥٢٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ عَبْدٍ.

ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحیٰی بن آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا میں نے قتادہ سے سنا، کہا کہ مجھ سے نضر بن انس بن مالک نے بیان کیا، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی غلام کا ایک حصہ آزاد کیا۔



شرح بخاری

یعنی اگر کوئی شخص مشترکہ غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے، اور آزاد کرنے والا مالدار نہ ہو تو غلام سے اس پر مشقت ڈالے بغیر محنت مزدوری کرائی جائے گی، تاکہ وہ اپنے آپ کو مکمل آزاد کرا سکے، جیسا کہ مکاتبت میں محنت مزدوری کرائی جاتی ہے، اور اگر وہ محنت نہ کر سکتا ہو تو اس کا جتنا حصہ آزاد کیا گیا وہی آزاد ہوگا، باقی حصہ غلام رہے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کے دونوں الفاظ میں تطبیق دینا چاہتے ہیں، کیونکہ بعض احادیث میں "فقد عتق منہ ما عتق" آتا ہے، اور بعض احادیث میں "استسعی غیر مشقوق علیہ" آتا ہے۔ بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ پہلی صورت تب ہے جبکہ غلام محنت، مشقت نہ کر سکتا ہو، اور اپنا حصہ آزاد کرنے والا مالدار نہ ہو بلکہ نادار ہو تو اس کا جتنا حصہ ایک شریک نے آزاد کیا ہے اتنا ہی آزاد ہوگا باقی غلام رہے گا، اور دوسری صورت تب ہے جبکہ وہ محنت و مشقت اور کمائی کر سکتا ہو۔ اور اپنے بقایا حصے کو بھی آزاد کرا سکتا ہو۔

٢٥٢٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا أَوْ شَقِيصًا فِي مَمْلُوكٍ فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا قُوِّمَ عَلَيْهِ فَاسْتُسْعِيَ بِهِ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ». تَابَعَهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ، وَأَبَانُ، وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ، عَنْ قَتَادَةَ، اخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ.



ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے، ان سے قتادہ نے ان سے نضر بن انس نے، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی ساجھے کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کی پوری آزادی اسی کے ذمہ ہے۔ بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو۔ ورنہ غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور (اس سے اپنے بقیہ حصوں کی قیمت ادا کرنے کی) کوشش کے لیے کہا جائے گا۔ لیکن اس پر کوئی سختی نہ کی جائے گی۔ سعید کے ساتھ اس حدیث کو حجاج بن حجاج، ابان اور موسیٰ بن خلف نے بھی قتادہ سے روایت کیا۔ شعبہ نے اسے مختصر کر دیا ہے۔

٦- بَابُ الْخَطَإِ وَالنِّسْيَانِ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلاَقِ وَنَحْوِهِ، وَلاَ عَتَاقَةَ إِلاَّ لِوَجْهِ اللهِ:

باب: اگر بھول چوک کر کسی کی زبان سے عتاق (آزادی) یا طلاق یا اور کوئی ایسی ہی چیز نکل جائے

وَنَحْوِهِ وَلَا عَتَاقَةَ إِلَّا لِوَجْهِ اللهِ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِي وَالْمُخْطِئِ.

اور آزادی صرف اللہ کی رضامندی کے لیے کی جاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے اور بھولنے والے اور غلطی سے کوئی کام کر بیٹھنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

شرح بخاری

غلام آزاد کرنے یا طلاق دینے میں یا اس کے علاوہ دیگر کاموں میں غلطی سے یا بھول کر زبان سے کوئی لفظ نکل جائے، تو اس کا کیا حکم ہے، اور غلام یا لونڈی کی آزادی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے، اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے، اور بھولنے والے اور غلطی سے کوئی کام کرنے والے کی نیت نہیں ہوتی۔ (لہٰذا بھول کر یا غلطی سے غلام آزاد کرنے والے اور طلاق دینے والے کی آزادی اور طلاق واقع نہیں ہوگی)

٢٥٢٨: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ".

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے زرارہ بن اوفی نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جب تک وہ انہیں عمل یا زبان پر نہ لائیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وسوسے اور دل میں آنے والے خیالات پر مواخذہ نہیں ہے، اور جو چیز بھول کر یا غلطی سے زبان سے صادر ہو جائے تو اس پر بالاَولیٰ مواخذہ نہیں ہوگا۔

۲۵۲۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ".

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم تیمی نے، ان سے علقمہ بن وقاص لیثی نے، کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہو، وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے سمجھی جائے گی اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہو گی یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے تو یہ ہجرت محض اسی کے لیے ہو گی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔



۷۔ بَابُ إِذَا قَالَ رَجُلٌ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلّٰهِ، وَنَوَى الْعِتْقَ، وَالْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ:

باب: ایک شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہہ دیا کہ وہ اللہ کے لیے ہے (تو وہ آزاد ہو گیا) اور آزادی کے ثبوت کے لیے گواہ (ضروری ہیں)



۲۵۳۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيدُ الْإِسْلَامَ وَمَعَهُ غُلَامُهُ ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ، فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، هَذَا غُلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ. فَقَالَ: أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ حُرٌّ. قَالَ: فَهُوَ حِينَ يَقُولُ: يَا لَيْلَةً مِنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ".

ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، ان سے محمد بن بشر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے (مدینہ کے لیے) نکلے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ (راستے میں) وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ پھر جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (مدینہ پہنچنے کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو ان کا غلام بھی اچانک آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوہریرہ! یہ لو تمہارا غلام بھی آ گیا۔ ابوہریرہ



رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ غلام اب آزاد ہے۔ راوی نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر یہ شعر کہے تھے۔ ہے پیاری گو کٹھن ہے اور لمبی میری رات، پر دلائی اس نے دارالکفر سے مجھ کو نجات۔

۲۵۳۱: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ فِي الطَّرِيقِ: يَا لَيْلَةً مِنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ"، قَالَ: وَأَبَقَ مِنِّي غُلَامٌ لِي فِي الطَّرِيقِ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَايَعْتُهُ، فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، هَذَا غُلَامُكَ؟ فَقُلْتُ: هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللَّهِ، فَأَعْتَقْتُهُ". قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ: لَمْ يَقُلْ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ حُرٌّ.

ہم سے عبیداللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے قیس نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آتے ہوئے راستے میں یہ شعر کہا تھا: ہے پیاری گو کٹھن ہے اور لمبی میری رات، پر دلائی اس نے دارالکفر سے مجھ کو نجات۔ انہوں نے بیان کیا کہ راستے میں میرا غلام مجھ سے بچھڑ گیا تھا۔ پھر جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسلام پر قائم رہنے کے لیے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرلی۔ میں ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہی ہوا تھا کہ وہ غلام دکھائی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوہریرہ! یہ دیکھ تیرا غلام بھی آگیا۔ میں نے کہا، یارسول اللہ! وہ اللہ کے لیے آزاد ہے۔ پھر میں نے اسے آزاد کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوکریب نے (اپنی روایت میں) ابواسامہ سے یہ لفظ نہیں روایت کیا کہ وہ آزاد ہے۔

۲۵۳۲: حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: لَمَّا أَقْبَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَمَعَهُ غُلَامُهُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْإِسْلَامَ، فَضَلَّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بِهَذَا، وَقَالَ: أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ لِلَّهِ".

ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن حمید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے کہ جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آرہے تھے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا، آپ اسلام کے ارادے سے آرہے تھے۔ اچانک راستے میں وہ غلام بھول کر الگ ہو گیا (پھر یہی حدیث بیان کی) اس میں یوں ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ اللہ کے لیے ہے۔

یعنی جب کوئی شخص آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، تو وہ آزاد ہو جائے گا، اور آزادی کے ثبوت کے لیے گواہ بنالینا چاہیے، اگرچہ غلام کی آزادی پر گواہ بنانا ضروری نہیں ہے۔

٨۔بَابُ أُمِّ الْوَلَدِ:

باب: ام ولد کا بیان

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّهَا.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے۔

٢٥٣٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "إِنَّ عُتْبَةَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنْ يَقْبِضَ إِلَيْهِ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ، قَالَ عُتْبَةُ: إِنَّهُ ابْنِي، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدٌ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ، فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَقْبَلَ مَعَهُ بِعَبْدِ بْنِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا ابْنُ أَخِي، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا أَخِي ابْنُ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ابْنِ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ، فَإِذَا هُوَ أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ مِمَّا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".



ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کے بچے کو اپنے قبضے میں لے لیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ لڑکا میرا ہے۔ پھر جب فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے، تو سعد رضی اللہ عنہ نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبد بن زمعہ بھی ساتھ تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے، انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ انہیں کا لڑکا ہے۔ لیکن عبد بن زمعہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ جو زمعہ (میرے والد) کی باندی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے فراش پر پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ



علیہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو واقعی وہ عتبہ کی صورت پر تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عبد بن زمعہ! یہ تمہاری پرورش میں رہے گا۔ کیونکہ بچہ تمہارے والد ہی کے فرش پر پیدا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اے سودہ بن زمعہ! اس سے پردہ کیا کر یہ ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے کی تھی کہ بچے میں عتبہ کی شباہت دیکھ لی تھی۔ سودہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔

ام ولد وہ لونڈی ہے جو اپنے مالک سے بچہ جنے، اکثر علماء کے نزدیک ام ولد اپنے مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہوتی ہے، جمہور کا یہی مذہب ہے، ماریہ سے نبی ﷺ کا بیٹا ابراہیم پیدا ہوا اس کے متعلق آتا ہے: "أعتقها ولدُها"[1] اس کے بیٹے نے اسے آزاد کردیا، لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت آتی ہے: "كنا نَبِيعُ سَرَارِيَنا أمهاتِ الأولادِ فنَهَانا عنه"[2] ہم ام ولد کی بیع کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے روک دیا تو ہم باز آگئے، اس لیے بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ ام ولد لونڈی ہی رہتی ہے، اور اسے بیچنا جائز ہے، مالک کے مرتے کے بعد بھی لونڈی ہی رہتی ہے، لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جاتی ہے۔

قوله أن تلد الأمة رَبَّها۔ بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ بے حیا ہو جائیں گے وہ اپنی ماؤں کے ساتھ لونڈیوں جیسا سلوک کریں گے، گویا ایسے ہوگا جیسے لونڈی نے اپنے مالک کو جنا ہے، بعض نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں لفظ "رَبَّها" سے استدلال کیا ہے کہ لونڈی بچہ جننے کے بعد بھی لونڈی ہی رہتی ہے، آزاد نہیں ہوتی، ہاں آزاد کرنے سے آزاد ہوتی ہے، بہرحال یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

قوله هولك يا عبد بن زمعة۔ یعنی اے عبد یہ تیرا بھائی ہے، لفظ "لك" کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ یہ تیرا غلام ہے، کیونکہ تیرے باپ کا بھی غلام تھا، لیکن استدلال تو "وَليدَة" کے لفظ سے ہے، اگر بھائی بنائیں تو آزاد ہوگا، کیونکہ بیٹا غلام نہیں ہوسکتا۔ "وَلِيدَةُ أبي" کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جننے کے بعد لونڈی رہتی ہے کیونکہ جننے کے بعد بھی اسے ولیدۃ الاب کہا گیا ہے۔

شرح بخاری

٩۔بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

باب: مدبر کی بیع کا بیان

٢٥٣٤: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ، فَبَاعَهُ، قَالَ جَابِرٌ: مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ أَوَّلَ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا،

---

(1) سنن دار قطنی:٤٢٣٥

(2) سنن دار قطنی:٤٢٤٩(بمعناه)

انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص نے اپنی موت کے بعد اپنے غلام کی آزادی کے لیے کہا تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو بلایا اور اسے بیچ دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر وہ غلام اپنی آزادی کے پہلے ہی سال مر گیا تھا۔

مدبرہ وہ غلام ہے جسے اس کا مالک یہ کہہ دے کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے، اس حدیث کے پیش نظر امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر بنائے ہوئے غلام کو بیچا ہے۔

قولہ أعتق رجلٌ۔ یہ آدمی ابو مذکور انصاری تھا، اور غلام کا نام یعقوب تھا، جیسا کہ مسلم کی روایت ہے۔

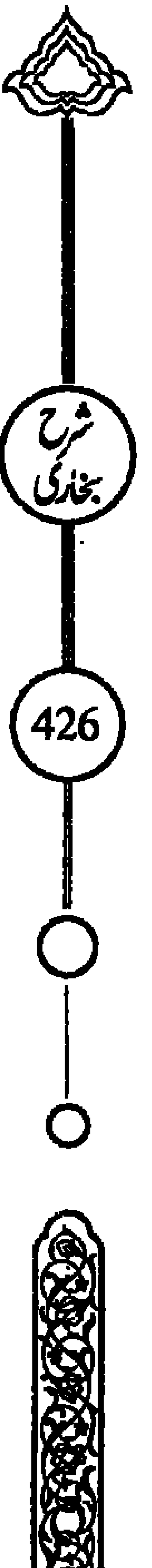
قولہ مات الغلامُ عام أولَ۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے سال فوت ہوا، جیسا کہ مسلم میں ابن عیینہ عن عمرو کی سند کے ساتھ مروی ہے: "فی إمارۃ ابن الزبیر۔"[1]

١٠-بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ:

باب: ولاء (غلام یا لونڈی کا ترکہ) بیچنا یا ہبہ کرنا

٢٥٣٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ، وَعَنْ هِبَتِهِ".

ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کے بیچنے اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔



آزاد کردہ غلام کا آزاد کرنے والے سے جو تعلق ہوتا ہے اسے ولاء کہتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے باپ کا اپنے بیٹے سے بنوت کا تعلق ہوتا ہے تو جیسے بنوت فروخت نہیں ہو سکتی کہ کسی دوسرے کا بیٹا بن جائے، اور نہ ہی بنوۃ ہبہ ہو سکتی ہے ایسے ولاء بھی بیع یا ہبہ نہیں ہو سکتی، لہٰذا بنوت کی طرح ولاء بھی قابل انتقال نہیں ہے، آزاد کردہ غلام فوت ہو جائے تو اس کا وارث آزاد کرنے والا یا اس کے ورثاء ہوں گے۔

٢٥٣٦: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتِ: اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ فَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَعْتِقِيهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ". فَأَعْتَقْتُهَا، فَدَعَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا، فَقَالَتْ: لَوْ أَعْطَانِي كَذَا وَكَذَا مَا ثَبَتُّ عِنْدَهُ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم

---

[1] صحیح مسلم (٥٩) ٩٩٧۔

نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو میں نے خرید اتو ان کے مالکوں نے ولاء کی شرط لگائی (کہ آزادی کے بعد وہ انہیں کے حق میں قائم رہے گی) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہیں آزاد کر دو، ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو قیمت دے کر کسی غلام کو آزاد کر دے۔ پھر میں نے انہیں آزاد کر دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے شوہر کے سلسلے میں انہیں اختیار دیا۔ بریرہ نے کہا کہ اگر وہ مجھے فلاں فلاں چیز بھی دیں تب بھی میں اس کے پاس نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر سے جدا ہو گئیں۔

قولہ فإن الولاء۔ ایک حدیث میں: "فإنما الولاء لمن أعتق" آتا ہے[1]، اور "إنما" کلمہ حصر ہے، یعنی وَلاء معتق پر ہی منحصر ہے، لہٰذا بیع یا ہبہ کے ساتھ کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی۔

١١. بَابٌ إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى إِذَا كَانَ مُشْرِكًا:

باب: اگر کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا قید ہو کر آئے تو کیا (ان کو چھڑانے کے لیے) اس کی طرف سے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَادَيْتُ نَفْسِي، وَفَادَيْتُ عَقِيلًا. وَكَانَ عَلِيٌّ لَهُ نَصِيبٌ فِي تِلْكَ الْغَنِيمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيهِ عَقِيلٍ، وَعَمِّهِ عَبَّاسٍ.

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے (جنگ بدر کے بعد قید سے آزاد ہونے کے لیے) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا بھی حالانکہ اس غنیمت میں علی رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ اور چچا عباس رضی اللہ عنہ سے ملی تھی۔

٢٥٣٧: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: ائْذَنْ لَنَا، فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ، فَقَالَ: لَا تَدَعُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا".

ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اجازت چاہی اور آکر عرض کیا کہ آپ ہمیں اس کی اجازت دے دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ معاف کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ایک

[1] صحیح بخاری: ٢٥٦٢

درہم بھی نہ چھوڑو۔

یعنی جب کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا قید ہو کر آجائے تو کیا انہیں چھڑانے کے لیے فدیہ دیا جاسکتا ہے؟ یعنی جب کسی شخص کا بھائی یا چچا وغیرہ قیدیوں میں گرفتار ہو کر آجائیں تو اس شخص کا اس پر ملک آجائے گا، جبکہ اس کا اس پر ملک آیا ہے تو جتنا اس کا اس میں حصہ ہے اتنا وہ آزاد ہو جائے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، کہ "مَن مَّلَكَ ذارَحِمٍ محرمٍ عَلَيۡهِ" میں آزادی واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ ایک حدیث بھی آتی ہے "مَن مَّلك ذا رحم محرم عتق"[1] اس حدیث کو حسن، سمرہ سے روایت کرتے ہیں، اور حسن کے سمرۃ سے سماع میں اختلاف ہے۔ اس لیے بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس لیے بخاری اپنے محرم کے مالک بن جانے سے اس کی آزادی کے قائل نہیں ہیں۔ شوافع کے نزدیک ولادت کے تعلق میں آزادی ہو جائے گی، لیکن أبوت یا أخوت کے تعلق میں آزاد نہیں ہوگا، جبکہ احناف ہر ذی رحم محرم کے ملک میں آنے سے آزاد ہو جانے کے قائل ہیں، اور وہ حدیث مذکور سے اس پر استدلال کرتے ہیں جو حسن، سمرہ سے روایت کرتے ہیں: "من ملك ذا رحم محرم عليه فقد عتق عليه"۔

جبکہ بخاری اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتے، اور وہ ذی رحم رشتہ دار کی ملک میں آزاد ہو جانے کے قائل نہیں ہیں، اور وہ اس باب کے تحت آنے والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، کہ جنگ بدر میں عباس اور عقیل بھی قیدیوں میں قیدی بنا کر لائے گئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غانمین میں شامل تھے اور انہیں ان پر ملک کا ایک حصہ حاصل تھا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عباس پر حاصل تھا، لیکن اس سے ان کی آزادی کا حکم نہیں دیا گیا، اگر ان کا حصہ آزاد ہو جاتا تو یہ باقی بھی آزاد ہو جاتے اور ان سے فدیہ نہ لیا جاتا، بلکہ ان کو فدیہ دینا پڑتا۔ کیونکہ وہ سب غانمین کا مشترک غلام تھا، جبکہ ایک شخص کا حصہ آزاد ہو جاتا تو باقی بھی آزاد ہونا چاہیے تھا، لیکن انہوں نے انہیں آزاد نہیں کیا، حنفی اس کا جواب دیتے ہیں کہ جب تک تقسیم کے ساتھ احراز نہ ہو اس وقت تک اس پر ملک قائم نہیں ہوتا، اور اس واقعہ میں احراز نہیں پایا گیا، اگر احراز ہوتا تو وہ دارالاسلام میں آجاتے، احناف کے ہاں ملک تین صورتوں میں قائم ہوتا ہے، دارالحرب میں تقسیم ہونے سے ملک قائم ہو جاتا ہے، یا دارالاسلام میں احراز پایا جائے، یا تقسیم ہونے کے بعد اس کے پاس آجائے۔ اور یہاں ان تین چیزوں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی، حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے، لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالاسلام میں احراز ہو گیا تھا، اور ملک قائم ہو گیا تھا، اس لیے آزاد ہونا چاہیے تھا، لیکن آزادی ہوئی نہیں ہے، حنفی کہتے ہیں ابھی تقسیم نہیں ہوئی تھی اور تقسیم سے پہلے امیر کو اختیار ہوتا ہے، انہیں قتل کر دے یا احسان کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دے یا غلام بنا لے، جب غلام بنائے گا تب ملک آجائے گا، حالانکہ پہلے غلام تو بنا لیا تھا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہنے کے مطابق فیصلہ دیدیا گیا تھا کہ انہیں چھوڑ دینا چاہیے، اور فدیہ لے لینا چاہیے تو ملک قائم ہو گیا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ملک قائم ہو گیا تھا حضرت







---

[1] السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸۷۷ (ضعیف)

علی رضی اللہ عنہ غانمین میں شامل تھے اور ان کے بھائی عقیل اور چچا عباس غنائم میں داخل تھے اور محرم رشتے دار تھے۔

قولہ لابن اختنا عباس۔ حضرت عباس کو توسعًا بھانجا کہا گیا ہے، جبکہ عباس کے والد عبدالمطلب انصار کے بھانجا تھے، کیونکہ عبدالمطلب کی والدہ انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تھیں، جس کا نام سلمٰی تھا۔

انصار نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ اجازت دیں تو عباس کا فدیہ معاف کردیں، آپ کو علم تھا کہ عباس مالدار ہے، اس لیے فرمایا کہ ایک درہم بھی نہیں چھوڑا جائے گا، کیونکہ یہ عدل وانصاف کے خلاف ہے۔

١٢-بَابُ عِتْقِ الْمُشْرِكِ:

باب: مشرک غلام کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

٢٥٣٨: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ، فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ، وَأَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ، قَالَ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا يَعْنِي أَتَبَرَّرُ بِهَا؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ".

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، انہیں ان کے والد نے خبر دی کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنے کفر کے زمانے میں سو غلام آزاد کیے تھے اور سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لیے دیے تھے۔ پھر جب اسلام لائے تو سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لیے دیے اور سو غلام آزاد کیے۔ پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! بعض ان نیک اعمال کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جنہیں میں بہ نیت ثواب کفر کے زمانہ میں کیا کرتا تھا (ہشام بن عروہ نے کہا کہ) «أتحنث بها» کے معنی «أتبرر بها» کے ہیں) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا جو نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو وہ سب قائم رہیں گی۔

عتق المشرک میں اضافت فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف۔ یعنی مشرک آدمی اگر کسی غلام کو آزاد کرے تو اس کا یہ فعل اگرچہ لِوجہِ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نہیں ہوتا لیکن اس کے آزاد کرنے سے غلام کی آزادی واقع ہو جائے گی۔ یا مشرک غلام کو آزاد کرنا مراد ہے، گویا مسلمان کا کسی کافر اور مشرک غلام کو آزاد کرنا بھی نیکی کا کام ہے۔

قولہ أسلمتَ علیٰ ما سَلَفَ لَکَ من خَیرٍ۔ بعض علماء کے نزدیک اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ جو نیک کام تو نے اس سے پہلے جاہلیت میں کیے ہیں تو ان کے ساتھ ہی مسلمان ہوا ہے یعنی تیرے مسلمان ہونے کی وجہ سے تجھے جاہلیت میں کیے ہوئے نیک کاموں کا اجر و ثواب ملے گا، اور بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ تیرے جاہلیت

میں کیے ہوئے نیک کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھے اسلام کی نعمت عطا کی ہے، اور تجھے اسلام نصیب ہوا ہے۔ اگرچہ ان کا اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

۱۳۔ بَابُ مَنْ مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ:

باب: اگر عربوں پر جہاد ہو اور کوئی ان کو غلام بنائے پھر ہبہ کرے یا عربی لونڈی سے جماع کرے یا فدیہ لے یہ سب باتیں درست ہیں یا بچوں کو قید کرے

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ضَرَبَ اللهُ مَثَلا عَبْدًا مَمْلُوكًا لا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ الْحَمْدُ لله بَلْ أَكْثَرُهُمْ لا يَعْلَمُونَ سورة النحل آية ٧٥.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النحل میں) فرمایا «ضرب الله مثلا عبدا مملوكا لا يقدر على شيء ومن رزقناه منا رزقا حسنا فهو ينفق منه سرا وجهرا هل يستوون الحمد لله بل أكثرهم لا يعلمون» اللہ تعالیٰ نے ایک مملوک غلام کی مثال بیان کی ہے جو بے بس ہو اور ایک وہ شخص جسے ہم نے اپنی طرف سے روزی دی ہو، وہ اس میں پوشیدہ اور ظاہرہ خرچ بھی کرتا ہو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں (ہرگز نہیں) تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔



یعنی اگر عربوں سے جہاد ہو اور کوئی شخص عربوں کو غلام یا لونڈی بنائے پھر اسے ہبہ کرے، یا بیچے، یا عربی لونڈی سے جماع کرے، یا اس سے فدیہ لے، یا ان کے بچوں کو قیدی بنائے تو یہ سب باتیں درست ہیں۔ اس ترجمہ باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ عربوں پر رِق طاری ہو سکتی ہے، بعض کہتے ہیں کہ عربوں کو غلام نہیں بنایا جاسکتا، اگر عربی قید ہو کر آئے تو اس کے لیے دو ہی چیزیں ہیں: "إما السيف وإما الإسلام" وہ مسلمان ہو جائے یا پھر قتل کر دیا جائے، اسے غلام نہیں بنایا جائے گا۔

شرح بخاری

احناف کے ہاں وہ مسلمان ہو کر غلام رہ سکتا ہے، کافر ہو کر غلام نہیں رہ سکتا، گویا عربی کو کفر پر برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ احناف کے ہاں مشرکین کی ذریت کو قید کیا جاسکتا ہے، اور وہ غلام بن جاتے ہیں اور ان کی عورتیں بھی لونڈیاں بن جاتی ہیں بالغوں کو غلام نہیں بنایا جاسکتا۔ جبکہ عربوں کو غلام بنایا جاسکتا ہے جیسا کہ بخاری کی رائے ہے تو ان کی بیع اور ہبہ بھی جائز ہے اور لونڈی سے جماع بھی جائز ہے، اور فدیہ پر سب کا اتفاق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال قرآنِ کریم کی آیت سے ہے، ارشاد ہے: "ضرب الله مثلاً عبدًا مملوكًا" اس آیت میں عبد مملوک عام ہے۔ عربی اور غیر عربی دونوں کو شامل ہے، قرآنِ کریم نے غلام کے لیے کوئی قید نہیں لگائی۔ بلکہ غلام عربی اور عجمی دونوں کو شامل ہے۔



٢٥٣٩-٢٥٤٠: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ،

ذَكَرَ عُرْوَةُ، أَنَّ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ؟ فَقَالَ: إِنَّ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، إِمَّا الْمَالَ، وَإِمَّا السَّبْيَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ. "فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ، فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ ذَلِكَ، قَالَ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا، فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ". وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا.

ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے لیث نے خبر دی، انہیں عقیل نے، انہیں ابن شہاب نے کہ عروہ نے ذکر کیا کہ مروان اور مسور بن مخرمہ نے انہیں خبر دی کہ جب قبیلہ ہوازن کی بھیجے ہوئے لوگ (مسلمان ہو کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان سے ملاقات فرمائی، پھر ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (خطبہ سنایا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دیکھتے ہو میرے ساتھ جو لوگ ہیں (میں اکیلا ہوتا تو تم کو واپس کر دیتا) اور بات وہی مجھے پسند ہے جو سچ ہو۔ اس لیے دو چیزوں میں سے ایک ہی تمہیں اختیار کرنی ہوگی، یا اپنا مال واپس لے لو، یا اپنے قیدیوں کو چھڑا لو، اسی لیے میں نے ان کی تقسیم میں بھی دیر کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے لوٹتے ہوئے (جعرانہ میں) ہوازن والوں کا وہاں پر کئی راتوں تک انتظار کیا تھا۔ جب ان لوگوں پر یہ بات پوری طرح ظاہر ہو گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو چیزوں (مال اور قیدی) میں سے صرف ایک ہی کو واپس فرما سکتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے آدمی ہی واپس کر دیجئے جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب فرمایا، اللہ کی تعریف اس کی شان کے مطابق کرنے کے بعد فرمایا امابعد! یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس نادم ہو کر آئے ہیں اور میرا بھی خیال یہ ہے کہ

"ان کے آدمی جو ہماری قید میں ہیں، انہیں واپس کر دیے جائیں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ان کے آدمیوں کو واپس کرے وہ ایسا کر لے اور جو شخص اپنے حصے کو چھوڑنا نہ چاہے (اور اس شرط پر اپنے قیدیوں کو آزاد کرنے کے لیے تیار ہو کہ ان قیدیوں کے بدلے میں) ہم اسے اس کے بعد سب سے پہلی مال غنیمت میں سے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دے گا اس کے (اس) حصے کا بدلہ اس کے حوالہ کر دیں گے تو وہ ایسا کر لے۔ لوگ اس پر بول پڑے کہ ہم اپنی خوشی سے قیدی کو واپس کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا لیکن ہم پر یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ کس نے ہمیں اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لیے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس جائیں اور سب کے ذمہ دار آکر ان کی رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔ چنانچہ سب لوگ چلے آئے اور ان کے سرداروں نے (ان سے گفتگو کی) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ سب نے اپنی خوشی سے اجازت دے دی ہے۔ یہی وہ خبر ہے جو ہمیں ہوازن کے قیدیوں کے سلسلے میں معلوم ہوئی ہے۔ (زہری نے کہا) اور انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (جب بحرین سے مال آیا) کہا تھا کہ (بدر کے موقع پر) میں نے اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا بھی۔



اس حدیث میں عربی قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کا ذکر ہے جن کے مردوں اور عورتوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا گیا ہے۔ اور بنو ہوازن کے اسلام قبول کرنے پر انہیں ہبہ کر دینے کا ذکر بھی ہے، جو کہ ترجمہ باب کا ایک جزء ہے۔

قولہٗ قال أنس قال عباس۔ اس سے معلوم ہوا کہ بالغ غلام بن سکتا ہے، اور اس میں فدیہ دینے کا ذکر بھی ہے۔

۲۵۴۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ. أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ، "إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ، وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ". حَدَّثَنِي بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ. وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ.

شرح بخاری

ہم سے علی بن حسن نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو ابن عون نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نافع رحمہ اللہ کو لکھا تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر جب حملہ کیا تو وہ بالکل غافل تھے اور ان کے مویشی پانی پی رہے تھے۔ ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا گیا، عورتوں بچوں کو قید کر لیا گیا۔ انہیں قیدیوں میں جویریہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) بھی تھیں۔ (نافع رحمہ اللہ نے لکھا تھا کہ) یہ حدیث مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی تھی، وہ خود بھی اسلامی فوج کے ہمراہ تھے۔

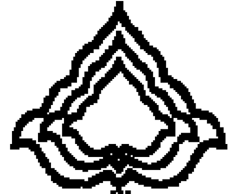
بنو مصطلق عرب کا قبیلہ تھا، جنہیں غلام بنایا گیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ کفارِ عرب کو بھی غلام اور لونڈیاں بنایا جائے گا



جبکہ وہ مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں سے لڑائی کریں۔ اور اس حدیث میں "سَبِي ذَرَارِيّهم" کا بھی ترجمہ باب سے تعلق ہے کہ کفارِ عرب کے عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے غلام اور لونڈیاں بنایا گیا ہے اور ان لونڈیوں سے جماع کا ذکر بھی ہے۔

۲۵۴۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ، فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ، فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ، فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ، وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے، انہیں محمد بن یحیٰی بن حبان نے، ان سے ابن محیریز نے کہ میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان سے ایک سوال کیا، آپ نے جواب میں کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق کے لیے نکلے۔ اس غزوے میں ہمیں (قبیلہ بنی مصطلق کے) عرب قیدی ہاتھ آئے (راستے ہی میں) ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور عورت سے الگ رہنا ہم کو مشکل ہو گیا۔ ہم نے چاہا کہ عزل کر لیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم عزل کر سکتے ہو، اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جن روحوں کی بھی قیامت تک کے لیے پیدائش مقدر ہو چکی ہے وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہیں گی (لہٰذا تمہارا عزل کرنا بیکار ہے)۔



۲۵۴۳: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ، وحَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ، سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِيهِمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ، قَالَ: وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا، وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَ: أَعْتِقِيهَا، فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ".

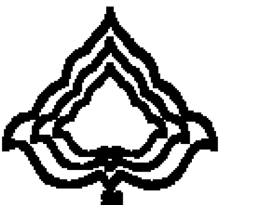


ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے عمارہ بن قعقاع، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بنو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا رہا

ہوں (دوسری سند امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا) مجھ سے ابن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو جریر بن عبدالحمید نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں حارث نے، انہیں ابوزرعہ نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے، (تیسری سند) اور مغیرہ نے عمارہ سے روایت کی، انہوں نے ابوزرعہ سے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین باتوں کی وجہ سے جنہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں بنو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ دجال کے مقابلے میں میری امت میں سب سے زیادہ سخت مخالف ثابت ہوں گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) بنو تمیم کے یہاں سے زکوٰۃ (وصول ہو کر آئی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہماری قوم کی زکوٰۃ ہے۔ بنو تمیم کی ایک عورت قید ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اسے آزاد کر دے کہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

قولہٗ ھٰذہٖ صدقات قومنا۔ نبی اکرم ﷺ نے بنو تمیم کو اپنی قوم قرار دیا، کیونکہ ان کا نسب الیاس بن مضر پر آپ کے نسب سے مل جاتا ہے۔

قولہٗ فإنّها من وَلدِ اسماعیل۔ اس حدیث کے ایک طریق میں "ابتاعی" بھی آتا ہے کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس لونڈی کو خرید کر آزاد کر دے، کیونکہ یہ اولادِ اسماعیل سے ہے، اور یہ عرب کا قبیلہ ہے لہٰذا عربوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا جاسکتا ہے، اور اس حدیث کا ترجمہ باب کے بیع کے لفظ سے تعلق بھی ہے۔



۱۴۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ أَدَّبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا:

باب: جو شخص اپنی لونڈی کو ادب اور علم سکھائے، اس کی فضیلت کا بیان

٢٥٤٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَالَهَا فَأَحْسَنَ إِلَيْهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ".

ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا، انہوں نے مطرف سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے ابوبردہ سے، انہوں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی پرورش کرے اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔



١٥- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْعَبِيدُ إِخْوَانُكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ»:

باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ غلام تمہارے بھائی ہیں پس ان کو بھی تم اسی میں سے کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا بیان کہ غلام تمہارے بھائی ہیں جو تم خود کھاؤ وہ انہیں بھی کھلاؤ۔

قولہ تعالیٰ "واعبدوا اللہ" اس آیت کریمہ میں "ماملکت أیمانکم" سے مراد غلام اور لونڈیاں ہیں اور ان سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ دیگر رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَاعْبُدُوا اللهَ وَلا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهَ لا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا سورة النساء آية ٣٦، قَالَ أَبُو عَبْد الله: ذِي الْقُرْبَى الْقَرِيبُ، وَالْجُنُبُ الْغَرِيبُ الْجَارُ الْجُنُبُ يَعْنِي الصَّاحِبَ فِي السَّفَرِ.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ «واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين إحسانا وبذي القربى واليتامى والمساكين والجار ذي القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وماملكت أيمانكم إن الله لا يحب من كان مختالا فخورا» اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور رشتہ دار پڑوسیوں اور غیر پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جو تکبر کرنے اور اکڑنے والا اور گھمنڈ غرور کرنے والا ہو۔(آیت میں) «ذي القربى» سے مراد رشتہ دار ہیں، «جنب» سے غیر یعنی اجنبی اور «الجار الجنب» سے مراد سفر کا ساتھی ہے۔

٢٥٤٥: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمَعْرُورَ بْنَ سُوَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ

مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ".

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ہم سے واصل بن حیان نے جو کبڑے تھے، بیان کیا، کہا کہ میں نے معرور بن سوید سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے بدن پر بھی ایک جوڑا تھا اور ان کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کا ایک جوڑا تھا۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ ایک دفعہ میری ایک صاحب (یعنی بلال رضی اللہ عنہ سے) سے کچھ گالی گلوچ ہو گئی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے انہیں ان کی ماں کی طرف سے عار دلائی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دے رکھا ہے۔ اس لیے جس کا بھی کوئی بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ لیکن اگر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالو تو پھر ان کی خود مدد بھی کر دیا کرو۔

قولہ وعلى غلامه حلة۔ یہ حدیث اس سے قبل کتاب الایمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية کے تحت ذکر ہو چکی ہے، اس میں آیا ہے کہ ایک حلہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر تھا اور ایک حلہ ان کے غلام پر تھا، بعض احادیث میں آتا ہے کہ ایک کپڑا حضرت ابوذر کا نیا تھا اور دوسرا پرانا تھا، اسی طرح ان کے غلام کا ایک کپڑا نیا تھا اور دوسرا پرانا تھا، کسی نے کہا کہ آپ نیا کپڑا غلام سے خود لے لیں، اور پرانا کپڑا اسے دے دیں، تاکہ آپ کا لباس حلہ بن جائے، حالانکہ حلہ ایک ہی قسم کے جوڑے کو کہتے ہیں، ایک کپڑا نیا اور دوسرا پرانا ہو تو اسے حلہ نہیں کہتے، حافظ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چادر نئی اور ایک پرانی بھی ہو اور اس کے ساتھ ان کے ہاں حلہ بھی ہو۔ اسی طرح ان کے غلام کے پاس بھی ہو، اس لیے کسی نے ان سے کہا ہو کہ آپ غلام سے نیا کپڑا لے لیں۔ اور اسے اپنا پرانا کپڑا دیدیں، تو آپ کے دونوں حلے نئے ہو جائیں گے اور غلام کے پرانے ہو جائیں گے، حلة، حل، يحل سے ہے جس کا معنی کھولنا ہے، یعنی حلہ وہ ہے جو ابھی کھولا گیا ہو لیکن استعمال نہ ہوا ہو، توسعًا پرانے جوڑے پر بھی بول لیا جاتا ہے، ابوذر رضی اللہ عنہ کو مواساۃ کا حکم دیا گیا تھا، انہوں نے اس سے مساوات سمجھ لی کہ غلام کے ساتھ مساوات ہونی چاہیے، اسی لیے اسے بھی اپنے جیسا حلہ پہنایا تھا۔



قولہ انی سابیت رجلاً۔ اس رجل سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

قولہ خولکم۔ خا اور واؤ کی فتحہ کے ساتھ ای خدمکم، لفظ خَوَل، یتخولون سے ہے جس کا معنی يُصْلحون أموركم ہے۔

قولہ فليطعمهُ مما يأكلُ وليلبسه مما يلبسُ۔ اى على سبيل الندب۔ ولا تكلفوهم۔ هذا على سبيل الوجوب، لأن الله تعالي يقول: لا يكلف الله نفسًا إلا وسعها۔ تعليمًا لنا كيف نفعل فيما



ملكنا الله تعالىٰ۔

١٦۔ بَابُ الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ:

باب: جب غلام اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرے اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی تو اس کے ثواب کا بیان

٢٥٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام جو اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہو اور اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہو تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے۔

٢٥٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ فَلَهُ أَجْرَانِ".

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی صالح سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے ابو بردہ سے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی کے پاس بھی کوئی باندی ہو اور وہ اسے پورے حسن و خوبی کے ساتھ ادب سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے اور جو غلام اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے بھی تو اسے بھی دوگنا ثواب ملتا ہے۔

٢٥٤٨: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الصَّالِحِ أَجْرَانِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي، لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ".

ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، انہوں نے زہری سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا، انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام جو کسی کی ملکیت میں ہو اور نیکوکار ہو تو اسے دو ثواب ملتے ہیں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد، حج اور والدہ کی خدمت (کی روک) نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ غلام رہ کر مروں۔

قولہ أن أموت وأنا مملوك۔ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ غلام کی اتنی زیادہ فضیلت ہے اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو میں غلام ہو کر مرنا پسند کرتا۔ لیکن غلام حج اور جہاد نہیں کرسکتا، اور مالک کے پاس خادم ہونے کی حیثیت سے ماں کی خدمت اور اس سے نیکی بھی نہیں کرسکتا۔

٢٥٤٩: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نِعْمَ مَا لِأَحَدِهِمْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ".

ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، ان سے ابوصالح نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنا اچھا ہے کسی کا وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت تمام حسن وخوبی کے ساتھ بجالائے اور اپنے مالک کی خیر خواہی بھی کرتا رہے۔



١٧۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيقِ، وَقَوْلِهِ عَبْدِي، أَوْ أَمَتِي:

باب: غلام پر دست درازی کرنا اور یوں کہنا کہ یہ میرا غلام ہے یا لونڈی مکروہ ہے

وَقَوْلِهِ عَبْدِي أَوْ أَمَتِي، وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ سورة النور آية ٣٢، وَقَالَ: عَبْدًا مَمْلُوكًا وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ سورة يوسف آية ٢٥، وَقَالَ: مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ سورة النساء آية ٢٥، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ، وَاذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ عِنْدَ سَيِّدِكَ وَمَنْ سَيِّدُكُمْ.

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ النور میں) فرمایا «والصالحين من عبادكم وإمائكم» اور تمہارے غلاموں اور تمہاری باندیوں میں جو نیک بخت ہیں اور (سورۃ النحل میں فرمایا) «عبدا مملوكا» مملوک غلام نیز (سورۃ یوسف میں فرمایا) «وألفيا سيدها لدى الباب» اور دونوں (یوسف اور زلیخا) نے اپنے آقا (عزیز مصر) کو دروازے پر پایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ نساء میں) فرمایا «من فتياتكم المؤمنات» تمہاری مسلمان باندیوں میں سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کو لینے کے لیے اٹھو (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے) اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ یوسف میں فرمایا «اذكرني عند ربك» (یوسف نے اپنے جیل خانہ کے ساتھی سے کہا تھا کہ) اپنے سردار (حاکم) کے یہاں میرا ذکر کر دینا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنو سلمہ سے دریافت فرمایا تھا کہ) تمہارا سردار کون ہے؟

غلام پر فخر کرنا مکروہ ہے، اور اسے میرا غلام، میری لونڈی کہنا بھی مکروہ ہے، حافظ نے کہا ہے کہ اس کراہت سے مراد



کراہت تنزیہی ہے، غلام سے اپنے آپ کو اونچا سمجھنا تکبر ہے اور تکبر کرنا ممنوع ہے۔ کیونکہ غلام بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہے، اور آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہے، اس لیے غلام پر بھی فخر اور تکبر نہیں کرنا چاہیے اور میرا غلام یا میری لونڈی اس لیے مکروہ ہے تاکہ اس سے حقیقی معنی نہ سمجھ لیا جائے، حقیقی بندگی اللہ تعالی کے لیے خاص ہے، اس سے مراد کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہت تنزیہی مراد ہے، اسی لیے امام بخاری نے ان الفاظ کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات اور بعض احادیث پیش کی ہیں۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ اپنے غلاموں کو عبدی یا امتی نہ کہا کرو، بلکہ فتای، فتاتی کہا کرو، حالانکہ قرآن کریم میں متعدد مقامات میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ فخریہ نہیں کہنا چاہیے، ویسے معرفت کے لیے کہا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، تطاول کی صورت میں سید کہنے کی بھی ممانعت ہے ورنہ جائز ہے۔

٢٥٥٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ".

ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے کہا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی عبادت تمام حسن و خوبی کے ساتھ بجالائے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کو اور اس کے بعد آنے والی احادیث کو لانے سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ ان میں لفظ عبد اور لفظ سید استعمال ہوا ہے، اور کہیں لفظ "امۃ" آیا ہے، لہٰذا توسعاً اور مجازی معنی میں ان کا استعمال جائز ہے۔

٢٥٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَمْلُوكُ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِيحَةِ وَالطَّاعَةِ لَهُ أَجْرَانِ".

ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے برید بن عبداللہ سے، وہ ابوبردہ سے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام جو اپنے رب کی عبادت احسن طریق کے ساتھ بجالائے اور اپنے آقا کے جو اس پر خیر خواہی اور فرماں برداری (کے حقوق ہیں) انہیں بھی ادا کرتا رہے، تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے۔

٢٥٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: "لَا

يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ اسْقِ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ سَيِّدِي مَوْلَايَ، وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي أَمَتِي، وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِي".

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص (کسی غلام یا کسی بھی شخص سے) یہ نہ کہے۔ اپنے رب (مراد آقا) کو کھانا کھلا، اپنے رب کو وضو کرا، اپنے رب کو پانی پلا۔ بلکہ صرف میرے سردار، میرے آقا کے الفاظ کہنا چاہئے۔ اسی طرح کوئی شخص یہ نہ کہے۔ میرا بندہ، میری بندی، بلکہ یوں کہنا چاہئے میرا چھوکرا، میری چھوکری، میرا غلام۔

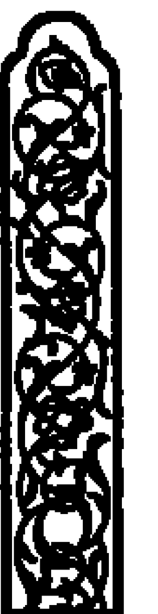
٢٥٥٣: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنَ الْعَبْدِ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهُ، يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ، وَأُعْتِقَ مِنْ مَالِهِ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا، اور اس کے پاس اتنا مال بھی ہو جس سے غلام کی واجبی قیمت ادا کی جا سکے تو اسی کے مال سے پورا غلام آزاد کیا جائے گا ورنہ جتنا آزاد ہو گیا ہو گیا۔



٢٥٥٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ".

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس لوگوں کا واقعی امیر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ اور ہر آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے اس



کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ اور غلام اپنے آقا (سید) کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ ہو گی۔

٢٥٥٥-٢٥٥٦: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ".

ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا زہری سے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، کہا میں نے ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب باندی زنا کرائے تو اسے (بطور حد شرعی) کوڑے لگاؤ پھر اگر کرے تو اسے کوڑے لگاؤ تیسری یا چوتھی بار میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) پھر اسے بیچ دو، خواہ قیمت میں ایک رسی ہی ملے۔

١٨-بَابُ إِذَا أَتَاهُ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ:

باب: جب کسی کا خادم کھانا لے کر آئے

٢٥٥٧: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ، فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ أَوْ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيَ عِلَاجَهُ".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب کسی کا غلام کھانا لائے اور وہ اسے اپنے ساتھ (کھلانے کے لیے) نہ بٹھا سکے تو اسے ایک یا دو نوالے ضرور کھلا دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے «لقمة أو لقمتين» کے بدل «أكلة أو أكلتين» فرمایا (یعنی ایک یا دو لقمے) کیونکہ اسی نے اس کو تیار کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔

١٩-بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ:

باب: غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے

وَنَسَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَالَ إِلَى السَّيِّدِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (غلام کے) مال کو اس کے آقا کی طرف منسوب کیا ہے۔

۲۵۵۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ". قَالَ: فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ امام حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ مرد اپنے گھر کے معاملات کا افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا (سید) کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ باتیں سنی ہیں اور مجھے خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ غرض تم میں سے ہر فرد حاکم ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔

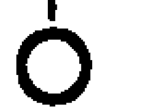


اس ترجمہ باب سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، اس کے پاس جو مالِ تجارت وغیرہ ہوتا ہے وہ اس کے سید کا ہوتا ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے سید کی اجازت سے اس میں تصرف کرے۔

۲۰- بَابُ إِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ:

باب: اگر کوئی غلام یا لونڈی کو مارے تو چہرے پر نہ مارے





۲۵۵۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ فُلَانٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ".

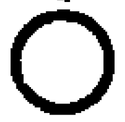


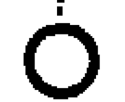
ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک بن انس نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن فلاں (ابن سمعان) نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور (دوسری سند اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا) اور ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی ہمام سے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی کسی سے جھگڑا کرے تو چہرے (پر مارنے) سے پرہیز کرے۔

چہرے پر مارنے کی ممانعت غلام کے ساتھ خاص نہیں ہے، یہاں چونکہ غلاموں کا ذکر ہو رہا ہے اس لیے غلام کے لفظ سے باب بندی کی گئی ہے ورنہ چہرے پر مارنے کی ممانعت تمام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی شامل ہے۔

قولہ أخبرنی ابن فلانٍ... اس ابن فلان سے مراد ابن سمعان ہے جو کہ عبداللہ بن زیاد بن سلیمان بن سمعان ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری اس کے ضعف کو بیان کرنے کے لیے اسے عمداً لائے ہیں، اور اس کی روایت کو بطورِ متابعت کے ذکر کیا ہے ورنہ اس کے علاوہ امام مالک اور عبدالرزاق کی روایت بھی بخاری نے ذکر کی ہے۔









کتاب المکاتب

کتاب مکاتب کے مسائل کا بیان

مکاتب میم کے ضمہ اور تا کی فتحہ کے ساتھ، اس سے مراد وہ غلام ہے جس سے اس کا مالک کہہ دے کہ تو مجھے اتنی رقم، اتنی مدت میں ادا کر دے تو تُو آزاد ہے، جب وہ مقررہ رقم ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا، اور اگر عاجز آجائے تو غلام ہی رہے گا۔

اور مکاتب تا کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد غلام کا مالک ہوتا ہے جو غلام سے مکاتبت کرتا ہے۔ یہ کتابت اسلام سے پہلے جاہلیت میں بھی معروف تھی، اور اسلام نے اسے برقرار رکھا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اسلام سے پہلے جاہلیت میں یہ کتابت نہیں ہوتی تھی، پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اسلام میں سب سے پہلے مکاتب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور عورتوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں، اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر غلام اپنے مالک سے کتابت کرنا چاہتا ہو، تو اس کے مالک پر کتابت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟



قرآن کریم میں ہے: "وکاتبوھم إن علمتم فیھم خیرًا"[1] جمہور کے نزدیک یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ آیت: "وإذا حللتم فاصطادوا"[2] میں اور آیت کریمہ: "فإذا قُضیت الصلاۃ فانتشروا"[3] میں بھی امر کا صیغہ وجوب کے لیے نہیں ہے، لہٰذا "وکاتبوھم" میں امر وجوب کے لیے نہیں ہے، اور مالک پر غلام سے مکاتبت کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن جن علماء کے نزدیک غلام کے مطالبہ پر اس سے کتابت کرنا اس کے مالک پر واجب ہے وہ کہتے ہیں کہ مذکورہ دو آیات میں صیغہ امر کے وجوب پر محمول نہ ہونے کا قرینہ موجود ہے اس لیے امر کو وجوب سے جواز یا استحباب پر محمول کیا گیا ہے لیکن "وکاتبوھم" میں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے، اس لیے یہ صیغہ امر وجوب کے لیے ہے، بخاری رحمہ اللہ وجوب کا قائل ہے۔

۱-بَابُ إِثْمِ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ:

باب: جس نے اپنے لونڈی غلام کو زنا کی جھوٹی تہمت لگائی اس کا گناہ

(اس باب میں حدیث نہیں ہے)۔

یہ باب نسفی اور ابو ذر کے ہاں موجود نہیں ہے، اور اس کا یہاں نہ ہونا ہی بہتر ہے، کیونکہ اس کا محل کتاب الحدود ہے، اور وہاں یہ باب "بابُ قذف العبد" کے عنوان سے آیا ہے اس کے تحت بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج کی ہے:



[1] النور:۳۳

[2] المائدۃ:۲

[3] الجمعہ:۱۰

"من قذف مملوكه وهو بريئٌ مما قال، جلد يوم القيامة الا أن يكون كما قال۔"[1]

ا م۔ بَابُ الْمُكَاتَبِ وَنُجُومِهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ نَجْمٌ:

باب: مکاتب اور اس کی قسطوں کا بیان، ہر سال میں ایک قسط کی ادائیگی لازم ہوگی

مکاتب اور اس کی قسطوں اور ہر سال ایک قسط ادا کرنے کا بیان، نجم ستارے کو کہتے ہیں، عرب چونکہ ان پڑھ قوم تھی وہ حساب، کتاب کم ہی جانتے تھے اور اپنے معاملات اور لین، دین کو ستارے، کے طلوع ہونے سے معلق کرتے تھے، اسی وجہ سے قسط کو نجم سے تعبیر کرتے تھے، اور قسط ادا کرنے کے لیے سال کی قید اتفاقی ہے ورنہ ماہوار بھی قسط مقرر کی جاسکتی ہے۔

وَقَوْلِهِ: وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي آتَاكُمْ سورة النور آية ٣٣ وَقَالَ رَوْحٌ: عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: "أَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالًا أَنْ أُكَاتِبَهُ، قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلَّا وَاجِبًا، وَقَالَهُ: عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: تَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ، قَالَ: لَا، ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ سِيرِينَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ وَكَانَ كَثِيرَ الْمَالِ، فَأَبَى فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كَاتِبْهُ، فَأَبَى، فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ، وَيَتْلُو عُمَرُ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا، فَكَاتَبَهُ"

اور (سورۃ النور میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ «والذين يبتغون الكتاب مما ملكت أيمانكم فكاتبوهم إن علمتم فيهم خيرا وآتوهم من مال الله الذي آتاكم» تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو بھی مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہیں۔ ان سے مکاتب کر لو، اگر ان کے اندر تم کوئی خیر پاؤ۔ (کہ وہ وعدہ پورا کر سکیں گے) اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے مدد بھی دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ روح بن عبادہ نے ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا کیا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے غلام کے پاس مال ہے اور وہ مکاتب بننا چاہتا ہے تو کیا مجھ پر واجب ہو جائے گا کہ میں اس سے مکاتبت کر لوں؟ انہوں نے کہا کہ میرا خیال تو یہی ہی کہ (ایسی حالت میں کتابت کا معاملہ) واجب ہو جائے گا۔ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے پوچھا، کیا آپ اس سلسلے میں کسی سے روایت بھی بیان کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ (پھر انہیں یاد آیا) اور مجھے انہوں نے خبر دی کہ موسیٰ بن انس نے انہیں خبر دی کہ سیرین (ابن سیرین رحمہ اللہ کے والد) نے انس رضی اللہ عنہ سے مکاتب ہونے کی درخواست کی۔ (یہ انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے) جو مالدار بھی تھے۔ لیکن انس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا، اس پر سیرین، عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے (انس رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ کتابت کا معاملہ کر لے۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں درے سے مارا، اور یہ

[1] صحیح بخاری: ۶۸۵۸

آیت پڑھی «فکاتبوهم إن علمتم فیهم خیرا» غلاموں میں اگر خیر دیکھو تو ان سے مکاتبت کر لو۔ چنانچہ انس رضی اللہ عنہ نے کتابت کا معاملہ کر لیا۔

قولہ وقال عمرو بن دینار۔ حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہاں تحریف ہوگئی ہے: "ما أراهُ إلا واجبًا" کے بعد یہ عبارت ہے: "وقالهُ لي أيضًا عمرو بن دينار" یعنی ابن جریج نے کہا کہ مذکورہ بات مجھے عمرو بن دینار نے بھی کہی، اس کے بعد یہ عبارت آئے گی: "قال ابن جريج قلتُ لعطاءٍ أتأثرهُ عن أحدٍ" یعنی پہلے ابن جریج نے عطاء سے کہا کیا مجھ پر مکاتبت کرنا واجب ہے، اس کے بعد ابن جریج نے کہا کہ یہ عمرو بن دنیا کی رائے بھی ہے جو عطاء کی رائے ہے، پھر ابن جریج کہتا ہے کہ میں نے عطاء سے کہا کیا تو کسی اور سے بھی اسے نقل کرتا ہے یا تیرا ہی خیال ہے، تو انہوں نے کہا نہیں، پھر انہیں یاد آیا اور مجھے انہوں نے خبر دی کہ موسیٰ بن انس نے انہیں خبر دی کہ سیرین (جو محمد بن سیرین کے والد ہیں) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کا سوال کیا (سیرین حضرت انس کے غلام تھے) لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا، تو سیرین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس سے کتابت کر لے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پھر بھی انکار کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں درہ مارا اور یہ آیت پڑھی: "وكاتبوهم إن علمتم فيهم خيرًا" تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سیرین سے کتابت کر لی۔



٢٥٦٠: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: "إِنَّ بَرِيرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَعَلَيْهَا خَمْسَةُ أَوَاقٍ نُجِّمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِينَ، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: وَنَفِسَتْ فِيهَا، أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً أَيَبِيعُكِ أَهْلُكِ فَأُعْتِقَكِ فَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي، فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَعَرَضَتْ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا: لَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَنَا الْوَلَاءُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيهَا فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ".

لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اپنے مکاتبت کے معاملہ میں ان کی مدد حاصل کرنے کے لیے۔ بریرہ رضی اللہ عنہا کو پانچ اوقیہ چاندی پانچ سال کے اندر پانچ قسطوں میں ادا کرنی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، انہیں خود بریرہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرانے میں دلچسپی ہوگئی تھی، (عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) کہ یہ بتاؤ اگر میں انہیں ایک ہی مرتبہ (چاندی کے یہ پانچ اوقیہ) ادا کر دوں تو کیا تمہارے



مالک تمہیں میرے ہاتھ بیچ دیں گے؟ پھر میں تمہیں آزاد کر دوں گی اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو جائے گی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے ہاں گئیں اور ان کے آگے یہ صورت رکھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ صورت اس وقت منظور کر سکتے ہیں کہ رشتہ ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کر بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دے، ولاء تو اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب فرمایا کہ کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی جڑ (دلیل) بنیاد کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو شخص کوئی ایسی شرط لگائے جس کی کوئی اصل (دلیل، بنیاد) کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ شرط غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ہی زیادہ حق اور زیادہ مضبوط ہے۔

قولہ وعلیها خمس أواق نجمت علیها فی خمس سنین۔ اس حدیث کی ترجمہ باب سے مناسبت اسی جملہ سے ہے، بریرہ کی کتابت نو اوقیہ میں تھی، باقی ادا ہو گئے تھے اور یہ پانچ اوقیہ باقی رہ گئے تھے۔

٢۔بَابُ مَا یَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُکَاتَبِ، وَمَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَیْسَ فِی کِتَابِ اللهِ:

باب: مکاتب سے کون سی شرطیں کرنا درست ہیں اور جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو (وہ شرط باطل ہے)

فِیهِ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اس بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

٢٥٦١: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ، "أَنَّ بَرِیرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِینُهَا فِی کِتَابَتِهَا وَلَمْ تَکُنْ قَضَتْ مِنْ کِتَابَتِهَا شَیْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِی إِلَى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِیَ عَنْكِ کِتَابَتَكِ وَیَکُونَ وَلَاؤُكِ لِی، فَعَلْتُ، فَذَکَرَتْ ذَلِكَ بَرِیرَةُ لِأَهْلِهَا، فَأَبَوْا. وَقَالُوا: إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَیْكِ فَلْتَفْعَلْ، وَیَکُونَ وَلَاؤُكِ لَنَا، فَذَکَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ابْتَاعِی، فَأَعْتِقِی، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، قَالَ: ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَا بَالُ أُنَاسٍ یَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَیْسَتْ فِی کِتَابِ اللهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَیْسَ فِی کِتَابِ اللهِ فَلَیْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ".

ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ سے اور انہیں

عائشہ رضی اللہ عنہانے خبر دی کہ بریرہ رضی اللہ عنہاان کے پاس اپنے معاملہ مکاتبت میں مدد لینے آئیں، ابھی انہوں نے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہانے ان سے کہا کہ تو اپنے مالکوں کے پاس جا، اگر وہ یہ پسند کریں کہ تیرے معاملہ مکاتبت کی پوری رقم میں ادا کر دوں اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہانے یہ صورت اپنے مالکوں کے سامنے رکھی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ اگر وہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) تمہارے ساتھ ثواب کی نیت سے یہ کام کرنا چاہتی ہیں تو انہیں اختیار ہے، لیکن تمہاری ولاء تو ہمارے ہی ساتھ رہے گی۔ عائشہ رضی اللہ عنہانے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کر انہیں آزاد کر دے۔ ولاء تو اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو آزاد کر دے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل (دلیل، بنیاد) کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو بھی کوئی ایسی شرط لگائے جس کی اصل (دلیل، بنیاد) کتاب اللہ میں نہیں ہے تو اس کو ایسی شرطیں لگانا لائق نہیں خواہ وہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگالے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ہی سب سے زیادہ معقول اور مضبوط ہے۔

قولہ لیست فی کتابِ اللہ۔ کتاب اللہ سے مراد "حکم اللہ" ہے، وہ حکم قرآن میں ہو یا حدیث میں، کیونکہ "انما الولاء لمن أعتق" میں ولاء کا معتق کے لیے ہونا، حدیث کا حکم ہے، لیکن ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کا یہ معنی کیا ہے۔ "لَیست فی کتاب اللہ، أی لیس فی کتاب اللہ جوازہٗ" یعنی جو شرط اللہ تعالیٰ کے حکم میں جائز نہ ہو۔ حالانکہ اس کا مطلب بھی وہی بن جاتا ہے۔ کسی چیز کے جواز کے ثبوت کے لیے یا تو تصریح ہونی چاہیے، یا امور دنیا میں عدم ذکر سے بھی جواز ثابت ہو جاتا ہے۔



قولہ ولم تکن قضتُ من کتابتھا شیئًا۔ حضرت بریرہ نے چار اوقیے جمع کر لیے تھے، لیکن ابھی تک وہ ادا نہیں کیے تھے، وہ چاہتی تھیں، باقی اوقیے بھی جمع کر کے اکٹھے ادا کیے جائیں۔

٢٥٦٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِتُعْتِقَهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے ایک باندی خرید کر اسے آزاد کرنا چاہا، اس باندی کے مالکوں نے کہا کہ اس شرط پر ہم معاملہ کر سکتے ہیں کہ ولاء ہمارے ساتھ قائم رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ان کی اس شرط کی وجہ سے تم نہ رکو، ولاء تو اسی کی



ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

۳-بَابُ اسْتِعَانَةِ الْمُكَاتَبِ، وَسُؤَالِهِ النَّاسَ:

باب: اگر مکاتب دوسروں سے مدد چاہے اور لوگوں سے سوال کرے تو کیسا ہے؟

٢٥٦٣: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيرَةُ، فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي، فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا، فَأَبَوْا ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: خُذِيهَا فَأَعْتِقِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، "فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ، فَأَيُّمَا شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ، مَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَقُولُ أَحَدُهُمْ أَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ، إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کا معاملہ کیا ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ مجھے ادا کرنا پڑے گا۔ آپ بھی میری مدد کریں۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تمہارے مالک پسند کریں تو میں انہیں (یہ ساری رقم) ایک ہی مرتبہ دے دوں اور پھر تمہیں آزاد کر دوں، تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ لیکن تمہاری ولاء میرے ساتھ ہو جائے گی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں تو انہوں نے اس صورت سے انکار کیا (واپس آ کر) انہوں نے بتایا کہ میں نے آپ کی یہ صورت ان کے سامنے رکھی تھی لیکن وہ اسے صرف اس صورت میں قبول کرنے کو تیار ہیں کہ ولاء ان کے ساتھ قائم رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو انہیں لے کر آزاد کر دے اور انہیں ولاء کی شرط لگانے دے۔ ولاء تو بہرحال اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کیا۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا، تم میں سے کچھ لوگوں کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل (دلیل، بنیاد) کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو بھی شرط

ایسی ہو جس کی اصل (دلیل، بنیاد) کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ خواہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگالی جائیں۔ اللہ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ کی شرط ہی مضبوط ہے کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں، اے فلاں! آزاد تم کرو اور ولاء میرے ساتھ قائم رہے گی۔ ولاء تو صرف اسی کے ساتھ قائم ہو گی جو آزاد کرے۔

ترجمہ باب میں سوالہ الناس کا عطف "استعانۃ" پر ہے اور یہ عطف خاص کا عام پر ہے کیونکہ "استعانت" عام ہے، یہ سوال سے بھی ہو سکتی ہے اور بغیر سوال کے بھی۔

قولہٗ فأعينيني۔ اسی سے ترجمہ باب سے مناسبت ہے، حضرت بریرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی مکاتبت کی ادائیگی میں تعاون کا سوال کیا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ اسے اس کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال پر برقرار رکھا۔ جس سے اس کا جواز ثابت ہوا۔

۴۔بَابُ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ:

باب: جب مکاتب اپنے آپ کو بیچ ڈالنے پر راضی ہو



وَقَالَتْ عَائِشَةُ: هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ، وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هُوَ عَبْدٌ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَاتَ وَإِنْ جَنَى مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مکاتب پر جب تک کچھ بھی مطالبہ باقی ہے وہ غلام ہی رہے گا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا، جب تک ایک درہم بھی باقی ہے (مکاتب آزاد نہیں ہو گا) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مکاتب پر جب تک کچھ بھی مطالبہ باقی ہے وہ اپنی زندگی موت اور جرم (سب) میں غلام ہی مانا جائے گا۔

٢٥٦٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، "أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ لَهَا: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَاحِدَةً فَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ، فَذَكَرَتْ بَرِيرَةُ ذَلِكَ لِأَهْلِهَا، فَقَالُوا: لَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَلَاؤُكِ لَنَا". قَالَ مَالِكٌ: قَالَ يَحْيَى: فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی یحییٰ بن سعید سے، وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد لینے آئیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ صورت پسند کریں کہ میں (مکاتبت کی ساری رقم) انہیں ایک ہی مرتبہ ادا کر دوں اور پھر تمہیں آزاد کر دوں تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر اپنے مالک سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (ہمیں اس صورت میں یہ منظور ہے کہ) تیری ولاء ہمارے



ساتھ ہی قائم رہے۔ مالک نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا کہ عمرہ کو یقین تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔ ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

یعنی مکاتب جب اپنی مکاتبت پر راضی ہو تو بک سکتا ہے اور وہ راضی تب ہی ہوگا جبکہ اس کا خریدار اس سے کہے کہ میں تجھے آزاد کر دوں گا، یا جب وہ اپنی قسطیں ادا کرنے سے عاجز آجائے۔ تب بکنے پر راضی ہوگا۔

قولہ اشتریھا۔ ترجمہ باب کی مناسبت اسی لفظ سے ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسے خریدنے اور آزاد کرنے کا حکم دیا، جس سے معلوم ہوا کہ مکاتب کی بیع ہو سکتی ہے۔

٥-بَابُ إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي. فَاشْتَرَاهُ لِذَلِكَ:

باب: اگر مکاتب کسی شخص سے کہے مجھ کو خرید کر آزاد کر دو اور وہ اسی غرض سے اسے خرید لے

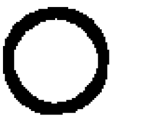
٢٥٦٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَيْمَنُ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقُلْتُ: كُنْتُ غُلَامًا لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ، وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوهُ، وَإِنَّهُمْ بَاعُونِي مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عَمْرٍو بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمَخْزُومِيِّ، فَأَعْتَقَنِي ابْنُ أَبِي عَمْرٍو وَاشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ، فَقَالَتْ: دَخَلَتْ بَرِيرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ، فَقَالَتِ: اشْتَرِينِي وَأَعْتِقِينِي. قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَتْ: لَا، يَبِيعُونِي حَتَّى يَشْتَرِطُوا وَلَائِي، فَقَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي بِذَلِكَ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَلَغَهُ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ. فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا قَالَتْ لَهَا، فَقَالَ: اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا، وَدَعِيهِمْ يَشْتَرِطُونَ مَا شَاءُوا، فَاشْتَرَتْهَا عَائِشَةُ، فَأَعْتَقَتْهَا، وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنِ اشْتَرَطُوا مِائَةَ شَرْطٍ".

ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ ایمن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں پہلے عتبہ بن ابی لہب کا غلام تھا۔ ان کا جب انتقال ہوا تو ان کی اولاد میری وارث ہوئی۔ ان لوگوں نے مجھے عبداللہ ابن ابی عمرو کو بیچ دیا اور ابن ابی عمرو نے مجھے آزاد کر دیا۔ لیکن (بیچتے وقت) عتبہ کے وارثوں نے ولاء کی شرط اپنے لیے لگالی تھی (تو کیا یہ شرط صحیح ہے؟) اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا میرے یہاں آئی تھیں اور انہوں نے کتابت کا معاملہ کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ خرید کر آزاد کر دیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں ایسا کر دوں گی (لیکن مالکوں سے بات چیت کے بعد) انہوں

نے بتایا کہ وہ مجھے بیچنے پر صرف اس شرط کے ساتھ راضی ہیں کہ ولاء انہیں کے پاس رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے سنایا (عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ) آپ کو اس کی اطلاع ملی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا، انہوں نے صورت حال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بریرہ کو خرید کر آزاد کر دے اور مالکوں کو جو بھی شرط چاہیں لگانے دو۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ مالکوں نے چونکہ ولاء کی شرط رکھی تھی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع سے) خطاب فرمایا، ولاء تو اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ (اور جو آزاد نہ کریں) اگرچہ وہ سو شرطیں بھی لگالیں (ولاء پھر بھی ان کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتی)۔

قولہ اشتريني وأعتقيني۔ حضرت بریرہ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے کو خریدنے اور آزاد کر دینے کی درخواست کی تھی۔ اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔









کتاب الھبة

کتاب ہبہ کے مسائل فضیلت اور ترغیب کا بیان

ہبہ اور اس کی فضیلت اور اس پر ترغیب دینے کا بیان، یہ وَھَبَ یَھَبُ کا مصدر ہے۔ یہ عدۃ کی طرح معتل فا ہے، عربی لغت میں ہبہ سے مراد ہے: "إيصال الشئ للغير بما ينفعه مالاً كان أو غير مال" مال یا غیر مال میں سے غیر کو ایسی چیز دینا جس سے وہ فائدہ اٹھائے، اور شرع میں اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے: "الهبة هي تمليك المال في الحياة لغيره بغير عوض" غیر سے عوض لیے بغیر اسے اس کی زندگی میں کسی مالی چیز کا مالک بنا دینا ہبہ کہلاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ہبہ کا لفظ عام معنیٰ میں استعمال کیا ہے، اس لیے وہ ہبہ کے ابواب کے تحت ہدیہ کی احادیث بھی لائے ہیں، کیونکہ ہبہ کا لفظ عام ہے اس میں اِبراء اور صدقہ بھی داخل ہے، ابراء سے مراد یہ ہے کہ کسی مقروض کے قرض کو معاف کر دینا، اور صدقہ سے مراد وہ ہبہ ہے جو فقیروں اور محتاج لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا جائے۔

ا۔بَابٌ:

باب:۔۔۔

٢٥٦٦: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ".

ہم سے عاصم بن علی ابوالحسین نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمان عورتو! ہرگز کوئی پڑوسن اپنی دوسری پڑوسن کے لیے (معمولی ہدیہ کو بھی) حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کے کھر کا ہی کیوں نہ ہو۔

قولہ: یا نساء المسلمات۔ حافظ نے عیاض سے اس کے اعراب کے بارہ میں تین صورتیں ذکر کی ہیں۔

(ا) مشہور اور صحیح ترین صورت یہ ہے کہ "نِسَاء" کو نصب اور المسلمات کو مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے جر سے پڑھا جائے۔ یہ موصوف کی اپنی صفت کی طرف اضافت ہوگی، جو کہ کوفیوں کے نزدیک جائز ہے جیسے مسجد الجامع، اور جانب الغربی وغیرہ میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے، اور بصریوں کے نزدیک اس میں لفظ محذوف ہوتا ہے ای مسجد المکان الجامع اور جانب المکان الغربی، ایسے ہی یہاں یا نساء الانفس المسلمات، یا نساء الجماعات المسلمات ہوگا، اور "أنفس" سے مراد مرد ہوں گے، یعنی مسلمان جانوں کی عورتو!۔

شرح بخاری

(۲) نساء کو مرفوع اور المسلمات کو منادی کی صفت ہونے کی وجہ سے رفع دینا، أی یا أیتها النساءُ المسلماتُ۔ اس صورت میں المسلمات صفت "نساء" موصوف کے لفظ پر محمول ہوگی، منادی مرفوع کی صفت بھی مرفوع ہوگی۔

(۳) نساء کو مرفوع پڑھا جائے کیونکہ منادیٰ مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے چونکہ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محلا منصوب ہوتا ہے لہٰذا اس کے محل پر محمول کرتے ہوئے اس کی صفت "المسلمات" کو تا کے کسرہ کے ساتھ نصب دی جائے، کیونکہ منادیٰ مفرد معرفہ کے تابع کو رفع بھی دیا جاسکتا ہے اور نصب بھی۔ کافیہ میں ہے: وتوابع المنادی المبنی المفردةُ من التاکید والصفة وعطف البیان ترفع علیٰ لفظہٖ وتنصب علیٰ محلہٖ، مثل یا زید العاقلُ والعاقلَ۔

۲۵۶۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ أُخْتِي "إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ، فَقُلْتُ: يَا خَالَةُ، مَا كَانَ يُعِيشُكُمْ ؟ قَالَتْ: الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ، وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِينَا".

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے یزید بن رومان سے، وہ عروہ سے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ نے عروہ سے کہا، میرے بھانجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں (یہ حال تھا کہ) ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا دیکھتے، پھر تیسرا دیکھتے، اسی طرح دو دو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں (کھانا پکانے کے لیے) آگ نہ جلتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ خالہ اماں! پھر آپ لوگ زندہ کس طرح رہتی تھیں؟ آپ نے فرمایا کہ صرف دو کالی چیزوں کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند انصاری پڑوسی تھے۔ جن کے پاس دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی ان کا دودھ تحفہ کے طور پر پہنچا جایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہمیں بھی پلا دیا کرتے تھے۔

قولہ ثلاثة أهلة۔ دو مہینوں میں تین چاند دیکھنے کی صورت یہ ہے کہ مہینے کے شروع میں چاند دیکھا پھر دوسرا چاند دوسرے مہینے کے شروع میں دیکھا پھر تیسرا چاند تیسرے مہینے کے شروع میں دیکھا جائے۔ یہ ساٹھ دن میں تین چاند ہوئے۔

قولہ الأسودانِ اس سے مراد کھجوریں اور پانی ہے، کھجوریں تو واقعی اسود تھیں، کیونکہ مدینے کی کھجوریں سیاہ رنگ ہوتی تھیں، لیکن پانی کو تغلیباً اسود قرار دے کر یہ لفظ بولا گیا ہے کیونکہ پانی سیاہ نہیں ہوتا۔

٢۔بَابُ الْقَلِيلِ مِنَ الْهِبَةِ:

باب: تھوڑی چیز ہبہ کرنا

٢٥٦٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ دُعِيتُ إِلَى ذِرَاعٍ أَوْ كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا شعبہ سے، وہ سلیمان سے، وہ ابوحازم سے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے بازو اور پائے (کے گوشت) پر بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں گا اور مجھے بازو یا پائے (کے گوشت) کا تحفہ بھیجا جائے تو اسے بھی قبول کرلوں گا۔

٣۔بَابُ مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ أَصْحَابِهِ شَيْئًا:

باب: جو شخص اپنے دوستوں سے کوئی چیز بطور تحفہ مانگے

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا.

ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگانا (اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا)۔

٢٥٦٩: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ، قَالَ لَهَا: مُرِي عَبْدَكِ فَلْيَعْمَلْ لَنَا أَعْوَادَ الْمِنْبَرِ، فَأَمَرَتْ عَبْدَهَا، فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا، فَلَمَّا قَضَاهُ أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْسِلِي بِهِ إِلَيَّ، فَجَاءُوا بِهِ، فَاحْتَمَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ".

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان، کہا ہم سے ابوغسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجرہ عورت کے پاس (اپنا آدمی) بھیجا۔ ان کا ایک غلام بڑھئی تھا۔ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے غلام سے ہمارے لیے لکڑیوں کا ایک منبر بنانے کے لیے کہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا۔ وہ غابہ سے جا کر جھاؤ کاٹ لایا اور اسی کا ایک منبر بنادیا۔ جب وہ منبر بنا چکے تو اس عورت نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ منبر بن کر تیار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلوایا کہ اسے میرے پاس بھجوادیں۔ جب لوگ اسے لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسے اٹھایا اور جہاں تم اب دیکھ رہے ہو۔ وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رکھا۔

اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے کوئی چیز بطورِ ہدیہ طلب کرنا جائز ہے۔ کسی سے پانی وغیرہ منگوا سکتا ہے، اس میں کوئی خست نہیں ہے۔

قوله اضربوا لي معكم سهمًا۔ اپنے ساتھ میرے لیے بھی حصہ رکھنا، یہ وہ واقعہ ہے جبکہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ دم کر کے بکریاں لائے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا، ان میں میرا حصہ بھی رکھنا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ یہ حلال طیب مال ہے۔

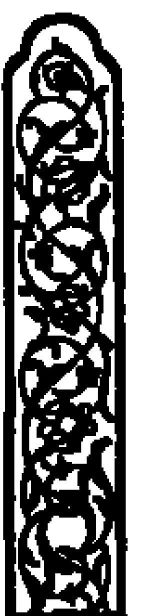
قوله أرسَلَ إلي امرأةٍ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے فرمایا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے ایک منبر بنوا دے، آپ نے بطورِ ہدیہ اس سے منبر بنوانے کی فرمائش کی۔

قوله من المهاجرين۔ یہ انصاریہ عورت تھی، اور راوی کا اسے مہاجرین سے شمار کرنا وہم ہے، یا وہ مہاجرین کی حلیف ہوگی۔

٢٥٧٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ أَمَامَنَا وَالْقَوْمُ مُحْرِمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحْشِيًّا وَأَنَا مَشْغُولٌ أَخْصِفُ نَعْلِي، فَلَمْ يُؤْذِنُونِي بِهِ، وَأَحَبُّوا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ وَالْتَفَتُّ، فَأَبْصَرْتُهُ، فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ، ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُونِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقَالُوا: لَا، وَاللهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَغَضِبْتُ، فَنَزَلْتُ، فَأَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ، فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوا فِيهِ يَأْكُلُونَهُ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي، فَأَدْرَكْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى نَفِدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ". فَحَدَّثَنِي بِهِ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ابوحازم سے، وہ عبداللہ بن ابی قتادہ سلمی سے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ مکہ کے راستے میں ایک جگہ میں رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے آگے قیام فرما تھے۔ (حجۃ الوداع کے موقع پر) اور لوگ تو احرام باندھے ہوئے تھے لیکن میرا احرام نہیں تھا۔ میرے ساتھیوں نے ایک گورخر دیکھا۔ میں اس وقت اپنی جوتی گانٹھنے میں مشغول تھا۔ ان لوگوں نے مجھ کو کچھ خبر نہیں دی۔ لیکن ان کی خواہش یہی تھی کہ کسی طرح میں گورخر کو دیکھ لوں۔ چنانچہ میں نے جو نظر اٹھائی تو گورخر دکھائی دیا۔ میں فوراً گھوڑے کے پاس گیا اور اس پر زین کس کر سوار ہو گیا، مگر اتفاق سے (جلدی میں) کوڑا اور نیزہ دونوں بھول گیا۔ اس لیے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مجھے کوڑا اور نیزہ اٹھا دیں۔ انہوں نے کہا ہرگز نہیں قسم اللہ کی، ہم تمہارے (شکار میں) کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے۔ (کیونکہ ہم سب لوگ حالت احرام میں ہیں) مجھے اس پر غصہ آیا اور میں نے خود ہی اتر کر دونوں چیزیں لے لیں۔ پھر سوار ہو کر گورخر پر حملہ کیا اور اس کو شکار کر لایا۔ وہ مر بھی چکا تھا۔ اب لوگوں نے کہا کہ اسے کھانا چاہئے۔ لیکن پھر احرام کی حالت میں اسے کھانے (کے جواز) پر شبہ ہوا۔ (لیکن بعض لوگوں نے شبہ نہیں کیا اور گوشت کھایا) پھر ہم آگے بڑھے اور میں نے اس گورخر کا ایک بازو چھپا رکھا تھا۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو اس کے متعلق آپ سے سوال کیا، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے لیے شکار کے گوشت کھانے کا فتویٰ دیا) اور دریافت فرمایا کہ اس میں سے کچھ بچا ہوا گوشت تمہارے پاس موجود بھی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! اور وہی بازو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت احرام سے تھے (ابو حازم نے کہا کہ) مجھ سے یہی حدیث زید بن اسلم نے بیان کی، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے۔

قولہ فقال معکم منه شیئ۔ آپ نے اپنے صحابہ سے شکار کے اس گوشت میں ہدیہ کی فرمائش کی جس سے ترجمہ باب ثابت ہو جاتا ہے۔

شرح بخاری

۴-بَابُ مَنِ اسْتَسْقَى:

باب: پانی (یا دودھ) مانگنا

وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْقِنِي.

اور سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے پانی پلاؤ۔ (اس سے اپنے ساتھیوں سے پانی مانگنا ثابت ہوا)۔

۲۵۷۱: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو طُوَالَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِنَا هَذِهِ، فَاسْتَسْقَى، فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَنَا، ثُمَّ

شُبْتُهُ مِنْ مَاءِ بِئْرِنَا هَذِهِ، فَأَعْطَيْتُهُ، وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ، وَعُمَرُ تُجَاهَهُ، وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ عُمَرُ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ. فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: "الْأَيْمَنُونَ الْأَيْمَنُونَ، أَلَا فَيَمِّنُوا". قَالَ أَنَسٌ: فَهِيَ سُنَّةٌ، فَهِيَ سُنَّةٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے، کہا کہ مجھ سے ابوطوالہ نے جن کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن تھا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اسی گھر میں تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا۔ ہمارے پاس ایک بکری تھی، اسے ہم نے دوہا۔ پھر میں نے اسی کنویں کا پانی ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (لسی بنا کر) پیش کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ سامنے تھے اور ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پی کر فارغ ہوئے تو (پیالے میں کچھ دودھ بچ گیا تھا اس لیے) عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیہاتی کو عطا فرمایا۔ (کیونکہ وہ دائیں طرف تھا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دائیں طرف بیٹھنے والے، دائیں طرف بیٹھنے والے ہی حق رکھتے ہیں۔ پس خبردار دائیں طرف ہی سے شروع کیا کرو۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی سنت ہے، یہی سنت ہے، تین مرتبہ (آپ نے اس بات کو دہرایا)۔



٥-بَابُ قَبُولِ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ:

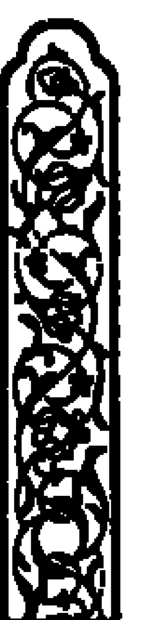
باب: شکار کا تحفہ قبول کرنا

وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبِي قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے بازو کا تحفہ ابوقتادہ سے قبول فرمایا تھا (اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا)۔

٢٥٧٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغَبُوا، فَأَدْرَكْتُهَا، فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ، فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا أَوْ فَخِذَيْهَا، قَالَ: "فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيهِ". فَقَبِلَهُ. قُلْتُ: وَأَكَلَ مِنْهُ، قَالَ: وَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: قَبِلَهُ.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن زید بن انس بن مالک نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مرالظہران نامی جگہ میں ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔ لوگ (اس کے پیچھے) دوڑے اور اسے تھکا دیا اور میں نے قریب پہنچ کر اسے پکڑ لیا۔ پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں لایا۔ انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے پیچھے کا یا دونوں رانوں کا گوشت نبی کریم صلی اللہ



علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ (شعبہ نے بعد میں یقین کے ساتھ) کہا کہ دونوں رانیں انہوں نے بھیجی تھیں، اس میں کوئی شک نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا تھا میں نے پوچھا اور اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تناول بھی فرمایا؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہاں! کچھ تناول فرمایا تھا۔ اس کے بعد پھر انہوں نے کہا کہ آپ نے وہ ہدیہ قبول فرمالیا تھا۔

اگرچہ شکار ایسی چیز نہیں ہے جس کی شریعت نے ترغیب دی ہو، بلکہ شکار کے متعلق کہا گیا ہے: "مَنْ اتبع الصید غفل"[1] لیکن شکار چونکہ حلال ہے۔ لہٰذا اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔

٦-بَابُ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ:

باب: ہدیہ کا قبول کرنا

٢٥٧٣: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ. قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ. قَالَ: "أَمَا إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ، إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ".

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا ابن شہاب سے، وہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے، وہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گورخر کا تحفہ پیش کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مقام ابواء یا مقام ودان میں تھے (راوی کو شبہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تحفہ واپس کر دیا۔ پھر ان کے چہرے پر (رنج کے آثار) دیکھ کر فرمایا کہ میں نے یہ تحفہ صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔

٧-بَابُ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ:

باب: ہدیہ کا قبول کرنا

٢٥٧٤: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُونَ بِهَا، أَوْ يَبْتَغُونَ بِذَلِكَ مَرْضَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدہ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] مسند احمد: ٣٣٦٢، سنن ترمذی: ٢٢٥٦ (صحیح) سنن نسائی: ٤٣٠٩ (صحیح)

وسلم کی خدمت میں) تحائف بھیجنے کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اپنے ہدایا سے، یا اس خاص دن کے انتظار سے (راوی کو شک ہے) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اسی عنوان سے یہ ترجمہ باب مکرر آیا ہے، ان دونوں میں فرق عموم و خصوص کا ہے۔ اس سے قبل باب کے تحت آنے والی صعب بن جثامہ کی حدیث میں خاص طور پر شکار کے ہدیہ کا ذکر ہوا ہے۔ اور یہ باب عام ہے، جو شکار یا غیر شکار کے ہدیہ کو شامل ہے۔

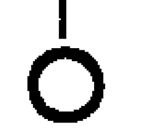
٢٥٧٥: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَهْدَتْ أُمُّ حُفَيْدٍ خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقِطًا وَسَمْنًا وَأَضُبًّا، فَأَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَقِطِ وَالسَّمْنِ وَتَرَكَ الضَّبَّ تَقَذُّرًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".



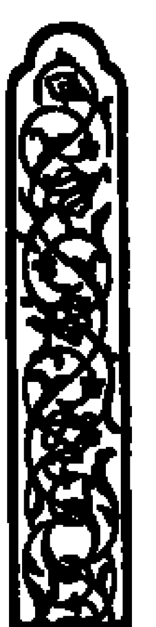
ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جعفر بن ایاس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کی خالہ ام حفید رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر، گھی اور گوہ (ساہنہ) کے تحائف بھیجے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی میں سے تو تناول فرمایا لیکن گوہ پسند نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (اسی) دستر خوان پر گوہ (ساہنہ) کو بھی کھایا گیا اور اگر وہ حرام ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر کیوں کھائی جاتی۔

٢٥٧٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ، أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ، قَالَ لِأَصْحَابِهِ: كُلُوا، وَلَمْ يَأْكُلْ، وَإِنْ قِيلَ: هَدِيَّةٌ، ضَرَبَ بِيَدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ مَعَهُمْ".





ہم سے ابراہیم بن المنذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا انہوں نے محمد بن زیاد سے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی کھانے کی چیز لائی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے یہ تحفہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے



اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ تحفہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ہاتھ بڑھاتے اور صحابہ کے ساتھ اسے کھاتے۔

٢٥٧٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَقِيلَ: تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيرَةَ، قَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ گوشت پیش کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے بطور صدقہ کے دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لیے یہ صدقہ ہے اور ہمارے لیے (جب ان کے یہاں سے پہنچا تو) ہدیہ ہے۔

٢٥٧٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ، وَأَنَّهُمُ اشْتَرَطُوا وَلَاءَهَا، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اشْتَرِيهَا فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَأُهْدِيَ لَهَا لَحْمٌ، فَقِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ وَخُيِّرَتْ". قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: زَوْجُهَا حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ، قَالَ شُعْبَةُ: سَأَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ عَنْ زَوْجِهَا، قَالَ: لَا أَدْرِي أَحُرٌّ أَمْ عَبْدٌ.

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا عبد الرحمٰن بن قاسم سے، شعبہ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عبد الرحمٰن سے سنی تھی اور انہوں نے قاسم سے روایت کی، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو (آزاد کرنے کے لیے) خریدنا چاہا۔ لیکن ان کے مالکوں نے ولاء کی شرط اپنے لیے لگائی۔ جب اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو انہیں خرید کر آزاد کر دے، ولاء تو اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ اور بریرہ رضی اللہ عنہا کے یہاں (صدقہ کا) گوشت آیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا یہ وہی ہے جو بریرہ کو صدقہ میں ملا ہے۔ یہ ان کے لیے تو صدقہ ہے لیکن ہمارے لیے (چونکہ ان کے گھر سے بطور ہدیہ ملا ہے) ہدیہ ہے اور (آزادی کے بعد بریرہ کو) اختیار دیا گیا تھا (کہ اگر چاہیں تو اپنے نکاح کو فسخ کر سکتی ہیں) عبد الرحمٰن نے پوچھا بریرہ رضی اللہ عنہ کے خاوند (مغیث رضی اللہ عنہ) غلام تھے

یا آزاد؟ شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمٰن سے ان کے خاوند کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں وہ غلام تھے یا آزاد۔

٢٥٧٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: "دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَ: عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ أُمُّ عَطِيَّةَ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ إِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ: إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا".

ہم سے ابوالحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو خالد بن عبداللہ نے خبر دی، انہیں خالد حذاء نے حفصہ بنت سیرین سے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا، کیا کوئی چیز (کھانے کی) تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں جو آپ نے صدقہ کی بکری بھیجی تھی، اس کا گوشت انہوں نے بھیجا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنی جگہ پہنچ چکی۔

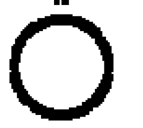


٨. بَابُ مَنْ أَهْدَى إِلَى صَاحِبِهِ وَتَحَرَّى بَعْضَ نِسَائِهِ دُونَ بَعْضٍ:

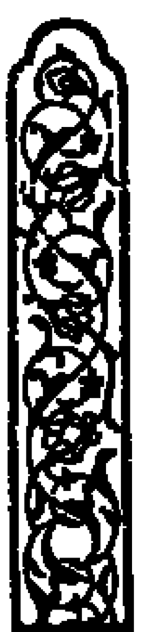
باب: اپنے کسی دوست کو خاص اس دن تحفہ بھیجنا جب وہ اپنی ایک خاص بیوی کے پاس ہو

٢٥٨٠: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِي". وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ صَوَاحِبِي اجْتَمَعْنَ. فَذَكَرَتْ لَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهَا.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا ہشام سے، ان سے ان کے والد نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگ تحائف بھیجنے کے لیے میری باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری سوکنیں (امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہن) جمع تھیں اس وقت انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (بطور شکایت لوگوں کی اس روش کا) ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔

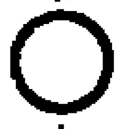
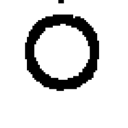
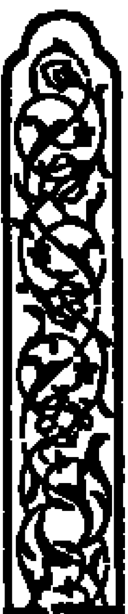


٢٥٨١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَنَّ نِسَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ، فَحِزْبٌ فِيهِ: عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ، وَصَفِيَّةُ، وَسَوْدَةُ، وَالْحِزْبُ الْآخَرُ: أُمُّ سَلَمَةَ، وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ قَدْ عَلِمُوا حُبَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ. فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيدُ



أَنْ يُهْدِيَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ، بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ. فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ، فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ. فَيَقُولُ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يُهْدِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهِ إِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ مِنْ بُيُوتِ نِسَائِهِ، فَكَلَّمَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ، فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا، فَسَأَلْنَهَا، فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِي شَيْئًا ؟ فَقُلْنَ لَهَا: فَكَلِّمِيهِ، قَالَتْ: فَكَلَّمَتْهُ حِينَ دَارَ إِلَيْهَا أَيْضًا، فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا، فَسَأَلْنَهَا، فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِي شَيْئًا ؟ فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِيهِ حَتَّى يُكَلِّمَكِ، فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَ لَهَا: لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ، فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ. قَالَتْ. فَقَالَتْ: أَتُوبُ إِلَى اللهِ، مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَتِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَقُولُ: إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَ: يَا بُنَيَّةُ، أَلَا تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ، قَالَتْ: بَلَى فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ. فَقُلْنَ: ارْجِعِي إِلَيْهِ، فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ. فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ، فَأَتَتْهُ فَأَغْلَظَتْ، وَقَالَتْ: إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ. فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتَّى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ، فَسَبَّتْهَا حَتَّى إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ إِلَى عَائِشَةَ، هَلْ تَكَلَّمُ ؟ قَالَ: فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلَى زَيْنَبَ حَتَّى أَسْكَتَتْهَا، قَالَتْ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَائِشَةَ، وَقَالَ: إِنَّهَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ". قَالَ الْبُخَارِيُّ: الْكَلَامُ الْأَخِيرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ، يُذْكَرُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَقَالَ أَبُو مَرْوَانَ: عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ. وَعَنْ هِشَامٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِي، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْ فَاطِمَةُ".

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید بن ابی اویس نے، ان سے سلیمان نے ہشام بن عروہ سے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دو گروہ میں تھیں۔ ایک میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضوان اللہ علیہن اور دوسری میں ام سلمہ اور بقیہ تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن تھیں۔ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ


شرح بخاری




علیہ وسلم کی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا علم تھا اس لیے جب کسی کے پاس کوئی تحفہ ہوتا اور وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تو انتظار کرتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی باری ہوتی تو تحفہ دینے والے صاحب اپنا تحفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجتے۔ اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جماعت کی ازواج مطہرات نے آپس میں مشورہ کیا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمادیں کہ جسے آپ کے یہاں تحفہ بھیجنا ہو وہ جہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں وہیں بھیجا کرے۔ چنانچہ ان ازواج کے مشورہ کے مطابق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ان خواتین نے پوچھا تو انہوں نے بتادیا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازواج مطہرات نے کہا کہ پھر ایک مرتبہ کہو۔ انہوں نے بیان کیا پھر جب آپ کی باری آئی تو دوبارہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ازواج نے اس مرتبہ ان سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسئلہ پر بلواؤ تو سہی۔ جب ان کی باری آئی تو انہوں نے پھر کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ فرمایا۔ عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو۔ عائشہ کے سوا اپنی بیویوں میں سے کسی کے کپڑے میں بھی مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر انہوں نے عرض کیا، آپ کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتی ہوں۔ پھر ان ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کہلوایا کہ آپ کی ازواج ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں اللہ کے لیے آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری بیٹی! کیا تم وہ پسند نہیں کرتی جو میں پسند کروں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، اس کے بعد وہ واپس آ گئیں اور ازواج کو اطلاع دی۔ انہوں نے ان سے پھر دوبارہ خدمت نبوی میں جانے کے لیے کہا۔ لیکن آپ نے دوبارہ جانے سے انکار کیا تو انہوں نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے سخت گفتگو کی اور کہا کہ آپ کی ازواج ابوقحافہ کی بیٹی کے بارے میں آپ سے اللہ کے لیے انصاف مانگتی ہیں اور ان کی آواز اونچی ہوگئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے (ان کے منہ پر) انہیں بھی برا بھلا کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کچھ بولتی ہیں یا نہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بول پڑیں اور زینب رضی اللہ عنہا کی باتوں کا جواب دینے لگیں اور آخر انہیں خاموش کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ





ابوبکر کی بیٹی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ آخر کلام فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے متعلق ہشام بن عروہ نے ایک اور شخص سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے روایت کی اور انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے اور ابومروان نے بیان کیا کہ ہشام سے اور انہوں نے عروہ سے کہ لوگ تحائف بھیجنے کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے اور ہشام کی ایک روایت قریش کے ایک صاحب اور ایک دوسرے صاحب سے جو غلاموں میں سے تھے، بھی ہے۔ وہ زہری سے نقل کرتے ہیں اور وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی تو میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں موجود تھی۔

٩-بَابُ مَا لاَ يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ:

باب: جو تحفہ واپس نہ کیا جانا چاہیے

٢٥٨٢: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِي طِيبًا، قَالَ: كَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لاَ يَرُدُّ الطِّيبَ، قَالَ: وَزَعَمَ أَنَسٌ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لاَ يَرُدُّ الطِّيبَ".

ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے عزرہ بن ثابت انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبداللہ نے بیان کیا، عزرہ نے کہا کہ میں ثمامہ بن عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے خوشبو عنایت فرمائی اور بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو واپس نہیں کرتے تھے۔ ثمامہ نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔

شرح بخاری

قولہٗ قال دخلت علیه، قال کا فاعل عزرۃ ہے اور علیه کی ضمیر سے مراد ثمامۃ ہے۔ ایک روایت میں ہے: "عن عزرۃ بن ثابت قال: دخلت علی ثمامة فناولنی طیبًا۔"

اس ترجمہ باب سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ بعض تحفے ایسے ہیں جنہیں رد نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے: "ثلاث لا ترد من الهدایا، الوسائد، والدهن واللبن۔" ترمذی نے کہا ہے کہ دُھن سے مراد خوشبو ہے[1]۔

١٠-بَابُ مَنْ رَأَى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً:

باب: جن کے نزدیک غائب چیز کا ہبہ کرنا درست ہے

٢٥٨٣-٢٥٨٤: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ

[1] سنن ترمذی: ٢٧٩٠، (حسن)

ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: ذَكَرَ عُرْوَةُ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، وَمَرْوَانَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ قَامَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، "فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا". فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ.

ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا ابن شہاب سے، ان سے عروہ نے ذکر کیا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم نے انہیں خبر دی کہ جب قبیلہ ہوازن کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور اللہ کی شان کے مطابق ثناء کے بعد آپ نے فرمایا: لمابعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے ہمارے پاس آئے ہیں اور میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے (قیدیوں کو) واپس کرنا چاہے وہ واپس کر دے اور جو یہ چاہے کہ انہیں ان کا حصہ ملے (تو وہ بھی واپس کر دے) اور ہمیں اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) سب سے پہلی جو غنیمت دے گا، اس میں سے ہم اسے معاوضہ دے دیں گے۔ لوگوں نے کہا ہم اپنی خوشی سے (ان کے قیدی واپس کر کے) آپ کا ارشاد تسلیم کرتے ہیں۔

جس نے غائب چیز کے ہبہ کو جائز قرار دیا ہے، لہٰذا ایسی چیز ہبہ کرنا جو موجود نہ ہو، جائز ہے، جبکہ بعض کے نزدیک قبضے کے بغیر ہبہ نہیں ہوتا۔

شرح بخاری

ترجمہ باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ قیدی جو آپ نے ہبہ کیے تھے آپ کے پاس موجود نہیں تھے۔

احناف کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے، کہ بخاری اس حدیث کو بار بار لائے ہیں حالانکہ یہ ہبہ نہیں تھا بلکہ یہ اعتاق تھا یا رد تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ رد تو تب ہو سکتا ہے جبکہ اس جہاد کو باطل قرار دیا جائے، جیسا کہ بیع میں رد کی یہی صورت ہوتی ہے، اور اعتاق کا لفظ اگرچہ وارد ہوا ہے، لیکن یہ لفظ توسعاً آیا ہے، ورنہ چاہیے تھا کہ تمام غانمین کی فہرست بنائی جاتی کہ ان سے ولاء کا تعلق پیدا ہو گیا ہے، جبکہ ایسا نہیں ہوا، احناف کے ہاں تقسیم سے پہلے ملک قائم نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ صرف ہبہ کی صورت ہی ہے، ویسے غانمین کا ملک پیدا ہو چکا تھا، اگرچہ انفرادی طور پر نہ ہوا ہو، لیکن دارالاسلام میں احراز ہو گیا تھا، احراز کے بعد ملک حنفی مذہب میں بھی ہو جاتا ہے۔

١١-بَابُ الْمُكَافَأَةِ فِي الْهِبَةِ:

باب: ہبہ کا معاوضہ (بدلہ) ادا کرنا

٢٥٨٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيُثِيبُ

عَلَيْهَا". لَمْ يَذْكُرْ وَكِيعٌ، وَمُحَاضِرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیا کرتے۔ لیکن اس کا بدلہ بھی دے دیا کرتے تھے۔ اس حدیث کو وکیع اور محاضر نے بھی روایت کیا، مگر انہوں نے اس کو ہشام سے، انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کے الفاظ نہیں کہے۔

یعنی ہبہ کا معاوضہ اور بدلہ ادا کرنا، اگر کوئی شخص معاوضہ لینے کی نیت سے ہبہ دے تو بدلہ دینا چاہیے، اور اگر تودّد یا اعانت مقصود ہو تو مکافاۃ نہیں ہوگی، اگر کوئی للہ۔ فی اللہ دے تو جائز ہے، شادی کے موقع پر لوگ کئی چیزیں دے جاتے ہیں۔ وہ تو معاوضہ لینے کے لیے دیتے ہیں۔ انہیں دی ہوئی چیز واپس کی جاسکتی ہے۔

۱۲۔ بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ:

باب: باپ کا اپنے لڑکے کو کچھ ہبہ کرنا

وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ، وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ، وَهَلْ لِلْوَالِدِ أَنْ يَرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهِ وَمَا يَأْكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَتَعَدَّى، وَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُمَرَ بَعِيرًا، ثُمَّ أَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ، وَقَالَ: اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

اور اپنے بعض لڑکوں کو اگر کوئی چیز ہبہ میں دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام لڑکوں کو برابر نہ دے، یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا اور ایسے ظلم کے ہبہ پر گواہ ہونا بھی درست نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عطایا کے سلسلہ میں اپنی اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو، اور کیا باپ اپنا عطیہ واپس بھی لے سکتا ہے؟ اور باپ اپنے لڑکے کے مال میں سے دستور کے مطابق جب کہ ظلم کا ارادہ نہ ہو لے سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا اور پھر اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کا جو چاہے کر۔

قولہ وإذا أعطى بعض ولدہ۔ اس باب کے تحت بخاری رحمہ اللہ نے چار مسائل بیان کیے ہیں، پہلا یہ کہ اپنی اولاد کے لیے ہبہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اولاد کو دی ہوئی چیز والد کے مِلک میں ہوتی ہے، اس لیے شبہ پایا جاتا ہے کہ شاید ہبہ نہ ہو۔ اس لیے اس مسئلہ کو بیان کر دیا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اولاد کو ہبہ دینے میں تسویہ اور برابری واجب ہے، یہ بخاری کا مذہب ہے، بعض کہتے ہیں کہ اولاد کے درمیان تسویہ مستحب ہے، امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر باپ اولاد کے ہبہ میں کمی، بیشی کرے تو ہبہ باطل ہے۔ بلکہ ایسا کرنے والا گناہگار ہوتا ہے، شوکانی کے نزدیک تسویہ

فرض ہے۔ اگر کمی وزیادتی کی ہے تو واپس کرے، یا باقیوں کو بھی اس قدر دے جتنا ایک کو دیا ہے، اور اگر مر گیا ہے تو اس کے ترکہ سے اتنا حصہ دوسروں کو دیا جائے جس قدر ایک کو دیا ہے۔

اولاد کے درمیان ہبہ اور عطیہ کی مساوات میں لڑکی اور لڑکا برابر ہیں۔ دونوں کو برابر دینا چاہیے، حافظ نے اسی کو ترجیح دی ہے، ایک روایت بھی آتی ہے: "لو کنت مفضلاً لفضلت النساء"① بعض کہتے ہیں جو مرنے کے بعد ملتا ہے اتنا دینا ہی مساوات ہے، مرنے کے بعد لڑکی کو لڑکے سے کم ملتا ہے لہٰذا اتنا دے سکتا ہے۔

جو لوگ مستحب ہونے کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نعمان کے باپ نے سارا مال دیدیا تھا، اس لیے آپ نے اس پر انکار کیا تھا، حالانکہ حدیث میں صرف غلام دینے کا ذکر ہے، اور غلام ان کا سارا مال نہیں تھا، بعض کہتے ہیں کہ اس نے ابھی ہبہ نہیں کیا تھا، بلکہ وہ ابھی اس بارہ میں پوچھنے کے لیے آیا تھا، حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے غلام اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تھا، تیسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس ہبہ پر اس کا ابھی قبضہ نہیں ہوا تھا، لیکن جبکہ باپ اس کا متولی تھا تو اس کا قبضہ ہونا بھی اسی لڑکے کا قبضہ تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں اس پر گواہ نہیں بنتا۔ کسی اور کو گواہ بنالے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ جائز تھا، اسی لیے آپ نے کسی دوسرے کو گواہ بنانے کی اجازت دی تھی، حالانکہ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا تھا کہ میں اس ظلم پر گواہ نہیں بنتا، اور آپ کا ناراض ہونا اور اسے ظلم قرار دینا اس کے بطلان پر دلالت کرتا ہے، مستحب کہنے والے کہتے ہیں کہ آپ نے: "اَلَّا سَوَّیْتَ" فرمایا تھا اور یہ لفظ ترغیب دینے کے لیے ہے، وجوب کے لیے نہیں ہے، حالانکہ وجوب پر دلالت کرنے والے دیگر الفاظ موجود ہیں۔ بعض جواب دیتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں ہوا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ دیا تھا کسی اور کو نہیں۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہبہ دیا تھا۔ حافظ نے جواب دیا ہے کہ عروہ سے مروی ہے کہ آپ نے باقی وارثوں سے پوچھ کر دیا تھا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اجازت سے دیا ہوگا۔



عینی نے کہا ہے جبکہ انسان اپنا سارا مال اجنبی کو دے سکتا ہے، تو اپنے وارثوں میں سے کسی ایک کو بطورِ ہدیہ کیوں نہیں دے سکتا، حافظ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ احناف کا ایسی بات کرنا نص کے مقابلہ میں قیاس کو پیش کرنا ہے، جو کہ درست نہیں ہے، نواب صدیق الحسن خاں رحمہ اللہ نے بھی "دلیل الطالب" میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اولاد میں عدل و مساوات کی بارہ، تیرہ وجوہات ذکر کی ہیں، ابن حزم رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، ان کے نزدیک جلی ہوئی روٹی بھی کسی ایک کو دوسروں کے سوا نہیں دے سکتا، امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ اگر بچوں میں سے کسی کی کوئی کمائی نہ ہو یا وہ صاحبِ عیال ہو تو اس کی امداد کر دینا جائز ہے۔





یہ مسئلہ عطیہ سے متعلق ہے، نفقہ کا حکم اس سے مختلف ہے، کیونکہ نفقہ بقدر ضرورت دیا جاتا ہے، مثال کے طور پر دو لڑکوں میں سے ایک کی خوراک دو چپاتیاں ہے اور دوسرا ایک چپاتی ہی کھاتا ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو بھی دو



① السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۲۰۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۹۹۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۲۴۴۔

ہی دے، تاکہ وہ ایک بیچ لے، لہٰذا نفقہ میں مساوات نہیں ہے، اور بچوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی نفقہ میں داخل ہے، مثلاً ایک کی فیس زیادہ ہے اور دوسرے کی فیس کم ہے۔ تو نفقہ کی طرح اس میں کمی، بیشی ہوسکتی ہے، اور لباس بھی نفقہ میں داخل ہے، اگر ایک لڑکی بڑی ہے اور دوسری چھوٹے قد والی ہے، تو بڑی کے لباس کے لیے زیادہ کپڑے کی ضرورت ہوگی، دونوں کے لیے برابر کپڑا خریدنا ضروری نہیں ہوگا، بعض چیزیں نفقہ میں داخل ہیں اور بعض ہبہ میں داخل ہیں جو چیزیں ہبہ میں داخل ہیں ان میں مساوات فرض ہے۔

قولہ وهل للوالد أن يرجع۔ یہ مذکورہ مسائل میں سے تیسرا مسئلہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کو دیئے ہوئے ہبہ میں رجوع کرسکتا ہے، کیونکہ سنن ابی داوٗد اور ابن ماجہ میں ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث میں ہے: "لا يحل لرجل يعطي عطية أو يهب هبة فيرجع فيها إلا الوالد فيما يعطي ولده"[1]۔

قولہ وما يأكل من مال ولده۔ یہ چوتھا مسئلہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کے مال سے بقدرِ ضرورت کھا سکتا ہے، لیکن تعدی سے بچتے ہوئے ضرورت سے زیادہ نہ لے۔

٢٥٨٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أنهما حدثاه، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، "أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا، فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ، قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْجِعْهُ".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی ابن شہاب سے، وہ حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن نعمان بن بشیر سے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے کہا ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہبہ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ پھر (ان سے بھی) واپس لے لے۔

قولہ نحلتُ ابني هذا غلامًا۔ ایک حدیث میں باغ دینے کا ذکر آتا ہے، حافظ نے کہا ہے کہ پہلے باغ دیا ہوگا، ابھی اس پر قبضہ نہیں کرایا ہوگا، کہ بعد میں اسے غلام ہبہ کردیا، حافظ رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ تاریخ سے ثابت نہیں ہے کہ نعمان کا کوئی اور بھائی بھی ہو، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس واقعہ کے بعد فوت ہوگئے ہوں گے۔

١٣-بَابُ الإِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ:

باب: ہبہ کے اوپر گواہ کرنا

٢٥٨٧: حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: "أَعْطَانِي أَبِي

[1] جامع ترمذی: ١٢٩٩ (صحیح) سنن ابی داود: ٣٥٣٩ (صحیح) سنن ابن ماجہ: ٢٣٧٧ (صحیح)

عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا، قَالَ: لَا. قَالَ: فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ، قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ".

ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا حصین سے، وہ عامر سے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا، تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ (حاضر خدمت ہو کر) انہوں نے عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ دیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنا لوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا۔



اس حدیث میں ہے کہ نعمان رضی اللہ عنہ کی والدہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے کے ہبہ پر گواہ بنانا چاہا، اس سے ہبہ پر گواہ بنانے کا جواز ثابت ہوا۔

١٤- بَابُ هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا:

باب: خاوند کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو کچھ ہبہ کر دینا

شرح بخاری

قَالَ إِبْرَاهِيمُ: جَائِزَةٌ، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: لَا يَرْجِعَانِ، وَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ هَبِي لِي بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ كُلَّهُ، ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيهِ، قَالَ: يَرُدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ خَدِيعَةٌ جَازَ. قَالَ اللهُ تَعَالَى: فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ سورة النساء آية ٤.



ابراہیم نخعی نے کہا کہ جائز ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ دونوں اپنا ہبہ واپس نہیں لے سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے دن عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کی اپنی دوسری بیویوں سے اجازت مانگی تھی (اور ازواج مطہرات نے اپنی اپنی باری ہبہ کر دی تھی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنا ہبہ واپس لینے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو اپنی ہی قے چاٹتا ہے۔ زہری نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنا کچھ

مہر یا سارا مہر مجھے ہبہ کر دے (اور اس نے کر دیا) اس کے تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی نے (اپنے مہر کا ہبہ) واپس مانگا تو زہری نے کہا کہ اگر شوہر نے محض دھوکہ کے لیے ایسا کیا تھا تو اسے مہر واپس کرنا ہوگا۔ لیکن اگر بیوی نے اپنی خوشی سے مہر ہبہ کیا، اور شوہر نے بھی کسی قسم کا دھوکہ اس سلسلے میں اسے نہیں دیا، تو یہ صورت جائز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے «فإن طبن لكم عن شيء منه نفسا» اگر تمہاری بیویاں دل سے اور خوش ہو کر تمہیں اپنے مہر کا کچھ حصہ دے دیں (تو لے سکتے ہو)۔

میاں، بیوی ایک دوسرے کو ہبہ اور عطیہ دے سکتے ہیں، کیونکہ دونوں کے مِلک الگ الگ ہوتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت چونکہ ڈر کی وجہ سے ہبہ کرتی ہے اس لیے وہ اپنے ہبہ میں رجوع کرسکتی ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ اس کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ میں رجوع جائز نہیں ہے۔

قوله وقال الزهري... امام زہری رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارہ میں کہا جو اپنی بیوی سے کہے مجھے اپنا کچھ مہر یا سارا مہر ہبہ کردے اور اس نے ہبہ کر دیا، اس کے تھوڑی دیر بعد وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور مطلقہ بیوی اپنا ہبہ کیا ہوا حق مہر واپس مانگ لے، تو امام زہری نے کہا کہ اگر شوہر کی نیت دھوکہ اور فریب دینے کی تھی تو اسے مہر واپس کرنا ہوگا، لیکن اگر بیوی نے اپنی خوشی سے مہر ہبہ کیا اور شوہر نے بھی فریب نہیں دیا اور اس کے دل میں دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں تھا، تو حق مہر لینا شوہر کے لیے جائز ہے۔

٢٥٨٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا "لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَّ لَهُ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ. فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ. فَقَالَ لِي: وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھی اور تکلیف شدید ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں ایام مرض گزارنے کی اجازت چاہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں نے اجازت دے دی تو آپ اس طرح تشریف لائے کہ دونوں قدم زمین پر رگڑ کھا رہے تھے۔ آپ اس وقت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور صاحب کے درمیان تھے۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا۔ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن کا نام نہیں لیا، جانتے ہو وہ کون تھے؟ میں نے کہا کہ نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ مرض الوفات تھی، اس وقت آپ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اس وقت تمام ازواج مطہرات نے اپنی اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردی تھی اور ہبہ میں رجوع جائز نہیں ہے، اس لیے آپ نے ایک ہی اذن پر اکتفاء کیا ہے، اور اگر ہبہ میں رجوع جائز ہوتا تو آپ ہر روز اذن طلب کرتے، لیکن چونکہ ہبہ میں رجوع نہیں ہو سکتا اس لیے آپ نے ایک ہی مرتبہ اذن کو کافی سمجھا۔

٢٥٨٩: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ، ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا ہبہ واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرکے پھر چاٹ جاتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ یہ حدیث عام ہے اور اس کے عموم میں خاوند اور بیوی بھی داخل ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اپنے ہبہ میں رجوع نہیں کرسکتے۔



١٥-بَابُ هِبَةِ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا:

باب: اگر عورت اپنے خاوند کے سوا اور کسی کو کچھ ہبہ کرے

وَعِتْقُهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيهَةً، فَإِذَا كَانَتْ سَفِيهَةً لَمْ يَجُزْ. قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ سورة النساء آية ٥.

یا غلام لونڈی آزاد کرے اور ہبہ کے وقت اس کا خاوند موجود ہو، تو یہ ہبہ جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عورت بے عقل نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ بے عقل ہو گی تو جائز نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے «ولا تؤتوا السفهاء أموالكم» بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دو۔

یہ باب لا کر امام بخاری اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو سنن ابی داود میں باب فی عطیة المرأة بغير اذن زوجها کے تحت ان الفاظ سے مروی ہے: "لا يجوز للمرأة فی مالها أمر الا بإذن زوجها"[1] وبسند أخر "أن رسول الله ﷺ قال: لا تجوز لامرأة عطية إلا بإذن زوجها"[2] یا اس روایت سے مراد یہ ہے کہ عدم جواز تب ہے جبکہ عورت سفیہہ یعنی نادان سی ہو، لیکن اگر وہ عقلمند اور سمجھدار ہو تو اپنے مال میں خاوند کی اجازت بغیر تصرف کرسکتی ہے، جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ باب کے تحت اس کی صراحت کی ہے، مالکیوں کے نزدیک ثلث سے زیادہ تصرف نہیں کرسکتی، لیکن ان کے اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔



---

(1) شرح معانی الاثار: ٣٠٠/٧

(2) سنن أبي داود: ٣٥٣٧

۲۵۹۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لِي مَالٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ، فَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: "تَصَدَّقِي، وَلَا تُوعِي فَيُوعَى عَلَيْكِ".

ہم سے ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے، ان سے عباد بن عبداللہ نے اور ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس صرف وہی مال ہے جو (میرے شوہر) زبیر نے میرے پاس رکھا ہوا ہے تو کیا میں اس میں سے صدقہ کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرو، جوڑ کے نہ رکھو، کہیں تم سے بھی۔ (اللہ کی طرف سے نہ) روک لیا جائے۔

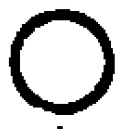
اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ خاوند والی عورت کا غیر خاوند کو ہبہ دینا جائز ہے، حدیث میں اگرچہ صدقہ کرنے کا ذکر ہے، لیکن ہبہ اور صدقہ کا حکم ایک ہی ہے۔

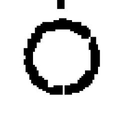
۲۵۹۱: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَنْفِقِي، وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ".



ہم سے عبیداللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کیا کر، گنا نہ کر، تاکہ تمہیں بھی گن کے نہ ملے اور جوڑ کے نہ رکھو، تاکہ تم سے بھی اللہ تعالیٰ (اپنی نعمتوں کو) نہ چھپالے۔

۲۵۹۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، "أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً، وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُورُ عَلَيْهَا فِيهِ، قَالَتْ: أَشَعَرْتَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيدَتِي، قَالَ: أَوَفَعَلْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ". وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ: عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، إِنَّ مَيْمُونَةَ أَعْتَقَتْ.





ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے بکیر نے، ان سے ابن عباس کے غلام کریب نے اور انہیں (ام المؤمنین) میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انہوں نے ایک لونڈی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر آزاد کر دی۔ پھر جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آپ کے گھر آنے کی تھی، انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کیا، یارسول



اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو معلوم بھی ہوا، میں نے ایک لونڈی آزاد کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تم نے آزاد کر دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! فرمایا کہ اگر اس کے بجائے تم نے اپنے نھیال والوں کو دی ہوتی تو تمہیں اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا۔ اس حدیث کو بکیر بن مضر نے عمرو بن حارث سے، انہوں نے بکیر سے، انہوں نے کریب سے روایت کیا کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی لونڈی آزاد کر دی۔ اخیر تک۔

٢٥٩٣: حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی زہری سے، وہ عروہ سے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے لیے قرعہ اندازی کرتے اور جن کا قرعہ نکل آتا انہیں کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی تمام ازواج کے لیے ایک ایک دن اور رات کی باری مقرر کر دی تھی، البتہ (آخر میں) سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی، اس سے ان کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنی تھی۔



قولها وهبت يومها وليلتها لعائشة۔ یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی اور حضرت عائشہ غیر زوج ہی ہے جسے باری ہبہ کی گئی ہے۔

١٦۔ بَابُ بِمَنْ يُبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ:

باب: ہدیہ کا اولین حقدار کون ہے؟

٢٥٩٤: وَقَالَ بَكْرٌ: عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، إِنَّ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً لَهَا، فَقَالَ لَهَا: وَلَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ أَخْوَالِكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ".

اور بکر بن مضر نے عمرو بن حارث سے، انہوں نے بکیر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب سے (بیان کیا کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک لونڈی آزاد کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اگر وہ تمہارے نھیال والوں کو دی جاتی تو تمہیں



زیادہ ثواب ملتا۔

٢٥٩٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: "إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ابوعمران جونی سے، ان سے بنوتیم بن مرہ کے ایک صاحب طلحہ بن عبداللہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میری دو پڑوسی ہیں، تو مجھے کس کے گھر ہدیہ بھیجنا چاہئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا دروازہ تم سے قریب ہو۔

١٧۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ:

باب: جس نے کسی عذر سے ہدیہ قبول نہیں کیا

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً، وَالْيَوْمَ رِشْوَةٌ.

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا کہ ہدیہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہدیہ تھا، لیکن آج کل تو رشوت ہے۔

شرح بخاری

اگرچہ ہدیہ قبول کرنے کا حکم ہے لیکن اگر کسی علت اور سبب کی بنا پر ہدیہ قبول نہ کیا جائے تو یہ جائز ہے، مثال کے طور پر ہدیہ دینے والے کا مال حرام کا ہے یا اس میں حرام کی آمیزش ہے، یا ہدیہ بطورِ رشوت دیا جارہا ہو تو قبول نہ کیا جائے، اگر ایسا نہ ہو تو ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور اس پر بدلہ بھی دینا چاہیے۔

قولہ وقال عمر بن عبد العزیز۔ حافظ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سیب کھانے کی خواہش کی، لیکن گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ جس کے عوض سیب خرید سکیں، اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتے ہوئے انہیں سیبوں کی طشتری پیش کی گئی۔ انہوں نے ایک سیب اٹھایا اور اسے سونگھ کر واپس کر دیا۔ ان سے اس بارہ میں پوچھا گیا تو کہا کہ مجھے ضرورت نہیں، فرات بن مسلم نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تو ہدیہ قبول کرلیا کرتے تھے، تب انہوں نے کہا: "كانت الهدية في زمن رسول الله ﷺ هدية واليوم رشوة" ان کے ادوار میں ہدیہ ہوتا تھا ان کے بعد رشوت کے طور پر ہدیہ دیا جاتا ہے۔

٢٥٩٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُخْبِرُ أَنَّهُ أَهْدَى

لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ، قَالَ: صَعْبٌ، فَلَمَّا عَرَفَ فِي وَجْهِي رَدَّهُ هَدِيَّتِي، قَالَ: "لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ، وَلَكِنَّا حُرُمٌ".

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گورخر ہدیہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلماس وقت مقام ابواء یا مقام ودان میں تھے اور محرم تھے۔ آپ نے وہ گورخر واپس کر دیا۔ صعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر (ناراضی کا اثر) ہدیہ کی واپسی کی وجہ سے دیکھا، تو فرمایاہدیہ واپس کرنا مناسب تو نہ تھالیکن بات یہ ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔

٢٥٩٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْأُتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هَذَا لَكُمْ، وَهَذَا أُهْدِيَ لِي، قَالَ: فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ، فَيَنْظُرَ يُهْدَى لَهُ أَمْ لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ، ثُمَّ رَفَعَ بِيَدِهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا".



ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، زہری سے، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے کہ قبیلہ ازد کے ایک صحابی کو جنہیں ابن اتبیہ کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وصول کرنے کے لیے عامل بنایا۔ پھر جب وہ واپس آئے تو کہا کہ یہ تم لوگوں کا ہے (یعنی بیت المال کا) اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنے والد یا اپنی والدہ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا۔ دیکھتا وہاں بھی انہیں ہدیہ ملتا ہے یا نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس (مال زکوۃ) میں سے اگر کوئی شخص کچھ بھی (ناجائز) لے گا تو قیامت کے دن اسے وہ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہے تو وہ اپنی آواز نکالتا ہوا آئے گا، گائے ہے تو وہ اپنی اور اگر بکری ہے تو وہ اپنی آواز نکالتی ہو گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل مبارک کی سفیدی بھی دیکھ لی (اور فرمایا) اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ تین مرتبہ (آپ صلی



اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا)۔

١٨۔ بَابُ إِذَا وَهَبَ هِبَةً أَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَصِلَ إِلَيْهِ:

باب: اگر ہبہ یا ہبہ کا وعدہ کر کے کوئی مر جائے اور وہ چیز موہوب لہ (جس کو ہبہ کی گئی اس) کو نہ پہنچی ہو

یعنی جب کوئی شخص کوئی چیز ہبہ کر کے یا ہبہ کا وعدہ کر کے فوت ہو جائے اور وہ چیز موہوب لہ کو نہ پہنچی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ چیز واہب کے وارث لیں گے یا موہوب لہٗ لے گا، اس پر بخاری رحمہ اللہ نے توقف کیا ہے۔

قولہٗ قال عبیدۃ یعنی عبیدہ سلمانی نے کہا ہے، اگر دونوں مر جائیں اور ہدیہ کرنے والے نے موہوب چیز موہوب لہٗ کی زندگی میں اپنے مال سے الگ کر دی ہو تو وہ چیز موہوب لہ کے وارثوں کو ملے گی، اور اگر اسے اپنے مال سے جدا نہیں کیا تھا تو واہب کے وارثوں کی ہوگی۔

قولہٗ وقال الحسنُ، یعنی حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دونوں میں سے جو بھی پہلے مر جائے تو ہبہ، موہوب لہ کے وارثوں کو ہی ملے گا، بشرطیکہ موہوب لہ کا وکیل اس پر قبضہ کر چکا ہو، موہوب لہ کا وکیل اس کے قائم مقام ہو جائے گا۔

حافظ رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف ایک تحفہ بھیجا، اس کے بعد اپنی ازواج میں سے کسی سے کہا، میرا خیال ہے کہ یہ ہدیہ اسے پہنچے گا نہیں، کیونکہ وہ پہلے فوت ہو جائے گا، اور ہدیہ واپس ہو جائے گا، اگر واپس آ گیا تو میں نے تجھے دیا[1]، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں ہدیہ واہب کا ہی ہوتا ہے۔

شرح بخاری

وَقَالَ عَبِيدَةُ: إِنْ مَاتَ وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدَى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِي أَهْدَى، وَقَالَ الْحَسَنُ: أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدَى لَهُ إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُولُ.

اور عبیدہ بن عمر سلمانی نے کہا اگر ہبہ کرنے والا مر جائے اور موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ ہو گیا، وہ زندہ ہو پھر مر جائے تو وہ موہوب لہ کے وارثوں کا ہو گا اور اگر موہوب لہ کا قبضہ ہونے سے پیشتر واہب مر جائے تو وہ واہب کے وارثوں کو ملے گا۔ اور امام حسن بصری نے کہا کہ فریقین میں سے خواہ کسی کا بھی پہلے انتقال ہو جائے، ہبہ موہوب لہ کے ورثاء کو ملے گا۔ جب موہوب لہ کا وکیل اس پر قبضہ کر چکا ہو۔

٢٥٩٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا ثَلَاثًا، فَلَمْ يَقْدَمْ حَتَّى تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[1] مسند احمد: ٦/٢٧٦، صحیح ابن حبان: ٥١١٤، موارد الظمآن: ١١٤٤۔

فَأَمَرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا، فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَدَنِي فَحَثَى لِي ثَلَاثًا".

ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن المنکدر نے بیان کیا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا، اگر بحرین کا مال (جزیہ کا) آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین لپ مال دوں گا۔ لیکن بحرین سے مال آنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک منادی سے یہ اعلان کرنے کے لیے کہا کہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وعدہ ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں گیا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ تو انہوں نے تین لپ بھر کر مجھے دیئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بحرین سے مال آنے پر تین لپ دینے کا وعدہ فرمایا لیکن بحرین سے مال نہ آیا اور آپ وعدہ پورا نہ کر سکے، بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا وعدہ پورا کیا۔

١٩۔ بَابُ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ:



باب: غلام لونڈی اور سامان پر کیوں کر قبضہ ہوتا ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ، فَاشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ.

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو اسے خریدا پھر فرمایا عبداللہ یہ اونٹ تو لے لے۔

شرح بخاری

یعنی غلام، لونڈی اور سامان پر کیسے قبضہ ہوتا ہے، کیا منتقل ہونا ضروری ہے یا تخلیہ ہی کافی ہے۔ احناف کے ہاں تخلیہ کافی ہے، شوافع کے نزدیک منقولات میں نقل ضروری ہے، جبکہ قطعہ زمین منتقل نہیں ہو سکتا تو اس میں تخلیہ کافی ہوگا۔

قولہ ھولك یا عبداللہ۔ یعنی اگر ایک چیز پہلے ہی کسی کے پاس ہے تو وہی اس کا قبضہ سمجھا جائے گا، پہلے قبض امانت تھا، اور یہ قبض ضمانت ہوگا، حنفی کہتے ہیں وہ سواری سے پہلے اترے، پھر سوار ہوتا کہ قبض امانت سے قبض ضمانت ہو سکے، بعض کہتے ہیں کہ صرف عقد سے ہی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے، قبض کی بھی ضرورت نہیں ہے، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا معین چیز میں ہو جاتا ہے لیکن شائع چیز میں نہیں ہو سکتا۔



٢٥٩٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ، انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ



قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: خَبَأْنَا هَذَا لَكَ، قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا ابن ابی ملیکہ سے اور وہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قبائیں تقسیم کیں اور مخرمہ رضی اللہ عنہ کو اس میں سے ایک بھی نہیں دی۔ انہوں نے (مجھ سے) کہا، بیٹے چلو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں۔ میں ان کے ساتھ چلا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اندر جاؤ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ میں آپ کا منتظر کھڑا ہوا ہوں، چنانچہ میں اندر گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت انہیں قباؤں میں سے ایک قباء پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ تمہارے لیے چھپا رکھی تھی، لو اب یہ تمہاری ہے۔ مسور نے بیان کیا کہ (میرے والد) مخرمہ رضی اللہ عنہ نے قباء کی طرف دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخرمہ! خوش ہوا یا نہیں؟

قوله 'رَضِيَ مخرمة ... مسور کہتے ہیں کہ میرے باپ مخرمہ نے اس قبا (یعنی اچکن) کو دیکھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مخرمہ خوش ہو گیا ہے، گویا تخلیہ سے ہی اس کا قبضہ ہو گیا تھا۔

٢٠- بَابُ إِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الآخَرُ، وَلَمْ يَقُلْ قَبِلْتُ:

باب: اگر کوئی ہبہ کرے اور موہوب لہ اس پر قبضہ کرلے لیکن زبان سے قبول نہ کرے

یعنی اگر کوئی ہبہ کرے اور موہوب لہ اس پر قبضہ کرلے لیکن زبان سے "قبلت" نہ کہے، تو اس طرح ہبہ پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ زبان سے ایجاب، قبول کرنا ضروری نہیں ہے، شوافع کے نزدیک قبضت یا قبلت کہنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر قبضہ نہیں ہوتا، لیکن ان کی یہ بات بغیر دلیل کے ہے۔

٢٦٠٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلَكْتُ، فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ ؟ قَالَ: وَقَعْتُ بِأَهْلِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: تَجِدُ رَقَبَةً ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ بِعَرَقٍ، وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: اذْهَبْ بِهَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ، قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ: اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ".

ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیادہ نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا زہری سے، وہ حمید بن عبدالرحمٰن سے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

دریافت فرمایا کیا بات ہوئی؟ عرض کیا کہ رمضان میں میں نے اپنی بیوی سے ہمبستری کرلی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟ کہا کہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کیا دو مہینے پے در پے روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا کہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ اس پر بھی جواب تھا کہ نہیں۔ بیان کیا کہ اتنے میں ایک انصاری عرق لائے۔ (عرق کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک ٹوکرا ہوتا تھا جس میں کھجور رکھی جاتی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اسے لے جا اور صدقہ کردے انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ ضرورت مند پر صدقہ کردوں؟ اور اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ سارے مدینے میں ہم سے زیادہ محتاج اور کوئی گھرانہ نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جا، اپنے ہی گھر والوں کو کھلادے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کو کھجوریں دیں، اس کا قبضہ ہوگیا حالانکہ اس نے "قبلتُ" نہیں کہا۔

بَابُ إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ:

باب: اگر کوئی اپنا قرض کسی کو ہبہ کردے



قَالَ شُعْبَةُ: عَنِ الْحَكَمِ هُوَ جَائِزٌ، وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَام لِرَجُلٍ دَيْنَهُ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ أَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ، فَقَالَ جَابِرٌ: قُتِلَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُرَمَاءَهُ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي.

شرح بخاری

شعبہ نے کہا اور ان سے حکم نے کہ یہ جائز ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو اپنا قرض معاف کردیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کا دوسرے شخص پر کوئی حق ہے تو اسے ادا کرنا چاہئے یا معاف کرا لے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ شہید ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے کہا کہ وہ میرے باغ کی (صرف موجودہ) کھجور (اپنے قرض کے بدلے میں) قبول کرلیں اور میرے والد پر (جو قرض باقی رہ جائے اسے) معاف کردیں۔

اگر کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کردے۔ مثلاً کسی نے دوسرے سے قرض لینا ہے، اور وصول کرنے سے پہلے ہی کسی شخص سے کہے کہ میں نے وہ قرض تجھے ہبہ کیا تو یہ جائز ہے۔

قولہ أو لیتحللہ منہ... یا اس سے معاف کرالے، اور معاف کرانا وصول کیے بغیر ہی ہوتا ہے۔



٢٦٠١: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَلَّمْتُهُ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي، فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ، وَلَكِنْ قَالَ: سَأَغْدُو عَلَيْكَ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ، وَدَعَا فِي ثَمَرِهِ بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ حُقُوقَهُمْ وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ، ثُمَّ جِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: اسْمَعْ وَهُوَ جَالِسٌ يَا عُمَرُ، فَقَالَ: أَلَّا يَكُونُ قَدْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ، وَاللهِ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللهِ".

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا ابن شہاب سے، وہ ابن کعب بن مالک سے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ احد کی لڑائی میں ان کے باپ شہید ہو گئے (اور قرض چھوڑ گئے) قرض خواہوں نے تقاضے میں بڑی شدت کی، تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں گفتگو کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں (جو بھی ہوں) اور میرے والد کو (جو باقی رہ جائے وہ قرض) معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا باغ انہیں نہیں دیا اور نہ ان کے لیے پھل تڑوائے۔ بلکہ فرمایا کہ کل صبح میں تمہارے یہاں آؤں گا۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھجور کے درختوں میں ٹہلتے رہے اور برکت کی دعا فرماتے رہے پھر میں نے پھل توڑ کر قرض خواہوں کے سارے قرض ادا کر دیئے اور میرے پاس کھجور بچ بھی گئی۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی اطلاع دی۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، عمر! سن رہے ہو؟ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہمیں تو پہلے سے معلوم ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ قسم اللہ کی! اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے ایسے ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کے قرض خواہوں سے یہ سفارش کی کہ باغ میں جتنا پھل ہے وہ اپنے قرض کے بدلہ میں لے لیں اور جو قرضہ باقی رہ جائے وہ معاف کر دیں، اگر وہ معاف کر دیتے تو باقی قرضہ جابر رضی اللہ عنہ کو ہبہ ہوتا۔

٢٢۔ بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ:

باب: ایک چیز کئی آدمیوں کو ہبہ کرے تو کیسا ہے؟

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَابْنِ أَبِي عَتِيقٍ: وَرِثْتُ عَنْ أُخْتِي عَائِشَةَ مَالًا

بِالْغَابَةِ، وَقَدْ أَعْطَانِي بِهِ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ أَلْفٍ فَهُوَ لَكُمَا.

اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے کہا کہ میری بہن عائشہ رضی اللہ عنہا سے وراثت میں مجھے غابہ (کی زمین) ملی تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کا ایک لاکھ (درہم) دیا لیکن میں نے اسے نہیں بیچا، یہی تم دونوں کو ہدیہ ہے۔

ایک شخص کے پوری جماعت کو ہبہ کرنے کا بیان، اور یہ جائز ہے، احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، مثلاً کوئی شخص مدرسہ کے طلباء کو بکرا ہبہ کرتا ہے، ان کے ہاں یہ جائز نہیں ہے، ہاں پکا کر سب کو دے تو جائز ہے، بعض کہتے ہیں یہ نزاع کے لیے ممنوع ہے۔ ورنہ جائز ہے۔

۲۶۰۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: إِنْ أَذِنْتَ لِي أَعْطَيْتُ هَؤُلَاءِ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدًا فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ".



ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، وہ ابوحازم سے، وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پینے کو کچھ لایا، (دودھ یا پانی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا اور بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے فرمایا کہ اگر تو اجازت دے (تو بچا ہوا پانی) میں ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟ لیکن اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ کے جوٹھے میں سے ملنے والے کسی حصہ کا میں ایثار نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ جھٹکے کے ساتھ اسی کی طرف بڑھا دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنا حصہ بزرگوں کو ہبہ کر دے اور بزرگ حضرات متعدد تھے، جس سے ثابت ہوا کہ ایک چیز ایک شخص کئی افراد کو ہبہ کر سکتا ہے۔

۲۳-بَابُ الْهِبَةِ الْمَقْبُوضَةِ وَغَيْرِ الْمَقْبُوضَةِ، وَالْمَقْسُومَةِ وَغَيْرِ الْمَقْسُومَةِ:

باب: جو چیز قبضہ میں ہو یا نہ ہو اور جو چیز بٹ گئی ہو اور جو نہ بٹی ہو، اس کا ہبہ کا بیان

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوا مِنْهُمْ، وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُومٍ.



اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے قبیلہ ہوازن کو ان کی تمام غنیمت ہبہ کر دی، حالانکہ اس کی تقسیم نہیں ہوئی تھی۔

قولہ لهوازن... آپ نے ہوازن کے عورتیں، بچے واپس کر دیئے، حالانکہ وہ ابھی تقسیم نہیں ہوئے تھے۔

٢٦٠٣: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَضَانِي وَزَادَنِي".

اور ثابت بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا، ان سے محارب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (سفر سے لوٹ کر) مسجد میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے اونٹ کی قیمت) ادا کی اور کچھ زیادہ بھی دیا۔

قولہ فقضانی وزادنی .. آپ نے ایک قیراط زیادہ دیا تھا، اور وہ قیراط نبی اکرم ﷺ کا مقبوض نہیں تھا بلکہ جو درہم دیئے تھے وہ بھی مقبوض نہیں تھے، اور آپ نے انہیں ادا کرنے کا حکم دیا۔

٢٦٠٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: "بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ، قَالَ: ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ". قَالَ شُعْبَةُ: أُرَاهُ فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ، فَمَا زَالَ مَعِي مِنْهَا شَيْءٌ حَتَّى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّأْمِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.



ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا محارب بن دثار سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں ایک اونٹ بیچا تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کیا۔ شعبہ نے بیان کیا، میرا خیال ہے کہ (جابر رضی اللہ عنہ نے کہا) میرے لیے وزن کیا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بلال رضی اللہ عنہ نے) اور (اس پلڑے کو جس میں سکہ تھا) جھکا دیا۔ (تاکہ مجھے زیادہ ملے) اس میں سے کچھ تھوڑا سا میرے پاس جب سے محفوظ تھا۔ لیکن شام والے (اموی لشکر) یوم حرہ کے موقع پر مجھ سے چھین کر لے گئے۔

وہ اونٹ بھی آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا، اور اس سے بھی قبضہ کرنے سے پہلے ہبہ کرنا ثابت ہوا۔

٢٦٠٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ، فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا، وَاللهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ".



ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ابوحازم سے، وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پینے کو لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف ایک بچہ تھا اور قوم کے بڑے لوگ بائیں طرف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے سے فرمایا کہ کیا تمہاری

طرف سے اس کی اجازت ہے کہ میں بچا ہوا پانی ان بزرگوں کو دے دوں؟ تو اس بچے نے کہا کہ نہیں قسم اللہ کی! میں آپ سے ملنے والے اپنے حصہ کا ہرگز ایثار نہیں کر سکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروب ان کی طرف جھٹکے کے ساتھ بڑھا دیا۔

قولہٗ أتأذن لي... ابھی تک اس غلام نے یعنی لڑکے نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا، اور آپ نے اس سے بزرگوں کو ہبہ کرنے کی اجازت لی ہے۔ جو چیز کسی کے قبضہ میں ہو اس کا ہبہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور جو چیز قبضہ میں نہ ہو اس کے ہبہ کرنے میں اختلاف ہے، امام بخاری اس کے جواز پر احادیث پیش کر رہے ہیں۔

٢٦٠٦ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: دَعُوهُ، فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، وَقَالَ: اشْتَرُوا لَهُ سِنًّا فَأَعْطُوهَا إِيَّاهُ. فَقَالُوا: إِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا إِلَّا سِنًّا هِيَ أَفْضَلُ مِنْ سِنِّهِ، قَالَ: فَاشْتَرُوهَا، فَأَعْطُوهَا إِيَّاهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً".

ہم سے عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی شعبہ سے، ان سے سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا (اس نے سختی کے ساتھ تقاضا کیا) تو صحابہ اس کی طرف بڑھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، حق والے کو کچھ نہ کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی ہی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے ایک اونٹ اسی کے اونٹ کی عمر کا خرید کر اسے دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس سے اچھی عمر کا ہی اونٹ مل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی کو خرید کر دے دو کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرض کے ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔



شرح بخاری

٢٤۔ بَابُ إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ:

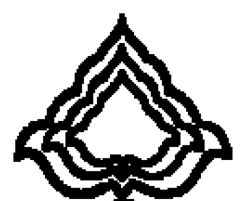
باب: اگر کئی شخص کئی شخصوں کو ہبہ کریں

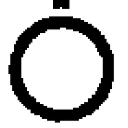
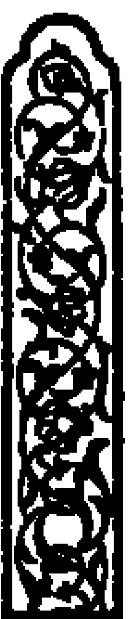
٢٦٠٧-٢٦٠٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: مَعِي مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا،



فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ، فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا يَا رَسُولَ اللهِ لَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيهِ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ، فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا، وَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ". هَذَا آخِرُ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ يَعْنِي فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے، کہا ہم سے عقیل نے ابن شہاب سے، وہ عروہ سے کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا میرے ساتھ جتنی بڑی جماعت ہے اسے بھی تم دیکھ رہے ہو اور سب سے زیادہ سچی بات ہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس لیے تم لوگ ان دو چیزوں میں سے ایک ہی لے سکتے ہو، یا اپنے قیدی لے لو یا اپنا مال۔ میں نے تمہارا پہلے ہی انتظار کیا تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی پر تقریباً دس دن تک (مقام جعرانہ میں) ان لوگوں کا انتظار فرماتے رہے۔ پھر جب ان لوگوں کے سامنے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی صرف ایک ہی چیز واپس فرما سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں ہی کو (واپس لینا) پسند کرتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر مسلمانوں کو خطاب کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی اس کی شان کے مطابق تعریف بیان کی اور فرمایا، امابعد! یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس اب توبہ کر کے آئے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ انہیں ان کے قیدی واپس کر دوں۔ اس لیے جو صاحب اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہیں وہ ایسا کر لیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہوں کہ اپنے حصے کو نہ چھوڑیں بلکہ ہم انہیں اس کے بدلے میں سب سے پہلی غنیمت کے مال میں سے معاوضہ دیں، تو وہ بھی (اپنے موجودہ قیدیوں کو) واپس کر دیں۔ سب صحابہ نے اس پر کہا، یا رسول اللہ! ہم اپنی خوشی سے انہیں واپس کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن واضح طور پر اس وقت یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون اپنی خوشی سے دینے کے لیے تیار ہے اور کون نہیں۔ اس لیے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس جائیں اور تمہارے چودھری لوگ تمہارا معاملہ لا کر پیش کریں۔ چنانچہ سب لوگ واپس ہو گئے اور نمائندوں نے ان سے گفتگو کی اور واپس ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ تمام لوگوں نے خوشی سے اجازت دے دی



ہے۔ قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہمیں یہی بات معلوم ہوئی ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا یہ زہری رحمہ اللہ کا آخری قول تھا۔ یعنی یہ کہ قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہمیں یہی بات معلوم ہوئی ہے۔

۲۵۔ بَابُ مَنْ أُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةٌ وَعِنْدَهُ جُلَسَاؤُهُ فَهُوَ أَحَقُّ:

باب: اگر کسی کو کچھ ہدیہ دیا جائے اس کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے ہوں تو اب اس کو دیا جائے جو زیادہ حقدار ہے

جسے ہدیہ دیا جائے وہی اس کا حق دار ہوگا، اگرچہ اس کے پاس دیگر لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہوں۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جُلَسَاءَهُ شُرَكَاءُ وَلَمْ يَصِحَّ.

۲۶۰۹: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَخَذَ سِنًّا فَجَاءَ صَاحِبُهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: "إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، ثُمَّ قَضَاهُ أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ، وَقَالَ: أَفْضَلُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً".



ہم سے ابن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی شعبہ سے، انہیں ابوسلمہ بن کہیل نے، انہیں ابوسلمہ نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ بطور قرض لیا، قرض خواہ تقاضا کرنے آیا (اور نازیبا گفتگو کی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق والے کو کہنے کا حق ہوتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اچھی عمر کا اونٹ اسے دلا دیا اور فرمایا تم میں افضل وہ ہے جو ادا کرنے میں سب سے بہتر ہو۔

قولہ قضاہ أفضل من سنہ... وہ سن کی زیادتی اسی کے لیے تھی، دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں ہوئے، ابو یوسف کا قول ہے کہ اگر اس کے پاس دیگر لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہوں، تو وہ بھی اس ہدیہ میں شریک ہو جائیں گے۔ لیکن بخاری رحمہ اللہ اس کا رد کر رہے ہیں۔

قولہ ویذکر عن ابن عباس... ابن عباس سے مرفوع مروی ہے: "من أهديت له هدية وعنده قوم فهم شركاؤه فيها"[1] لیکن اس کی سند میں مندل بن علی ضعیف ہے۔

۲۶۱۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، "أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكَانَ عَلَى بَكْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ، فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ أَبُوهُ: يَا عَبْدَ اللهِ، لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِعْنِيهِ، فَقَالَ



[1] المعجم الكبير للطبراني: ۱۱۱۸۳، السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱۲۰۳۶۔

عُمَرُ: هُوَ لَكَ، فَاشْتَرَاهُ، ثُمَّ قَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ، فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا عمرو سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ وہ سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے۔ وہ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آگے بڑھ جایا کرتا تھا۔ اس لیے ان کے والد (عمر رضی اللہ عنہ) کو تنبیہ کرنی پڑتی تھی کہ اے عبداللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کسی کو نہ ہونا چاہئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ عمر! اسے مجھے بیچ دے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ تو آپ ہی کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا۔ پھر فرمایا، عبداللہ یہ اب تیرا ہے۔ جس طرح تو چاہے استعمال کر۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خریدا ہوا اونٹ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا، جبکہ لوگوں میں سے کوئی دیگر شخص اس اونٹ کا مستحق نہیں ہوا۔

٢٦۔بَابُ إِذَا وَهَبَ بَعِيرًا لِرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهُ، فَهُوَ جَائِزٌ:

باب: اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو اور دوسرا شخص وہ اونٹ اس کو ہبہ کر دے تو درست ہے

٢٦١١: وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، وَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ، فَابْتَاعَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ".

اور حمیدی نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ ہم سے عمرو نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا اور پھر فرمایا عبداللہ! تو یہ اونٹ لے جا (میں نے یہ تجھ کو بخش دیا)۔

٢٧۔بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا:

باب: ایسے کپڑے کا تحفہ دینا جس کا پہننا مکروہ ہو

٢٦١٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلِلْوَفْدِ قَالَ: "إِنَّمَا يَلْبَسُهَا

مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ". ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ فَأَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً، وَقَالَ: أَكَسَوْتَنِيهَا، وَقُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَاهَا عُمَرُ أَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا".

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ (فروخت ہو رہا) ہے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اسے خرید لیتے اور جمعہ کے دن اور وفود کی ملاقات کے موقع پر اسے زیب تن فرمالیا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یہ دیا کہ اسے وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ کچھ دنوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بہت سے (ریشمی) حلے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلہ ان میں سے عمر رضی اللہ عنہ کو بھی عنایت فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا کہ آپ یہ مجھے پہننے کے لیے عنایت فرما رہے ہیں۔ حالانکہ آپ خود عطارد کے حلوں کے بارے میں جو کچھ فرمانا تھا فرما چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسے تمہیں پہننے کے لیے نہیں دیا ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا، جو مکے میں رہتا تھا۔



حُلۃ کی تانیث کا اعتبار کرتے ہوئے "لبسھا" کی ضمیر مؤنث لائی گئی ہے۔

قولہ حلة سيراء... سین کے کسرہ اور یا کے فتحہ کے ساتھ، ای رأى حلة حرير۔

قولہ حلة عطارد یہ عطارد بن حاجب بن زرارۃ بن عدس ہے جس نے اسلام قبول کیا، اور خوب کیا۔

قولہ فكساها عمر أخا له بمكة مشركا یہ آپ کا اخیافی یا رضاعی بھائی تھا، جس کا نام عثمان بن حکیم تھا۔

٢٦١٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَبُو جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا، وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذَلِكَ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا مَوْشِيًّا، فَقَالَ: مَا لِي وَلِلدُّنْيَا، فَأَتَاهَا عَلِيٌّ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ: لِيَأْمُرْنِي فِيهِ بِمَا شَاءَ، قَالَ: تُرْسِلُ بِهِ إِلَى فُلَانٍ أَهْلِ بَيْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ".

ہم سے ابو جعفر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن فضیل نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، لیکن اندر نہیں گئے۔ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف نہیں لائے) علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس کے دروازے پر



دھاری دار پردہ لٹکا دیکھا تھا (اس لیے واپس چلا آیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا (کی آرائش وزیبائش) سے کیا سروکار۔ علی رضی اللہ عنہ نے آکر ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھے جس طرح کا چاہیں اس سلسلے میں حکم فرمائیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں گھر میں اسے بھجوا دیں۔ انہیں اس کی ضرورت ہے۔

قوله موشيًا بفتح الميم وسكون الواو وكسر المعجة بعدها تحتية اى مخططا بألوان شتى يعنى دھاری دھار۔

قوله تُرسِلِي بہ۔ ایک لغت کے مطابق نون کو حذف کر دیا، یا اس سے قبل لام امر محذوف ہے اور اس کا عمل باقی ہے ای لترسلي بہ یا اس سے قبل "أنْ" ناصبہ محذوف ہے اور اس کا عمل باقی ہے، أي أنْ تُرسِلِي بِہِ" اگرچہ دروازے پر ضرورت کے لیے پردہ لٹکانا حرام نہیں ہے، لیکن نبی اکرم ﷺ نے جو چیز اپنے لیے ناپسند کی وہ اپنی بیٹی کے لیے بھی ناپسند کی، اور آپ نے اسے سادگی اور تقویٰ کے خلاف سمجھا۔

٢٦١٤: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي".

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ مجھے عبدالمالک بن میسرہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے زید بن وہب سے سنا کہ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ریشمی حلہ ہدیہ میں دیا تو میں نے اسے پہن لیا۔ لیکن جب غصے کے آثار روئے مبارک پر دیکھے تو اسے اپنی عورتوں میں پھاڑ کر تقسیم کر دیا۔

قوله فشققتها بين نسائي... ایک حدیث میں "بين الفواطم" آتا ہے، اور ان سے مراد فاطمہ بنت رسول ﷺ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں اور دوسری فاطمہ بنت أسد بن ہاشم ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، اور تیسری فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب ہے، اور چوتھی وہ فاطمہ ہے، جو عقیل بن ابی طالب کی بیوی تھیں، لہٰذا یہ حلۃ پھاڑ کر اس کے دوپٹے بنا دیئے گئے اور ان میں تقسیم کر دیئے۔

٢٨- بَابُ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ:

باب: مشرکین کا ہدیہ قبول کر لینا

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام بِسَارَةَ، فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ أَوْ جَبَّارٌ، فَقَالَ: أَعْطُوهَا آجَرَ، وَأُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ، وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بَغۡلَةً بَيۡضَاءَ وَكَسَاهُ بُرۡدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحۡرِهِمۡ.

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کے ساتھ ہجرت کی تو وہ ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک کافر بادشاہ یا (یہ کہا کہ) ظالم بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ نے کہا کہ انہیں (ابراہیم علیہ السلام کو) آجر (ہاجرہ) کو دے دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (خیبر کے یہودیوں کی طرف سے دشمنی میں) ہدیہ کے طور پر بکری کا ایسا گوشت پیش کیا گیا تھا جس میں زہر تھا۔ ابوحمید نے بیان کیا کہ ایلہ کے حاکم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفید خچر اور چادر ہدیہ کے طور بھیجی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھوایا کہ وہ اپنی قوم کے حاکم کی حیثیت سے باقی رہے (کیونکہ اس نے جزیہ دینا منظور کر لیا تھا)۔

ترمذی کی حدیث میں اس کی ممانعت مروی ہے، جس میں آتا ہے کہ مالک بن عامر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، اور اس نے آپ کو ہدیہ دینا چاہا حالانکہ وہ مشرک تھا تو آپ نے فرمایا: "إني لا اقبل هدية مشرك"[1] امام بخاری اس باب کے تحت صحیح احادیث لاکر حدیث مذکورہ کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ مرسل ہے۔

قولہ بغلة بیضاء... یعنی ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سفید خچر اور ایک چادر ہدیہ کے طور پر بھیجی، اور آپ نے اسے اس کے علاقہ کی حکومت لکھ دی، کیونکہ اس نے جزیہ دینا قبول کرلیا تھا، اور ایلہ ساحل سمندر پر ایک مشہور شہر تھا جواب ویران ہو چکا ہے۔



قولہ إن اکیدر دومة۔ دومۃ الجندل، تبوک کے پاس ایک شہر تھا جس کا حکمران اکیدر بن عبد الملک بن عبد الجن نصرانی تھا، یہ بھی جزیہ دینے پر راضی ہو گیا تھا۔

٢٦١٥: حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللهِ بۡنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بۡنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شَيۡبَانُ، عَنۡ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ، قَالَ: أُهۡدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنۡدُسٍ، "وَكَانَ يَنۡهَى عَنِ الۡحَرِيرِ". فَعَجِبَ النَّاسُ مِنۡهَا، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفۡسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَنَادِيلُ سَعۡدِ بۡنِ مُعَاذٍ فِي الۡجَنَّةِ أَحۡسَنُ مِنۡ هَذَا".

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دبیز قسم کے ریشم کا ایک جبہ ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے استعمال سے (مردوں کو) منع فرماتے تھے۔ صحابہ کو بڑی حیرت ہوئی (کہ کتنا عمدہ ریشم ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تمہیں اس پر حیرت ہے) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔





٢٦١٦: وَقَالَ سَعِيدٌ: عَنۡ قَتَادَةَ، عَنۡ أَنَسٍ، إِنَّ أُكَيۡدِرَ دُومَةَ أَهۡدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى



[1] المعجم الكبير للطبراني: ١٤٠، مصنف عبدالرزاق، وقعة حنين، ج٥، ص٣٧٩۔

اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سعید نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ دومہ (تبوک کے قریب ایک مقام) کے اکیدر (نصرانی) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔

٢٦١٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، "أَنَّ يَهُودِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ، فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيءَ بِهَا، فَقِيلَ: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: لَا، فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ہشام بن زید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زہر ملا ہوا بکری کا گوشت لائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ کھایا (لیکن فوراً ہی فرمایا کہ اس میں زہر پڑا ہوا ہے) پھر جب اسے لایا گیا (اور اس نے زہر ڈالنے کا اقرار بھی کر لیا) تو کہا گیا کہ کیوں نہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ اس زہر کا اثر میں نے ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تالو میں محسوس کیا۔

یہ عورت یہودن تھی جس کا نام زینب تھا اس کے اسلام قبول کرنے کے بارہ میں اختلاف ہے نبی اکرم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تھا، کیونکہ آپ ذاتی انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن اس زہریلی بکری کا لقمہ کھانے سے ایک صحابی بشر بن براء فوت ہو گئے تھے تو اس لیے اس عورت کو قصاص میں قتل کر دیا گیا تھا۔

شرح بخاری

٢٦١٨: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً أَوْ قَالَ أَمْ هِبَةً، قَالَ: لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً، فَصُنِعَتْ، وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُشْوَى، وَايْمُ اللهِ مَا فِي الثَّلَاثِينَ وَالْمِائَةِ إِلَّا قَدْ حَزَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا، إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ، فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ، فَأَكَلُوا أَجْمَعُونَ وَشَبِعْنَا، فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ، فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيرِ أَوْ كَمَا قَالَ".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ

نے بیان کیا، ان سے ابوعثمان نے بیان کیا اور ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم ایک سو تیس آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ایک سفر میں) تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا کسی کے ساتھ کھانے کی بھی کوئی چیز ہے؟ ایک صحابی کے ساتھ تقریباً ایک صاع کھانا (آٹا) تھا۔ وہ آٹا گوندھا گیا۔ پھر ایک لمبا تڑنگا مشرک پریشان حال بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ بیچنے کے لیے ہیں۔ یا کسی کا عطیہ ہے یا آپ نے (عطیہ کی بجائے) ہبہ فرمایا۔ اس نے کہا کہ نہیں بیچنے کے لیے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی پھر وہ ذبح کی گئی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کلیجی بھوننے کے لیے کہا۔ قسم اللہ کی ایک سو تیس اصحاب میں سے ہر ایک کو اس کلیجی میں سے کاٹ کے دیا۔ جو موجود تھے انہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی دے دیا اور جو اس وقت موجود نہیں تھے ان کا حصہ محفوظ رکھ لیا۔ پھر بکری کے گوشت کو دو بڑی قابوں میں رکھا گیا اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ جو کچھ قابوں میں بچ گیا تھا اسے اونٹ پر رکھ کر ہم واپس لائے۔ او کما قال۔

قولہ مشعان طویل۔ مشعان سے مراد ثائر الرأس ہے، اور ہوسکتا ہے کہ "طویل" کا لفظ اس کی تفسیر ہی ہو۔



قولہ بیعًا أم هبةً۔ یہ فعل مقدر کے ساتھ منصوب ہے أی أتدفعها بائعًا، اور اسی سے استدلال ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس مشرک سے پوچھا کہ بیچے گا یا ہدیہ دے گا، اس نے کہا: بیع ہے یعنی بیچوں گا، آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ہدیہ کرنا چاہتا تو آپ قبول کر لیتے، اور ترمذی کی حدیث میں جو نہی آئی ہے وہ اس خاص آدمی کے بارہ میں ہوگی، تاکہ اسے اپنی برائی کا احساس ہو جائے۔

۲۹۔بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِينَ:

باب: مشرکوں کو ہدیہ دینا

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ سورة الممتحنة آية ۸.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا «لا ینهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فی الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم وتقسطوا إليهم» جو لوگ تم سے دین کے بارے میں لڑے نہیں اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے انہوں نے نکالا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے معاملہ میں انصاف کرنے سے تمہیں نہیں روکتا۔

قولہ تعالیٰ "لا ینهاكم الله..." قرآنِ کریم کی اس آیت میں "أن تبروهم" سے استدلال ہے کہ ان کے ساتھ بر اور نیکی کرنا بھی ہدیہ ہے، لیکن انہیں ہدیہ تودد اور محبت کے لیے نہ دیا جائے، تالیف قلبی کے لیے دیا جاسکتا ہے،

شرح بخاری



تالیف قلبی کے لیے تو کفار اور مشرکین کو زکوۃ بھی دی جاسکتی ہے۔

۲۶۱۹: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "رَأَى عُمَرُ حُلَّةً عَلَى رَجُلٍ تُبَاعُ، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْتَعْ هَذِهِ الْحُلَّةَ تَلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَإِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ، فَقَالَ: إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا بِحُلَلٍ، فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ، فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيهَا مَا قُلْتَ؟ قَالَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا تَبِيعُهَا أَوْ تَكْسُوهَا، فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخٍ لَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ".

ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص کے یہاں ایک ریشمی جوڑا فروخت ہو رہا ہے۔ تو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ یہ جوڑا خرید لیجئے تاکہ جمعہ کے دن اور جب کوئی وفد آئے تو آپ اسے پہنا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے تو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے ریشمی جوڑے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک جوڑا عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسے کس طرح پہن سکتا ہوں جب کہ آپ خود ہی اس کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمانا تھا، فرما چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں پہننے کے لیے نہیں دیا بلکہ اس لیے دیا کہ تم اسے بیچ دو یا کسی (غیر مسلم) کو پہنا دو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مکے میں اپنے ایک بھائی کے گھر بھیج دیا جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا۔

۲۶۲۰: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: "قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ، صِلِي أُمَّكِ".

ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا ہشام سے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میری والدہ (قتیلہ بنت عبدالعزیٰ) جو مشرکہ تھیں، میرے یہاں آئیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، میں نے یہ بھی کہا کہ وہ (مجھ سے ملاقات کی) بہت خواہشمند ہیں، تو کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

یہ قتیلہ بنت عبدالعزی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی، حضرت اسماء اسی کی بیٹی تھیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے طلاق دیدی تھی، یہ مدینہ میں اپنی بیٹی اسماء سے ملاقات کے لیے آئی، تب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے صلہ رحمی کرنے کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے اس کی اجازت دی۔

٣٠- بَابُ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَرْجِعَ فِي هِبَتِهِ وَصَدَقَتِهِ:

باب: کسی کے لیے حلال نہیں کہ اپنا دیا ہوا ہدیہ یا صدقہ واپس لے لے

٢٦٢١: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ، كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ".

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا سعید بن مسیب سے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا دیا ہوا ہدیہ واپس لینے والا ایسا ہے جیسے اپنی کی ہوئی قے کو چاٹنے والا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہبہ اور صدقہ میں رجوع حرام ہے، لیکن دوسری حدیث سے اس سے وہ ہبہ مستثنیٰ ہے جو باپ اپنی اولاد کو دے، وہ اس میں رجوع کرسکتا ہے، حنفیوں کے نزدیک ہبہ میں رجوع جائز ہے انہوں نے سات موانع ذکر کیے ہیں وہ اگر پائے جائیں تو رجوع منع ہے ان موانع میں سے ایک رشتہ دار ہونا، اپنے لڑکے کو ہبہ کرنا۔ یا صلہ رحمی کے لیے ہونا، یا اس کے ملک سے نکل جانا، یا اس کا بدلہ دیدے یا اس میں اضافہ کردے، تو ان صورتوں میں رجوع نہیں کرسکتا، اور اگر ان سے کوئی مانع نہ پایا جائے تو کہتے ہیں۔ قضاءِ قاضی یا رضاءِ طرفین سے رجوع کرسکتا ہے، رضاء کے بغیر مکروہ سمجھتے ہیں۔



٢٦٢٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الَّذِي يَعُودُ فِي هِبَتِهِ، كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ".

ہم سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا عکرمہ سے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم مسلمانوں کو بری مثال نہ اختیار کرنی چاہئے۔ اس شخص کی سی جو اپنا دیا ہوا ہدیہ واپس لے لے، وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے خود چاٹتا ہے۔



احناف اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کتے کے لیے اپنی قئی میں رجوع منع نہیں ہے لہٰذا ہبہ میں بھی رجوع کرنا منع نہیں ہے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "لیس لنا مثل السوء" کہ ہمیں بری مثالیں زیب نہیں دیتیں سے معلوم ہوتا ہے کہ کتا اگرچہ اپنی قئی میں رجوع کرسکتا ہے لیکن ہم مسلمانوں کے لیے اپنے ہبہ میں رجوع

کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۶۲۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ".

ہم سے یحییٰ بن قزعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا زید بن اسلم سے، ان سے ان کے باپ نے کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے (ایک شخص کو) دیا۔ جسے میں نے وہ گھوڑا دیا تھا، اس نے اسے دبلا کر دیا۔ اس لیے میرا ارادہ ہوا کہ اس سے اپنا وہ گھوڑا خرید لوں، میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ شخص وہ گھوڑا سستے داموں پر بیچ دے گا۔ لیکن جب میں نے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم اسے نہ خریدو، خواہ تمہیں وہ ایک ہی درہم میں کیوں نہ دے۔ کیونکہ اپنے صدقہ کو واپس لینے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو اپنی ہی قے خود چاٹتا ہے۔

۳۱۔ بَابٌ:

باب:۔۔۔

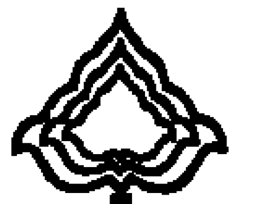
۲۶۲۴: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، "أَنَّ بَنِي صُهَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ جُدْعَانَ ادَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى ذَلِكَ صُهَيْبًا، فَقَالَ مَرْوَانُ: مَنْ يَشْهَدُ لَكُمَا عَلَى ذَلِكَ؟ قَالُوا: ابْنُ عُمَرَ، فَدَعَاهُ، فَشَهِدَ لَأَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً، فَقَضَى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهِ لَهُمْ".

ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ ابن جدعان کے غلام بنوصہیب نے دعویٰ کیا کہ دو مکان اور ایک حجرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا (جو وراثت میں انہیں ملنا چاہئے) خلیفہ مروان بن حکم نے پوچھا کہ تمہارے حق میں اس دعویٰ پر گواہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ مروان نے آپ کو بلایا تو آپ نے گواہی دی کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب رضی اللہ عنہ کو دو مکان اور ایک حجرہ دیا تھا۔ مروان نے آپ کی گواہی پر

فیصلہ ان کے حق میں کر دیا۔

یعنی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جو ابن جدعان کے غلام تھے، ان کے دو بیٹوں نے مروان بن حکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مکان اور ایک حجرہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دیئے تھے (جو وراثت میں انہیں ملنے چاہئیں) مروان بن حکم نے کہا، اس پر تمہارا گواہ کون ہے جو تمہارے حق کے بارہ میں گواہی دے، انہوں نے کہا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ گواہ ہیں، مروان نے آپ کو بلایا، تو انہوں نے گواہی دی کہ واقعی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو یہ حجرہ اور دو مکان عنایت فرمائے تھے، تو مروان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گواہی پر ان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

مروان نے ایک گواہ کی شہادت پر فیصلہ کر دیا، معلوم ہوتا ہے کہ جب قاضی کو ایک کی شہادت سے یقین ہو جائے تو وہ اس پر فیصلہ کر سکتا ہے، بعض کہتے ہیں، یہ ہبہ پرانا چلا آرہا تھا، اس لیے اس بارہ میں حق والے متعین تھے، گواہی یہاں احتیاطاً لی گئی تھی، یا مروان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے گواہی لی اور مدعیوں سے قسم لے کر فیصلہ کیا ہوگا، اور ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے۔ امام شافعی امام احمد اور اکثر علماء اس کے قائل ہیں، حنفیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔



یہ باب پہلے باب کی فصل ہے، اور اس حدیث کی باب سابق سے مناسبت یہ ہے کہ جب صہیب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہبہ بیان کیا تو مروان نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے رجوع کیا تھا یا نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ ہبہ یا صدقہ میں رجوع جائز نہیں ہے۔

٣٢- بَابُ مَا قِيلَ فِي الْعُمْرَى وَالرُّقْبَى:

باب: عمریٰ اور رقبیٰ کے بارے میں روایات

أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى جَعَلْتُهَا لَهُ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا جَعَلَكُمْ عُمَّارًا.

(اگر کسی نے کہا کہ) میں نے عمر بھر کے لیے تمہیں یہ مکان دے دیا تو اسے عمریٰ کہتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ اس کی عمر بھر کے لیے) مکان میں نے اس کی ملکیت میں دے دیا۔ قرآنی لفظ «استعمركم فيها» کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے تمہیں زمین میں بسایا۔

عمریٰ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو عمر بھر کے لیے کوئی مکان وغیرہ دے دینا، اور رُقبیٰ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو مکان وغیرہ اس شرط پر دے کہ اگر یہ چیز دینے والا پہلے مر جائے تو وہ چیز مکان وغیرہ لینے والے کا ہوگا اور اگر لینے والا پہلے مر گیا تو دینے والے کا ہوگا، اس صورت میں طرفین میں سے ہر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے اس لیے اسے "رُقبیٰ" کہتے ہیں، یہ دونوں معاملات جاہلیت میں ہوتے تھے اسلام نے انہیں برقرار رکھا ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک عمریٰ لینے والے کا ملک ہو جاتا ہے، اور دینے والے کی طرف نہیں لوٹتا، اگر أعمر تك هٰذا الدار کہے تو یہ عمریٰ ہوگا، اور أرقبتك کہنے سے رقبیٰ ہو جاتا ہے، اور عمریٰ کی چند صورتیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ:



"أعمرتك ما دُمت حيًّا وإذا مات فهي راجعةٌ إلي" یہ عمریٰ مقید ہو جائے گا، کہ یہ چیز میں نے تجھے تیری زندگی تک دی ہے۔ ایک قسم یہ ہے کہ کہے: أعمرتك ولعقبك اس صورت میں عمریٰ نافذ ہو جائے گا، تیسری قسم یہ ہے کہ صرف "أعمرتُك" کہے کہ عمر بھر کے لیے تجھے یہ چیز دی "ولعقبك" نہ کہے اور نہ ہی "فإذا مات فهي راجعة إلي" کہے تو حنفی کہتے ہیں یہ بھی اس کا ہو جائے گا۔ شافعی کہتے ہیں کہ اس کا نہیں ہوتا، عمریٰ اور رقبیٰ دونوں کا حکم ایک ہے۔ بخاری اس باب کے تحت حدیث عمریٰ کی لائے ہیں۔

قولہ أعمرته الدار فهي عمرىٰ: میں نے اس کو گھر عمر بھر کے لیے دیا، یہ کہنا عمریٰ ہے۔

قولہ استعمركُم فيها۔ یہ قرآنِ کریم میں ہے یعنی اس نے تمہیں زمین میں بسایا۔

٢٦٢٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَى أَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ".

ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ کے متعلق فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس کا ہو جاتا ہے جسے ہبہ کیا گیا ہو۔

٢٦٢٦: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعُمْرَى جَائِزَةٌ". وَقَالَ عَطَاءٌ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے نضر بن انس نے بیان کیا، ان سے بشیر بن نہیک نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمریٰ جائز ہے۔ اور عطاء نے کہا کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح بیان کیا۔

قولہ العمریٰ جائزۃٌ۔ یعنی عمریٰ آگے تجاوز کرنے والا ہے، اور عقب یعنی پچھلوں کو مل جاتا ہے۔

٣٣۔ بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ:

باب: جس نے کسی سے گھوڑا عاریتاً لیا

٢٦٢٧: حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ، "فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوبُ، فَرَكِبَ، فَلَمَّا رَجَعَ، قَالَ: مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا".

ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا قتادہ سے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔

آپ نے بیان کیا کہ مدینے پر (دشمن کے حملے کا) خوف تھا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے (صحابہ بھی ساتھ تھے) پھر جب واپس ہوئے تو فرمایا، ہمیں تو کوئی خطرہ کی چیز نظر نہ آئی، البتہ یہ گھوڑا سمندر کی طرح (تیز دوڑتا) پایا۔

یعنی کسی سے عاریتاً چیز لینا جائز ہے، اور عاریہ میں تملیک منفعت ہوتی ہے، تملیک رقبہ نہیں ہوتی، حدیث میں آتا ہے: "العاریة مؤداة"[1] یعنی عاریہ کو واپس کرنا چاہیے۔

۳۴۔بَابُ الاِسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ:

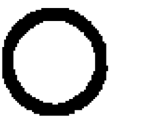
باب: شب عروسی میں دلہن کے لیے کوئی چیز عاریتاً لینا

۲۶۲۸: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: "دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ، فَقَالَتْ: ارْفَعْ بَصَرَكَ إِلَى جَارِيَتِي انْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهَا تُزْهَى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ، وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِينَةِ، إِلَّا أَرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيرُهُ".



ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قطر (یمن کا ایک دبیز کھردرا کپڑا) کی قمیص قیمتی پانچ درہم کی پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے (مجھ سے) فرمایا۔ ذرا نظر اٹھا کر میری اس لونڈی کو تو دیکھ۔ اسے گھر میں بھی یہ کپڑے پہننے سے انکار ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس اسی کی ایک قمیص تھی۔ جب کوئی لڑکی دلہن بنائی جاتی تو میرے یہاں آدمی بھیج کر وہ قمیص عاریتاً منگا لیتی تھی۔

قولہ دِرْعُ قِطْرٍ۔ موٹی کھردری قمیص پہنی ہوئی تھی جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔



قولہ ارفع بصرك۔ یعنی نظر اٹھا کر میری اس لونڈی کو تو دیکھ، یہ گھر میں ایسی قمیص پہننے کو حقیر سمجھتی ہے۔

قولہ تقین بالمدینة مدینہ میں جب کسی لڑکی کو دلہن بنایا جاتا تو وہ پیغام بھیج کر عاریتاً یہ قمیص منگوا لیتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دلہن کو مستعار کپڑے پہنائے جاسکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جن کپڑوں کی تملیک کرنی ہو وہی پہنائے جائیں۔



قولہ تُزْهي۔ یہ مجہول بمعنی معلوم ہے، یعنی یہ اسے گھر میں پہننے میں بھی تکبر کرتی ہے حالانکہ گھر میں سادہ کپڑے بھی پہنے جاسکتے ہیں۔



[1] سنن ترمذی: ۱۲۶۵، (صحیح) ۲۱۲۰، سنن ابن ماجہ: ۲۳۹۹۔

۳۵۔بَابُ فَضْلِ الْمَنِيحَةِ:

باب: تحفہ «منیحة» کی فضیلت کے بارے میں

یعنی دودھ والا جانور کسی کو دودھ پینے کے لیے عاریتاً دینے کی فضیلت کا بیان۔

۲۶۲۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "نِعْمَ الْمَنِيحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً، وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرُوحُ بِإِنَاءٍ". حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، وَإِسْمَاعِيلُ، عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: نِعْمَ الصَّدَقَةُ.

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا ہی عمدہ ہے ہدیہ اس دودھ دینے والی اونٹنی کا جس نے ابھی حال ہی میں بچہ جنا ہو اور دودھ دینے والی بکری کا جو صبح وشام اپنے دودھ سے برتن بھر دیتی ہے۔ ہم سے عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا کہ (دودھ دینے والی اونٹنی کا) صدقہ کیا ہی عمدہ ہے۔

کیا ہی عمدہ عطیہ ہے زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کا اور زیادہ دودھ دینے والی بکری کا جو صبح کو برتن بھر کر دودھ دے اور شام کو بھی، لیکن کسی کو پھل کھانے کے لیے پھلدار درخت دے دینا یا دودھ پینے کے لیے جانور دینا، اس میں تملیک منفعت ہوگی، تملیک رقبہ نہیں ہوتی۔

قولہٗ الصَّفِيُّ أي كثيرة اللبن۔

شرح بخاری

۲۶۳۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ مِنْ مَكَّةَ وَلَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ يَعْنِي شَيْئًا، وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَهْلَ الْأَرْضِ وَالْعَقَارِ، فَقَاسَمَهُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ يُعْطُوهُمْ ثِمَارَ أَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوهُمُ الْعَمَلَ وَالْمَئُونَةَ، وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ أَنَسٍ أُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ أُمَّ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، فَكَانَتْ أَعْطَتْ أُمُّ أَنَسٍ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا، فَأَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ أُمَّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ". قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِ أَهْلِ خَيْبَرَ فَانْصَرَفَ إِلَى الْمَدِينَةِ، رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِي كَانُوا مَنَحُوهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ، فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّهِ عِذَاقَهَا، وَأَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ يُونُسَ بِهَذَا،

وَقَالَ: مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهِ.

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابن وہب نے خبر دی یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے ساتھ کوئی بھی سامان نہ تھا۔ انصار زمین اور جائیداد والے تھے۔ انصار نے مہاجرین سے یہ معاملہ کر لیا کہ وہ اپنے باغات میں سے انہیں ہر سال پھل دیا کریں گے اور اس کے بدلے مہاجرین ان کے باغات میں کام کیا کریں۔ انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم جو عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کی بھی والدہ تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کا ایک باغ ہدیہ دے دیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باغ اپنی لونڈی ام ایمن رضی اللہ عنہا جو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں، عنایت فرما دیا۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کے یہودیوں کی جنگ سے فارغ ہوئے اور مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے تحائف واپس کر دیئے جو انہوں نے پھلوں کی صورت میں دے رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا باغ بھی واپس کر دیا اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اس کے بجائے اپنے باغ میں سے (کچھ درخت) عنایت فرما دیئے۔ احمد بن شبیب نے بیان کیا، انہیں ان کے والد نے خبر دی اور انہیں یونس نے اسی طرح البتہ اپنی روایت میں بجائے «مكانهن من حائطه» کے «مكانهن من خالصه» بیان کیا۔



٢٦٣١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ". قَالَ حَسَّانُ: فَعَدَدْنَا مَا دُونَ مَنِيحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَنَحْوِهِ، فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً.

ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا حسان بن عطیہ سے، ان سے ابو کبشہ سلولی نے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چالیس خصلتیں جن میں سب سے اعلیٰ و ارفع۔ دودھ دینے والی بکری کا ہدیہ کرنا ہے۔ ایسی ہیں کہ جو شخص ان میں سے ایک خصلت پر بھی عامل ہو گا ثواب کی نیت سے اور اللہ کے وعدے کو سچا سمجھتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت



میں داخل کرے گا۔ حسان نے کہا کہ دودھ دینے والی بکری کے ہدیہ کو چھوڑ کر ہم نے سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کا جواب دینا اور تکلیف دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینے وغیرہ کا شمار کیا، تو سب پندرہ خصلتیں بھی ہم شمار نہ کر سکے۔

٢٦٣٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَتْ لِرِجَالٍ مِنَّا فُضُولُ أَرَضِينَ، فَقَالُوا: نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ".

ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عطاء نے بیان کیا، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے بہت سے اصحاب کے پاس فالتو زمین بھی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ تہائی یا چوتھائی یا نصف کی بٹائی پر ہم کیوں نہ اسے دے دیا کریں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بونی چاہئے یا پھر کسی اپنے بھائی کو ہدیہ کر دینی چاہئے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو پھر زمین اپنے پاس رکھے رہے۔

٢٦٣٣: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ؟ فَقَالَ: وَيْحَكَ، إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا".

اور محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے اوزاعی نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یزید نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے لیے پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے۔ ہجرت کا تو بڑا ہی دشوار معاملہ ہے۔ تمہارے پاس اونٹ بھی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اور اس کا صدقہ (زکوٰۃ) بھی ادا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اس میں سے کچھ ہدیہ بھی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو تم اسے پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جانے والے دن دوہتے ہو گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندروں کے پار بھی اگر تم عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کرے گا۔

قولہ فاعمل من وراء البحار۔ اگر تو یہ اعمال سرانجام دیتا ہے تو سمندروں کے پار آبادیوں میں رہ کر جو تو عمل کرے گا اللہ تعالیٰ تیرے عمل میں سے کوئی کمی نہیں کرے گا، اس دیہاتی نے اپنا علاقہ چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنا چاہا، آپ نے فرمایا اپنے علاقہ میں رہ کر ہی نیک اعمال کرتا رہ۔ ہوسکتا ہے تو ہجرت کی شرط پوری نہ کر سکے، ہجرت کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ جہاد وغیرہ کرنا پڑتا ہے تو اس پر پورا نہیں اُترے گا، اور یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے جبکہ ہجرت فرض نہیں رہی تھی۔

٢٦٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَاكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى أَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا، فَقَالَ: لِمَنْ هَذِهِ؟ فَقَالُوا: اكْتَرَاهَا فُلَانٌ، فَقَالَ: "أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ كَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَعْلُومًا".

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے طاؤس نے بیان کیا کہ مجھ سے ان میں سب سے زیادہ اس (مخابرہ) کے جاننے والے نے بیان کیا، ان کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایسے کھیت کی طرف تشریف لے گئے جس کی کھیتی لہلہا رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کس کا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ فلاں نے اسے کرایہ پر لیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ہدیۃً دے دیتا تو اس سے بہتر تھا کہ اس پر ایک مقررہ اجرت وصول کرتا۔

٣٦۔ بَابُ إِذَا قَالَ أَخْدَمْتُكَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ. فَهُوَ جَائِزٌ:

باب: عام دستور کے مطابق کسی نے کسی شخص سے کہا کہ یہ لونڈی میں نے تمہاری خدمت کے لیے دے دی تو جائز ہے

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: هَذِهِ عَارِيَةٌ، وَإِنْ قَالَ: كَسَوْتُكَ هَذَا الثَّوْبَ فَهُوَ هِبَةٌ.

بعض لوگوں نے کہا کہ لونڈی عاریتاً ہوگی اور اگر یہ کہا کہ میں نے تمہیں یہ کپڑا پہننے کے لیے دیا تو کپڑا ہبہ سمجھا جائے گا۔

٢٦٣٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ، فَأَعْطَوْهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ، فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ، وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً". وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج

نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے سارہ علیہا السلام کے ساتھ ہجرت کی تو انہیں بادشاہ نے آجر کو (یعنی ہاجرہ علیہا السلام کو) عطیہ میں دے دیا۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور ابراہیم علیہ السلام سے کہا، دیکھا آپ نے اللہ تعالیٰ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ایک لڑکی خدمت کے لیے بھی دے دی۔ ابن سیرین نے کہا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ بادشاہ نے ہاجرہ کو ان کی خدمت کے لیے دے دیا تھا۔

یعنی عام دستور کے مطابق کسی نے کسی دوسرے شخص سے کہا کہ یہ لونڈی میں نے تمہاری خدمت کے لیے دی تو جائز ہے لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ لونڈی عاریتاً ہوگی اور اگر یہ کہا کہ میں نے تمہیں یہ کپڑا پہننے کے لیے دیا تو کپڑا ہبہ سمجھا جائے گا، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد حنفیہ کی تردید کرنا ہے کہ لونڈی کے بارہ میں وہ کلام کو عاریت پر محمول کرتے ہیں اور کپڑے کے بارہ میں ہبہ پر محمول کرتے ہیں، اور یہ ترجیح بلا مرجح اور تخصیص بلا مخصص ہے، دراصل یہ عرف پر محمول ہے، اگر "أخدمتك" کہنا عرف میں تملیک کے لیے ہو تو تملیک ہو جائے گی اور اگر عاریت کے لیے ہو تو عاریت ہو جائے گی، امام بخاری کے قول کا تعلق امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب سے ہے، امام مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ قرآن وحدیث میں جو اصطلاح ثابت ہو جائے یا عرف ثابت ہو جائے وہ ہر جگہ مقدم ہوتا ہے، یہاں "أخدمني أجرَ" میں تملیک مراد ہے، اور جب مطلق "أخدمَنِي" ہو تو بھی تملیک مراد ہوگی، جب تک کہ قرینہ صارفہ نہ ہو۔

حضرت ہاجرہ بادشاہ کی لونڈی تھی بعض کہتے ہیں کہ لڑکی تھی، بخاری تو سمجھتا ہے کہ لونڈی تھی۔

شرح بخاری

٣٧۔ بَابُ إِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمْرَى وَالصَّدَقَةِ:

باب: جب کوئی کسی شخص کو گھوڑا سواری کے لیے ہدیہ کر دے تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی طرح ہوتا ہے (کہ اسے واپس نہیں لیا جا سکتا)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا.

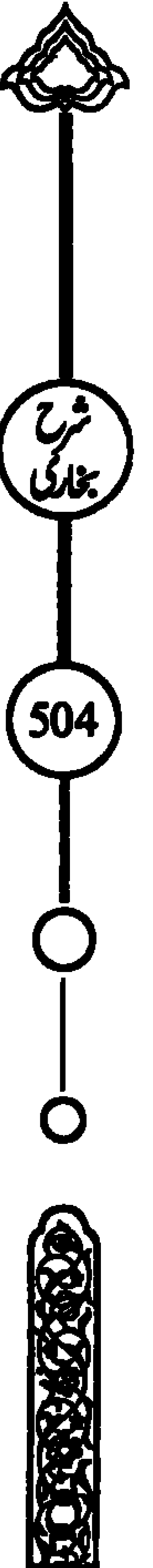
لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ واپس لیا جا سکتا ہے۔

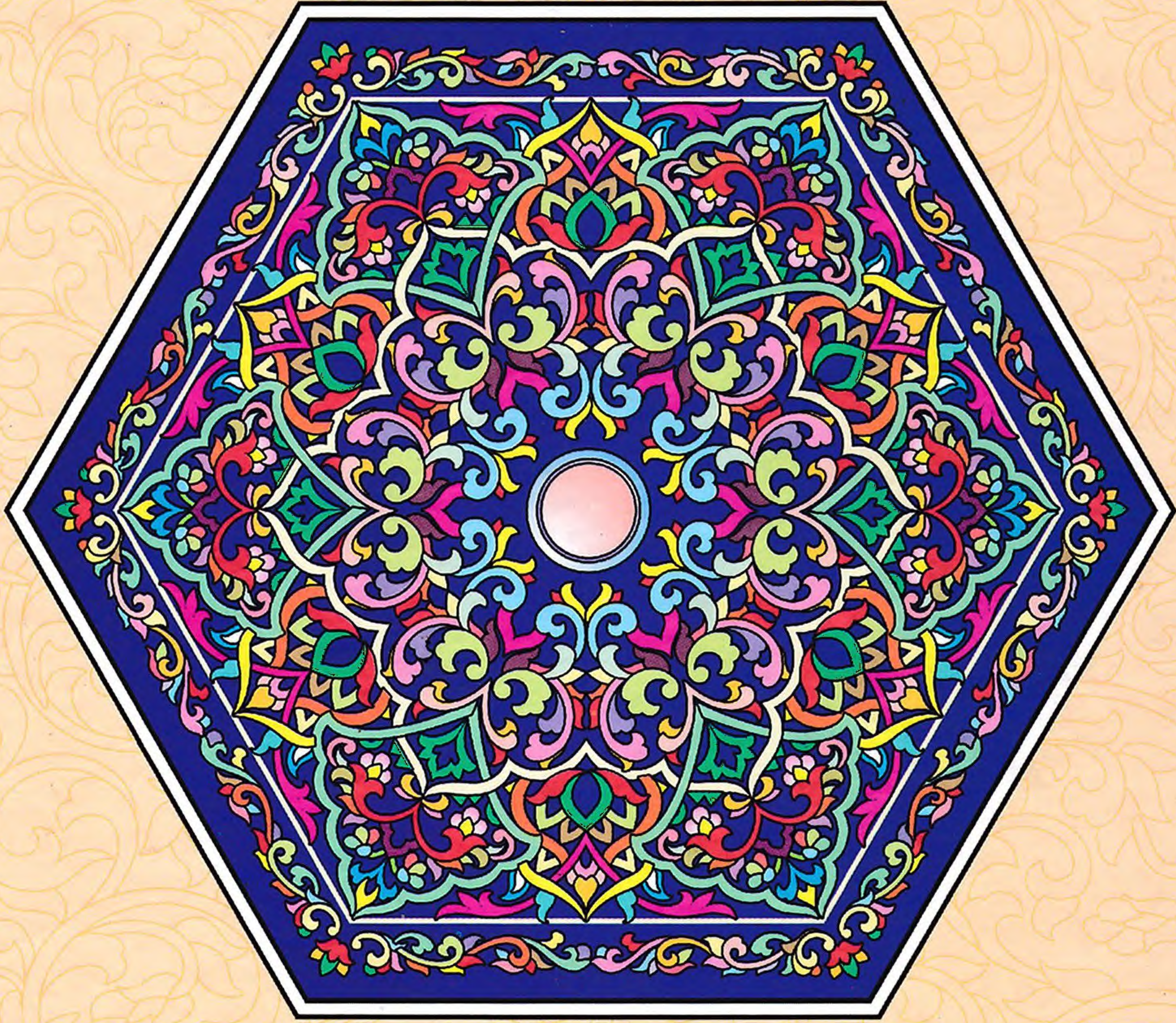
٢٦٣٦: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْأَلُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ، قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "لَا تَشْتَرِهِ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ".

ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، کہا کہ میں نے مالک سے سنا، انہوں نے زید بن اسلم سے پوچھا تھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ

عنہ نے کہا میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے ایک شخص کو دے دیا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ وہ اسے بیچ رہا ہے۔ اس لیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسے واپس میں ہی خرید لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھوڑے کو نہ خرید۔ اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لو۔

جب کوئی شخص کسی دوسرے کو گھوڑا سواری کے لیے دے تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی طرح ہوتا ہے، اور اسے واپس نہیں لیا جا سکتا، لیکن بعض الناس نے کہا ہے کہ وہ واپس لیا جا سکتا ہے۔





غزنی سٹریٹ ◉ اردو بازار ◉ لاہور ◉ پاکستان

Tel: +92-42-37230585
Cell: +92-321-4460487
E-mail: maktaba_quddusia@yahoo.com


www.facebook.com/MaktabaQuddusia



مکتبہ قدوسیہ

کتاب و سنت کے فروغ کے لئے کوشاں